اردو شرح

انوار الباری

صحیح البخاری

مجموعۂ افادات

امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

ودیگر اکابر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ

مؤلفہ تلمیذ علامہ کشمیری

حضرۃ مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری رحمہ اللہ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان

(061-4540513-4519240

مُقدّمۃ

اردو شرح

انوار الباری

صحیح البخاری

مقدمہ جلد اول - مقدمہ جلد ثانی

مجموعۂ افادات

امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

و دیگر اکابر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ

مؤلفہ تلمیذ علامہ کشمیری

حضرة مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری رحمہ اللہ

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

☎ 061-540513-519240

نام کتاب....انوار الباری مقدمہ جلد اول - دوم (کمپیوٹر ایڈیشن)

تاریخ اشاعت..........................شعبان ۱۴۲۵ھ

ناشر..........................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت..........................سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان......ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور......مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ......کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور......دار الاشاعت اردو بازار کراچی

بک لینڈ اردو بازار لاہور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K(ISLAMIC BOOKS CENTRE)
119-121-HALLIWELL ROAD BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

ضروری وضاحت:

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل علماء پر مشتمل شعبہ تصحیح قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔

(ادارہ)

حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری دامت برکاتہم

صاحبزادہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی طرف سے

انوار الباری کی خصوصی تحریری اجازت نامہ

انظر شاہ مسعودی کشمیری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب مولانا اسحاق صاحب مدیر ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
کے علمی ذوق، اپنے اکابر سے متعلق نوادرات کی اشاعت کیلئے
مخلصانہ جذبات کے پیش نظر "انوار الباری" کی پاکستان میں طباعت
کے جملہ حقوق بمسرت تمام موصوف کیلئے مختص کرتا ہوں۔ اب
پاکستان میں "انوار الباری" کی طباعت کا کوئی دوسرا ناشر یا
ادارہ قانوناً و اخلاقاً مجاز نہ ہوگا

۲ ۱۱/۱۸ ۹

جناب مولانا اسحاق صاحب مدیر "ادارہ تالیفات اشرفیہ" ملتان کے علمی ذوق، اپنے اکابر سے متعلق نوادرات کی اشاعت کیلئے مخلصانہ جذبات کے پیش نظر "انوار الباری" کی پاکستان میں طباعت کے جملہ حقوق بمسرت تمام موصوف کیلئے مختص کرتا ہوں اب پاکستان میں انوار الباری کی طباعت کا کوئی دوسرا ناشر یا ادارہ قانوناً و اخلاقاً مجاز نہ ہوگا۔

فہرست عنوانات

جلد دوم

پیش لفظ

مقصد تالیف انوار الباری

''انوار الباری شرح اردو صحیح البخاری کی تالیف کا مقصد یہ ہے کہ اردو میں اپنے اکابر سلف کے حدیثی افادات شرح وبسط کے ساتھ پیش کر دیئے جائیں، صحاح میں سے جامع صحیح بخاری کی اہمیت سب پر ظاہر ہے اسی لئے اس کا انتخاب ہوا مگر شرح حدیث کے وقت دوسری صحاح، مصنفات ومسانید بھی پیش نظر رہیں گی خصوصاً احادیث احکام کے ذیل میں چونکہ آثار صحابہ، فتاویٰ تابعین اور اقوال اکابر محدثین پر بھی نظر ضروری ہے اس لئے ان کو بھی زیادہ سے زیادہ پیش کرنے کی سعی ہوگی۔

اکابر دار العلوم کی درسی خصوصیت

ہمارے حضرات اساتذہ واکابر دار العلوم کی درسی خصوصیات میں یہ بھی نمایاں خصوصیت تھی کہ احادیث احکام کے ذیل میں شرح حدیث کے ساتھ بیان مذاہب اور ہر مذہب کی مؤیدات ومرجحات کا ذکر فرماتے تھے، حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ نے قدیم محدثانہ رنگ کی تجدید فرماتے ہوئے اس طرز تحقیق کو اور زیادہ مستحکم کیا، علامہ رشید رضا مصری جس وقت دار العلوم دیوبند میں تشریف لائے تھے تو حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی عربی تقریر میں اسی طرز تحقیق کی صراحت ووضاحت بھی فرمائی تھی جس پر علامہ مصری نے غیر معمولی تاثرات کا اظہار فرمایا تھا، اس کی تفصیل مقدمہ ہذا کے حصہ دوم میں حضرت شاہ صاحب کے حالات میں پیش ہوگی، ان شاء اللہ۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا درس حدیث

یہاں صرف اتنی بات کہنی ہے کہ حضرت شاہ صاحب کا درس حدیث قدیم محدثین کے طرز سے ملتا جلتا تھا ان کی نظر زمانہ رسالت، صحابہ وتابعین سے گذر کر ائمہ، مجتہدین واکابر محدثین سے ہوتی ہوئی اپنے زمانہ تک کے تمام اکابر محققین کے فیصلوں پر ہوتی تھی جس کا صحیح اندازہ آپ کی تالیفات فصل الخطاب، نیل الفرقدین، بسط الیدین، کشف الستر وغیرہ سے ہو سکتا ہے، افسوس ہے کہ آپ کی مطبوعہ تقاریر درس ترمذی وبخاری آپ کی تحقیقات عالیہ کے بہت ہی ناقص نقوش ہیں جن میں جامعین کے اخذ وضبط واداء کے بھی نقائص واغلاط ہیں اور مطبعی تصحیفات واخطاء بھی۔

حضرت شاہ صاحب کا حافظہ بے نظیر اور مطالعہ بہت وسیع تھا، متقدمین و متاخرین کی تمام تصانیف قلمی و مطبوعہ بنظر غور مطالعہ فرماتے تھے، فتح الباری کا مطالعہ خصوصیت سے متعدد بار فرمایا تھا اور اس کی ایک ایک جزئی آپ کے حافظہ و نظر میں تھی، حافظ ابن حجرؒ نے جن چیزوں کا ذکر مقابل کی نظر سے بچانے کیلئے یا کسی دوسری مصلحت سے غیر محل میں کیا ہے ان پر بھی حضرت شاہ کی نظر حاوی تھی اور اس سے جواہد ہی میں استفادہ فرماتے تھے، حضرت شاہ صاحبؒ کے حالات کسی قدر تفصیل سے حصہ دوم میں ذکر ہوں گے ان شاء اللہ۔

راقم الحروف کے استفادات

راقم الحروف نے بزمانہ قیام مجلس علمی ڈابھیل دو سال درس بخاری شریف میں حاضر رہ کر حضرت کی تقریر درس قلمبند کی تھی، اس کے علاوہ علامہ نیمویؒ کی ''آثار السنن'' دو جلد پر حضرت نے جو بے نظیر حدیثی تحقیقات خود اپنے قلم مبارک سے لکھی تھیں اس کے بھی کچھ نسخے فوٹو کے ذریعہ مجلس علمی کراچی نے محفوظ کر دیئے ہیں، جس کا ایک نسخہ سرپرست مجلس مذکور محترم و مخلص مولانا محمد میاں صاحب سورتی دام فیضہم نے احقر کو مرحمت فرمایا، ان سب کو پیش نظر رکھ کر اور فتح الباری، عمدۃ القاری، لامع الدراری، امانی الاحبار، الکوکب الدری، اعلاء السنن وغیرہ کو سامنے رکھ کر ایک مجموعہ افادات اردو زبان میں مرتب کرنے کا خیال ہوا اور بالاقساط شائع کرنیکی قابل عمل تجویز بھی سامنے آئی اس لئے خدا کے بھروسہ پر کام کی ابتداء کر دی گئی۔ **وھو المیسر و المتمم و الموفق للصواب والسداد۔**

مقدمہ کی ضرورت

شرح بخاری مذکور سے قبل یہ بھی مناسب معلوم ہوا کہ حدیث کی ضرورت و تاریخ مختصر لکھ کر محدثین کا تذکرہ بھی ہو جائے جس سے ہر دور کے اکابر محدثین کا ضروری تعارف ہو۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ اثناء درس میں جابجا اکابر ائمہ و محدثین و فقہا کا تعارف کراتے تھے اس لئے موزوں ہوا کہ ابتداء ہی میں ان سب حضرات کا یکجائی تعارف ہو، اگرچہ اثناء شرح میں بھی رجال پر کلام حسب ضرورت ہوتا ہے، دوسری ضرورت یہ بھی ہوئی کہ دوسری صدی کے بعد کے اکثر محدثین نے محدثین احناف کے ذکر اذکار کو نظر انداز کیا اور کچھ حضرات نے ان کی برائیاں بے سند یا جھوٹی اسناد سے بیان کیں۔

ائمہ احناف سے تعصب

ظاہر ہے کہ یہ بات نہ تاریخی اعتبار سے محمود تھی نہ حدیثی تعلق کے تحت گوارا اور سب سے بڑا دینی و علمی نقصان اس کا یہ تھا کہ حدیث کی پر رونق بھری مجلس سے ایک ایسی عظیم موقر جماعت کو باہر کر دیا گیا جن کی حدیثی گرانقدر خدمات کسی طرح بھی نظر انداز کئے جانیکی مستحق نہ تھیں، جیسا کہ آگے آئے گا، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بعض مقلین اکابر صحابہ کو بھی ان کے فتاوی و احکام فقہیہ کی کثرت کے باعث مکثرین صحابہ میں شامل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کے فتاوی و مسائل فقہیہ بھی احادیث و آثار موقوفہ کے حکم میں ہیں تو امام اعظمؒ آپ کے اصحاب اور سینکڑوں تلامذہ محدثین جنہوں نے امام صاحب کی سرپرستی میں ساڑھے بارہ لاکھ فقہی مسائل کی تدوین کتاب اللہ، احادیث رسول اللہ ﷺ آثار صحابہ و فتاوی تابعین کی روشنی میں کی، پھر ان میں بہت بڑی تعداد ان حضرات کی ہے جو ارباب صحاح کے شیوخ اور شیوخ الشیوخ ہیں، ان سب کو محض حسد و عصبیت کی وجہ سے نظر انداز کر دینا کسی طرح بھی موزوں نہ تھا۔

اس شرح کی تالیف کے وقت ہماری قطعی رائے ہے کہ تمام محدثین اولین و آخرین کو ایک نظر سے دیکھنا چاہئے اور اس میں کچھ بھی فرق کرنا حدیث کے مقدس علم پر ظلم کرنا ہے۔

معتدل شاہراہ

تفسیر کتاب اللہ کی طرح شرح معانی حدیث میں جزوی اختلافات ہوئے ہیں، ہو سکتے ہیں لیکن اس اجارہ داری کے زعم باطل کو کسی طرح گوارا نہیں کیا جاسکتا کہ ایک نقطۂ نظر تو سراسر حدیث رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہے اور فلاں دوسرا طریق سراسر خلاف ہے، پھر اس غلط طرز فکر میں جو کچھ ترقیات ہوئیں وہ اور بھی زیادہ قابل اعتراض ہیں، پورا مقدمہ تذکرہ محدثین ہر دو حصہ پڑھ کر آپ اندازہ کریں گے کہ ہم نے افراط و تفریط سے ہٹ کر ایک معتدل شاہ راہ سامنے کرنے کی سعی کی ہے۔

صحیح تنقید اور حافظ ابن ابی شیبہؒ

صحیح تنقید کوئی بری چیز نہیں بلکہ ایک مفید علمی مقبول طریقہ ہے مگر اس کو تعصب، تنگ نظری اور غلط کلام سے خالی ہونا چاہئے، حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ (م ۲۳۵ھ) نے بہترین حدیثی تالیف "مصنف ابن ابی شیبہ" آٹھ ضخیم جلدوں میں ابواب فقہیہ پر مرتب کی جس کا مفصل ذکر اسی حصہ مقدمہ میں آپ پڑھیں گے، آپ نے ایک فصل میں امام اعظمؒ کے ۱۲۵ مسائل پر تنقید کی اس میں آپ نے امام صاحب کے خلاف جو احادیث و آثار نقل کئے ہیں، ان کی اسناد میں انقطاع بھی ہے اور ضعیف و متکلم فیہ رجال بھی ہیں، مگر ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ جتنا کچھ بھی خلاف میں کہا گیا یا کہا جاسکتا ہے سب کو نقل کر دیں اسی لئے انہوں نے کتاب مذکور کے دوسرے ابواب میں بہ کثرت امام صاحب کی تائید میں ایسی احادیث و آثار نقل فرمائے جو مذکورہ بالا احادیث و آثار سے زیادہ قوی اور بہتر پوزیشن میں ہیں، اس سے ان کی نیک نیتی اور پر خلوص تنقید کا رنگ نمایاں ہے۔

امام بخاریؒ: مشہور اختلافی مسائل پر بھی انہوں نے کوئی تنقید امام صاحب کے خلاف نہیں کی جس سے ظاہر ہے کہ ان کا مقصد جارحانہ تنقید متعصبانہ نوک جھونک نہ تھی مگر ان کے تلامذہ میں سے امام بخاری آئے تو ان کا تنقیدی رنگ دوسرا ہوا بقول حضرت شاہ صاحب بخاری شریف میں تو کچھ رعایت و مسامحت کا معاملہ بھی ہے، اگرچہ مذہب حنفی کی پوری واقفیت نہ ہونے کیوجہ سے غلط انتساب اور بے ضرورت تشدد کا وجود ہے، مگر دوسرے رسائل میں تو امام صاحب وغیرہ کے بارے میں سخت کلامی تک پہنچ گئے ہیں۔ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کو اہل علم کا درجہ دینے کو بھی تیار نہیں، حالانکہ امام صاحب کے تلامذہ ابن مبارک وغیرہ کی انتہائی تعریف کی ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ: اختلاف صرف افضلیت کا تھا جیسا کہ علامہ ابن تیمیہؒ کی تصریحات بھی ہم نے اس مقدمہ کے ص ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲ پر نقل کی ہیں اس کی مزید تفصیل امام بخاری کی تالیفات پر تبصرہ کے ضمن میں آئے گی، ان شاء اللہ۔

امام ترمذیؒ وابوداؤدؒ: پھر کچھ رد عمل ہوا، امام ترمذی آئے تو انہوں نے اہل کوفہ کو نہ صرف اہل علم کے لقب سے نوازا، بلکہ ان کو معانی حدیث کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا طبقہ قرار دیا، امام صاحبؒ کا قول بھی جرح و تعدیل میں نقل کیا اور اپنے استاذ حدیث امام بخاریؒ کا فقہی مذہب بھی نقل نہیں کیا، جس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے شیخ کو اس درجہ سے نازل سمجھتے تھے کہ ان کا مذہب نقل ہو، امام ابوداؤد نے امام اعظم کو "امام" کے لقب سے یاد کیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ: بقول حضرت شاہ صاحبؒ حافظ ابن حجرؒ سے رجال حنفیہ کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا اس جملہ کی شرح بھی آپ کو اس مقدمہ میں ملے گی، ہم نے محدثین احناف کی طرف بھی زیادہ توجہ کی ہے تاکہ ان کے صحیح حالات روشنی میں آجائیں، حصہ اول میں ۱۵۱ محدثین کے حالات آسکے حصہ دوم میں امام بخاریؒ سے شروع ہو کر دور حاضر تک تقریباً دو سو محدثین کے حالات آئیں گے، ان شاء اللہ۔

محدثین احناف: محدثین احناف کے تذکروں میں یہ بات اکثر نظر آئے گی کہ ان کے طرز فکر میں احادیث کے ساتھ آثار صحابہ، فتاویٰ تابعین اور اقوال اکابر امت کا پورا لحاظ تھا تعصب و تنگ نظری بھی ان میں نہیں تھی، حدیث کے ساتھ فقہ کو بھی لازم رکھتے تھے، وغیرہ۔

حضرت شاہ صاحب

حضرت شاہ صاحب بھی ان اوصاف کے ساتھ متصف تھے اور آپ کا درس متقدمین محدثین احناف کے درس کا نمونہ تھا۔

حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ

اسی طرز وطریق کو خدا کا شکر ہے کہ آپ کے خصوصی تلامذۂ حدیث نے بھی اپنایا جو اس وقت ہندوستان و پاکستان وغیرہ کے بڑے بڑے علمی مراکز میں درس حدیث محققانہ ومحدثانہ طرز سے دے رہے ہیں، ان حضرات کا ذکر خیر حصہ دوم میں ضمن حالات حضرت شاہ صاحب قدس سرہ آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری دام ظلہم

اس موقعہ پر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب (صدر المدرسین مظاہر العلوم سہارنپور، دام ظلہم العالی) کا ذکر بھی ضروری ہے جن کی حدیثی تالیفات قیمہ سے احقر نے اس مقدمہ میں بھی استفادہ کیا اور انوار لباری میں بھی استفادہ کیا جائے گا، تاکہ اردو جاننے والے باذوق ناظرین بھی آپ کی گرانقدر علمی وحدیثی کوششوں کے نتائج سے بہرہ یاب ہوں۔

آپ نے نہ صرف حضرت گنگوہی قدس سرہ کے علمی حدیثی مآثر کو بہترین طرز سے تالیف وترتیب دے کر محفوظ فرمادیا بلکہ اپنے علمی تبحر، وسعت مطالعہ اور کثرت مراجعت کتب سے محدثانہ محققانہ طرز تحریر کے بے شمار کمالات ظاہر کئے ہیں جو اس دور کے ''علمی مغتنمات'' ہیں۔ نفعنا الله بعلومه الممتعة. آمين.

امام اعظمؒ: مقدمہ کے اس حصہ اول میں امام اعظمؒ کے حالات ومناقب ہم نے زیادہ تفصیل سے لئے ہیں، اس لئے تدوین حدیث وفقہ کے ابتدائی دور میں جو گراں قدر خدمات آپ نے کی ہیں وہ بنیادی واصولی حیثیت رکھتی ہیں اسی لئے، ائمہ متبوعین امام مالک، امام شافعی وامام احمد اور دوسرے اکابر امت سب ہی نے آپ کے عظیم احسانات کا اعتراف کیا ہے اور آپ کی جلالت قدر وعظمت شان کے سامنے سب ہی کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔

محدث شہیر حماد نے محدث کبیر تابعی ایوب سختیانی سے نقل کیا کہ آپ کے سامنے جب کوئی شخص امام صاحب کا ذکر کسی برائی سے کرتا تو فرماتے تھے ''لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھادیں مگر اللہ اس سے انکار کرتا ہے، ہم نے ان لوگوں کے مذہب کو دیکھا ہے جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ پر تنقید کی ہے کہ وہ مذہب دنیا سے ناپید ہوگئے ہیں[1] اور امام صاحب کا مذہب ترقی پر ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ (عقود الجواہر المنیفہ)

یہ محدث تابعی تھے اور ارباب صحاح ستہ کے شیوخ ہیں، انہوں نے حضرت امام حسنؓ کو دیکھا ہے اور وہ ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے

---

[1] یہ اشارہ غالباً امام اوزاعی، سفیان ثوری وغیرہ کی طرف ہوگا اور یہ تنقید کی بات ان کے ابتدائی دور کی ہے، آخر میں ان کی غلط فہمیاں امام صاحب کے متعلق باقی نہ رہی تھیں بلکہ وہ امام صاحب کے علم وفضل اور تفوق کے بہت زیادہ قائل ہوگئے تھے، جیسا کہ آگے تفصیل آئے گی، مگر محدث جلیل شیخ ایوب کو کیا خبر تھی کہ ان کے بعد ایک دور امام بخاری وغیرہ کا بھی آئے گا جو امام صاحبؒ کے تلامذہ میں ہوتے ہوئے اور امام صاحب کے علمی وعملی کمالات وفضائل سے مکمل واقفیت کے اسباب مہیا ہوتے ہوئے بھی امام صاحب کو ہدف طعن وتنقید بنائیں گے، پھر امام اوزاعی وغیرہ کا مذہب تو کچھ مدت تک رائج بھی ہوا امام بخاریؒ کا مذہب تو ان کے تلمیذ خاص امام ترمذی نے دوسرے مذاہب کے ساتھ ذکر بھی نہ کیا اور دوسرے تلمیذ رشید امام مسلمؒ نے بعض شرائط پر سخت الفاظ میں تنقید بھی کی، امام بخاری کے شیخ اعظمؒ امام حمیدی (صاحب مسند) جو امام اعظم کی تنقید میں بھی امام بخاریؒ کے مقلد تھے وہ تفقہ میں امام بخاریؒ کے درجہ پر بھی نہ پہونچ سکے اور اسی کمی کے باعث امام شافعیؒ کی جانشینی سے محروم ہوئے اور نعیم بن حماد خزاعی بن عرعرہ تو امام حمیدیؒ کے مرتبہ تک بھی نہ پہنچ سکے۔

یہ دونوں بھی امام اعظمؒ کی برائیوں میں پیش پیش تھے، ہر انسان خطا ونسیان سے مرکب ہے، بڑے بڑے جلیل القدر انسانوں سے غلطی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی لغزشوں سے درگذر کرے اور ان کو اپنی بے پایاں نعمتوں ورحمتوں سے نوازے، آمین۔

کہ ایوب اہل بصرہ کے نوجوانوں کے سردار ہیں، امام شعبہ نے آپ کو سید الفقہاء کا لقب دیا، سب محدثین وناقدین فن رجال نے آپ کو ثقہ، ثبت فی الحدیث، جامع العلوم، کثیر العلم، حجت اللہ علی الارض کہا، امام مالک نے آپ کو عالمین، عاملین، خاشعین، عباد وخیار سے بتلایا، ابوحاتمؒ نے کہا کہ وہ تو ایسے مسلم ثقہ ہیں کہ ان جیسوں کے بارے میں سوال بھی فضول ہے، آپ کی پیدائش ۶۸ھ میں اور وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی۔

غرض امام صاحب کا فضل وتفوق ظاہر وباہر ہے اور اکابر امت کے اقوال آپ کے مناقب وفضائل میں اس قدر ہیں کہ کم از کم مجھ جیسا نااہل توان کو اس تطویل کے باوجود بھی جمع کرنے سے قاصر رہا، جتنا مطالعہ کرتا گیا ایک سے ایک شہادت بڑھ چڑھ کر ہی ملتی گئی، کاش امام صاحب کے مناقب پر کوئی جامع کتاب اردو میں تالیف ہو کر شائع ہو جاتی، بعض اہل علم احباب نے اس کا ارادہ بھی کیا ہے اور راقم الحروف نے اپنے پاس سے اس کا مواد اور کتابیں بھی ان کو دے دی ہیں، خدا کرے جلد ایک کامل ومکمل سیرۃ الامام نور نظر بنے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

امام اعظم کے کسی قدر تفصیلی تذکرہ کی طرح ہم نے امام ابو یوسف اور امام محمد کے تذکروں میں بھی زیادہ جگہ لی ہے جن کی اہمیت مطالعہ کے بعد محسوس ہوگی، نیز امام اعظم کے دوسرے شرکاء تدوین فقہ کے حالات بھی کسی قدر مکمل کرنے کی سعی کی ہے۔

اسی طرح حصہ دوم میں امام بخاری کا تذکرہ بھی تفصیلی ہے، پھر دوسرے ارباب صحاح اور صاحب مشکوٰۃ، امام طحاوی، حافظ ابن حجر، حافظ عینی وغیرہ کے تذکرے بھی حسب ضرورت مفصل ہوں گے۔

ائمہ احناف اور مخالفین

حضرت الاستاذ المعظم شاہ صاحب قدس سرہ اس امر سے بہت دلگیر تھے کہ ائمہ حنفیہ اور محدثین احناف کو گرانے کی سعی ہر زمانہ میں کی گئی اور مذہب حنفی کے خلاف ناروا حملے مسلسل ہوتے رہے۔

اس سلسلہ میں درس بخاری کے وقت اکثر حافظ ابن حجر کے تعصب وبے انصافی کا شکوہ فرمایا کرتے تھے امام بخاری کے بارے میں محتاط تھے لیکن آخری سالوں کے درس میں امام بخاری کی زیادتیوں پر بھی تنقید فرمائی اور فرمایا کہ اب ضعف کا وقت ہے صبر کم ہو گیا اور ادب کا دامن چھوٹ گیا، مجھے کہنا پڑا کہ امام بخاری نے اکابر حنفیہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور ان کی جرح غیر معتبر ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ امام بخاری کو مذہب حنفی کی پوری واقفیت نہ تھی جس کی وجہ سے باب الحیل وغیرہ میں آئمہ حنفی کی طرف مسائل کا انتساب غلط کیا ہے۔

یہ بھی فرماتے تھے کہ امام ترمذی میں تعصب کم ہے اور انہوں نے جو بیان مذہب کے وقت امام صاحب کا نام نہیں لیا وہ تعصب یا امام صاحب سے کسی کشیدگی کے باعث نہیں ہے (جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ وغیرہ نے سمجھا ہے) بلکہ اس لیے ہے کہ امام ترمذی کو امام صاحب کا مذہب صحیح سند سے نہیں پہنچا۔ دوسرے ائمہ کے مذاہب ان کو سندوں سے مل گئے تھے جن کو اپنی کتاب العلل میں ذکر بھی کیا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ اور دفاع عن الحنفیہ

حضرت شاہ صاحبؒ کے درسی خصوصیات میں سے یہ بات بہت نمایاں تھی کہ وہ نہ صرف مذہب حنفی کی طرف سے بہترین دفاع کرتے تھے بلکہ تائید مذہب حنفی کے لیے محدثانہ محققانہ طرز سے اونچی سطح کے کافی دلائل وبراہین جمع فرمادیتے تھے۔ بعض اوقات خود فرمایا کہ میں نے مذہب حنفی کی بنیادوں کو اس قدر مضبوط ومستحکم کر دیا ہے کہ مخالفانہ ومعاندانہ ریشہ دوانیاں بیکار ہو گئی ہیں۔ میرے نزدیک ایک دو مسئلوں کے سوا فقہ حنفی کے تمام مسائل کے دلائل وحجج دوسرے مذاہب سے زیادہ قوی ہیں۔

امام صاحبؒ کی کتاب الآثار اور مسانید

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے موطا امام مالک کو مرتبہ کے اعتبار سے صحاح میں سے اول قرار دیا ہے اور ان کی اصل کہا ہے جب کہ

موطاامام مالک امام اعظمؒ کی وفات کے بعد مدون ہوا ہے اوراس سے پہلے امام صاحب کی کتاب الآثار امام ابو یوسف، امام محمد، امام حسن بن زیاد اور امام زفر کی روایت سے الگ الگ مدون ہو چکی تھیں اسی طرح امام ابو یوسف، امام محمد، امام حسن بن زیاد اور امام حماد بن الامام الاعظم نے امام صاحب سے مسانید کو بھی روایت کیا اور یہ سب بلا واسطہ امام صاحب کے تلامذہ بلکہ آپ کے اخص اصحاب میں سے ہیں اور بظاہر ان سب کی کتب آثار و مسانید امام صاحبؒ کی زندگی میں تیار ہو گئی تھیں اور ان ہی کتابوں اور دوسری کتب مدونہ فقہیہ کے بارے میں یہ نقل ہوا ہے کہ امام مالکؒ امام صاحبؒ کی کتابوں کی تلاش کرتے اور ان میں نظر کرتے تھے، امام مالکؒ کا امام صاحب سے حدیث میں تلمذ اور روایت بھی ثابت شدہ ہے۔ (ملاحظہ ہو اقوم المسالک للکوثریؒ)

یہ بھی صحیح طور سے نقل ہے کہ امام مالکؒ نے ۶۰ ہزار مسائل امام اعظمؒ کے مدونہ حاصل کئے تھے۔ ان سب امور پر نظر کی جائے تو موطا امام مالکؒ کی اصل امام صاحبؒ کی کتب آثار اور مسانید کو قرار دینا چاہئے۔

مسانید امام کی عظمت

آگے مقدمہ ہی میں یہ امر بھی ذکر ہوگا کہ امام صاحبؒ کی مسانید بڑے بڑے محدثین بڑی عظمت و وقعت کے ساتھ اپنے ساتھ رکھتے تھے اور امام شعرانیؒ نے بڑے فخر و مسرت کے ساتھ بیان کیا کہ میں امام اعظمؒ کے چند مسانید کی زیارت سے مشرف ہوا جن پر بہت سے حفاظ حدیث کے تصدیقی دستخط تھے اور ان کی اسناد بہت قوی ہیں، ان کے رجال سب ثقہ ہیں کوئی شخص بھی ان میں سے متہم بالکذب نہیں ہوا اور وہ اسناد رسول اکرم ﷺ سے بہت قریب ہیں۔ وغیرہ[1]

امام صاحب سے وجہ حسد

درحقیقت امام صاحب اور آپ کے اصحاب و تلامذہ کے یہ امتیازات و تفوقات ہی ان سے حسد کا بڑا باعث بن گئے اور حاسدین و معاندین کی نظر میں ایک یہی سلوک ان سب حضرات کے حق میں موزوں و مزین ہو گیا کہ ان کی وقعت و شان کو پوری کوشش سے گرا دیا جائے اور پھر جو کچھ ناروا سلوک بعد کے بعض کوتاہ اندیش لوگوں کی طرف سے ان کے ساتھ کئے گئے ان کا ذکر جا بجا "تذکرۂ محدثین" حصہ اول و دوم میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

"اہل الرائے" کا پروپیگنڈا

امام صاحبؒ اور آپ کے جلیل القدر اصحاب و تلامذہ کے بارے میں ایک بہت ہی سخت مخالفانہ پروپیگنڈا یہ کیا گیا کہ وہ اصحاب الرائے ہیں اور اس کا مطلب یہ باور کرایا گیا کہ انہوں نے احادیث و آثار کے مقابلہ میں قیاس و رائے کا استعمال کیا ہے حالانکہ یہ بھی ایک حربہ تھا جس کا مقصد اس مقدس جماعت خادم حدیث و سنت کے خلاف نفرت و عداوت پیدا کرنی تھی۔ اس زہر کا تریاق بھی "تذکرہ محدثین" میں جا بجا ملے گا اور واقعات و حالات سے اسکی غلطی نمایاں کی جائے گی۔

محدث خوارزمی کا جواب

محدث خوارزمیؒ نے مقدمۂ جامع المسانید میں بھی خطیب کا رد کرتے ہوئے مختصر علمی پیرایہ میں چند اچھے جوابات پیش کئے ہیں۔ مثلاً۔

فرمایا کہ حدیث کے مقابلہ میں عمل بالرائی کا طعن امام صاحب کو وہی شخص دے سکتا ہے جو فقہ سے نابلد ہو، اور جس کو فقہ سے کچھ بھی

---

[1] امام شعرانی کا ہر جملہ قابل توجہ ہے خصوصاً امام صاحبؒ کے مسانید کا حفاظ حدیث کی توجہات کا مرکز بننا اور ان پر ان کے توثیقی دستخطوں کا ہونا، ان جملوں کی تائید مادحین امام اعظمؒ کے ان بیانات سے بھی ہوگی جو اس مقدمہ کے ص ۹۳ سے ص ۱۱۲ تک مذکور ہیں اور ص ۵۷ تا ص ۶۱ امام صاحب کے تفوق حدیث پر جو اکابر محدثین کے اقوال نقل ہوئے ہیں وہ بھی پیش نظر رکھے جائیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

مناسبت ہوگی اور ساتھ ہی انصاف کرنا چاہے گا تو اس کو اس امر کے اعتراف سے ہرگز چارہ نہیں کہ امام صاحبؒ سب سے زیادہ احادیث کے عالم اور ان کا اتباع کرنے والے تھے اور ان لوگوں کے زعم باطل پر چند دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ امام صاحبؒ احادیث مرسلہ کو حجت قرار دیتے ہیں اور ان کو قیاس پر مقدم کرتے ہیں جب کہ امام شافعیؒ کا عمل اس کے برعکس ہے۔ (پھر بھی بدنام حنفیہ کو کیا جاتا ہے)

۲۔ قیاس کی چار قسمیں ہیں۔ قیاس مؤثر، قیاس مناسب، قیاس شبہ، قیاس طرد۔

امام اعظمؒ اور آپ کے اصحاب نے قیاس شبہ و مناسبت دونوں کو باطل قرار دیا۔ قیاس طرد میں امام صاحب اور آپ کے بعض اصحاب کا اختلاف ہے کہ بعض اصحاب نے اس کو بھی رد کر دیا ہے۔ اب صرف ایک قسم قیاس مؤثر کی رہی جس کو سب نے حجت کہا۔ حالانکہ امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ قیاس کی چاروں اقسام مذکورہ حجت ہیں اور قیاس شبہ کا استعمال تو وہ بکثرت کرتے ہیں (پھر بھی بدنام و معطون حنفیہ ہیں)۔

۳۔ امام اعظمؒ احادیث ضعیفہ کو بھی قیاس کے مقابلہ میں حجت سمجھتے ہیں جیسے نماز میں قہقہ کو انہوں نے ضعیف حدیث کی وجہ سے ناقض وضوء کہا حالانکہ خلاف قیاس ہے اور امام شافعیؒ اس کے برعکس قیاس پر عمل کرتے ہیں (پھر بھی خطیب وغیرہ نے استعمال قیاس کا طعنہ امام صاحب وغیرہ کو دیا)۔

۴۔ بہت سے مسائل میں مخالفین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام صاحبؒ نے قیاس کی وجہ سے احادیث کو ترک کر دیا۔ حالانکہ یہ بھی ایک مغالطہ ہے کیونکہ وہاں امام صاحبؒ نے قیاس کی وجہ سے نہیں بلکہ دوسری راجح احادیث کی وجہ سے مرجوح احادیث پر عمل ترک کیا ہے اس کی بہت سی مثالیں بھی محدث خوارزمی نے لکھی ہیں۔

پھر آخر میں لکھا کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب پر ''حدیث کو ترک کر کے عمل بالقیاس والرائے کا الزام'' سراسر بہتان و افتراء ہے۔ یہ حضرات اس الزام سے قطعاً بری ہیں اور یہ حضرات قیاس پر عمل صرف اس وقت کرتے ہیں جب کسی مسئلہ میں فیصلہ کے لیے حدیث رسول اکرم ﷺ بالکل موجود نہ ہو۔ (جامع المسانید ص ۱/ ۴۱ تا ص ۱/ ۵۳)

امام اعظم اور تدوین قانون اسلامی کا بے نظیر کارنامہ

افسوس ہے کہ امام اعظمؒ اور آپ کے ۴۰ شرکاء تدوین فقہ، اکابر محدثین نے جو فقہ اسلامی کی تدوین کا بینظیر تاریخی کارنامہ سرانجام دیا تھا اس کو بے وقعت بنانے کے لیے غلط کوششیں کی گئیں اور اس کی وجہ سے دور خیر القرون کی حدیث و فقہ کی ایک بے مثال عظیم الشان خدمت اپنے صحیح تعارف سے محروم ہوگئی جس کی کچھ تلافی ہم نے اس مقدمہ میں کی ہے۔

امام بخاری کا شکوہ اور جواب شکوہ

امام بخاری نے اپنے رسائل میں شکوہ کیا ہے کہ اس زمانہ کے لوگ بعد کے لوگوں کی تقلید کرنے لگے حالانکہ پہلے زمانہ میں لوگ الاول فالاول کا اتباع کرتے تھے جس کا اشارہ بظاہر امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی طرف ہے لیکن انصاف کیا جائے کہ امام صاحب سے پہلے کا دور صحابۂ کرام کا تھا جو سب ہی بتصریح حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الف الف تحیات و تسلیمات عدول اور متبوع تھے لیکن ان کے زمانہ میں کسی فقہ اسلامی کی تدوین نہ ہو سکی تھی بلکہ احادیث کی تدوین بھی پوری طرح بعد ہی میں ہوئی۔ تدوین حدیث کے ساتھ ہی امام اعظم نے سینکڑوں ہزاروں ائمہ حدیث کی موجودگی میں اپنے تلامذہ و اصحاب مجتہدین و کبار محدثین کی مدد سے فقہ اسلامی کو مدون کیا جس پر اسی وقت سے ساری اسلامی دنیا نے عمل بھی شروع کر دیا اور عباسی خلفاء نے باوجود ذاتی مخالفت امام اعظمؒ وغیرہ کے بھی اسی کو اسلامی قانون کی پوزیشن دی اور اگر کبھی کوئی آواز خلاف میں اٹھی تو اس کا دفاع بھی خود ہی کیا۔

ان واقعات کی تفصیل اوراس وقت کی اسلامی دنیا کتنی وسیع تھی یہ سب امور بھی مقدمہ میں آئیں گے۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ امام صاحبؒ کی حیثیت دورتابعین میں سرتاج فقہاء ومحدثین کی تھی پھراس پران کا تدوین فقہ کا کارنامہ عظیم سونے پر سہاگہ ہوگیا۔

ایسے حالات میں اگرآپ کی تقلید واتباع لوگوں نے کی تو کیا برا کیا۔ مقلد ہونے کے لیے جس جامعیت کاملہ کی ضرورت تھی وہ شخصیت سب سے پہلے آپ ہی کی سامنے آئی اس لیے اول سے اول بھی آپ ہوئے، آپ کے بعد آپ کے اصحاب وخصوصی تلامذہ دوسرے درجہ میں قابل اتباع تھے، تیسرے درجہ میں آپ کے تلامذہ امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ وغیرہ ہوئے۔

اس لیے اگرلوگوں نے امام صاحبؒ وغیرہ کوالاول فالاول سمجھ کرتقلید کی اور بعد کے حضرات کی نہ کی تو امام بخاریؒ ہی کے اصول سے صحیح کام کیا امام صاحبؒ سے پہلے صحابہ کرام اوررسول اکرم سرورکائنات ﷺ تھے جن کا اتباع امام صاحبؒ اورآپ کے اصحاب نے جزئی جزئی میں پوری طرح کیا ہے اس لئے امام صاحبؒ کا اتباع بعینہ ان کا اتباع ہے۔ یہ طعن کسی طرح بھی درست نہیں کہ آپ کا اتباع کرنے والوں نے آپ کے پیشرووں کو چھوڑ دیا۔

تذکرۂ محدثین کا مقصد

غرض اس مقدمہ انوارالباری موسومہ "تذکرہ محدثین" میں جہاں یہ مقصود ہے کہ کبار محدثین کے صحیح حالات سے روشناس کرایا جائے وہاں یہ بھی خیال ہے کہ بہت سی غلط فہمیاں بھی رفع بھی کردی جائیں جو حدیث، فقہ اور خصوصیت سے فقہ حنفی وغیرہ سے متعلق پیدا کردی گئی ہیں۔ واللہ المستعان۔

اس سلسلہ میں راقم الحروف کونہایت افسوس ہے کہ بعض اپنے اکابر کے کچھ ناپسندیدہ واقعات وحالات بھی لکھنے پڑے، جن کی کسی مسئلہ کی تنقیح یا دوسرے اکابر سے دفاع کے لئے ضرورت پیش آئی، اگرچہ اس میں بھی اپنے اکابر ہی کا اتباع کیا گیا ہے اور الحمدللہ علی قدر مراتب سب ہی کے علمی وعملی کارناموں کی زیادہ سے زیادہ قدرومنزلت دل میں ہے مگر خطاولغزش سے کون پاک ہے۔ الا من عصمه الله ويغفر الله لي وسائر المؤمنين۔

جن کتابوں سے تذکرہ محدثین میں مدد لی گئی ہے ان میں سے کچھ اہم کتابیں حسب ذیل ہیں۔

۱-مناقب امام اعظم، علامہ موفقؒ
۲-ایضاً، علامہ کردریؒ
۳-جامع مسانید الامام اعظمؒ للخوارزمیؒ
۴-الجواہر المضیہ، للعلامۃ القرشیؒ
۵-تہذیب التہذیب، للحافظ ابن حجرؒ
۶-تقریب التہذیب، ایضاً
۷-تعجیل المنفعۃ، ایضاً
۸-مقدمہ فتح الباری، ایضاً
۹-مقدمہ فتح الملہم، للشیخ العثمانیؒ
۱۰-مقدمہ لامع الدراری، للشیخ المحدث السہارنپوری عم فیضہم
۱۱-مقدمہ اوجز المسالک للشیخ المحدث السہارنپوری عم فیضہم
۱۲-مقدمہ ابن ماجہ، علامہ عبدالرشید نعمانی عم فیضہم
۱۳-مناقب الائمہ، للذہبیؒ
۱۴-تذکرۃ الحفاظ، للذہبیؒ
۱۵-تبییض الصحیفہ، للسیوطیؒ
۱۶-الخیرات الحسان، للعلامہ ابن حجر مکیؒ
۱۷-بستان المحدثین، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ
۱۸-حدائق الحنفیہ، للعلامہ فقیر محمد صاحب جہلمیؒ
۱۹-تانیب الخطیب، للعلامہ کوثریؒ
۲۰-بلوغ الامانی، للعلامہ کوثریؒ
۲۱-حسن التقاضی، للعلامہ کوثریؒ
۲۲-الامتاع، للعلامہ کوثریؒ
۲۳-لفت النظر، للعلامہ کوثریؒ
۲۴-الحاوی، للعلامہ کوثریؒ
۲۵-النکت الطریفہ، للعلامہ کوثریؒ
۲۶-ابوحنیفہؒ، ابوزہرہ مصری
۲۷-الانتقاء، علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ
۲۸-جامع بیان العلم وفضلہ، علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ
۲۹-فوائد بہیہ، حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ
۳۰-طبقات الشافعیہ الکبریٰ، للسبکی
۳۱-تاریخ ابن خلکان
۳۲-نزہۃ الخواطر، مولانا عبدالحی الحسنیؒ۔

جو کتابیں شرح بخاری شریف کے وقت پیش نظر ہیں انہیں میں سے چند اہم یہ ہیں

۱-عمدۃ القاری شرح البخاری، للحافظ بدرالدین عینیؒ (قاضی القضاۃ) ۲-فتح الباری شرح البخاری، للحافظ ابن حجر عسقلانیؒ ۳-تیسیر القاری شرح البخاری، للشیخ نورالحق بن الشیخ عبدالحق المحدث الدہلویؒ ۴-شرح البخاری، شیخ الاسلام سبط الشیخ عبدالحق المحدث دہلویؒ ۵-ارشاد الساری شرح البخاری، للقسطلانیؒ ۶-بہجۃ النفوس شرح البخاری، للحافظ ابن ابی جمرہ ۷-روح التوشیخ علی صحیح البخاری، للشیخ علی بن سلیمان الدمنتی البجمعویؒ ۸-شروح البخاری، للنوویؒ وغیرہ ۹-فتح الملہم شرح صحیح المسلم، للشیخ المحدیث العلامہ شبیر احمد العثمانیؒ ۱۰-عقود الجواہر المنیفہ، للسید المحدث مرتضیٰ الحسینیؒ ۱۱-الحواشی علی جامع الصحیح، للشیخ العلامہ احمد علی السہارنپوریؒ و حجۃ الاسلام مولانا نانوتویؒ ۱۲-العرف الشذی علیٰ جامع الترمذی، امالی درس حافظ حدیث علامہ محمد انورشاہ الکشمیریؒ ۱۳-فیض الباری علیٰ صحیح البخاری، امالی درس حافظ حدیث علامہ محمد انورشاہ الکشمیریؒ ۱۴-انوار المحمود علی سنن ابی داؤد، امالی حضرت شیخ الہندؒ و علامہ کشمیریؒ ۱۵-انوار السنن للشیخ النیمویؒ مع تعلیقات غیر مطبوعہ علامہ کشمیریؒ ۱۶-امالی درس بخاری شریف علامہ کشمیریؒ، ضبط کردہ مرتب انوارلباری شرح اردو صحیح البخاری ۱۷-بذل المجہود شرح ابی داؤد، للشیخ الحافظ الحجہ مولانا خلیل احمد السہارنپوریؒ ۱۸-لامع الدراری علیٰ جامع البخاری، امالی درس الحافظ الحجہ الشیخ الگنگوہیؒ مع تعلیقات نفیسہ حضرت شیخ الحدیث السہارنپوری ۱۹-الکوکب الدری علیٰ جامع الترمذی، امالی درس الحافظ الحجہ الشیخ الگنگوہیؒ مع تعلیقات نفیسہ حضرت شیخ الحدیث السہارنپوری ۲۰-اوجز المسالک شرح الموطا للامام مالک، مؤلفہ حضرت العلام شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا السہارنپوری عم فیضہم ۲۱-امانی الاحبار شرح معانی الآثار، مؤلفہ حضرت الشیخ محمد یوسف امیر المبلغین السہارنپوری عم فیضہم ۲۲-الجواہر النقی فی الرد علی البیہقی، للحافظ الحجہ الشیخ علاؤالدین ماردینی (ابن الترکمانیؒ) ۲۳-جامع مسانید الامام الاعظمؒ للمحدث الخوارزمیؒ ۲۴-کتاب الآثار، للامام ابی یوسفؒ ۲۵-کتاب الآثار، للامام محمد بن الحسنؒ۔

آخری گذارش اور شکریہ

امید ہے کہ "پیش لفظ" کے اشارات مذکورہ سے آنے والے مقدمہ "تذکرۂ محدثین کی نوعیت واہمیت واضح ہوگئی ہوگی، مقدمہ کا دوسرا حصہ شائع ہوکر جلد ہی شرح بخاری شریف کا پہلا پارہ پیش ہوگا جسکا محترم ناظرین کو بڑا اشتیاق ہے، مقدمہ انوارلباری کی تاخیر اشاعت سے جس کا واحد سبب کاتب صاحب کے اعذار ہوئے، راقم الحروف کو غیر معمولی ندامت وملال ہے۔

لیکن یوں بھی کسی تحقیقی کام میں وقت صرف ہوتا ہے، دوسری رکاوٹیں بھی پیش آتی ہیں، اس لئے محترم ناظرین خصوصاً ان اکابر و احباب سے جنھوں نے اس کام میں میری ہمت افزائی کی ہے گذارش ہے کہ وہ میری طرف سے پوری طرح اطمینان کریں کہ میں اس کی تکمیل تک پوری کوشش وصرف ہمت سے دریغ نہ کروں گا اور اشاعت کا سلسلہ بھی ان شاء اللہ العزیز بہت جلد باقاعدہ ہوجائے گا۔

اس سلسلہ میں اپنے مخلص احباب اور بزرگوں سے خصوصی دعاؤں کا بھی متمنی ہوں اور انکی توجہات خاصہ کا بدل ممنون رہوں گا۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

احقر سید احمد رضا عفا اللہ عنہ

دیوبند-۱۲ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ تقریباً ۱۹۶۱ء

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حجیت
اور دوسرے تمہیدی مباحث

کتاب اللہ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سب جانتے ہیں کہ قرآن مجید حق تعالیٰ کا ایک منضبط و جامع قانون ہدایت ہے جس کی تمام تصریحات واشارات واجب العمل ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کا کلام بھی ہر شخص نہیں سمجھ سکتا، اس کو زیادہ سمجھنے والے مقربین بارگاہ سلطانی ہوتے ہیں، پھر درجہ بدرجہ دوسرے طبقوں کے لوگ سمجھتے ہیں، اسی پر اس کلام مقدس ومعظم کو قیاس کر لیجئے جو سارے جہانوں کے بادشاہوں کے شہنشاہ اعظم کا کلام بلاغت نظام ہے، اسی لئے اس کا تخاطب اولیں اس ذات بابرکات سے ہوا جو اولین وآخرین کا سردار اور تمام علمی وعملی کمالات کا مظہر اتم تھا جو سارے انبیاء سے پہلے نبی تھا اور سب کے مدارج واحکام کا خاتم وناسخ بھی وہی ہوا، جو دنیا والوں کی اصطلاح سے ''امی'' تھا مگر علام الغیوب نے اپنی شان کریمی سے اس کو وہ علوم عطا فرمائے تھے جو اس سے پہلے کسی کو القاء نہیں کئے گئے اور جس پر اس کا فضل سب سے زیادہ تھا۔

یہی وہ علوم نبوت تھے جن کی بناء پر قرآن مجید جیسی جامع کتاب اللہ کی تبلیغ وتفہیم کا فرض آپ کو سونپا گیا اور ارشاد ہوا **وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم** (ترجمہ) آپ کی طرف خدا کے ذکر وتذکیر کی یہ عظیم الشان کتاب اسی لئے بھیجی گئی ہے تا کہ آپ لوگوں کو اس کے ارشادات اچھی طرح وضاحت کر کے سمجھائیں۔

خیال کیجئے کہ ایک نبی امی کو اپنی افضل ترین اور عظیم ترین جلیل القدر کتاب کی تبیین ووضاحت کی خدمت سپرد کی گئی پھر بھی اگر کوئی کہے کہ حضور اکرم ﷺ قرآن مجید کو امت تک پہنچانے کے لئے صرف واسطۂ محض تھے اور اس کو سمجھنے کے لئے حدیث کی ضرورت نہیں تو اس کو عقلی فساد کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

پھر اسی پر بس نہیں، اسی قرآن مجید میں آپ کو معلم کتاب وحکمت بھی فرمایا گیا، کیا معلم کی حیثیت صرف قاری وقاصد کے درجہ میں ہوتی ہے؟ درحقیقت معلم کے لفظ سے آپ کی خصوصی شان رسالت نمایاں ہے۔

عملی طور سے آپکی شان رفیع کو اتنا اونچا کیا گیا کہ آپ کے اسوۂ حسنہ کو کامل ومکمل اتباع واطاعت خداوندی کا معیار بنایا، تحلیل طیبات اور تحریم خبائث کی نسبت آپ کی طرف فرما کر آپ کے خصوصی منصب رسالت اور اعلیٰ مقام نیابت وخلافت خداوندی کی طرف اشارہ ہوا۔

تمام اختلافات میں آپ ہی کو آخری حکم اور قاضی القضاۃ کا درجہ پوری وسعت قلب وانشراح صدر کے ساتھ تسلیم کرنا ہر امتی کا فرض قرار دیا گیا۔

حق تعالیٰ نے اپنی ذات پر ایمان لانے کے حکم کے ساتھ آپ پر ایمان لانے کا حکم فرمایا اور اپنی اطاعت کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کا حکم فرمایا اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے مرادف قرار دیا۔

تدوین حدیث قرن اول میں؟

مذکورہ بالا بیان سے حدیث رسول اللہ کی حجیت اور اس کا تشریعی مرتبہ واضح ہوا، حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں چونکہ قرآن مجید کی جمع و کتابت کا اہتمام زیادہ ضروری تھا، اس لئے اسی کو لکھا گیا اور ابتداء میں حدیث کی کتابت سے بھی روکا گیا، تاکہ قرآن و حدیث میں اختلاط نہ ہو جائے، دوسرے اس لئے بھی اس کی ضرورت نہ تھی کہ صحابہ کے حافظے قوی تھے، جو احادیث انہوں نے سنی تھیں ان کے سینوں میں محفوظ تھیں، ان کے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں تھا، اس لئے صرف لکھنے کی ممانعت کی تھی، زبانی طور سے ایک دوسرے کو حدیث روایت کرنے کی ممانعت نہ تھی، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کہ مجھ سے سنی ہوئی چیزوں میں سے سواء قرآن کے کچھ مت لکھو اور جو کچھ کسی نے لکھ لیا ہو اس کو مٹا دے، البتہ مجھ سے حدیث کی روایت زبانی کر سکتے ہو اس میں کچھ حرج نہیں اور جو شخص میری طرف جھوٹ بنا کر حدیث منسوب کرے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا''۔

قرون ثلاثہ

واضح ہو کہ قرون ثلاثہ سے وہ قرون مراد ہوتے ہیں جن کی بابت سرور کائنات علیہ الصلوٰت والتسلیمات نے سب زمانوں سے بہتر و برتر ہونے کی شہادت دی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ ان تین قرن کے بعد جھوٹ کی کثرت ہوگی، قرن اول سے مراد زمانہ بعثت مبارکہ سے ۱۱۰ھ تک کا زمانہ ہے جو عہد رسالت و عہد صحابہ کہلاتا ہے، قرن دوم ۱۱۱ھ سے ۱۷۰ھ تک ہے جو عہد تابعین ہے، قرن سوم ۱۷۱ھ سے ۲۲۰ھ تک ہے بعض حضرات مثلاً شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ وغیرہ نے قرن سوم کی مدت ۲۶۰ھ تک قرار دی ہے۔

اجازت کتابت حدیث

اس کے بعد جب قرآن مجید کے حفاظ صحابہ میں کثرت سے ہو گئے اور قرآن کے ساتھ غیر قرآن کے اختلاط کا اندیشہ باقی نہ رہا تو معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے کتابت حدیث کی بھی اجازت فرما دی تھی، چنانچہ حضور ﷺ کے زمانہ میں حدیث کے نوشتوں کا بھی وجود ملتا ہے۔

بخاری میں ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں کچھ احادیث لکھی ہوئی تھیں اور بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک روز طویل خطبہ دیا جس میں حرم مکہ کا بھی بیان تھا، راوی حدیث مذکور ابو ہریرہؓ نے بتلایا کہ ایک یمنی شخص نے حضور علیہ السلام سے درخواست کی کہ یہ میرے لئے لکھوا دیجئے، آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اس کے لئے لکھ دو۔

ابو ہریرہؓ ہی بخاری کتاب العلم میں راوی ہیں کہ مجھ سے زیادہ کسی کو صحابہؓ میں سے احادیث یاد نہ تھیں سواء عبداللہ بن عمروؓ کے کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

اور ان ہی عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے سنن ابی داؤد میں روایت ہے کہ میں حضور علیہ السلام سے جو کچھ بھی سنتا تھا سب لکھ لیا کرتا تھا تو ایک دفعہ قریش نے مجھے روکا کہ تم حضور ﷺ کی ہر خبر سن کر لکھ لیتے ہو حالانکہ حضورؐ بشر ہیں، کبھی آپ حالت غضب میں بھی کلام کرتے ہیں جیسا کہ حالت رضا میں، مطلب یہ تھا کہ حالت غضب کا کلام نہ لکھنا چاہئے، میں نے اس کے بعد لکھنا چھوڑ دیا اور حضور ﷺ سے یہ بات عرض کی، اس پر آپ نے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم لکھا کرو! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھ سے کوئی بات سوائے حق کے صادر نہیں ہوتی۔

ایک روایت علامہ ابن عبدالبر نے بھی جامع بیان العلم میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا "علم کو لکھ کر محفوظ کرو" اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث وارد ہیں، جو سنن دارمی اور جامع بیان العلم میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

نشر و اشاعت حدیث

اوپر کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ گو کتابت حدیث کا سلسلہ عہد رسالت میں شروع ضرور ہو گیا تھا مگر عام طور سے اس کا رواج نہیں ہوا اور نہ تدوین حدیث اس دور میں ہو سکی بلکہ خلفائے راشدین کے عہد میں بھی نہیں ہوئی البتہ موافق فرمان رسالت تحدیث و روایت کے ذریعہ احادیث کی نشر و اشاعت کا اہتمام برابر صحابہ میں رہا، کیونکہ حضور علیہ السلام ترویج سنت و اشاعت کی ترغیب فرمایا کرتے تھے۔

ایک بار جب وفد عبد القیس حاضر خدمت ہوا اور آپ نے ان کو چار باتوں کا حکم فرمایا اور چار باتوں سے منع فرمایا تو یہ بھی فرمایا کہ ان باتوں کو یاد کر لو اور دوسرے لوگوں کو بھی پہنچا دو۔ (بخاری باب اداء الخمس حق الایمان)

ایک مرتبہ فرمایا "خدا اس بندے کو خوش عیش کرے جو میری بات سن کر یاد کر لے اور دوسروں تک پہنچائے کیونکہ بہت سی دین کی سمجھ کی باتیں کم سمجھ والے کے پاس ہوتی ہیں وہ دوسرے زیادہ سمجھ والے کے پاس پہنچ جائیں تو اس کو زیادہ نفع ہو سکتا ہے (مشکوۃ کتاب العلم)

صحابہؓ میں مکثرین و مقلین

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کثرت سے روایت حدیث کرنے والے بھی تھے اور کم روایت کرنے والے بھی، مگر کبار صحابہ میں اکثریت ان ہی حضرات کی ہے جو روایت حدیث کی اہم ترین ذمہ داریوں کے شدید احساس کی وجہ سے اس سے احتراز کرتے تھے۔

قلت روایت

(حضرت عثمانؓ) ابن سعد اور ابن عساکر نے عبد الرحمٰن بن حاطب سے روایت کی کہ صحابہ میں سے حضرت عثمان غنیؓ سے زیادہ بہتر طریقہ پر حدیث بیان کرنے والا کوئی نہ تھا اور وہ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو پوری پوری نقل کیا کرتے تھے مگر وہ بہت کم روایت کرتے تھے، کیونکہ ڈرتے تھے۔

حضرت زبیر بن العوام

بخاری میں ہے کہ حضرت زبیر بن العوامؓ سے پوچھا گیا کہ آپ دوسروں کی طرح کثرت سے روایت حدیث کیوں نہیں کرتے؟ تو فرمایا کہ "میں حضور اکرم علیہ السلام کی خدمت سے جدا نہیں رہا (یعنی اوروں سے زیادہ یا ان کے برابر حدیث روایت کر سکتا ہوں، مگر میں نے حضور علیہ السلام سے حدیث من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار سنی ہے" یعنی اس کی وجہ سے ڈرتا ہوں اور کم روایت کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ

آپ سے لوگوں نے درخواست کی کہ حدیث بیان کیجئے، فرمایا اگر مجھ کو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ حدیث میں مجھ سے کمی بیشی ہو جائے گی تو میں تم سے ضرور حدیث بیان کرتا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ابن مسعودؓ

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے بارے میں ہے کہ وہ الفاظ کی کمی بیشی کے ڈر سے روایت حدیث میں بڑے محتاط تھے اور بہت کم روایت کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو بھی روایت حدیث میں بہت زیادہ احتیاط کی تاکید فرمایا کرتے تھے ابو عمرو شیبانی سے نقل ہے کہ میں ایک سال تک حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر رہا، دیکھا کہ شاذ و نادر کبھی حضور اکرم علیہ السلام کی طرف نسبت کرکے حدیث

بیان کرتے تھے تو ان پر خوف وخشیۃ کے باعث کپکپی طاری ہو جاتی تھی اور فرماتے کہ ایسا ہی یا اسی جیسا یا اسی کے قریب حضور نے ارشاد فرمایا تھا، خوف کا سبب یہ تھا کہ مبادا حضور کی طرف کسی جھوٹ یا غلط بات کی نسبت ہو جائے اور وہ جھوٹ پھیل جائے۔

حضرت امام اعظمؒ

تقریباً یہی حال امام اعظمؒ کا بھی تھا کہ وہ بھی ان اکابر صحابہ کی طرح غلبۂ خشیۃ اور غایت ورع کی وجہ سے روایت حدیث سے بہت احتراز کرتے تھے اور روایت حدیث کی سخت سخت شرائط رکھتے تھے جو دوسرے ائمہ اور بعد کے محدثین کے یہاں نہیں تھیں، اس کی تفصیل ہم امام صاحب کے حالات میں کریں گے۔

صحابہ میں کثرت روایت

دوسری طرف حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ صحابہ بھی تھے جو بڑی کثرت سے روایت حدیث کرتے تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ کی کثرت روایت پر تو کچھ کو اعتراض بھی ہوا، چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ نے بڑی کثرت سے احادیث روایت کر دی ہیں، اگر قرآن مجید میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی روایت نہ کرتا، پھر وہ آیات تلاوت کرتے جن میں حق تعالیٰ نے کتمان حق وہدایت پر وعید فرمائی ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارے بھائی مہاجرین تو بازاروں میں کاروبار کرتے تھے اور انصار بھائی اپنے دھندوں میں پھنسے رہتے تھے ایک ابو ہریرہؓ تھا جس کو اپنے پیٹ کے لئے کچھ کھانے کو مل گیا تو غنیمت ورنہ اس سے زیادہ کی فکر بھی نہ تھی، بس اس کا بڑا کام یہی تھا کہ حضرت رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہا جائے، اس کے سامنے وہ باتیں آتی تھیں جو دوسروں کے سامنے نہ آتی تھیں اور اسی لئے وہ ان چیزوں کو حضور اکرم سے یاد کر لیا کرتا تھا جو دوسرے نہیں کر سکتے تھے۔

صحابہ میں فقہاء ومحدثین

صحابہ میں دو قسم کے حضرات تھے، ایک وہ جو ہمہ وقت حفظ حدیث اور اس کی روایت میں لگے رہتے تھے اور دوسرے وہ تھے جو نصوص میں تدبر اور غور وفکر کر کے ان سے احکام جزئیہ نکالتے تھے اور استنباط وتفقہ پر ہی پوری طرح صرف ہمت کرتے تھے اور یہ لوگ احادیث کو پورے تثبت وتحقیق اور مسلمہ قواعد شریعت پر جانچنے کے بعد معمول بہا بناتے تھے۔

فقہاء کی افضلیت

چنانچہ علامہ ابن قیم نے ''ابوابل الصیب فی الکلم الطیب'' میں حدیث صحیح بخاری **مثل ما بعثنی اللہ تعالیٰ بہ من الھدی و العلم کمثل غیث اصاب ارضا مثل من فقہ فی دین اللہ تعالیٰ** الحدیث نقل کی ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے اپنے علوم نبوت و ہدایت کی مثال بارش سے دی ہے جو بہترین قابل زراعت وزرخیز زمین پر برسے، کہ باران رحمت سے پوری طرح سیراب ہو کر خوب گھاس دانہ اور پھل پھول اگائے اور سب کو اس سے نفع پہنچے۔

ایسے ہی میری امت کے وہ لوگ ہیں جو علوم نبوت سے سیراب ہو کر دوسروں کو اپنی علمی صلاحیتوں، اجتہادی واستنباطی مسائل نصوص شرعیہ سے اخذ کر کے دوسروں کو تعلیم دیں، یہ لوگ زمین مذکور کی طرح خود بھی متمتع ہوئے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچایا، دوسری قسم زمین کی وہ ہے کہ بارش کا پانی اس میں جذب نہ ہو سکا نہ وہ زمین قابل کاشت ہوئی البتہ اس میں وہ پانی رکا رہا اور اس جمع شدہ پانی سے دوسروں نے نفع اٹھایا۔

ایسے ہی میری امت کے وہ لوگ جنہوں نے علم کی باتیں حاصل کیں اور دوسروں کو پہنچا دیں جنہوں نے دینی فہم وسمجھ زیادہ ہونے کی وجہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا۔

تیسری قسم زمین کی وہ بنجر زمین ہے جو نہ قابل کاشت ہی ہے اور نہ وہاں پانی ٹھہر سکتا ہے کہ دوسروں کے کام آئے، ان کی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے خود بھی علوم نبوت و ہدایت سے فائدہ حاصل نہ کیا اور نہ دوسروں کو نفع پہنچا سکے، ان کے پاس نہ نقل ہے نہ اجتہاد۔ (بخاری شریف، باب فضل من علم وعلم)۔

فقہاء علامہ ابن قیم کی نظر میں

علامہ ابن قیم نے اس حدیث کی پوری وضاحت وشرح کے بعد دوسری حدیث **رب حامل فقه الی من هو افقه منه** بیان کر کے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس کو دیکھئے! یہ پوری امت محمدیہ کے عالم ربانی اور ترجمان القرآن ہیں، انہوں نے اگرچہ صحابہ سے بہت سی احادیث سنیں مگر رسول اکرم ﷺ سے براہ راست روایت حدیث کی تعداد بیس تک بھی نہیں پہنچتی۔

خدا تعالیٰ نے ان کو ایسی دینی سمجھ اور قوت استنباط عطا فرمائی تھی کہ ساری دنیا کو اپنے علم وفقہ سے بھرپور کر دیا، ان کے فتاویٰ سات مجلدات کبیرہ میں جمع کئے گئے تھے اور یہ بھی جمع کرنے والوں کی کوتاہی تھی ورنہ وہ علم کے بحر وسمندر تھے، فقہ، استنباط اور فہم قرآن میں سب پر فائق تھے۔

انہوں نے بھی احادیث سنی تھیں، جیسے دوسروں نے سنیں اور قرآن مجید کو یاد کیا تھا، جیسے اوروں نے یاد کیا تھا لیکن ان کے دل ودماغ کی زمین بہترین وقابل کاشت تھی جس میں انہوں نے ان نصوص شریعت کی تخم ریزی کی اور اس سے بہترین پھل پھول اگائے **وذالک فضل الله یوتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم**۔

حضرت ابوہریرہؓ ان سے زیادہ حافظ حدیث ہیں بلکہ ان کو حافظ امت کہا جائے تو بجا ہے، جس طرح حدیث سنتے تھے، اس کو بعینہ روایت کیا کرتے تھے اور راتوں کو بیٹھ کر درس حدیث دیتے تھے، لیکن کہاں ان کے فتاویٰ اور تفسیر اور کہاں حضرت ابن عباس کے فتاویٰ، تفسیر اور فقہی استنباطات!

وجہ ظاہر ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی پوری کوشش حفظ حدیث اور اس کی بے کم وکاست تبلیغ وروایت پر مصروف تھی اور حضرت ابن عباس کی پوری توجہ وصرف ہمت تفقہ، استنباط اور نصوص کتاب وسنت کے دریائے صافی سے مسائل وجزئیات احکام کے حوض ونہریں نکالنے کی طرف تھی تاکہ دین قیم کے مخفی خزانے بروئے کار آجائیں۔

مکثرین صحابہ پر فقہاء صحابہ کی تنقید

عہد صحابہ میں ایسے واقعات بھی بکثرت ملتے ہیں کہ فقہاء صحابہ نے کثرت سے روایت کرنے والے صحابہ کی روایات پر تنقید کیں، خصوصاً ان احادیث پر جو اصولی قواعد شرع کے خلاف کسی مضمون کی حامل تھیں اور اس سلسلہ میں حضرت ابوہریرہؓ ہی کی مشہور روایت بطور مثال پیش ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد انہوں نے نقل کیا کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کے استعمال سے وضو جاتا رہتا ہے، حضرت ابن عباسؓ نے اعتراض کیا کہ گرم پانی سے وضو کرنے کے بعد پھر سے وضو کرنا پڑے گا، یہ ایک اصولی اعتراض تھا کہ حضور ﷺ کا فرمان اصول وقواعد شرعیہ کے خلاف نہیں ہوسکتا لہٰذا اس کا جواب اصول وقواعد شرعیہ سے تو ممکن نہ تھا اس لئے حضرت ابوہریرہؓ بولے، "اے میرے بھتیجے! جب تم کوئی حدیث رسول اللہ ﷺ کی سنا کرو تو اس کے خلاف معارضہ کرنے کو مثالیں مت نکالا کرو"۔

اسی طرح سیدہ فقہاء امت حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کے استدراکات حضرت ابوہریرہؓ اور دوسرے صحابہ کی حدیثی روایات پر مشہور ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر علامہ سیوطی نے **عین الاصابه فیما استدرکته السیدة عائشة علی الصحابه** میں کیا ہے۔

یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ قرن اول میں اعتراض اگر ہوا تو فقہاء صحابہ کی طرف سے بغیر فقہ روایت حدیث کرنے والوں پر ہوتا تھا اور یہی صحیح مذاق تھا، اس کے بعد مذاق بگڑا تو دوسری صدی کے بعد الٹا اعتراض محدثین کی طرف سے فقہا پر ہونے لگا اور اس میں اس

قدر ترقی ہوئی کہ قرن ثانی کے اکابر فقہاء محدثین پر حدیث نہ جاننے، یا کم جاننے یا رائے وقیاس سے ترک حدیث کے الزامات لگائے گئے، اگر یہ مذاق صحیح ہوتا تو ضرور محدثین صحابہ بھی فقہاء صحابہ کو اسی طرح مطعون کر سکتے تھے۔

اس کے برعکس اس دور علم وصلاح میں فوقیت فقہاء صحابہ ہی کے لئے مسلم تھی، چنانچہ علامہ ابن قیم نے بھی حدیث مذکور کی وضاحت کے سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ کو حضرت ابو ہریرہؓ پر فضیلت دی۔

عہد رسالت میں کتابت حدیث

عرض کیا جارہا تھا کہ قرن اول میں حدیث کی جمع وتدوین، کتابت وغیرہ قرآن مجید کی طرح باضابطہ عمل میں نہیں آئی اگرچہ روایت و حفظ حدیث کا اہتمام بہت کافی رہا اور کچھ صحابہ کے پاس نوشتہ احادیث بھی ضرور موجود تھیں۔ مثلاً۔

۱- حضرت علی کے پاس کچھ احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ (ابوداؤد)

۲- حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کے پاس ایک ہزار احادیث کا مجموعہ تھا جس کا نام صادقہ تھا۔ (بخاری، ابوداؤد وغیرہ)

۳- حضرت انسؓ کے پاس بھی کچھ احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ (بخاری)

۴- قبائل کے نام حضور اکرم ﷺ کے فرامین، تحریری احکام اور معاہدات حدیبیہ وغیرہ۔ (طبقات ابن سعد)

۵- مکاتیب مبارکہ بنام سلاطین وامراء دنیا۔ (بخاری)

۶- صحیفہ احکام وصدقات وزکوۃ جو رسول کریم ﷺ نے ابوبکر بن حزم والی بحرین کو لکھایا تھا، اس صحیفہ کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۹۹ھ میں آل ابن حزم سے حاصل کیا تھا۔ (دارقطنی)

۷- عمرو بن حزم والی یمن کو بھی ایک تحریر احکام صلوٰۃ، صدقات وطلاق وعتاق وغیرہ کی دی تھی۔ (کنزالعمال)

۸- حضرت معاذ بن جبل کو ایک تحریر مبارک یمن بھیجی گئی تھی جس میں سبزی ترکاری پر زکوۃ نہ ہونے کا حکم تھا۔ (دارقطنی)

۹- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ وغیرہ کے پاس بھی احادیث کے مجموعہ تھے۔ (جامع بیان العلم، فتح الباری، مسند احمد وغیرہ)

۱۰- وائل بن حجر صحابی کو حضور اکرم ﷺ نے نماز، روزہ، سود، شراب وغیرہ کے احکام لکھوائے تھے۔ (معجم صغیر)

ضرورت تدوین حدیث

اسی طرح قرن اول گذر گیا، لیکن ظاہر ہے کہ تدوین حدیث کی ضرورت بلکہ شدید ضرورت سامنے آ کر رہی، کیونکہ اول تو بغیر اس کے ضیاع حدیث کا خطرہ تھا، صحابہ کرام جن کے حافظوں پر اعتماد تھا، فتوحات کی کثرت کے ساتھ دور دراز ملکوں میں منتشر ہو گئے تھے، وہ اکثر وفات پا گئے تابعین میں وہ قوت حفظ وضبط نہ تھی کہ عام طور سے اسی پر بھروسہ کیا جاسکے، دوسرے حافظہ کی چیزیں یوں بھی ایک وقت ذہن سے نکل جاتی یا کم وبیش ہو جاتی ہیں لکھی ہوئی چیزوں کے برابر محفوظ نہیں ہو سکتیں۔

تدوین حدیث کے لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی سعی

اس لئے علماء وقت نے تدوین حدیث اور کتابت کی منظم طور پر ضرورت محسوس کی، سب سے پہلے اس ضرورت کا احساس خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ہوا جو امت کے سب سے پہلے مجدد تھے اور ان کی امامت، اجتہاد، معرفت احادیث وآثار مسلم تھی، چنانچہ آپ نے اپنے نائب والی مدینہ ابوبکر حزمی کو فرمان بھیجا کہ "رسول اکرم ﷺ کی احادیث اور حضرت عمرؓ کے آثار جمع کر کے لکھو"۔ (تنویر الحوالک للسیوطی)

موطا امام محمد میں اس طرح ہے "احادیث رسول اور سنن یا حدیث عمر یا مثل اس کے (دوسرے صحابہؓ کے آثار) سب جمع کر کے لکھو، کیونکہ مجھے علم کے ضائع ہونے اور علماء کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے"۔

تقریباً یہی الفاظ دارمی نے بھی اپنی سنن میں روایت کئے ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر نے تمہید میں امام مالکؒ سے بطریق ابن وہب روایت کی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تعلیم حدیث وفقہ کے لئے تمام شہروں کو احکام بھیجا کرتے تھے، مدینہ طیبہ کے لوگوں کو عمل بالسنۃ کی تلقین فرماتے اور گذشتہ واقعات ان سے پوچھتے تھے اور ابو بکر حزمی کو حکم دیا تھا کہ احادیث جمع کر کے لکھوائیں اور ان کے پاس ارسال کریں۔

ابو بکر حزمی نے بہت سی کتابیں لکھوائی تھیں مگر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی زندگی میں ان کو نہ بھیج سکے، حافظ ابن عبدالبرؒ نے جامع بیان العلم میں نقل کیا ہے کہ ابن شہاب زہری کو بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جمع حدیث کا حکم کیا تھا اور انہوں نے دفتر کے دفتر جمع کئے جن کی نقول حضرت عمرؒ نے اپنی قلمرو میں بھجوائیں۔

حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ امام شعبی نے بھی احادیث جمع کی تھیں اور غالباً ان سب میں وہی متقدم تھے پھر زہری متوفی ۱۲۰ھ اور پھر ابو بکر حزمی متوفی ۱۲۴ھ نے۔

ایک اہم مغالطہ

یہاں ایک مغالطہ کا ازالہ ضروری ہے، امام بخاری نے باب **کیف یقبض العلم** میں بطور تعلیق حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے فرمان مذکور کو ذکر کیا ہے اور اس کے بعد یہ جملہ اپنی طرف سے بڑھایا کہ (سوائے حدیث رسول ﷺ اور کوئی چیز نہ لی جائے الخ) بعض لوگوں نے سمجھا کہ یہ جملہ بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ہی ہے اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو کتاب ابو بکر حزمی نے جمع کی ہوگی اس میں سوائے حدیث رسول ﷺ کے اور کچھ نہ تھا کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے فرمان میں ان کو غیر حدیث لکھوانے سے قطعاً روک دیا تھا، حالانکہ یہ ظن فاسد ہے جس کا منشاء موطا امام محمد اور سنن دارمی کی روایات مذکورہ سے ناواقفیت ہے کیونکہ ان میں صراحت سے حضرت عمر وغیرہ کے آثار واقوال جمع کرنے کا بھی حکم تھا پھر کیونکر ممکن تھا کہ ابو بکر حزمی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے فرمان کی تعمیل کرتے اور حضرت عمر وبقیہ خلفاء کے آثار واقوال نہ لکھتے۔

اس کے بعد قدرتی طور پر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ نے یہ جملہ کیوں بڑھایا اور اس کی بناء کیا ہے؟ شاید کسی کسی روایت میں عمر بن عبدالعزیزؒ کے فرمان مذکور کی عبارت ناقص نقل ہوئی اسی لئے غیر حدیث لکھنے کی ممانعت سمجھ لی گئی، یا اتنا ٹکڑا روایت کا امام بخاری کی شرط پر صحیح نہ تھا، لیکن اس صورت میں بھی زیادہ سے زیادہ یہ کہ "غیر حدیث" کا قبول وعدم قبول دونوں بدرجہ مساوی ہی رہتے ہیں، یا دوسری صدی کے بعد جو آثار صحابہ اور تعامل کی حجیت کو گرایا گیا اسی کی یہ تمہید ہو کہ ایسی روایات پر پہلے ہی سے کڑی نظر رکھی جائے۔ **واللہ اعلم بما فی الصدور**۔ امام بخاری نے "لایقبل" کا اضافہ شاید اس لئے کیا ہو کہ وہ آثار صحابہ کو حجت نہ سمجھتے تھے۔

آثار صحابہ قرن ثانی میں

واضح ہو کہ تمام کتب حدیث مدونہ قرن ثانی میں احادیث اور اقوال صحابہ وتابعین ساتھ ساتھ ذکر ہوتے تھے جیسا کہ امام اعظم کی کتاب الآثار اور امام مالک کی موطاء سے ظاہر ہے لیکن قرون مشہود لہا بالخیر کے بعد عدم قبول اقوال صحابہ کا نظریہ پیدا ہوا، بہت سے محدثین نے فقہاء امت کے طرز وطریق سے اعراض کیا، توارث سلف کو نظر انداز کیا اور صحت وضعف حدیث کو صرف اسناد پر موقوف کر دیا گیا، یعنی حدیث کو جو قوت آثار واقوال صحابہ یا تعامل سلف سے مل سکتی تھی اس کے دروازے بند کر دیئے گئے۔

قرون مشہود لہا بالخیر سے جدا طریقہ

قرون مشہود لہا بالخیر کے طور وطریق سے جدا طریقہ اپنا لیا گیا، پھر اس کے جو مضار ومفاسد سامنے آئے وہ اہل علم سے مخفی نہیں اور آئندہ کسی موقع پر ہم بھی بیان کریں گے ان شاء اللہ۔

اس موقع پر راقم الحروف کو یہ بات بھی کھٹکی کہ امام بخاریؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی تعلیق ترجمۃ الباب میں ذکر کی اور اس کے ساتھ وہ جملہ بھی بڑھایا جس کا اوپر ذکر کیا گیا مگر آگے اس کی تائید میں کوئی چیز ذکر نہیں کی، نہ اس کا ماخذ بتلایا۔

یہ بحث **ما تمس الیه الحاجة** میں بھی ہے، ہم نے کچھ اضافہ وتشریح سے اس کو یہاں لیا ہے۔

تین بڑے فقہاء

تین بڑے بڑے فقہاء وحفاظ حدیث اور اپنے وقت کے امام ومقتداء جنھوں نے قرن ثانی میں احادیث رسول وآثار واقوال صحابہ کو جمع کیا اور ان کو کتابی شکل میں مدون کیں، شعبی، مکحول اور زہری ہیں۔

ان میں سے امام شعبیؒ بہ تصریح امام ذہبیؒ، امام اعظم کے شیوخ میں سے ہیں جنہوں نے پانچ سو اصحاب رسول اللہ ﷺ کو پایا ہے، ان کے بعد سراج الامت، فقیہ الملت، حافظ حدیث، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دور شروع ہوجاتا ہے، جو حسب تصریح اقران ومعاصرین امام اس زمانہ کے تمام فقہاء ومحدثین پر اپنے غیر معمولی حفظ، تفقہ اور کمال زہد وورع کی وجہ سے فائق تھے۔

امام مسعر کی مدح امام اعظمؒ

چنانچہ مشہور حافظ حدیث مسعر بن کدامؒ (جن کے بارے میں رامہرمزی نے "المحدث الفاصل" میں لکھا ہے کہ جب کبھی امام شعبہؒ اور امام سفیانؒ میں کسی امر میں اختلاف ہوتا تھا تو دونوں کہتے تھے کہ چلو میزان عدل مسعر کے پاس چل کر ان سے فیصلہ کرائیں حالانکہ ان دونوں اماموں کو بھی امیر المومنین فی الحدیث کہا جاتا تھا یہ مسعر کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ حدیث کو طلب کیا تو وہ ہم پر غالب آگئے اور زہد وتقویٰ میں چلے تو اس میں بھی ہم سے فوقیت لے گئے اور فقہ میں بھی ان کے ساتھ ہوئے تو اس کا حال تم خود دیکھ رہے ہو (کہ اس میں ان کی فوقیت سب پر روشن ہے)۔

امام اعظمؒ شاہان شاہ حدیث

اور اسی جلالت قدر کے باعث شیخ الاسلام امام الحدیث عبداللہؒ بن یزید کوفی جب امام صاحبؒ سے روایت حدیث کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ ہم سے حدیث بیان کی شاہان شاہ نے، جس کو خطیب وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

حافظ سمعانیؒ نے اپنی کتاب "الانساب" میں کہا۔ "امام صاحب طلب علم کی راہ میں چلے تو اتنے آگے بڑھے کہ انہوں نے علم کے وہ مدارج حاصل کئے جو کسی دوسرے کو حاصل نہ ہوسکے"۔

امام یحییٰ بن سعید القطانؒ کی رائے

امام جرح وتعدیل یحییٰؒ بن سعید القطانؒ نے فرمایا۔ "واللہ ابوحنیفہؒ اس امت میں علوم قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم تھے"۔

اس کو محدث شہیر مسعود بن شیبہ سندی نے مقدمہ کتاب التعلیم میں امام طحاوی کی کتاب سے نقل کیا جس میں انہوں نے اصحاب حنیفہ کے مناقب جمع کئے ہیں، اس کتاب کا قلمی نسخہ "مجلس علمی کراچی" میں موجود ہے خدا کرے اس کی طبع واشاعت جلد ہوسکے۔

ان ہی یحییٰ القطانؒ سے علی بن المدینی (شیخ اعظمؒ بخاری، امام احمدؒ اور یحییٰ بن معینؒ دست بستہ حاضر خدمت رہ کر استفادہ علوم کیا کرتے تھے۔

امام اعظمؒ اور تدوین حدیث

امام اعظم نے باوجود اس قدر علم وفضل وتفوق کے برسوں کی چھان بین اور تحقیق وتفحص کے بعد ''کتاب الآثار'' تالیف کی جس کو امام صاحب نے بہ تصریح امام موفق مکیؒ چالیس ہزار احادیث سے منتخب کیا تھا اور آپ سے آپ کے تلامذہ کبار امام زفرؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام حسنؒ بن زیاد وغیرہ محدثین وفقہا نے اس کو روایت کیا۔

مناقب امام اعظمؒ للموفق ہی میں ہے کہ امام صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا کہ ''میرے پاس ذخیرۂ حدیث کے بہت سے صندوق ہیں جن میں سے بہت تھوڑا حصہ انتفاع کے لئے نکالا ہے''۔

امام صاحب نے حسب تصریح مورخین چار ہزار ائمہ حدیث سے احادیث کا ذخیرہ جمع کیا تھا اور یحییٰ بن نصر کا بیان ہے کہ میں ایک بار امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو گھر میں پایا جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا، میں نے عرض کیا'' یہ کیا ہے؟'' فرمایا'' یہ احادیث ہیں جن کی تحدیث میں نے نہیں کی بجز ان تھوڑی حدیثوں کے جن سے لوگوں کو نفع ہو''۔ (مقدمہ کتاب الآثار)

امام شعرانیؒ نے ''میزان'' میں یہ بھی بتلایا کہ امام ابوحنیفہؒ احادیث رسول پر عمل سے قبل یہ ضروری سمجھتے تھے کہ صحابہؓ سے ان کو روایت کرنے والے بھی متقی و پرہیزگار حضرات ہوں۔

امام سفیان ثوریؒ کی شہادت

امام سفیان ثوریؒ کہا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ علم حدیث کے اخذ میں غیر معمولی طور پر محتاط تھے، وہی احادیث لیتے تھے جن کو روایت کرنے والے ثقہ ہوتے تھے اور حضور اکرم ﷺ کے آخری فعل کو لیتے تھے، باوجود اس کے کچھ لوگوں نے ان پر تشنیع کی، خدا ہمیں اور ان کو بخش دے۔

امام وکیع کی شہادت

امام حدیث وکیعؒ نے کہا۔ امام ابوحنیفہؒ سے حدیث کے بارے میں اس درجہ کی احتیاط وورع پائی گئی جو کسی سے نہیں ہوئی، امام وکیعؒ وغیرہ سے امام اعظمؒ کی مدح وتوصیف کے تفصیلی بیانات امام صاحبؒ کے مستقل تذکرہ میں آئیں گے اور امام صاحب کے بارے میں جو ترمذی میں وکیعؒ کا قول نقل ہوا ہے اس پر بھی ہم مفصل بحث کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ وکیع وہ ہیں جن کے بارے میں امام احمدؒ نے فرمایا کہ وکیعؒ سے زیادہ علم جمع کرنے والا اور حدیثیں یاد کرنے والا میں نے نہیں دیکھا، اصحاب صحاح ستہ امام شافعیؒ وامام احمدؒ وغیرہ کے شیوخ کبار میں ہیں۔

امام علی بن الجعد

امام بخاریؒ کے شیخ مشہور محدث علی بن الجعد کہتے تھے کہ جب کبھی امام ابوحنیفہؒ کوئی حدیث لاتے تو موتی کی طرح صاف لاتے ہیں۔

غرض یہ امام صاحب کی کتاب الآثار علم حدیث کی سب سے پہلی تصنیف ہے جس میں امام صاحبؒ نے احادیث صحاح اور اقوال صحابہ وتابعین ترتیب فقہی پر جمع کئے پھر آپ امام مالک کی موطا اور امام سفیان ثوری کی جامع مرتب ہوئی اور ان تینوں کے نقش پر بعد کے محدثین نے کتب حدیث تالیف کیں۔

علامہ سیوطیؒ نے **تبییض الصحیفة فی مناقب الامام ابی حنیفة** میں بھی یہی تحقیق مذکور ذکر کی ہے اور کہا کہ امام صاحب کے مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ علم شریعت کو سب سے پہلے امام صاحبؒ نے ہی مدون کیا اور ترتیب ابواب سے مرتب کیا، پھر ان کی اتباع میں

امام مالکؒ نے موطا ترتیب دی اور امام صاحبؒ سے اس بارے میں کوئی سابق نہیں ہوا۔

امام مسعود بن شیبہ نے امام طحاوی کے حوالہ سے نقل کیا کہ امام سفیان ثوریؒ نے علی بن مسعر کے ذریعہ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ حاصل کی اور ان کے ساتھ مذاکرات کرتے تھے اور ان ہی علوم کی مدد سے انہوں نے ''جامع'' تالیف کی۔ (ماتمس الیہ الحاجۃ ص۱۲)

امام علی بن مسہر

یہ علی بن مسہر وہی ہیں جن کے بارے میں امام ضمیری نے فرمایا کہ ان سے امام سفیان نے امام صاحب کے علوم حاصل کئے اور ان کے پاس سے امام صاحبؒ کی کتابیں لکھیں، اور علامہ قرشی نے جواہر مضیئہ میں کہا کہ وہ امام وقت وحافظ حدیث تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے فقہ وحدیث کو جمع کیا اور اسی طرح تذکرۃ الحفاظ میں ہے۔

بہ تصریح امام ذہبی وعلامہ سیوطی تذکرۃ الحفاظ اور تاریخ الخلفاء میں ہے کہ اسی زمانہ میں بڑے بڑے فقہا محدثین نے تدوین حدیث و آثار کا کام کیا اور کثرت سے تصانیف ہوئیں۔

دوسری صدی کے نصف آخر میں امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کے بڑے بڑے اصحاب وتلامذہ نے حدیث وفقہ میں بہت کثرت سے چھوٹی بڑی تصانیف کیں چنانچہ امام ابو یوسفؒ کی تالیفات تو غیر معمولی کثرت سے بتائی جاتی ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر فہرست ابن ندیم میں ہے اور امالی ابی یوسف کا تذکرہ کشف الظنون میں ہے کہ وہ تین سو مجلد میں تھیں، حافظ قرشی نے جواہر مضیئہ میں کہا کہ جن لوگوں نے امام ابو یوسف کے امالی روایت کئے ہیں ان کی شمار نہیں ہوسکتی۔

امام اعظم کی کتاب الآثار

ان کی ہی تالیفات میں سے ''کتاب الآثار'' بھی ہے جس کو امام اعظمؒ نے روایت کیا ہے اور ''اختلاف ابی حنیفہ'' و''ابن ابی لیلیٰؒ'' اور ''کتاب الرد علی سیر الاوزاعی'' یہ تینوں کتابیں ''ادارۂ احیاء المعارف النعمانیہ'' حیدر آباد دکن سے شائع ہوئیں جن کی تصحیح تحشیہ اور مقدمہ کی گراں قدر خدمات حضرت مولانا ابوالوفا افغانی دامت فیوضہم نے انجام دیں اور کتاب الخراج (طبع مصر) وغیرہ ہیں۔

یہ وہی کتاب الآثار ہے جس کو ہم نے لکھا کہ سلسلہ تدوین حدیث کی سب سے پہلی خدمت ہے جو امام اعظمؒ کے مناقب جلیلہ اولیہ میں شمار کی گئی ہے اور موطا امام مالک وغیرہ سب اس کے بعد کی ہیں، اسی طرح امام محمدؒ کی تالیفات قیمہ ظہور میں آئیں جن کا تفصیلی ذکر ان کے حالات میں مستقل طور سے آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

غرض یہ کہ قرن ثانی ہی میں امام اعظمؒ، امام مالکؒ اور ان دونوں کے اصحاب کے ذریعہ حدیث وفقہ کی خدمت تصانیف کثیرہ سے اور تدوین فقہ حنفی و مالکی احادیث اور آثار صحابہ وتابعین کی روشنی میں ہوچکی تھی اور ان حضرات نے پوری دنیا کو علم وفقہ وحدیث کی روشنی میں سے منور اس وقت کر دیا تھا کہ ابھی امام بخاریؒ ومسلمؒ اور دوسرے محدثین اصحاب صحاح اس دنیا میں تشریف بھی نہ لائے تھے۔

وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

قرن ثانی میں اسلامی دنیا

شائد کوئی خیال کرے کہ اس وقت ''اسلامی دنیا'' کا رقبہ بہت مختصر ہوگا اس لئے ذرا اس کی سیر بھی علامہ ذہبی کے بیان کی روشنی میں کرتے چلئے! تذکرۃ الحفاظ میں طبقۂ خامسہ کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں۔

''اس طبقہ کے زمانہ میں اسلام اور اہل اسلام کی بہت بڑی عزت و شوکت تھی، علم کے دریا بہہ رہے تھے، جہاد کے جھنڈے ساری دنیا پر لہرا رہے تھے، سرور کائنات ﷺ کی سنتوں کا ہر جگہ پوری طرح رواج تھا اور بدعتوں کے سرنگوں تھے، حق کی آواز بلند کرنے والے بکثرت موجود تھے، عباد و زہاد سے دنیا بھری ہوئی تھی، سب لوگ عیش و آرام اور سکون و امن کی زندگی گذار رہے تھے، امت محمدیہ کے عساکر قاہرہ ممالک عربیہ کے علاوہ اقصائے مغرب اور جزیرۂ اندلس سے لے کر ایشیا کے ملک چین کے قریب تک اور ہند کے کچھ حصوں تک نیز ملک حبشہ تک پھیلے ہوئے تھے''۔

''اس زمانہ کے خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی تھے، جس کے ظلم سے اگر قطع نظر کرلیں تو اس کی شجاعت، تدبر، کمال عقل فہم علم و ادب اور رعب و جلال بے مثال تھے، پھر اس کا بیٹا مہدی، سخاوت، کثرت محاسن اور زنادقہ، ملاحدہ وغیرہ فرق باطلہ کے استیصال میں مشہور ہوا، پھر اس کا بیٹا ہارون رشید اگر اس کے لہو ولعب سے غض بصر کرلیں تو اس کے جہاد و غزا کے کارنامے، تعظیم حرمات دین، علمی و ادبی اعلیٰ قابلیت، اصابت رائے، احیاء سنت، حج و زیارت حرمین کا اہتمام شوکت و دبدبہ بے نظیر تھے، اس دور کے صالحین و عباد میں ابراہیم بن ادہم، داؤد طائی، سفیان ثوری جیسے تھے، علماء نحاۃ میں عیسیٰ بن عمرو، خلیل بن احمد، حماد بن سلمہ جیسے تھے، قراء میں حمزہ، ابوعمر بن العلاء، نافع، شبل وسلام جیسے بہت تھے، شعراء میں مروان بن ابی حفصہ، بشار بن برد ایسے مسلم شعراء بڑی کثرت سے تھے، فقہاء میں امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام اوزاعی جیسے ائمہ و کاملین تھے، رحمہم اللہ تعالیٰ''۔

تدوین حدیث کے تین دور

تدوین حدیث کے سلسلہ میں مذکورہ بالا تفصیلات کا خلاصہ یہ ہوا کہ سب سے پہلا اقدام تدوین حدیث و کتابت سنن و آثار کے لئے وہ تھا جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے کیا انہوں نے مجموعہ حدیث تالیف کیا جس کا نام ''صادقہ'' رکھا تھا اور ان کی طرح دوسرے حضرات صحابہؓ نے بھی انفرادی طور سے اس خدمت کو انجام دیا۔

دوسرا اقدام حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں ہوا اور امام شعبیؒ، زہری و ابوبکر حزمی نے احادیث و آثار کو جمع کیا اگرچہ ترتیب و تبویب اس دور میں بظاہر نہ تھی۔

تیسرا اقدام امام اعظمؒ نے کتاب الآثار کی تالیف سے اٹھایا جس میں احادیث ماثورہ اور فتاویٰ صحابہ و تابعین کو جمع کیا اور ترتیب و تبویب فقہی کی طرح ڈالی جس کی متابعت میں بعد کو امام مالک اور دوسرے معاصرین محدثین و فقہا نے تالیفات کیں۔

حدیث مرسل و حسن کا انکار

دوسری صدی کے بعد حدیث مرسل و حسن سے استدلال و احتجاج کے خلاف نظریہ پیدا ہوا حالانکہ سلف و متقدمین ان سے برابر حجت پکڑتے تھے۔

خصوصیت سے امام بخاریؒ نے حدیث حسن سے استدلال و احتجاج کا بڑی شد و مد سے انکار کیا، جس پر امام و سرتاج غیر مقلدین شوکانی بھی ساکت و خاموش نہ رہ سکے اور نیل الاوطار میں امام بخاریؒ کے خلاف لکھا کہ۔

''اسی طرح اس حدیث سے بھی استدلال و احتجاج درست ہے جس کے حسن ہونے کی تصریح ائمہ معتبرین نے کی ہو کیونکہ حدیث حسن پر عمل جمہور کے نزدیک صحیح ہے اور اس کے خلاف عدم جواز کا فیصلہ صرف بخاری اور ابن عربی نے کیا ہے لیکن حق وہی ہے جو جمہور علماء امت کا فیصلہ ہے۔

قرن ثالث میں حدیث شاذ پر عمل

اس دور میں زیادہ اعتناء طرق حدیث کی طرف ہوا حتیٰ کہ وہ احادیث جو عہد صحابہ و تابعین میں شاذ کے درجہ میں سمجھی جاتی تھیں اور

فقہاء صحابہ وتابعین نے ان کو معمول بہا بھی نہیں بنایا تھا مگر طرق حدیث کی زیادتی کے باعث وہ قرن ثالث میں معمول بہا بن گئیں۔
مثلاً حدیث قلتین کہ وہ شاذ تھی اور حسب تصریح ابن قیم وغیرہ سلف میں اس پر عمل بھی نہیں ہوا اس کی ہر طرح حمایت کی گئی اور اس کے خلاف آراء کو گرانے کی سعی کی گئی۔
اس طرح قرن ثالث کے محدثین نے ان تمام احادیث کو جن پر صحابہ وتابعین کے جلیل القدر ارباب فتویٰ نے عمل نہیں کیا تھا معمول بہا بنالیا اور اس طریقہ سے ان لوگوں نے سلف کے خلاف کافی اقدامات کئے اور صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ واقوال کو اپنی مرویات پر اعتماد کرتے ہوئے نظرانداز کردیا، حتیٰ کہ یہ بھی کہہ دیا گیا کہ ہم بھی آدمی ہیں اور وہ بھی آدمی ہیں، ان کو کوئی ترجیح نہیں ہے۔

عمل متوارث کی حجیت

عمل متوارث عند الفقہاء ہمارے لئے بہت بڑی اہم دستاویز ہے اور اسی سے بہت سی احادیث کی صحت کی جانچ ہوسکتی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفاء میں لکھا کہ اتفاق سلف اور ان کا توارث فقہ میں اصل عظیم ہے اور امام ابوداؤدؒ نے اپنی سنن کے باب "**لحم صید المحرم**" میں فرمایا کہ- "جب دو حدیثیں متضاد ہمارے سامنے آئیں تو دیکھا جائے گا کہ صحابہ نے کس پر عمل کیا ہے"۔
امام محمدؒ نے امام مالکؒ سے روایت کیا کہ جب نبی کریم ﷺ سے دو مختلف حدیثیں آجائیں اور ہمیں معلوم ہوجائے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ نے کسی ایک پر عمل کیا اور دوسری کو چھوڑا ہے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حق ان ہی کے عمل کے ساتھ ہے۔ (التعلیق الممجد)
امام بیہقی نے دارمی سے نقل کیا کہ جب ایک باب میں دو متضاد حدیث مروی ہوں تو اگر سلف کا عمل کسی ایک پر معلوم ہو تو وہی برقرار رکھی جائے گی۔
شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا کہ جن چیزوں سے حدیث کی صحت معلوم کی جاتی ہے ان میں سے اس کے موافق علماء کا عمل ہونا بھی ہے، علامہ محدث مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ کا عمل متوارث کی حجیت پر مستقل رسالہ قابل دید ہے (ماتمس الیہ الحاجۃ)

سلف میں باہمی اختلاف رحمت تھا

حدیث صحیح ہے کہ "میری امت کا اختلاف رحمت ہے" اس سے معلوم ہوا کہ فروعی مسائل میں اختلاف امت کے لئے رحمت وسہولت کا باعث چنانچہ قرون مشہود لہا بالخیر میں یہ اختلاف ایسا ہی تھا مگر بعد کے لوگوں نے اس اختلاف رحمت کو اختلاف زحمت بنادیا اور معمولی معمولی اختلاف پر دوسروں کو ہدف ملام بنایا، طعن وتشنیع پر کمر باندھی، بہتان وافترا تک بھی نوبت پہنچائی، ایک دوسرے کے خلاف کتابیں تصنیف ہوئیں اور بے تحقیق دوسروں پر غلط مسائل ونظریات تھوپے گئے، ایسے ہی وہ اختلاف ہے جو امام اعظم اور آپ کے اصحاب وتلامذہ کے ساتھ پیش آیا۔
امام صاحبؒ نے اپنے زمانہ میں بڑے بڑے فتنوں کا بے جگری سے مقابلہ کیا، فرق باطلہ، معتزلہ، قدریہ، جبریہ اور دہریہ وغیرہ سے مناظرے کئے، ان کو دلائل وبراہین قویہ سے لاجواب کیا، اس سلسلہ میں چونکہ امام صاحبؒ نے بہت سے ضروری عقائد ومسائل کو پوری صراحت ووضاحت سے بیان فرمایا تو ان کو بھی موجب فتنہ بنالیا گیا۔

امام اعظمؒ اور فرقہ مرجئہ

مثلاً امام صاحبؒ نے فرمایا کہ (۱) عمل کا درجہ ایمان سے مؤخر ہے اور (۲) گنہ گار مومن بندوں کی عاقبت امر الٰہی پر محمول ہے، چاہے تو عذاب دے اور چاہے بخش دے اور (۳) معاصی کی وجہ سے کوئی مومن بندہ ایمان سے خارج نہیں ہوجاتا، یہ سب اصول چونکہ معتزلہ کے خلاف

تھے اور صدر اول میں جو بھی ان کی مخالفت کرتا تھا اس کو وہ مرجی کا لقب دیدیا کرتے تھے، اسی لئے وہ تمام اہل سنت کو ہی فرقہ مرجئہ کہتے تھے۔

اس سے بہت سے اہل ظاہر محدثین نے یہی سمجھ لیا کہ امام صاحب اور مرجئہ کا نظریہ متحد ہے، حالانکہ دونوں کے نظریات میں بہت بڑا فرق ہے اور خود امام صاحب جس طرح معتزلہ کا رد کرتے تھے، انہوں نے فقہ اکبر وغیرہ میں فرقہ مرجئہ کا بھی رد کیا ہے۔

فرقہ مرجئہ کا مذہب

فرقہ مرجئہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان و عمل دو مختلف چیزیں ہیں اور ایمان و تصدیق کامل ہو تو عمل کا نہ ہونا کچھ ضرر نہیں کرتا، یعنی ایک شخص اگر دل سے توحید و نبوت کا معترف اور فرائض ادا نہیں کرتا تو وہ مواخذہ سے بری ہے، اس کو کوئی عذاب نہ ہوگا۔

ظاہر ہے کہ اس کا پہلا جز و درست ہے کہ ایمان اعتقاد کا نام ہے جو دل سے تعلق رکھتا ہے اور فرائض و اعمال جوارح سے متعلق ہیں اسی لئے دونوں ضرور مختلف ہیں مگر آگے جو نظریہ امام صاحبؒ کا ہے وہ فرقہ مرجئہ مذکورہ سے بالکل الگ ہے، وہ تارک فرائض اور مرتکب محرمات کو مستحق عذاب سمجھتے ہیں، پھر خواہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے یا بخش دے اور یہ فرقہ مستحق عذاب ہی نہیں سمجھتا۔

اس معنی سے اگر امام صاحب کو مرجی کہا جائے تو دوسرے بڑے بڑے محدثین بھی مرجی کہلائیں گے جن سے بخاری و مسلم میں سینکڑوں روایتیں موجود ہیں۔

امام صاحبؒ اور امام بخاریؒ

مگر سب سے زیادہ حیرت امام بخاریؒ کے رویہ پر ہے کہ امام صاحبؒ کو مرجیؒ کہہ کر مطعون کرتے ہیں اور دوسرے ایسا ہی عقیدہ رکھنے والوں سے روایات بھی لائے ہیں، اسی کے ساتھ یہ کہ غسان کوفی مرجیؒ بھی اپنے مذہب کی ترویج کے لئے امام صاحبؒ کو مرجی مشہور کیا کرتا تھا، اسی سے بہت سے لوگوں کو امام صاحب کے بارے میں مغالطہ ہوا۔

امام صاحبؒ کو مطعون و بدنام کرنے کی ایک وجہ اس کے علاوہ یہ ہوئی کہ مامون کے زمانہ میں جن محدثین و رواۃ حدیث کو خلق قرآن کے مسئلہ میں قضاۃ خلافت نے تکالیف پہنچائیں وہ قاضی اکثر حنفی تھے، لہذا اس کے انتقام میں ان محدثین و رواۃ نے ان کے مقتداء یعنی امام صاحبؒ پر الزامات لگائے اور امام صاحبؒ سے تکدر رکھنے کی وجہ سے ہی یہ لوگ امام صاحب کے علوم فاضلہ، ان کے بہترین طریق نقد، روایات کو عموم قرآن مجید اور اصول مسلمہ مجمع علیہا پر پیش کرنے کے زریں اصول کے منتفع نہ ہو سکے اور اپنے طور پر اصول شریعت وضع کئے جو امام صاحبؒ کے اصول و طریق کار سے بہت کم درجہ کے ہیں، اسی لئے بیشتر اکابر فقہاء و مجتہدین کا فیصلہ ہے کہ جو شخص امام صاحبؒ کے علوم سے انتفاع کے بغیر فقہ حاصل کرے گا وہ ناقص رہے گا۔

واضح ہو کہ زمانہ قدیم سے ہی حاملین دین مبین کی دو قسمیں رہی ہیں جیسا کہ علامہ ابن قیم نے بھی ''الوابل الصیب'' ص ۸۴۳ وص ۸۴۴ میں لکھا ہے کہ ایک قسم حفاظ کی تھی جو احادیث کے حفظ و ضبط اور سنے ہوئے الفاظ کو بعینہا روایت کرنے پر پوری سعی کرتے تھے، لیکن یہ لوگ ان احادیث یا الفاظ نصوص سے اصول احکام و مسائل کا استنباط و استخراج نہیں کر سکتے تھے، جیسے ابوزرعہ، ابوحاتم، ابن وارہ یا ان سے پہلے بندار محمد بن بشار، عمرو الناقد، عبدالرزاق تھے یا ان سے بھی پہلے محمد بن جعفر غندر، سعید بن ابی عروبہ وغیرہ تھے۔

دوسری قسم علماء فقہا کی تھی جو روایت حدیث کے ساتھ استنباط و فقہ کو جمع کرتے تھے جیسے ائمہ مجتہدین تھے۔

پھر اسی کے ساتھ یہ بھی ہوا کہ بعض محدثین نے ائمہ مجتہدین متبوعین کے خلاف محاذ بنالیا اور ہر طرح سے ان کی عزت و وقعت گرانے کی کوشش کی، چنانچہ احمد بن عبداللہ العجلی نے امام شافعی کے بارے میں لکھا کہ ''وہ ثقہ، صاحب رائے اور متکلم تھے، لیکن ان کے پاس حدیث نہیں تھی''۔ (الدیباج المذہب ص ۲۲۹)

ابوحاتم رازی نے کہا کہ شافعی فقیہ ضرور تھے لیکن حدیث میں ان کی معرفت نہیں تھی''۔(طبقات حنابلہ ص ۲۰۴)

حالانکہ یہ باتیں غلط تھیں اور بقول حافظ ابن قیم مذکورہ بالا حدیث وفقہ کے حامل ہوتے تھے کیونکہ تفقہ بغیر حدیث کے ممکن ہی نہیں، البتہ روایت وحفظ حدیث بغیر تفقہ کے بھی ہوتا ہے۔

اسی طرح امام اعظمؒ کی بارے میں زیادتی ہوئی ہے اور جیسا ان کا مقام ومرتبہ بلند و بالا تھا، ان پر حسد کرنے والے یا نقد وجرح کرنے والے بھی بڑے ہی لوگ تھے جنہوں نے چھوٹوں اور جھوٹوں کی روایات موضوعہ کی آڑ لے کر امام صاحبؒ کو ہدف ملامت بنایا۔

آپ حیرت کریں گے کہ امام بخاریؒ نے جن کے غیر معمولی علم وفضل کا امتیاز امام وکیعؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اسحٰق بن راہویہ، مکی بن ابراہیم اور علی بن مدینی وغیرہ کا رہین منت ہے اور یہ سب امام اعظمؒ کے بالواسطہ یا بے واسطہ خوشہ چین ہیں (جس کی تفصیل آگے آئے گی، ان شاء اللہ) امام اعظمؒ کے خلاف نہایت غیر محتاط روش اختیار کی ہے۔

پھر اس سے قطع نظر خود امام بخاریؒ طلب علم کے سلسلہ میں لاتعداد مرتبہ کوفہ آئے گئے ہیں جو امام صاحبؒ کا وطن تھا اور سینکڑوں ہزاروں لوگوں سے امام صاحبؒ کے حالات وسوانح سنے ہوں گے لیکن ان کی مشہور زمانہ حافظہ میں جو چیز قابل ذکر باقی رہی اور جس کو وہ اپنے سارے اساتذہ کو چھوڑ کر صرف حمیدی کے واسطے سے نقل کر سکے وہ بھی سن لیجئے۔

تاریخ صغیر میں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ''میں نے حمیدی سے سنا، کہتے تھے کہ ابوحنیفہ نے بیان کیا میں مکہ معظمہ حاضر ہوا تو ایک حجام سے تین سنتیں پیارے رسول اللہ ﷺ کی حاصل ہوئیں، جب میں اس کے سامنے حجامت بنوانے کے لئے بیٹھا تو اس نے مجھ سے کہا (۱) آپ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھئے! (۲) پھر اس نے میرے سر کے داہنے حصے سے شروع کیا (۳) اور اس نے حجامت دونوں ہڈیوں تک بنائی''۔

اس کو نقل کر کے حمیدی نے کہا- ایک شخص کہ نہ اس کے پاس رسول اللہ ﷺ کی سنتیں مناسک وغیرہ میں تھی اور نہ اس کے اصحاب کے پاس تھیں، بڑی حیرت کے لوگوں نے اس کو خدا کے احکام وراثت، فرائض، زکوٰۃ، صلوٰۃ اور دوسرے امور اسلام میں اپنا پیشوا ومقتداء بنالیا ہے۔ (التاریخ الصغیر ص ۱۵۸)

واقعی بڑی حیرت ہی کی بات بھی تھی کہ دوثلث دنیا کے علماء، صوفیہ وعباد نے تو امام صاحب ایسے کم علم اور حدیث رسول ﷺ سے ناواقف شخص کی تقلید کر لی اور باقی ایک ثلث نے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا اتباع کر لیا اور حمیدی وامام بخاری جیسے ارباب علم وفضل کی کسی نے بھی تقلید نہ کی۔

ایسے ہی کچھ لوگوں نے امام صاحبؒ کی طرف ان کو بدنام کرنے کے لئے بہت سی جھوٹی باتیں منسوب کیں حتیٰ کہ یہ بھی کہا گیا کہ امام صاحبؒ خنزیر بری کو حلال کہتے تھے، کچھ حد ہے اس عداوت وحسد کی؟

اس کے رد میں علامہ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ ص ۲۵۹ ج ۱ میں لکھا کہ-

''امام ابوحنیفہؒ سے اگرچہ کچھ لوگوں کو مسائل میں اختلاف رہا ہے لیکن ان کے فقہ، فہم اور علم میں کوئی ایک آدمی بھی شک وشبہ نہیں کر سکتا، کچھ لوگوں نے ان کی تذلیل وتحقیر کیلئے ان کی طرف ایسی باتیں بھی منسوب کی ہیں جو قطعاً جھوٹ ہیں جیسے خنزیر بری کا مسئلہ اور اس جیسے دوسرے مسائل''

امام بخاری نے تاریخ صغیر میں ایک دوسری جھوٹی روایت نعیم بن حماد سے امام صاحبؒ کی تنقیص میں نقل کی ہے حالانکہ نسائیؒ نے ان کو ضعیف کہا اور ابوالفتح ازدی وغیرہ نے کہا کہ نعیم بن حماد ابوحنیفہؒ کی تنقیص کے لئے جھوٹی روایات گھڑا کرتے تھے، اور تقویت سنت کے خیال سے حدیثیں بھی بنالیا کرتے تھے۔

امام بخاریؒ نے باوجود جلالت قدر چونکہ امام صاحبؒ کے بارے میں بہت ہی غیر محتاط رویہ اختیار کیا ہے اس لئے کبار محدثین نے اس

بارے میں ان کی اتباع کرنے سے بھی روکا ہے، چنانچہ علامہ سخاوی شافعی نے اپنی کتاب ''الاعلان بالتوبیخ'' میں ص ۶۵ پر تحریر کیا۔

''جو کچھ (۱) حافظ ابوالشیخ بن حبان نے اپنی کتاب السنہ میں بعض مقتداء ائمہ کے بارے میں نقل کیا ہے (۲) یا حافظ ابواحمد بن عدی نے اپنی کامل میں یا حافظ ابوبکر خطیب نے تاریخ بغداد میں یا ان سے پہلے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں اور بخاری ونسائی نے لکھا ہے اور ایسی چیزیں لکھی ہیں کہ ان کی شان علم واتقان سے بعید ہیں، ان امور میں ان کے اتباع وپیروی سے اجتناب واحتراز کرنا ضروری ہے''۔

راقم الحروف نے اس سلسلہ میں کافی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور بہت کم لوگوں نے امام بخاریؒ کا نام لے کر اس طرح ان کی اس غلط روش پر نقد کیا ہے، اکثر حضرات اجمالی طور سے ضرور ان لوگوں کی غلطی کی طرف اشارہ کرتے آئے ہیں، جنہوں نے امام صاحبؒ، امام شافعیؒ یا امام احمد وغیرہ کی شان میں تنقیص کا پہلو اختیار کیا ہے۔

پھر ایک زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ خطیب نے کئی سو برس کے بعد حالات لکھے ہیں اتنے عرصہ میں جھوٹ کا شیوع بہت کافی ہو چکا تھا، خطیب کو جیسے اچھے برے ملے سب نقل کر دیئے اور راویوں کی چھان بین نہ کر سکے یا نہ کی اگر چہ یہ ان کی محدثانہ ومؤرخانہ منصب کے خلاف بات تھی، اور خطیب کی عادت تھی کہ وہ دوسرے اکابر امت کے خلاف بھی کچھ نہ کچھ اسی طرح گرے پڑے راویوں سے نقل کر لیتے ہیں۔

مگر حیرت تو سب سے زیادہ امام بخاری پر ہے کہ ان کا دور امام صاحبؒ سے بہت ہی قریب ہے اور امام صاحب کے زمانہ کے تقریباً سب ہی بڑے بڑے حضرات نے امام صاحبؒ کی بے حد مدح وتوصیف کی ہے جس کی تفصیل ہم ذکر کریں گے، پھر امام بخاریؒ کے بڑے بڑے شیوخ امام صاحب کے خاص خاص شاگرد ہیں اور ان سب ہی سے امام صاحب کے بے شمار مناقب منقول ہیں۔

پھر بھی امام بخاریؒ نے کوئی اچھا اثر نہ لیا، نہ ان کی کوئی منقبت اپنی تاریخ میں نقل کرنے کو ملی اور ملیں تو امام حمیدی جیسے متعصب مغلوب الغضب متشددوں یا نعیم جیسے وضاع لوگوں سے امام صاحبؒ کی تنقیص کی روایات ملیں اور ان کو نمایاں کر کے نقل کرنا ضروری سمجھا۔

بہر حال امام صاحبؒ کے مراتب عالیہ ان باتوں سے کم نہیں ہو سکتے، بلکہ ان زیادتیوں کے باعث دوسرے مذاہب کے آئمہ کبار ابن عبدالبر، ابن حجر مکی، علامہ سیوطی، یافعی، سخاوی، ذہبی جیسے متوجہ ہوئے اور ان محققین نے امام صاحب کی طرف سے حق دفاع ادا کیا۔ جزاهم الله خير الجزاء۔

تفصیل کا موقعہ تو ہر ایک کے مفصل تذکرہ میں آئے گا مگر جب بات یہاں تک آ گئی تو اتنا اور بھی عرض کر دوں کہ حافظ ابن حجر جیسے علامہ فہامہ محقق ومدقق بھی اس سلسلہ میں کافی عصبیت کا شکار ہو گئے یعنی رجال حنفیہ سے تعصب یا حنفی شافعی کا تعصب تو الگ رہا اس کے تو وہ مسلم امام ہیں، بعض ہمارے بزرگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ کم از کم امام صاحبؒ کے بارے میں ان کا ذہن صاف ہے اور انہوں نے امام صاحب کی ہر جگہ مدح وتوصیف ہی کی ہے، مگر مجھے نہایت ہی افسوس کے ساتھ یہ لکھنا پڑا کہ پوری بات اس طرح نہیں جس طرح سمجھ لی گئی ہے، درحقیقت حسد، عداوت، عصبیت کی عروق اس قدر باریک ومخفی ہوتی ہیں کہ ان کا پتہ لگانا بڑے بڑے آپریشن کے ماہروں کے لئے بھی سخت دشوار ہوتا ہے۔

بیشک میں بھی مانتا ہوں کہ امام صاحبؒ کے تذکروں کو اگر چہ انہوں نے ان کے شاگردوں کے تذکروں سے بھی مختصر در مختصر کیا ہے مگر کوئی بات خلاف نہیں لکھی، لیکن ساتھ ہی یہ بھی دیکھئے کہ جہاں وہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ کے حالات بیان کرتے ہیں تو جہاں ان حضرات پر کسی غلط تہمت کا ذکر کرتے ہیں تو ساتھ ہی یہ جملہ بھی چھوٹا سا بڑھا دیتے ہیں کہ ان کے شیخ کے بارے میں یہ بات کہی گئی ہے۔ اب آپ نے دیکھا کہ خطیب اور حافظ ابن حجرؒ میں کتنے قدم کا فاصلہ رہ گیا؟۔

مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی نور اللہ مرقدہ نے تذکرہ امام اعظم میں بڑے اطمینان ومسرت کا اظہار کیا ہے کہ خطیب کے بعد اس روش کو دوسروں نے نہیں اپنایا بلکہ اس سے بیزاری کا اظہار کیا ہے، ان ہی لوگوں میں حافظ ابن حجرؒ کا نام بھی لیا ہے، اس لئے مجھے یہ تنبیہ کرنی پڑی، واللہ اعلم بمافی صدور عبادہ۔

یہاں کچھ مختصر حال علم وعلماء کی فضیلت کا ذکر کر کے حضور سرور کائنات ﷺ کے زمانہ خیر وبرکت کے علمی حالات بیان ہوں گے اور آگے محدثین کے تذکرے ہوں گے، واللہ الموفق۔

علم اور علماء کی فضیلت

قال الله تعالى

١- من يوت الحكمة فقد اوتى خيراً كثيراً. جس کو علم وحکمت عطا ہوئی اس کو خیر کثیر دے دی گئی۔

٢-هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون. کیا اہل علم اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔

٣-يرفع الله الذين امنومنكم والذين اوتوالعلم درجات۔ تم میں سے جن کو دولت ایمان عطا ہوئی ان کا درجہ خدا کے یہاں بلند ہے اور جن کو علم بھی عطا ہوا ان کے درجات و مراتب تو بہت ہی زیادہ ہیں۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم

١-من يرد الله به خير يفقهه في الدين وانما انا قاسم والله يعطى (متفق عليه) جن کے واسطے اللہ تعالیٰ بھلائی چاہتے ہیں ان کو دین کی سمجھ عطا کرتے ہیں، علوم نبوت عطا خداوندی ہیں جن کو میں پہنچاتا ہوں۔

٢- فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد. ایک فقیہ عالم شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

٣-فضل العالم على العابد كفضلى على ادناكم، ان الله و ملائكته واهل السموات والارض حتى النملة في حجره و حتى الحوت ليصلون على معلم الناس الخير (ترمذی) ایک عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنی آدمی پر، اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور زمین وآسمان کے رہنے والے حتیٰ کے چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں بھی ان عالموں کے حق میں دعاء خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو خیر وبھلائی کی تعلیم دیتے ہیں۔

عہد نبوی میں تعلیمی انتظامات

علم وحکمت وقرآن وحدیث اور فقہی مسائل کی تعلیم وترویج کے لئے حضور اکرم ﷺ نے اپنے زمانہ ہی میں معلمین، مدرسین ومبلغین کا تقرر فرمایا تھا جس کا اجمالی خاکہ ذیل کے مختصر اشارات سے ہوگا۔

١- انصار مدینہ کے ہمراہ ابن ام مکتومؓ اور مصعبؓ کو روانہ فرمایا کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اور مسلمانوں کو قرآن مجید اور احکام اسلام سکھائیں۔(بخاری کتاب التفسیر، کامل ابن اثیر وابن خلدون)

٢- نجران والوں کے لئے عمرو بن حزم کو مقرر فرمایا کہ ان کو قرآن مجید پڑھائیں اور احکام شریعت بتائیں۔(استیعاب)

٣- یمن اور حضر موت کے لئے حضرت معاذ بن جبل کو معلم بنا کر بھیجا۔(ابن خلدون)

۴- قارہ وعضل دو قبائل اسلام لائے، قرآن کی تعلیم کے لئے یہ چھ اساتذہ مقرر فرمائے، مرثد بن ابی مرثد، عاصم بن ثابت، خبیب ابن عدی، خالد بن البکیر، زید بن دثنہ، عبداللہ بن طارق۔

۵- مدینہ طیبہ تمام علمی وتبلیغی جدوجہد مساعی کا مرکز تھا جہاں چار بڑے معلم اور ایک خوشنویس کاتب تعلیم کے لئے مقرر تھے اور خود

سرور کائنات ﷺ اس کے مدیر اعلیٰ اور سرپرست تھے، جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا ''قرآن مجید کی تعلیم ان چار بزرگوں سے حاصل کرو ۱- عبداللہ بن مسعود ۲- سالم مولی حذیفہ ۳- ابی بن کعب ۴- معاذ بن جبل اور معلم کتاب عبداللہ بن سعید ابن العاص تھے۔ (استیعاب)

چنانچہ ماہ رمضان ۱۰ھ ہجری میں قبیلہ عامر کے دس نفر ایمان لائے اور مدینہ طیبہ کے مرکزی دارالعلوم میں تعلیم حاصل کی، حضرت ابی بن کعب ان کے استاذ تھے۔

اور اس سال قبیلہ بنی حنیفہ کا ایک وفد اسلام لایا جنہوں نے دوسرے طلباء کے ساتھ موصوف ہی کے حلقہ درس میں داخل ہو کر تعلیم حاصل کی۔ (ابن خلدون)

پھر قبیلہ تمیم کے ستر ۷۰، اسی ۸۰ آدمی اسلام لا کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو انہوں نے بھی اسی مرکزی دارالعلوم میں پڑھا۔ (استیعاب)

اور قبیلہ بنی سلاماں کے سات طلباء علم مدینہ طیبہ پہنچے جن کے سردار حضرت خبیب تھے، انہوں نے بھی اسی مرکز علم سے خوشہ چینی کی۔ (ابن خلدون)

اس کے علاوہ بہت سے خوش نصیب عالی مرتبت صحابہ ایسے بھی تھے جن کی تعلیم و تربیت سرور کائنات ﷺ خود بنفس نفیس فرماتے تھے جن کے سرفہرست حضرت خلفاء راشدین، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوذر، حضرت انس وغیرہ تھے اور حضرت ابوالدرداء نے تمام قرآن مجید حضور ﷺ ہی سے یاد کیا۔ (تذکرۃ ذہبی)

یہ سب حضور اکرم ﷺ کی شان انما بعثت معلما کا فیض تھا کہ خود حضور ﷺ کا امتیاز خصوصی علم و تعلیم کی زیادہ سے زیادہ ترویج و اشاعت تھا، یہی وجہ تھی کہ تھوڑے ہی دنوں میں سرزمین عرب کا جہالت کدہ علوم و فنون کا گہوارہ بن گیا اور ان ہی عربوں کی شاگردی ایشیا، افریقہ اور یورپ تک نے اختیار کی۔

اس عہد نبوی ہی کے علمی شوق کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ بخاری کتاب المغازی میں ہے کہ عمر بن سلمہ نے بیان کیا۔

''میں ۶-۷ سال کا تھا اور میرے والدین اور قبیلہ کے لوگ بھی مسلمان نہ ہوئے تھے، ہمارا گاؤں مدینہ طیبہ کے راستے پر تھا، میں ہر روز راستہ پر آ کر بیٹھ جاتا تھا اور مدینہ طیبہ آنے والوں سے پوچھ پوچھ کر قرآن مجید یاد کیا کرتا تھا، کچھ دن کے بعد جب میرے قبیلہ کے لوگ اسلام لائے اور میں بھی مسلمان ہوا تو وہ لوگ مجھ ہی کو نماز میں امام بناتے تھے، کیونکہ میں نے پہلے ہی سے راستہ پر گزرنے والوں سے قرآن مجید کا بہت سا حصہ یاد کر لیا تھا اور مجھ سے زیادہ کسی کو یاد نہ تھا''۔

معجم البلدان میں کوفہ کے بیان میں امام احمد سے سفیان ثوریؒ کا یہ مقولہ نقل کیا ہے۔ ''احکام حج کے لئے مکہ، قرأت کے لئے مدینہ اور حرام و حلال کے لئے کوفہ مرکز ہے''۔

مرکز علم کوفہ کے دارالعلوم سے فارغ شدہ علماء

ابن قیم نے امام صاحبؒ کے زمانہ تک ایسے محدثین، فقہا، مفتیین و قضاۃ کے پانچ طبقے گنائے ہیں۔

۱- طبقہ اول میں- علامہ شعبی کوفی، علقمہ بن قیس کوفی، اسود بن یزید کوفی، مسروق الاجدع (متبنیٰ حضرت عائشہؓ) عمرو بن میمون کوفی، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، عبیدہ بن عمر کوفی، قاضی شریح کوفی، قاضی سلیمان بن ربیعہ کوفی، عبدالرحمٰن بن یزید کوفی، ابو وائل کوفی وغیرہ، یہ اکابر محدثین اکابر تابعین سے ہیں جو ابن مسعودؓ اور علیؓ کے خاص شاگرد تھے۔

۲- طبقہ دوم میں- ابراہیم نخعی، قاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ، ابوبکر بن موسیٰ، محارب بن وثار، حکم بن عتبہ، جبلہ بن سہیم وغیرہ۔

۳- طبقہ سوم میں- حماد بن ابی سلیمان، سلیمان اصغر، سلیمان اعمش، مسعر بن کدام وغیرہ۔

۴-طبقہ چہارم میں-محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، عبداللہ بن شبرمہ، قاسم بن معن، سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ، حسن بن صالح وغیرہ۔

۵-طبقہ پنجم میں-اصحاب ابی حنیفہ، حفص بن غیاث، وکیع بن الجراح، زفر بن ہذیل، حماد بن ابی حنیفہ، حسن بن زیاد، محمد بن الحسن، عافیۃ القاضی، اسد بن عمرو، نوح بن دراج، القاضی، یحییٰ بن آدم اور اصحاب سفیان ثوری وغیرہ۔

تہذیب التہذیب میں ہے کہ جب حماد فقیہ العراق حج سے واپس آئے تو فرمایا-''اے اہل کوفہ! میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ کوفہ کے کمسن لڑکے عطاء، طاؤس، مجاہد محدثین مکہ سے افقہ ہیں''۔

صحیح حاکم میں شعبی سے روایت ہے کہ صحابہ میں ٦ قاضی تھے، جن میں سے تین مدینہ میں تھے، عمر، ابی بن کعب، زید اور تین کوفہ میں علی، ابن مسعود، ابوموسیٰ۔

علامہ عبد بن رجب سے نقل ہے کہ آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا، جواب دیا تو سائل نے کہا کہ اہل شام تو آپ کی اس بات کے خلاف بتلاتے ہیں، آپ نے فرمایا''اہل شام کو ایسا مرتبہ کہاں سے حاصل ہوا؟ یہ مرتبہ تو صرف اہل مدینہ واہل کوفہ کا ہے (کہ ان کے اقوال سے حجت پکڑی جائے) (عقود الجواہر المنیفہ)

امام بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں تحصیل علم کے لئے مختلف شہروں میں گیا ہوں لیکن کوفہ و بغداد میں تو اتنی بار گیا ہوں کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا۔

شیوخ امام اعظمؒ

۱-حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

حضور ﷺ کے زمانہ خیرالقرون کے مشاہیر اصحاب فضل و کمال میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے، آپ حضرت عمرؓ سے پہلے ایمان لائے تھے اور ایمان لانے کا واقعہ استیعاب میں اس طرح ہے۔ایک روز وہ عقبہ کی بکریاں چرا رہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کا اس طرف سے گذر ہوا، حضور ﷺ نے ایک بانجھ بکری کو پکڑ کر اس کا دودھ دوہا، خود بھی نوش فرمایا اور حضرت ابوبکرؓ کو بھی پلایا، اس وقت عبداللہ ایمان لائے اور عرض کیا کہ مجھے قرآن تعلیم فرمائیے! آپ نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا **یرحمک اللہ فانک علیم معلم** (اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے تو دنیا میں علم پھیلانے والا لڑکا ہے) پھر حضور ﷺ نے ان کو اپنے پاس ہی رکھ لیا تاکہ کسی وقت علیحدہ نہ ہوں اور فرمایا کہ تمہارے اندر آنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں جب چاہو پردہ اٹھا کر بلا روک ٹوک چلے آیا کرو اور ہماری ہر قسم کی باتیں سنو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اسی وقت سے دنیا کے اس مربی اعظم اور سردار اولین و آخرین کی خدمت عالی کو لازم پکڑ لیا، ہر وقت خدمت اقدس میں حاضر رہتے اور علوم نبوت سے دامن مراد بھرتے۔(استیعاب)

پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ اختصاص اس حد تک ترقی کر گیا تھا کہ صحابہ ان کو خاندان نبوت ہی کا ایک فرد سمجھنے لگے تھے اور حضور اکرم ﷺ کی توجہ خاص اور خود موصوف کے طلب و شوق علم نے ان کو اس درجہ پر پہنچایا کہ جب عبدالرحمٰن بن یزید نے حضرت حذیفہ صحابی سے دریافت کیا کہ صحابہ میں سے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اخلاق، اعمال و سیرت کے اعتبار سے سب سے زیادہ اشبہ کون ہیں؟ تاکہ ہم ان سے استفادہ کریں، تو حذیفہؓ نے فرمایا کہ حضرت ابن مسعودؓ کے سوا کوئی صحابی ان باتوں میں آپ کے ساتھ اشبہ نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کی تکمیل علوم کے بعد حضور ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں ہی ان کو درس و تعلیم کی اجازت عطا فرمادی تھی اور قرآن و حدیث و تعلیم مسائل ہر ایک کے لئے صراحت سے صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ ابن مسعود سے حاصل کرو، استیعاب میں ہے کہ ابن مسعود قرآن مجید کے سب سے بڑے عالم اس لئے بھی تھے کہ حضرت جبریل کا معمول تھا کہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک بار قرآن مجید کا دور

کرتے تھے لیکن وفات کے سال اسی ماہ میں دو بار دور کیا اور ان دونوں دوروں میں حضرت ابن مسعودؓ بھی موجود تھے۔

اور پھر ایک بار یہ بھی فرمایا کہ ابن مسعودؓ جن امور کو پسند کریں میں ان کو اپنی ساری امت کے لئے پسند کرتا ہوں اور جن امور کو وہ ناپسند کریں میں بھی انہیں ناپسند کرتا ہوں۔ (کنز العمال، اکمال خطیب)

اور علم وفضل، سیرت وکردار کی ان عالی اسناد کے ساتھ حضور ﷺ نے ان کو کمال فہم وفراست، اعلیٰ قابلیت، انتظام ملکی، علم سیاست و تدبیر منزل اور معاملہ فہمی کی سند بھی اس طرح عطا فرمائی۔

''اگر میں کسی کو بلا مشورہ امیر المؤمنین بناتا تو بے شک ابن مسعود اس کے مستحق تھے''۔

کوفہ والوں نے ایک دفعہ فاروق اعظمؓ سے شکایت کی کہ اہل شام کے وظائف میں ترقی کر دی گئی اور ہم محروم رہے، تو انہوں نے فرمایا ''اہل شام کے تو وظائف میں ترقی کی گئی لیکن تمہارے علوم میں ترقی کی گئی ہے، کیونکہ تمہاری تعلیم کے لئے ابن مسعود کو بھیج دیا گیا ہے جن کے فضل وکمال کا اندازہ اس سے کرو کہ وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اس وقت بھی حاضر رہتے تھے، جب ہم لوگ اپنے کاروبار میں ہوتے تھے اور جب ہم لوگ پردہ کی وجہ سے اندر نہیں جا سکتے تھے اور وہ اندر ہوتے تھے''۔

یہ ابن مسعود کے لئے فاروق اعظمؓ کی طرف سے علوم قرآن وحدیث سے واقفیت تامہ کی بڑی سند ہے، ظاہر ہے کہ جو ہمہ وقت حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر باش رہا، اس نے علوم نبوت سے کتنا بڑا استفادہ کیا ہوگا۔

اور ایک دفعہ فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ ''ابن مسعود مجسم علم ہیں''۔

حضرت علیؓ سے جب حضرت عبداللہ بن مسعود کے علم کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا۔

''ابن مسعودؓ نے تمام قرآن کو پڑھا اور احادیث رسول ﷺ کو جانا، یہی کافی ہے''۔

علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں امام مسروق (جلیل القدر تابعی) سے نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو دیکھا تو ان سب کے علوم کا سرچشمہ چھ صحابہ کو پایا علی، ابن مسعود، عمر، زید، ابوالدرداء، اور ابی اس کے بعد پھر دیکھا تو ان چھ کے علم کا خزانہ حضرات علی اور ابن مسعود کو پایا، ان دونوں کا ابر علم یثرب کی پہاڑیوں سے اٹھا اور کوفہ کی وادیوں میں برسا ان دونوں آفتاب وماہتاب نے ریگستان کوفہ کے ذرہ ذرہ کو چمکا دیا تھا۔

پھر اس آفتاب خیر وسعادت اور نیر علم وفضل سے علمی دنیا نے کس قدر استفادہ کیا اس کا اندازہ اسرار الانوار کے اس اقتباس سے کیا جائے کہ۔

''کوفہ میں ابن مسعود کے حلقہ درس میں بیک وقت چار چار ہزار طلباء شریک ہوتے تھے، جس وقت حضرت علیؓ کوفہ پہنچے تو ابن مسعود اپنے شاگردوں کو لے کر استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلے، تمام میدان طلباء سے بھر گیا تھا، حضرت علیؓ نے ان کو دیکھ کر فرط مسرت سے فرمایا ''ابن مسعود! تم نے تو کوفہ کو علم وفقہ سے مالا مال کر دیا اور یہ شہر تمہاری وجہ سے علم کا مرکز ہو گیا''۔ یہ واقعہ مبسوط سرخسی وغیرہ میں بھی نقل ہوا ہے، مگر خلاف تحقیق ہے، علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں لکھا کہ ''فن تاریخ کے امام ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ اسلام میں کوئی شخص ابن مسعود کے سوا ایسا نہیں ہوا جس کے درس سے نامور علماء نکلے ہوں اور اس کے مذہب وفتاویٰ کے ساتھ یہ اعتنا کیا گیا ہو کہ ان کو حرف بحرف لکھا ہو''۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفاء ص ۱۸۵ میں لکھا ہے کہ۔

''ابن مسعودؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں اور اپنی امت کے لئے اپنے بعد، قراءۃ قرآن اور فقہ وتذکیر میں انہیں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا اور تمام اصحاب میں سے حضور ﷺ کی خدمت وصحبت کا شرف ان کو زیادہ تھا''۔

انبیاء کے بعد انسانی ترقی کا یہ سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے کہ ایک شخص علوم انبیاء کا جانشین ہو اور آگے چل کر معلوم ہوگا کہ یہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ امام اعظمؒ کے علمی خاندان کے مورث اعلیٰ ہوئے۔

۲- حضرت علقمہ بن قیس (فقیہ عراق)

جلیل القدر تابعی تھے ۶۲ھ میں وفات پائی، حضرت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، سعدؓ، حذیفہؓ اور دوسرے جلیل القدر صحابہ کی زیارت سے مشرف اوران کے علوم سے فیضیاب ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کامل و مکمل استفادہ علوم وکمالات کیا اوران کے بعد ان کی جگہ تعلیم و رشد و ہدایت کی مسند پر بٹھائے گئے، علامہ ذہبیؒ نے ان کے تذکرہ میں لکھا۔

''انہوں نے ابن مسعودؓ سے قرآن پڑھا، تجوید سیکھی اور تفقہ حاصل کیا اوران کے تمام شاگردوں میں سب سے زیادہ ممتاز ہیں''۔

جس طرح حضرت ابن مسعودؓ رسول اکرم ﷺ کے علوم، اعمال، اخلاق وعادات کا نمونہ تھے اسی طرح ان امور میں علقمہؒ ابن مسعودؓ کا نمونہ تھے، تہذیب التہذیب میں اعمش سے نقل ہے کہ۔

''عمارہ سے ابو معمر نے کہا، مجھے ایسے شخص کے پاس لے چلو جو اخلاق، عادات واعمال میں ابن مسعودؓ کا نمونہ ہو، تو عمارہؒ اٹھے اوران کو لے کر علقمہ کی مجلس میں جا بیٹھے۔

ابوالمثنیٰ نے فرمایا کہ۔

''جس نے عبداللہ بن مسعودؓ کو نہ دیکھا ہو وہ علقمہ کو دیکھ لے، ان دونوں میں کچھ فرق نہیں''۔

علقمہ فارغ التحصیل ہوئے تو حضرت ابن مسعودؓ نے ان کو مندرجہ ذیل الفاظ میں سند فضیلت عطا کی۔

''میں نے جو کچھ پڑھا اور مجھے آتا ہے وہ سب علقمہ پڑھ چکے اوران کو آگیا ہے''۔

پہلے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعودؓ صحابہ میں سب سے زیادہ قرآن وحدیث کے عالم تھے اورانہوں نے اپنے تمام علوم علقمہ کو ودیعت فرمائے تو ظاہر ہے کہ تابعین میں علقمہ سے زیادہ قرآن وحدیث کا عالم نہ تھا، علقمہؒ سے کتب احادیث میں ہزاروں احادیث مروی ہیں۔

۳- حضرت ابراہیم نخعی (فقیہ عراق)

ولادت ۵۰ھ وفات ۹۶ھ چند صحابہ کرامؓ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے، فن حدیث کے امام ہیں اوراس قدر کمال وتبحر حاصل تھا کہ ''صیر فی الحدیث'' کے خطاب سے مشہور ہوئے۔ ان کی علمی عظمت وجلال کا رعب سلاطین جیسا تھا، حالانکہ وہ شہرت سے بہت بچتے تھے، درس میں بھی ممتاز جگہ نہ بیٹھتے تھے، خلاصۃ التہذیب کے حاشیہ میں ابن شعیب سے نقل ہے کہ بصرہ، کوفہ، حجاز اور شام میں ابراہیم سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا، ابن سیرین اور حسن بصری بھی علم میں ان سے زیادہ نہ تھے۔

ان کے انتقال پر علامہ شعبی نے فرمایا تھا کہ ''انہوں نے اپنے بعد کسی کو اپنے سے زیادہ عالم نہیں چھوڑا''۔ کوفہ میں بعہدہ افتاء ممتاز تھے اور حضرت علقمہ کے افضل ترین شاگرد تھے، ان کی جگہ یہی مسند علم پر بیٹھے۔

تہذیب التہذیب میں ابوالمثنیٰ سے نقل ہے کہ ''علقمہ ابن مسعود کے فضل وکمال اور اعمال کا نمونہ ہیں اور ابراہیم نخعی تمام علوم میں علقمہ کا نمونہ ہیں، ان کی وفات کے وقت امام اعظمؒ کی عمر ۲۶ سال تھی، امام صاحب نے ان سے بھی روایت کی ہے، امام صاحب کے سال ولادت میں اختلاف ہے، علامہ کوثری نے ۷۰ھ کو ترجیح دی ہے۔

۴- حماد بن ابی سلیمان (فقیہ عراق)

خادم خاص رسول اکرم ﷺ حضرت انسؓ اور کبار محدثین زید بن وہب، سعید بن جبیر، سعید بن المسیب، عکرمہ، ابو وائل، حسن

بصری، عبدالرحمٰن بن بریدہ، عبدالرحمٰن بن سعید اور علامہ شعبی سے روایت کی اور ان کے بھی بڑے بڑے محدثین عاصم، شعبہ، ثوری، حماد بن سلمہ، مسعر بن کدام اور ہشام جیسے ائمہ فن شاگرد ہیں۔

امام بخاری و مسلم نے بھی ان سے روایت کی ہے اور سنن اربعہ میں تو بکثرت ان کی روایات ہیں، حضرت ابراہیم نخعی کے تمام شاگردوں سے افقہ ہیں۔ (بخ، تہذیب، ونیل الفرقدین ص ۸۰)

تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ابراہیم کی حدیثوں کا حماد سے زیادہ کوئی واقف نہ تھا، چنانچ ابراہیم کے بعد ان کی مسند تعلیم پر بھی وہی بٹھائے گئے اور فقیہ العراق مشہور ہوئے (وفات ۱۲۰ھ)

۵- عامر بن شراحیل الشعبی (علامہ التابعین)

ولادت ۱۷ھ وفات ۱۰۳ھ ان کو پانچ سو صحابہ کی زیارت کا شرف حاصل ہے، عاصم کہتے ہیں کہ کوفہ، بصرہ، حجاز میں شعبی سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا خود فرمایا کرتے تھے کہ بیس سال سے آج تک کوئی وایت کسی محدث سے ایسی نہیں سنی کا مجھے علم نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ صحابی نے ایک بار شعبی کو مغازی کا درس دیتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ تمام محدثین سے اور مجھ سے بھی زیادہ یہ مغازی کو جانتے ہیں، یہ صحابہؓ کے سامنے درس دیتے تھے اور صحابہ بھی شریک درس ہوتے تھے۔

ابومجاز نے کہا کہ ”حضرت سعید بن المسیب مفتی مدینہ، عطاء محدث مکہ، حسن بصری وابن سیرین محدث بصرہ سب کو میں نے دیکھا مگر شعبی کو ان سب سے زیادہ افقہ پایا۔

ابن عیینہ محدث کہا کرتے تھے کہ ابن عباس، شعبی، سفیان ثوری اپنے وقت میں بے مثل ہوئے ہیں، ابواسحاق کہا کرتے تھے کہ شعبی تمام علوم میں بے نظیر ہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کو قاضی مقرر کیا تھا۔

سب سے پہلے علامہ شعبیؒ نے ہی امام اعظمؒ کی غیر معمولی صلاحیتوں کو انداز کر کے ان کو علم حاصل کرنے کا شوق دلایا تھا اور امام صاحبؒ برسوں کے ان کے حلقہ درس میں شریک رہے، اسی لئے امام صاحبؒ کے بڑے شیوخ میں ان کا شمار ہے۔

امام صاحبؒ نے دس سال حضرت حماد کی خدمت میں رہ کر فقہ کی تحصیل کی اور دوسرے بزرگوں سے بھی استفادہ کیا اس کے بعد حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور کوفہ میں کوئی ایسا محدث نہ تھا جس سے آپ نے احادیث نہ سنی ہوں، ابوالمحاسن شافعی نے امام صاحب کے شیوخ حدیث کے نام گنائے ہیں جن میں سے ۹۳ کوفہ کے ساکن یا نزیل کوفہ تھے، جن میں سے امام شعبی کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور چند دوسرے حسب ذیل ہیں۔

۶- سلمہ بن کہیل

مشہور محدث و تابعی تھے، سفیان (استاد امام شافعیؒ) نے فرمایا کہ سلمہ ایک رکن ہیں ارکان میں سے، ابن مہدی کا قول ہے کہ کوفہ میں چار شخص سب سے زیادہ صحیح الروایۃ تھے، منصور، سلمہ، عمرو بن مرہ، ابوحصین۔

۷- سلیمان بن مہران ابومحمد الاعمش الکوفی

کوفہ کے جلیل القدر محدث و فقیہ تابعی تھے، باوجودیکہ امام صاحب کے اساتذہ کے طبقہ میں تھے اور امام صاحب نے ان سے روایات بھی کی ہیں مگر امام صاحبؒ کے تفقہ و اجتہاد کے بڑے مداح تھے۔

ایک بار امام صاحب بھی آپ کی مجلس میں تھے، کسی نے سوال کیا تو آپ نے امام صاحبؒ ہی کو جواب کے لئے ارشاد فرمایا، امام صاحب نے جواب دیا تو اس کو بہت پسند فرمایا اور پوچھا کہ یہ جواب آپ نے کس دلیل سے دیا ہے؟ امام صاحب نے فرمایا کہ فلاں حدیث سے جو آپ ہی سے میں نے سنی ہے، امام اعمش اس پر بہت متحیر ہوئے اور فرمایا کہ "اے گروہ فقہا! واقعی ہم لوگ تو صرف دوا فروش ہیں اور تم طبیب ہو"۔ (عقود الجواہر المنیفہ)

اسی طرح کا واقعہ امام اعمشؒ ہی کا امام ابو یوسفؒ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا کہ امام اعمشؒ نے فرمایا تھا کہ یہ حدیث مجھ کو اس وقت سے یاد ہے کہ تمہاری پیدائش کے آثار بھی نہ تھے لیکن اس کے معانی پر آج تنبہ ہوا، بیشک ہم لوگ دوا فروش ہیں اور آپ لوگ اطباء ہیں۔

یعنی دوا فروش تو دواؤں کے نام اور ان کے اچھے برے اقسام وغیرہ سب جانتا پہچانتا ہے لیکن طبیب نہ صرف ان چیزوں کا عالم ہوتا ہے بلکہ وہ ان کے خواص تاثرات اور طریق استعمال وغیرہ کو بھی جانتا ہے۔

امام اعمش کی ولادت باختلاف روایت ۵۹ھ یا ۶۱ھ میں ہوئی اور وفات میں بھی تین قول ہیں ۱۴۵ھ، ۱۴۷ھ اور ۱۴۸ھ واللہ اعلم۔

ان ہی اعمش سے منقول ہے کہ ابراہیم نخعی (استاذ استاذ الامام الاعظمؒ) کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ابراہیم کے سامنے جب بھی حدیث پیش کی تو اس کا علم ضرور ان کے پاس پایا اور اعمش ان کو حدیث کا صیرفی (کھرا کھوٹا پہچاننے والے) کہا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اسی لئے میں جب کسی سے حدیث سنتا ہوں تو ابراہیم پر ضرور پیش کرتا ہوں (تاکہ ان کی صحت کے بارے میں اطمینان کرلوں، نیز اعمشؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو حدیث فقہاء میں دائر و سائر ہو وہ اس سے بہتر ہے جو شیوخ (محدثین رواۃ) میں دائر و سائر ہو۔

حسب تصریح ابن عبدالبر فی التمہید اہل نقد ابراہیم نخعیؒ کے مراسیل کو صحیح احادیث کے درجہ میں سمجھتے تھے بلکہ ان کے مراسیل کو اپنے مسانید پر بھی ترجیح دیتے تھے۔

ایسے ہی اسمٰعیل بن ابی خالد کا قول ہے کہ امام شعبی، ابوالضحیٰ، ابراہیم اور ہمارے دوسرے شیوخ مسجد میں جمع ہو کر حدیث کا مذاکرہ کرتے تھے جب ان کے پاس کوئی ایسا مسئلہ آجاتا تھا جس کو وہ حل نہ کرسکتے تھے تو ابراہیم نخعی کی طرف محول کردیا کرتے تھے کہ ان سے معلوم کرو اور امام شعبی نے فرمایا کہ ابراہیم نے فقہی گھرانہ میں تعلیم و تربیت پائی ہے، اس لئے فقہ تو ان کے گھر کی چیز تھی، پھر ہمارے پاس پہنچے تو ہمارے پاس کی تمام اعلیٰ درجہ کی احادیث لے کر اپنے حاصل کردہ فقہ کے ساتھ ملالیں۔

حضرت سعید بن جبیر علمی حدیثی سوال کرنے والوں سے فرمایا کرتے تھے کہ حیرت کی بات ہے کہ تم مجھ سے سوالات کرتے ہو حالانکہ تمہارے پاس ابراہیم نخعی موجود ہیں، امام اعمش یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دیکھا کہ ابراہیم کبھی کوئی بات اپنی رائے سے نہیں کہتے تھے، معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی سے جتنے فقہی اقوال نقل کئے جاتے ہیں، خواہ وہ امام ابو یوسفؒ کی کتاب الآثار میں ہوں یا امام محمدؒ کی کتاب الآثار میں یا ابن ابی شیبہ کی مصنف میں وہ سب آثار مرفوعہ کے حکم میں ہیں۔

روایت و درایت

حق یہ ہے کہ ابراہیم نخعی روایت بھی کرتے تھے اور درایت سے بھی کام لیتے تھے جب وہ روایت کرتے تھے تو علم حدیث کے امام بلکہ حجت تھے اور جب اجتہاد و استنباط کرتے تھے تو وہ ایسے دریائے صافی تھے کہ اس میں شائبہ تکدر نہ تھا کیونکہ تمام اسباب و شرائط اجتہاد ان میں موجود تھے۔ اسی لئے حسب روایت ابی نعیم وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ "نہ کوئی رائے بغیر حدیث کے مستقیم ہے اور نہ کوئی حدیث بغیر رائے کے"۔

اور یہی بہترین طریقہ ہے حدیث و رائے کو جمع کرنے کا، خطیب نے بھی الفقیہ و المتفقہ میں ابراہیم نخعی کا قول نقل کیا ہے کہ جب حدیث صریح مل جاتی ہے تو اس سے مسائل کا جواب دیتا ہوں اور جب حدیث نہیں ملتی تو میں دوسری احادیث کی روشنی میں قیاس کرکے

جواب دیتا ہوں، غرض یہی صحیح فقہ ہے۔

شیخ حماد: یہی امام جلیل ابراہیم نخعی تھے جن سے حدیث وفقہ حماد بن ابی سلیمان نے حاصل کیا اور ان کے جانشین ہوئے۔

امام اعظمؒ: امام اعظمؒ ان حماد سے حدیث وفقہ کا علم حاصل کر کے ان کے جانشین ہوئے، خود شیخ حماد کی موجودگی میں امام صاحبؒ کا طرز یہ تھا کہ جب کوئی آ کر سوال کرتا تو جواب دیتے پھر فرماتے کے ٹھیرو! میں آتا ہو، حماد کی خدمت میں جاتے اور فرماتے کہ میں نے ایک شخص کو اس طرح جواب دیا ہے، آپ کیا فرماتے ہیں؟ شیخ حماد فرماتے کہ ہمیں اس بارے میں حدیث اس طرح پہنچی ہے، ہمارے اصحاب کا قول اس طرح ہے، ابراہیم کا قول یہ ہے، امام صاحب دریافت کرتے کہ کیا میں آپ سے اس حدیث کی روایت کردوں؟ حماد فرماتے کہ ہاں۔

اللہ اکبر! یہ تھا امام اعظمؒ کا ورع وتقویٰ اور احتیاط کس کس طرح ایک ایک مسئلہ کی تحقیق اپنے شیخ سے کرتے تھے اور حدیث کو روایت کرنے کی اجازت لیتے تھے، حدیث کی عظمت وقدر ان کے اور ان کے شیوخ کے دلوں میں کس قدر تھی! کہنے والوں نے امام اعظم کو کیا کچھ نہیں کہا مگر واقعات وحقائق پر پوری طرح نظر رکھنے والے کبھی وہ جھوٹی باتیں امام صاحبؒ کی طرف منسوب نہیں کر سکتے جو امام صاحب کے دشمنوں اور حاسدوں نے کہی ہیں۔

امام صاحب اس طرح مسئلہ کی تحقیق کرنے کے بعد باہر آ کر پھر اس سائل کا مزید اطمینان کر دیا کرتے تھے، پھر اس طرح سے حاصل کئے ہوئے علم میں جو خیر وبرکت تھی وہ بھی سب نے دیکھ لی۔

تفقہ وتحدیث

ابن عدی نے کامل میں بطریق یحیٰ بن معین نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ شیخ حماد نے فرمایا "میں قتادہ، طاؤس اور مجاہد سے ملا ہوں، تمہارے بچے ان سے زیادہ علم رکھتے ہیں، بلکہ بچوں کے بچے بھی زیادہ علم والے ہیں، اور یہ انہوں نے کسی شیخی یا بڑائی سے نہیں کہا، بلکہ بطور تحدیث نعمت کہا اور اس وجہ سے کہا کہ اس زمانہ کے بعض اہل حدیث جن کو فقہ سے مناسبت نہ تھی فقہ پر بے جا تنقید کرتے تھے، مسجد کوفہ میں بیٹھ کر غلط فتویٰ دیتے تھے اور ساتھ ہی بطور تعلّی یہ بھی کہا کرتے تھے کہ شائد یہاں کے کچھ بچے ان مسائل میں ہماری مخالفت کریں گے، بچوں سے ان کی مراد وہ طلباء وتلامذہ ہوتے تھے جو ابتدائی تعلیم حاصل کرتے ہیں، بہ تصریح ابن عدی منقول ہے کہ ابراہیم سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد ہم کس سے تحقیق مسائل کریں؟ تو فرمایا حماد سے۔

شیخ حماد کی جانشینی

عقیلی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ابراہیم کی وفات کے بعد پانچ اشخاص نے مل کر چالیس ہزار روپے جمع کئے، ان میں ایک امام ابو حنیفہؒ بھی تھے اور یہ رقم لے کر حکم بن عقبہ کے پاس گئے کہ آپ ہماری جماعت کی سرپرستی کریں اور یہ رقم اپنے پاس رکھیں (غالباً اس رقم سے جماعت اہل علم کی ضروریات کا تکفل پیش نظر ہوگا، انہوں نے انکار کیا تو شیخ حماد کی خدمت میں پہنچے انہوں نے اس خدمت کو قبول فرمالیا۔

کوفہ کے محدثین وفقہاء

علامہ محدث رامہرمزی نے "الفاصل" میں حضرت انس بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ میں کوفہ پہنچا تو دیکھا کہ ہاں چار ہزار طلباء تحصیل علم حدیث کر رہے تھے اور چار سو فقہا تھے، سواء کوفہ کے کون سا شہر بلاد اسلامیہ کے شہروں میں سے ایسا تھا جس میں اتنی بڑی تعداد محدثین وفقہا کی بیک وقت موجود رہی ہو۔

رامہرمزی نے یہ بھی فرمایا کہ حافظ عفان محدث نے بتلایا کہ دوسری جگہوں پر روایت حدیث کا طریقہ ایسا تھا کہ ایک محدث کے پاس سے جو احادیث ملتی تھیں وہ دوسرے کے پاس نہیں ملتی تھیں مگر کوفہ پہنچ کر ہم نے چار ماہ رہ کر پچاس ہزار احادیث لکھیں اور ہم چاہتے تو ایک لاکھ بھی لکھ سکتے تھے مگر ہم نے ہر محدث سے وہی حدیثیں لیں جن کی تلقی بالقبول عام طور سے امت میں ہو چکی تھی بجز شریک کے کہ انہوں نے ہماری اس خواہش کی رعایت نہیں کی۔

خیال کیجئے کہ اتنی سخت شرط کے ساتھ اتنی بڑی مقدار میں مسند احمد میں کہ اتنی زیادہ نہیں ہیں، صرف چار ماہ کے اندر احادیث مشہورہ متلقاۃ بالقبول کا بہ آسانی جمع کر لینا مرکز علم کوفہ کی کتنی بڑی فضیلت وخصوصیت ہے۔

امام بخاری اور کوفہ

غالباً اسی وجہ سے امام بخاری نے فرمایا تھا کہ میں تحصیل علم حدیث کے لئے کوفہ میں اتنی مرتبہ آیا گیا ہوں کہ ان کا شمار نہیں کر سکتا۔

یہ عفان بن مسلم الانصاری البصری، امام بخاری اور امام احمد وغیرہ کے استاذ ہیں، یہ روایت حدیث میں اس قدر محتاط تھے کہ ابن المدینی فرمایا کرتے تھے کہ کسی حدیث کے ایک حرف میں بھی ان کو شک ہو جاتا تو اس کی روایت نہیں کرتے تھے (تقدمہ نصب الرایہ للکوثریؒ)

جس مرکز علمی سے ایسی سخت شرطوں کے ساتھ محتاط محدثین نے احادیث جمع کی ہوں اور امام بخاری ایسے جلیل القدر امام حدیث نے بھی سب سے زیادہ اسی شہر سے علمی استفادہ کیا ہو، اس شہر میں امام اعظمؒ اور ان کے اصحاب وتلامذہ کے پاس کیسے کیسے بیش قیمت حدیثی ذخیرہ ہوں گے جن کی ساری عمریں اسی مرکز میں بسر ہوئیں۔

امام صاحب اور محدثین کی مالی سرپرستی

امام صاحب کو جماعت اہل علم کی مالی سرپرستی کا بھی ابتداء سے ہی کس قدر خیال تھا کہ بڑی بڑی رقوم جمع کرتے تاکہ محدثین وفقہاء پورے فراغ واطمینان سے صرف تحصیل حدیث وفقہ کی طرف متوجہ رہیں، یہ ابتداء حال کا حوالہ میں نے اس لئے دیا کہ بعد کو جب امام صاحب خود ایک امام بلکہ امام الائمہ اور سید الفقہاء بنے تو اس وقت تو انہوں نے اہل علم کی وہ مالی خدمات کی ہیں کہ اس کی نظیر بھی مشکل سے ملے گی، امام صاحب کے حالات میں انشاءاللہ ذکر کا موقع بھی آئے گا۔

کثرت محدثین وقلت فقہاء

ایک اہم چیز قابل لحاظ یہاں یہ بھی ہے کہ سب جانتے ہیں کہ صحابہؓ کے دور میں صرف محدثین تو ہزاراں ہزار تھے لیکن فقہا صحابہ صرف چند ہی تھے جن کو آپ چاہیں تو انگلیوں پر گن لیں۔

اسی طرح آپ نے ابھی پڑھا کہ مرکز علمی کوفہ میں بھی تعداد فقہاء کی بہ نسبت محدثین کے بہت کم ہے حالانکہ حضرت علیؓ وعبداللہ ابن مسعودؓ کی وجہ سے وہ خاص طور سے فقہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقیہ کی مہم بہت شاق اور فقہ کا علم سب سے زیادہ دشوار ہے اور جن حضرات نے فقہ کو سہل وآسان قرار دیا وہ درست نہیں، پھر جن حضرت نے فقہ وحدیث دونوں میں کمال حاصل کیا ان کا مرتبہ سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔

واقعہ امام احمد رحمہ اللہ

علامہ سیوطی نے ''تدریب'' میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے امام احمدؒ کو ملامت کی کہ آپ سفیان بن عیینہ کو چھوڑ کر امام شافعی کی مجلس

میں کیوں جاتے ہیں؟ امام احمدؒ نے اس کو کیا اچھا جواب دیا، سنئے! فرمایا۔

''خاموش رہو! تم نہیں سمجھتے کہ اگر تمہیں کوئی حدیث اونچی سند سے کسی بڑے محدث کے پاس بیٹھ کر نہ ملی تو وہی حدیث کسی قدر نزول کے ساتھ دوسرے محدث سے مل جائے گی، اس سے کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا! لیکن اگر تم اس جوان (امام شافعیؒ) کی عقل وفہم سے فائدہ نہ اٹھا سکے تو اس کا تدارک کسی دوسری جگہ سے ہرگز نہ ہو سکے گا''۔

واقعہ والد شیخ قابوس

رامہرمزی نے ''الفاصل'' میں قابوس سے نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کو چھوڑ کر علقمہ کے پاس کیوں جایا کرتے ہیں؟ فرمایا ''بات یہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ خود رسول اکرم ﷺ کے صحابہ ان کے پاس مسائل کی تحقیق کے لئے آتے ہیں''۔

ان کے علاوہ کوفہ میں ۳۲ حضرات فقہا تابعین اور بھی ایسے موجود تھے جو صحابہ کی موجودگی میں ''ارباب فتویٰ'' سمجھے جاتے تھے، قاضی شریح کو خود حضرت علی ؑ نے ''اقضی العرب'' کا خطاب مرحمت فرمایا تھا، یہ بات اور ہے کہ آگے چل کر امام اعظمؒ کے تفقہ کے سامنے ان کے تفقہ کا رنگ بھی پھیکا پڑ گیا تھا اور ایسا ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ قاضی شریح کی توثیق وتوصیف اگر حضرت علیؓ نے فرمائی تھی تو امام اعظمؒ کے تفقہ یا علمی ودینی بصیرت کی شہادت بطور بشارت وپیشگوئی سید الانبیاء رحمت دوعالم ﷺ نے دی تھی۔

دین ورائے

درحقیقت دین ورائے کو جمع کرنا ہی سب سے بڑا فقہا محدثین کا کمال تھا لیکن اس کمال کے لئے بہت بڑی عقل وسمجھ کی ضرورت ہے من یرد الله به خیر ایفقهه فی الدین سے اسی دین ورائے کے جمع کرنے کی استعداد وصلاحیت کی طرف اشارہ ہے۔

واقعہ سفر شام حضرت عمرؓ

حضرت عمرؓ کے سفر شام کے مشہور واقعہ کو یاد کیجئے، شام کے قریب پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہاں وباء پھیلی ہوئی ہے، رک جاتے ہیں، آگے قدم نہیں بڑھاتے، اپنے رفقاء سے شہر میں داخل ہونے نہ ہونے کے بارے میں مشورہ کرتے ہیں اور پھر قطعی فیصلہ کر لیتے ہیں کہ اسی جگہ سے مدینہ طیبہ کو واپس ہو جائیں۔

گورنر شام حضرت ابوعبیدہ (جلیل القدر صحابی) متحیر ہو کر حضرت عمرؓ سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ خدا کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ جواب میں فرماتے ہیں کہ ہاں! ہم خدا کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں، پھر مثال سے سمجھایا کہ اگر ایک زمین خشک ہو اور دوسری سرسبز تو چرواہا اپنے جانور اگر بجائے خشک زمین کے سرسبز زمین میں چرائے گا تو کیا تم اس کے اس عمل کو خدا کی تقدیر سے بھاگنا کہو گے؟ جس طرح وہ تقدیر سے بھاگنا نہیں، یہ بھی نہیں۔

فقیہ کا منصب

یہ حضرت عمرؓ کی اپنی فراست وفقاہت تھی، جس میں ان کا مرتبہ حضرت ابوعبیدہ جیسے ہزاروں صحابیوں سے بڑھا ہوا تھا، ایسے فیصلوں کو کسی ایک حدیث واثر کے خلاف بظاہر سمجھا جاتا ہے یا باور کرایا جا سکتا ہے مگر درحقیقت ان فیصلوں کے پیچھے کتاب وسنت کی دوسری تصریحات واشارات ہوتے ہیں، جن پر ہر ایک کی نظر نہیں جاتی، یہ صرف فقیہ ہی کا کام ہے کہ وہ تمام جوانب کو مستحضر رکھتا ہے اور حقائق ومعانی سے اس کی نظر کسی وقت نہیں ہٹتی۔

ایسے ہی مواقع میں جب کبھی امام اعظمؒ کے کسی فیصلہ پر اس زمانہ کے اہل حدیث تنقید کرتے تھے تو حضرت امیر المومنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارکؒ (جو امام بخاری کے کبار شیوخ میں ہیں) فرمایا کرتے تھے کہ "اس جگہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے مت کہو بلکہ حدیث کی تشریح کہو"۔ یعنی جس کو تم امام کی ذاتی رائے سمجھ کر اعتراض کر رہے ہو وہ درحقیقت ان کی اپنی رائے نہیں بلکہ حدیث کے معنی، مراد اور شرح ہی ہے۔

۸-ابو اسحاق سبیعی

کبار تابعین سے تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور بہت سے صحابہ سے جن کے نام علامہ نووی نے تہذیب الاسماء میں لکھے ہیں) احادیث سنیں، عجلی نے کہا کہ ۳۰ صحابہ سے بالمشافہ روایت کرتے تھے، علی بن المدینی (استاد بخاریؒ) کا قول ہے کہ ابو اسحاق کے شیوخ الحدیث کم وبیش تین سو تھے۔

۹-سماک بن حرب

بڑے محدث اور تابعی تھے، حضرت سفیان ثوری نے کہا کہ سماک نے حدیث میں کبھی غلطی نہیں کی، خود سماک نے فرمایا کہ میں ۸۰ صحابہ سے ملا ہوں۔

۱۰-ہشام بن عروہ

مشہور تابعی تھے، بہت سے صحابہ سے روایت کرتے تھے، بڑے بڑے ائمہ حدیث مثل سفیان ثوری، امام مالک، سفیان بن عیینہ ان کے شاگرد تھے، ابن سعد نے ثقہ کثیر الحدیث کہا، ابو حاتم نے امام حدیث۔

بصرہ

کوفہ کے بعد امام صاحب نے بصرہ کا رخ کیا اور قتادہ سے حدیث حاصل کی جو بہت بڑے محدث اور مشہور تابعی تھے، عقود الجمان میں ہے کہ امام صاحبؒ نے شعبہ سے روایت کی اور انہوں نے اپنے سامنے ہی امام صاحب کو فتویٰ و روایت کی اجازت بھی دیدی تھی۔

۱۱-قتادہ

حضرت قتادہ نے حضرت انس بن مالکؓ، عبداللہ بن سرجسؓ، ابوالطفیل وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کی۔

۱۲-شعبہ (متوفی ۱۶۰ھ)

بڑے مرتبہ کے محدث تھے، سفیان ثوری نے ان کو فن حدیث میں امیر المومنین مانا ہے، امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کا رواج نہ ہوتا، حضرت شعبہ امام صاحبؒ کے ساتھ خاص تعلق رکھتے تھے اور غائبانہ تعریف و توصیف کیا کرتے تھے۔

ایک روز فرمایا- جس طرح میں جانتا ہوں کہ آفتاب روشن ہے، اسی یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہؒ ہم نشین ہیں، یحییٰ بن معین سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا ابو حنیفہ کے بارے میں کیا خیال ہے، فرمایا کہ اس قدر کافی ہے کہ شعبہ نے ان کو حدیث و روایت کی اجازت دی، اور شعبہ آخر شعبہ ہی ہیں۔ (عقود الجمان)

بصرہ کے دوسرے شیوخ عبدالکریم، ابو امیہ اور عاصم بن سلیمان الاحول وغیرہ سے بھی امام صاحب نے احادیث سنیں۔

مکہ معظمہ

بصرہ کے بعد امام صاحبؒ نے تکمیل علم حدیث کے لئے مکہ معظمہ کے شیوخ حدیث سے استفادہ کیا۔

۱۳-عطاء بن ابی رباح

مشہور تابعی اور مکہ معظمہ کے ممتاز ترین محدث تھے، اکابر صحابہ نے استفادۂ علوم کیا اور درجہ اجتہاد کو پہنچے خود فرمایا کرتے تھے کہ میں دو سو اصحاب رسول اللہ ﷺ سے ملا ہوں، عطاء ۱۱۵ھ تک زندہ رہے اور امام صاحب جب بھی مکہ معظمہ حاضر ہوتے تھے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ فرماتے تھے۔

۱۴-عکرمہ

عطاء کے علاوہ امام صاحبؒ نے مکہ معظمہ کے دوسرے محدثین سے بھی حدیث حاصل کی جن میں سے حضرت عکرمہ (شاگرد حضرت عبداللہ بن عباس) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں جنہوں نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہ صحابہ سے علم حدیث حاصل کیا تھا اور کم و بیش ستر مشہور تابعین تفسیر و حدیث میں ان کے شاگرد ہیں۔

مدینۃ الرسول ﷺ

مکہ معظمہ کے بعد امام صاحبؒ نے مدینہ طیبہ کا رخ کیا اور وہاں کے شیوخ سے استفادہ فرمایا مختصر حالات ان شیوخ کے ملاحظہ کیجئے۔

۱۵-سلیمان

امام صاحبؒ نے تحصیل حدیث میں علماء و محدثین مدینہ طیبہ سے بھی استفادہ کیا جن میں سے ایک حضرت سلیمان تھے جو ام المومنین حضرت میمونہؓ کے غلام تھے اور مدینہ طیبہ کے مشہور فقہائے سبعہ میں سے تھے۔

۱۶-سالم

دوسرے حضرت سالم امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے پوتے تھے، یہ بھی وہاں اس وقت علم فقہ حدیث اور مسائل شرعیہ میں مرجع عام و خاص تھے۔

شام

ملک شام کے مشہور و معروف امام حدیث و فقہ اوزاعی سے بھی امام صاحب مکہ معظمہ میں ملے ہیں اور دنوں میں علمی مذاکرات جاری رہے ہیں، حضرت عبداللہ بن مبارک (تلمیذ خاص امام اعظمؒ) کا بیان ہے کہ میں امام اوزاعی کی خدمت میں شام حاضر ہوا تو انہوں نے پہلی ہی ملاقات میں دریافت کیا کہ کوفہ میں ابوحنیفہؒ کون ہیں جو دین میں نئی نئی باتیں نکالتا ہے، اس پر میں خاموش رہا اور امام اوزاعی کو امام صاحب کے خاص خاص مشکل استنباطی مسائل سناتا رہا اور جب پوچھتے کہ یہ کس کی تحقیق ہے تو کہتا کہ عراق کے ایک عالم ہیں وہ کہتے کہ وہ تو بڑے فقیہ معلوم ہوتے ہیں۔

ایک روز کچھ لکھے ہوئے اجزاء لے گیا جن میں امام صاحب کے ملفوظات قیمہ تھے اور سرنامہ پر ہی قال نعمان بن ثابت تحریر تھا، غور سے پڑھا، پھر پوچھا کہ یہ نعمان کون بزرگ ہیں؟

میں نے کہا کہ عراق کے ایک شیخ ہیں جن کی صحبت میں میں رہا ہوں، فرمایا کہ یہ بڑے پایہ کا شخص ہے، میں نے کہا کہ یہ وہی ابوحنیفہ ہیں جن کو آپ مبتدع بتلاتے تھے، امام اوزاعی کو اپنی غلطی پر افسوس ہوا اور جب حج کے لئے گئے تو امام صاحب سے ملاقات ہوئی اور ان ہی مسائل مبہمہ کا ذکر آیا اور امام صاحب نے اس خوبی سے تقریر فرمائی کہ امام اوزاعی حیران رہ گئے اور امام صاحب کے جانے کے بعد مجھ سے کہا کہ- ''اس شخص کے کمال نے اس کو لوگوں کی نظر میں محسود بنا دیا ہے، بے شبہ میری بدگمانی غلط تھی جس کا مجھے افسوس ہے''۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام

اوزاعی اور امام صاحب کے درمیان مذاکراتی افادہ کا تعلق رہا ہے۔

یہاں چند شیوخ کے اسماء گرامی ہم نے ذکر کر دیئے ہیں ورنہ امام صاحبؒ کے شیوخ حدیث کثیر تھے، امام ابوحفظ کبیر (تلمیذ امام محمدؒ وشیخ امام بخاری نے تو دعویٰ کیا ہے کہ امام صاحب نے کم سے کم چار ہزار اشخاص سے احادیث روایت کی ہیں صرف شیخ حماد ہی سے دو ہزار حدیث کی روایت منقول ہے۔

علامہ ذہبی نے بھی تذکرۃ الحفاظ میں شیوخ کے نام گنا کر آخر میں ''وخلق کثیر'' لکھا ہے اور حافظ ابوالمحاسن شافعی نے عقود الجمان میں کئی سو حضرات شیوخ کے نام بقید نسب لکھے ہیں۔

خاص بات قابل ذکر یہ بھی ہے کہ امام صاحب کے اساتذہ اکثر تابعین ہیں اور رسول اکرم ﷺ تک صرف ایک واسطہ ہے، یا وہ لوگ ہیں جو مدت تک بڑے بڑے تابعین کی صحبت میں رہے تھے اور علم وفضل، دیانت و پرہیزگاری کے اعلیٰ نمونہ خیال کئے جاتے تھے، ان دو قسموں کے سوا بہت کم ہیں۔

امام اعظمؒ کے پاس ذخیرہ حدیث

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ''شرح سفر السعادت'' میں لکھا ہے کہ علماء سے منقول ہے کہ امام صاحب کے پاس بہت سے صندوق تھے جن میں احادیث مسموعہ کا ذخیرہ محفوظ تھا اور آپ نے تین سو تابعین سے علم حاصل کیا اور کل اساتذہ حدیث آپ کے چار ہزار تھے، جن کو کچھ لوگوں نے بحروف تہجی جمع کیا ہے، حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر وغیرہ ائمہ شافعیہ نے بھی اسی تعداد کو ذکر کیا ہے، مسند خوارزمی میں بھی سیف الائمہ سائلی سے یہی تعداد نقل کی گئی ہے۔

خاص کوفہ ہی جو امام اعظم کا مولد ومسکن تھا، اس میں ایک ہزار سے زیادہ صحابہ تو طبقات ابن سعد وغیرہ میں بھی مذکور ہیں لیکن ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ قدس سرہ درس بخاری شریف میں فرمایا کرتے تھے کہ وہاں کئی ہزار صحابہ پہنچے ہیں۔

اسی لئے عفان بن مسلم نے کوفہ میں صرف چار ماہ اقامت کر کے پچاس ہزار حدیثیں لکھ لیں اور وہ بھی ایسی جو جمہور کے نزدیک مسلم و مقبول تھیں، یہ بات کوفہ کے سواء دوسری کسی جگہ کو خود ان ہی کے قول سے حاصل نہیں تھی، جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہی اور یہی وجہ ہے کہ تمام اکابر ائمہ وحفاظ حدیث کو طلب حدیث کے لئے کوفہ کا سفر کرنا ناگزیر ہو گیا تھا۔

رجال کی کتابیں دیکھئے تو ہزاروں راوی کوفہ ہی کے ملیں گے جن کی روایت سے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دوسری کتب صحاح بھری ہوئی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ محدثین نے اپنی کتب صحاح میں تعامل سلف کے ساتھ اہل کوفہ کا تعامل بھی بڑی اہمیت سے نقل کیا ہے یہاں تک کہ امام ترمذی نے احکام فقہی کا کوئی باب کم چھوڑا ہے، جہاں اعتناء کے ساتھ اہل کوفہ کا مذہب نقل نہ کیا ہو اور اہل کوفہ کو ''اعلم بمعانی الحدیث'' اور ''اہل علم'' کے خطابات سے بھی نوازا ہے۔

یہ بات اس لئے اور زیادہ اہم ہو جاتی ہے کہ امام ترمذی، امام بخاری کے شاگرد رشید ہیں، ان سے ترمذی میں نقل حدیث بھی کرتے ہیں، باوجود اس کے جب مسائل واحکام میں دوسرے ائمہ کے مذاہب نقل کرتے ہیں تو امام بخاری کا مذہب نقل نہیں کرتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کو مجتہد مطلق ماننے کو وہ بھی تیار نہ تھے، حالانکہ آجکل کے اہل حدیث امام بخاری کو مجتہد منوانے پر بڑا زور صرف کرتے ہیں، ہم بھی امام بخاری کو مجتہد مانتے ہیں مگر مجتہدین کے مدارج ومراتب ہیں، امام اوزاعی بھی مجتہد تھے بلکہ ان کا مذہب بھی تیسری صدی کے وسط تک معمول بہ رہا، اسی طرح اور بھی ہوئے ہیں، مگر جو اجتہاد کا مرتبہ عالیہ ائمہ اربعہ کو حاصل ہوا وہ دوسروں کو حاصل نہ ہو سکا اور ان میں سے

بھی جومنصب عالی امام اعظمؒ کونصیب ہوا، دوسروں کی رسائی وہاں تک نہ ہوسکی، امام صاحبؒ کا یہ تفوق اپنوں اور غیروں سب ہی میں تسلیم شدہ ہے اور اسکا انکار روز روشن میں آفتاب عالم تاب کا انکار ہے جن لوگوں نے ایسا کیا ہے اس کا سبب محض حسد وعداوت یا امام صاحبؒ کے مدارک اجتہاد سے ناواقفیت ہے۔

علامہ شعرانی شافعی نے ''میزان کبریٰ'' میں حضرت سیدنا علی الخواص شافعیؒ سے نقل کیا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مدارک اجتہاد اس قدر دقیق ہیں کہ ان کو اولیاء اللہ میں سے بھی صرف اہل کشف ومشاہدہ اچھی طرح جان سکتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ وضو کے مستعمل پانی میں گناہوں کا مشاہدہ کرتے تھے اور وضو کرنے والے کو تنبیہ فرمادیا کرتے تھے زنا، غیبت یا شرب وغیرہ سے توبہ کرے جس میں ہو مبتلا ہوتا تھا۔

نیز فرمایا کہ اہل کشف وضوء کے مستعمل پانی میں گناہوں کے اثرات اس طرح مشاہدہ کرتے ہیں جس طرح تھوڑے پانی میں نجاست غلیظہ پڑی ہو یا کتا مرا ہوا سڑ رہا ہو جس کو سب لوگ ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں، اسی لئے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسف ماء مستعمل کو مکروہ فرماتے تھے اور انہوں نے اس کی تین قسمیں کردی ہیں، ایک مثل نجاست غلیظہ کے جب کہ مکلف نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو، دوسری مثل نجاست متوسطہ جب کہ ارتکاب صغیرہ کیا ہو، تیسری طاہر غیر مطہر اس احتمال پر کہ اس نے کسی مکروہ کا ارتکاب کیا ہو۔

علامہ شعرانی نے فرمایا کہ میں نے یہ سن کر عرض کیا کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسف اہل کشف وشہود میں سے تھے، انہوں نے فرمایا، ہاں یہی بات ہے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے صاحب امام ابویوسف اکابر اہل کشف میں سے تھے اور اسی لئے وہ ماء مستعمل میں کبائر، صغائر اور مکروہات کو الگ الگ ممتاز حالت میں مشاہدہ کرتے تھے، رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ کاملۃ تامۃ۔

غرض یہ تھا امام اعظم کا مولد ومسکن اور علمی گہوارہ جس کی آغوش میں رہ کر انہوں نے تربیت پائی اور مذکورالصدر قسم کے اکابر کے علوم نبوت سے سیراب ہوکر انہوں نے اپنی ساری عمر خدمت حدیث وفقہ میں بسر کی۔

ظاہر ہے کہ ایسی علمی وحدیثی سرزمین کا محدث اعظم اور فقیہ معظم بھی اگر کتاب وسنت کا پورا پورا متبع نہیں ہوا تو اور کون ہوسکتا ہے، اس کے بعد امام احب کے کسی قدر تفصیلی تعارف کے لئے ہم ان کے علمی وعملی کارناموں پر روشنی ڈالتے ہیں تا کہ ''انوارالباری'' میں زیر بحث آنے والے فقہی مسائل میں آپ کی عظمت وسیادت کی تصدیق ہو۔

وما توفیقنا الا باللہ علیہ توکلنا والیہ انیب

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لوکان الایمان عند الثریا لناله رجل من هؤلاء (ابناء فارس)

یعنی

امام الائمہ، سراج الامہ، حافظ حدیث، الحجۃ الثبت سید الفقہاء و المجتہدین شیخ المحدثین

فقیہ الملت ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

کے علمی و عملی کمالات کا مرقع جمیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات امام اعظمؒ

تاریخ ولادت وغیرہ

تاریخ خطیب اور تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں سند صحیح سے نقل ہے کہ امام صاحب کے پوتے اسماعیل نے کہا کہ میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن مرزبان فارس کے ابناء احرار میں سے ہوں اور خدا کی قسم ہم پر کبھی غلامی کا دور نہیں آیا، آپ کے آباء واجداد رؤساء میں سے تھے، ان کے والد ثابت بڑے تاجر تھے، حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے ان کے خاندان کے لئے دعا فرمائی تھی۔ (تاریخ بغداد لابن جزلہ)

۸۰ھ ہجری[1] میں پیدا ہوئے، سنہ ولادت میں اختلاف ہے علامہ کوثری نے ۷۰ھ کو قرائن ودلائل سے ترجیح دی ہے۔

۸۷ھ ہجری میں اپنے والد کے ساتھ حج کو گئے وہاں حضرت عبداللہ بن الحارث صحابی سے ملے اور حدیث سنی۔

۹۶ھ ہجری میں پھر حج کو گئے اور جو صحابہ زندہ تھے ان سے ملے۔

درمختار میں ہے کہ آپ نے بیس ۲۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔

خلاصہ واکمال فی اسماء الرجال میں ہے کہ چھبیس ۲۶ صحابہ کو دیکھا ہے۔

سکونت: امام صاحبؒ کا وطن کوفہ حدیث کا سب سے بڑا مرکز تھا کیونکہ کوفہ میں ہزاروں صحابہ مقیم رہے، طبقات ابن سعد میں ایک ہزار سے زیادہ فقہاء کوفہ کا ذکر ہے جن میں ڈیڑھ سو صحابہ ہیں، کوفہ میں تین سو صحابہؓ تو **بیعت** الرضوان میں شریک ہونے والے ہی تھے اور ستر بدری تھے۔ (طبقات ابن سعد)

امام احمد نے سفیان ثوری کا قول نقل کیا ہے کہ احکام حج کے لئے مکہ، قراءت کے لئے مدینہ اور حلال وحرام کے مسائل کے لئے کوفہ مرکز ہیں۔ (معجم البلدان)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علوم نبوت کے تین مرکز تھے، مکہ، مدینہ وکوفہ، مکہ کے صدر مدرس حضرت ابن عباس تھے، مدینہ کے حضرت ابن عمر اور زید بن ثابت اور کوفہ کے حضرت عبداللہ بن مسعود تھے۔ (اعلام الموقعین)

عبدالجبار بن عباس نے بیان کیا کہ میرے والد نے عطاء بن ابی رباح محدث مکہ معظمہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو فرمایا کہ تمہارا مکان کہاں ہے؟ کہا کوفہ! عطاء نے فرمایا تعجب ہے تم مجھ سے مسئلہ پوچھتے ہو، مکہ والوں نے تو علم کوفہ والوں سے حاصل کیا ہے۔ (طبقات ابن سعد)

کوفہ میں چار ہزار سے زیادہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اور آٹھ سو سے زیادہ حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد تھے، غرض امام صاحبؒ

---

[1] تاریخ ابن خلکان ص ۶۶ ج ۲ میں ۶۱ھ اور ۸۰ھ دو قول نقل کئے ہیں، مسند خوارزمی ص ۲۱ ج ۱۱ اور معجم المصنفین ص ۹ ج ۲ میں بھی ۶۱ھ کی روایت نقل ہے جو حافظ حدیث حسن الخلال م ۴۳۹ھ سے ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۱۱۰ ج ۳ میں ان کا مفصل تذکرہ ہے)

نے اتنے بڑے علمی مرکز میں تربیت و تعلیم حاصل کی اور علماء حرمین شریفین سے بھی برابر استفادہ فرماتے رہے، اسی لئے امام صاحبؒ کے شیوخ کی تعداد چار ہزار تک آئی ہے۔ (شرح سفر السعادت شیخ محدث ملوی و مسند خوارزمی)

حافظ ابن حجر وغیرہ محدثین سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

امام صاحبؒ کے اساتذہ میں صحابہ کے بعد اعلیٰ درجہ کے اہل علم و فضل تابعین تھے۔

امام صاحب کے بارے میں حدیثی بشارت

محدث کبیر علامہ جلال الدین سیوطی شافعیؒ نے تبییض الصحیفة فی مناقب الامام ابی حنیفة میں تحریر کیا ہے کہ حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں بشارت دی ہے جس حدیث میں آپ نے فرمایا کہ ''اگر علم ثریا پر بھی ہوگا تو کچھ لوگ ابناء فارس کے اس کو ضرور حاصل کر لیں گے''۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ عن ابی ہریرہؓ)

شیرازی نے ''القاب'' میں قیس بن سعد بن عبادہ سے ان الفاظ میں روایت کیا کہ ''اگر علم ثریا پر بھی معلق ہوگا تو اس کو ابناء فارس کی ایک قوم ضرور حاصل کر لے گی''۔

حدیث ابی ہریرہؓ مذکور کی اصل صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ان الفاظ سے ہے کہ ''اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو فارس کے کچھ لوگ اس کو وہاں سے بھی حاصل کر لیں گے''۔

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ''اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو ابناء فارس میں سے ایک شخص اس کو وہاں سے بھی حاصل کر لے گا''۔

قیس بن سعد سے معجم طبرانی کبیر میں اس طرح ہے کہ ''اگر ایمان ثریا پر بھی معلق ہوگا کہ عرب اس کو نہ پہنچ سکیں تب بھی رجال فارس اس کو حاصل کر لیں گے''۔

حضرت ابن مسعودؓ سے معجم طبرانی میں اس طرح ہے کہ ''اگر دین ثریا پر بھی معلق ہوگا تو اس کو کچھ لوگ ابناء فارس میں سے ضرور حاصل کر لیں گے''۔

یہ سب تفصیل علامہ سیوطیؒ نے ذکر کر کے تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث اصل کے اعتبار سے صحیح ہے، بشارت و فضیلت کے باب میں معتمد ہے اور اس کے ہوتے ہوئے امام صاحب کی منقبت میں کسی غیر معتمد حدیث کی ضرورت نہیں، جس طرح امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے بارے میں بھی دو حدیثیں بشارت و فضیلت کے طور پر ائمہ نے ذکر کی ہیں اور کافی ہیں۔

امام صاحب تابعی تھے

علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ نے شرح مشکوٰۃ شریف میں تصریح کی ہے کہ امام صاحب نے آٹھ صحابہ کا زمانہ پایا ہے اور حضرت انس بن مالکؓ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی تہذیب التہذیب ص ۴۴۹ ج ۱۰ میں تصریح کی ہے کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحافظ میں لکھا ہے کہ حضرت انسؓ کو جب وہ کوفہ میں تشریف لائے تو امام صاحبؒ نے ان کو کئی بار دیکھا ہے نواب صدیق حسن خان صاحب پیشوائے غیر مقلدین نے باوجود تعصب و مخالفت کے ''التاج المکلل'' میں رؤیت حضرت انسؓ کا اقرار کیا ہے اور خطیب کی تاریخ بغداد سے اس کو نقل کیا۔

غرض حافظ ذہبی، امام نووی، ابن سعد، خطیب بغدادی، دارقطنی، حافظ ابن حجر، ابن الجوزی، حافظ جلال الدین سیوطی، حافظ ابن حجر مکی، حافظ زین عراقی، حافظ سخاوی، ابن مقری شافعی، امام یافعی، امام جزری، ابونعیم اصفہانی، ابن عبدالبر، سمعانی، عبدالغنی مقدسی، سبط ابن

الجوزی، فضل اللہ تورپشتی، ولی عراقی، ابن الوزیر، حافظ بدرالدین عینی، قسطلانی وغیرہ محدثین کبار نے رؤیت انسؓ کو تسلیم کیا ہے۔
جو حدیث صحیح کے مطابق اور محققین محدثین کے اصول پر بھی تابعی ہونے کے لئے کافی ہے۔
اسی لئے حافظ ذہبی نے امام صاحبؒ کو تذکرۃ الحفاظ میں طبقہ خامسہ میں ذکر کیا ہے اور تقریب میں طبقہ سادسہ میں ذکر کرنے کو لغزش قلم قرار دیا گیا ہے۔
تاریخ خطیب ص ۲۰۸ ج ۴ میں ایک قول دار قطنی کی طرف بروایت حمزہ سہمی یہ بھی منسوب کیا گیا کہ جب دار قطنی سے دریافت کیا گیا کہ امام صاحب کا سماع حضرت انسؓ سے صحیح ہے یا نہیں؟ تو کہا کہ "نہیں اور نہ رؤیت ہی صحیح ہے" حالانکہ دار قطنی نے کہا یہ تھا کہ "نہیں مگر رؤیت صحیح ہے"۔
شاطر محسین نے لا الا رؤیۃ کو لا ولا رؤیۃ بنادیا، چنانچہ امام سیوطی کی "تبییض الصحیفہ" میں حمزہ سہمی سے ہی دار قطنی کا جواب تفصیل سے نقل کیا ہے کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کو یقیناً اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر روایت نہیں سنی۔
علامہ ابوالقاسم بن ابی العوام نے اپنی کتاب "فضائل ابی حنیفہ واصحابہ" میں بڑی تفصیل سے امام صاحب کے معاصرین صحابہ کا تذکرہ کیا ہے، مکتبہ ظاہری دمشق میں یہ کتاب موجود ہے (ذکرہ العلامۃ الکوثری فی تانیب الخطیب ص ۱۵)
اس کے علاوہ مسند حصکفی میں ایک روایت بھی امام صاحب کی حضرت انسؓ سے روایت کی گئی ہے یعنی "الدال علی الخیر کفاعلہ" اور یہ حدیث مسند بزار میں بھی حضرت ابن مسعودؓ و انسؓ سے مروی ہے اور ابن ابی الدنیا نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے۔
نیز حافظ موفق نے مناقب الامام میں اپنی مسند سے بھی امام ابو یوسف کے واسطہ سے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا کہ "رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، الدال علی الخیر کفاعلہ واللہ یحب اغاثۃ اللھفان (یعنی جو شخص نیکی کا راستہ بتلائے وہ بھی نیکی کرنے والے کے برابر اجر و ثواب کا مستحق ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ مظلوم و مصیبت زدہ کی فریاد رسی کو پسند فرماتے ہیں)"،
جامع بیان العلم لابن عبدالبراء، فتح المغیث للسخاوی سے بھی امام صاحب کی روایت میں وحدان[1] کا ثبوت ملتا ہے۔
اسی طرح امام موفق نے کئی روایات امام ابو یوسفؒ وغیرہ کے واسطے سے حضرت انسؓ سے امام صاحب کی زبانی نقل کی ہیں اس سے مخالفین معاندین کی یہ بات بھی رد ہوگئی کہ اگر امام صاحبؒ کی روایت کسی صحابی سے ثابت ہوتی تو آپ کے اصحاب ضرور اس کو روایت کرتے، ملاحظہ کر لیجئے کہ ایک امام ابو یوسف ہی سے کتنی روایات منقول ہیں۔ (مسانید امام اعظمؒ میں چھ وحدان ملتی ہیں)۔
واضح ہو کہ حدیث میں طوبیٰ لمن رانی و آمن بی و طوبی لمن رای من رانی وارد ہے جس سے ایمان کے ساتھ محض رؤیت پر صحابیت اور اسی طرح محض رویت پر طابعیت کا ثبوت واضح ہے، اسی لئے جمہور محدثین نے رویت کے ساتھ روایت وغیرہ کی شرط نہیں لگائی ہے، امام بزازی نے مقدمہ مناقب الامام میں اس پر بحث کی ہے وہ دیکھ لی جائے۔
اور ہدیۃ المہدی جلد دوم میں مولانا وحید الزماں صاحب حیدرآبادی پیشوائے غیر مقلدین نے لکھا ہے کہ "تابعی وہ ہے جو کسی صحابی سے حالت ایمان میں ملا ہو" لہذا ابوحنیفہ بھی اس لحاظ سے تابعین میں سے ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت انس صحابی کو دیکھا ہے، جس کو ابن سعد نے سند صحیح سے روایت کیا ہے۔
اسی طرح فتاویٰ حافظ ابن حجر میں بھی تصریح ہے کہ "امام صاحب نے ایک جماعت صحابہ کو پایا جو کوفہ میں تھے لہٰذا وہ طبقہ تابعین میں سے تھے اور یہ فضیلت کسی کو آپ کے معاصر ائمہ امصار میں سے حاصل نہ ہوئی، مثلاً امام شام اوزاعی، امام بصرہ ہر دو حماد، امام کوفہ سفیان ثوری، امام مدینہ امام مالک اور امام مصر لیث بن سعد" (یعنی ان سب جلیل القدر ائمہ امصار کو شرف تابعیت حاصل نہ ہوا جو امام صاحبؒ کو حاصل ہوا)۔

---

[1] یعنی ایسی احادیث جن میں امام صاحب نے براہ راست صحابہ سے سنا اور روایۃ کیا ہے نیز ملاحظہ ہوں جامع المسانید، مناقب مکی، تبییض الصحیفہ للسیوطیؒ۔

حافظ ابن حجر شافعی کا یہ نقل کر کے علامہ ابن حجر مکی شافعی نے ''الخیرات الحسان'' میں لکھا کہ امام صاحبؒ اجلۂ تابعین میں سے تھے جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

والذین اتبعو هم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه و اعدلهم جنات تجری تحتها الانهٰر خالدین فیها ابدا، ذالک الفوز العظیم.

یہاں اس امر کی صراحت بھی غالباً بے محل نہ ہوگی کہ امام اعظمؒ امام مالک سے کم از کم پندرہ سال بڑے تھے کیونکہ امام صاحب ۸۰ھ میں پیدا ہوئے (اگرچہ اقوال اس سے قبل پیدائش کے بھی ہیں، اور امام مالکؒ ۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔

گویا امام صاحبؒ کا زمانہ امام مالکؒ سے بہت مقدم ہے پھر بھی صاحب مشکوٰۃ شیخ ولی الدین خطیب نے ''اکمال فی اسماء الرجال'' کے باب ثانی میں ائمہ متبوعین کا تذکرہ کیا تو امام مالکؒ کو سب سے پہلے ذکر کیا اور یہ بھی لکھا کہ ہم نے امام مالکؒ کا ذکر سب سے پہلے اس لئے کیا ہے کہ وہ زمانہ اور مرتبہ کے اعتبار سے مقدم ہیں۔

ملاحظہ کیجئے کہ امام اعظمؒ کو صاحب مشکوٰۃ نے امام مالکؒ سے عمر اور مرتبہ دونوں میں کم قرار دیا، یہ ایسے ایسے جلیل القدر محدثین کا امام صاحبؒ کے ساتھ انصاف ہے۔

زمانہ کے تقدم و تاخر کو تو ناظرین خود ہی دیکھ لیں کہ پیدائش میں بھی امام صاحب مقدم ہیں اور پھر وفات میں بھی کہ امام صاحبؒ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہو جاتی ہے اور امام مالک کی ۱۹۹ھ میں ہوئی۔

اس کے بعد مرتبہ کو دیکھئے کہ حافظ ابن حجر شافعی کی تصریح ابھی آپ پڑھ چکے کہ امام صاحبؒ تابعی تھے اور آپ کے معاصرین حتیٰ کہ امام مالک بھی تابعی نہیں تھے تو مرتبہ تابعی کا بڑا ہے یا تبع تابعین کا۔

پھر امام مالکؒ کو علامہ ابن حجر مکی شافعی نے امام اعظمؒ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے، ملاحظہ ہو الخیرات الحسان ص ۶ تو مرتبہ استاد کا زیادہ ہے یا شاگرد کا، امام صاحبؒ امام مالک کی روایت حدیث پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور امام صاحب کی روایت امام مالک سے مشکوک ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام صاحب کی روایت امام مالک سے ثابت نہیں ہے اور دار قطنی نے جو روایتیں ذکر کی ہیں ان میں کلام ہے کیونکہ وہ بطور مذاکرہ تھیں، بطور تحدیث یا بقصد روایت نہ تھیں۔

علامہ کوثریؒ نے اپنی بے نظیر محققانہ تصنیف ''احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الخلق'' (جو امام الحرمین شافعی کے رد میں لکھی) کے آخر میں ۶ صفحہ کا ایک رسالہ بنام ''اقوام المسالک فی بحث روایۃ مالک عن ابی حنیفہ وروایۃ ابی حنیفہ عن مالک'' ملحق کیا ہے جس میں اپنی حسب عادت تحقیق و تدقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

اس سے بھی امام مالک کا تلمذ ثابت ہے، امام صاحب جب کبھی مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تھے تو امام مالک ان سے علمی مذاکرات کرتے تھے، بعض اوقات پوری پوری رات مذاکرے میں گذر جاتی تھی، ایک دفعہ طویل مذاکرہ کے بعد اٹھ کر اپنے حلقۂ تلامذہ میں امام مالکؒ آئے تو پسینہ میں تر تھے، کسی نے سوال کیا تو فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے ساتھ بحث کرتے کرتے مجھ کو اس قدر پسینہ آ گیا ہے (اور اس سے تعجب کیا ہے؟ بے شک وہ بہت بڑے فقیہ ہیں (یعنی ان کے قوی دلائل سے مجھ کو اس قدر متاثر ہونا چاہئے)۔

ایک بار کسی نے امام صاحب کا حال دریافت کیا تو فرمایا کہ ''سبحان اللہ! ان کا کیا کہنا وہ اگر لکڑی کے ستون کے بارے میں دعویٰ کر بیٹھتے کہ یہ سونے کا ہے تو اس کو بھی دلائل کی قوت سے ثابت کر دیتے''۔

پھر یہ بھی ثابت ہے کہ امام مالک امام اعظم کی کتابوں کی کھوج میں رہتے تھے اور بڑی کوشش سے حاصل کر کے مطالعہ کرتے اور

مستفید ہوتے تھے، یہ بھی منقول ہے کہ ساٹھ ہزار مسائل امام صاحب کے ان کو پہنچے اور خود امام مالک کا تالیفی دور امام صاحب کی وفات کے بعد شروع ہوا ہے، اس لئے ان سے امام صاحب کے مستفید ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

شاید صاحب مشکوٰۃ کے نظریۂ مذکورہ بالا کے تتبع میں ہی بعض غیر مقلدین نے مزید ترقی کر کے یہ بھی دعویٰ کر دیا کہ امام اعظمؒ نہ صرف امام مالک کے شاگرد تھے بلکہ تلمیذ التلمیذ تھے، یعنی ایک مرتبہ اور نیچے گرا دیا اور اس کا ثبوت بھی فراہم کیا جس کی پوری سرگزشت مولانا امیر علی صاحب (تلمیذ خاص مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلویؒ) محشیٰ تقریب التہذیب نے تذنیب کے ص ۵ پر لکھی ہے، مزید بصیرت کے لئے دیدۂ عبرت کشا سے اس کو بھی پڑھتے چلئے!

''بعض اہل حدیث نے جن کے پاس حدیث کا صرف اتنا علم ہوتا ہے کہ اس سے اپنی متعصبانہ ذہنیت کا مظاہرہ کر سکیں لکھ دیا ہے کہ ''امام ابو حنیفہ نے ابوالولید طیالسی سے اور انہوں نے امام مالکؒ سے روایت کی ہے لہٰذا امام صاحب امام مالکؒ کے شاگرد کے شاگرد ہوئے لیکن حنفیہ کو تعصب نے اندھا کر دیا ہے اس لئے وہ ان کے تلمذ کو تسلیم نہیں کرتے'' حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے کیونکہ یہ ابوالولید طیالسی سے روایت کرنے والے ابوحنیفہ نہیں ہے بلکہ ابوالخلیفہؒ ہیں، لہٰذا التعصب سے اندھا ہونے کی بات ایسے کم علم اہل حدیث پر ہی الٹی پڑتی ہے، نعوذ باللہ من شر العصبیۃ''۔

راقم الحروف کے سامنے اس وقت صاحب مشکوٰۃ کی ''اکمال'' مذکور کھلی ہوئی ہے، حاشا وکلا ان کی جلالت قدر سے یا ان کی بیش بہا اور گرانقدر کتاب مستطاب ''مشکوٰۃ شریف'' کی عظمت و افادیت سے سرمو انحراف و انکار نہیں مگر چونکہ یہ ہمارے درسی سلسلہ کی اہم کتاب ہے اس لئے بنظر افادۂ طلبہ علم دو تین باتیں اور بھی لکھتا ہوں۔

ص ۶۲۴ پر امام مالکؒ کا ذکر مبارک دو کالم میں کرنے کے بعد امام صاحبؒ کا ذکر خیر بھی ایک کالم میں کیا ہے، تحریر فرمایا کہ ''امام صاحب نے چار صحابہ کا زمانہ پایا، حضرت انسؓ وغیرہ کا مگر نہ کسی صحابی سے ملے اور نہ کسی سے روایت کی'' پھر امام صاحبؒ سے روایت کرنے والوں میں امام مالکؒ کا کچھ ذکر نہیں، خلیفہ منصور نے ان کو کوفہ سے بغداد منتقل کر دیا تھا جہاں وہ مقیم ہوئے اور وفات پائی۔

ابن ہبیرہ نے کوفہ کی قضا قبول نہ کرنے پر کوڑوں کی سزا دی، پھر کچھ حضرات کے اقوال امام صاحب کی منقبت میں ذکر کئے ہیں، امام صاحب کی درسی، افتائی اور بے نظیر علمی کارنامہ تدوین فقہ وغیرہ مہمات کا کوئی ذکر فکر نہیں، اور بس۔

ان کے بعد امام شافعیؒ کا ذکر مبارک تقریباً چار کالم میں ہے، اس میں امام محمدؒ کی خدمت میں رہنا، تلمذ، ان سے غیر معمولی استفادہ اور اس سلسلہ کی چیزیں جن کو امام شافعیؒ نے خود بڑی اہمت سے بیان کیا ہے وہ سب ان کے تذکرہ میں سے حذف ہو گئیں، البتہ امام مالکؒ کے تلمذ کا ذکر اچھی تفصیل سے فرمایا ہے۔

پھر لکھا ہے کہ ان کے فضائل کا شمار نہیں ہو سکتا وہ دنیا کے امام تھے، مشرق و مغرب کے عالم تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ علوم و مفاخر عطا کئے تھے جو ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی امام کے لئے جمع نہیں کئے اور ان کا ذکر دنیا میں اس قدر پھیلا کہ کسی کا ذکر اتنا نہیں پھیلا وغیرہ اس کے بعد امام احمدؒ، امام بخاریؒ امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ وغیرہ کے تذکرے ہیں۔

علم: حضرت حماد کے حلقہ درس میں ان کے سوا کوئی اور استاد کے سامنے نہ بیٹھتا تھا، دس برس ان کی خدمت میں رہے تھے کہ ایک دفعہ اپنی جگہ بٹھا کر حماد باہر گئے، امام صاحبؒ لوگوں کے سوالات کے جوابات دیتے رہے، جن میں وہ مسائل بھی آئے جو استاد سے نہ سنے تھے۔

استاد کی واپسی پر وہ سب مسائل ان کی خدمت میں پیش کئے جن کی تعداد ساٹھ ۶۰ تھی، استاد نے چالیس ۴۰ سے اتفاق کیا، بیس ۲۰ سے خلاف، امام صاحبؒ نے قسم کھائی کہ ساری عمر حاضر رہوں گا، چنانچہ استاد کی وفات تک ساتھ رہے، کل زمانہ رفاقت اٹھارہ سال ہوا۔

حضرت حماد کے صاحبزادے اسماعیل نے بیان کیا کہ ایک بار والد سفر میں گئے اور کچھ دن باہر رہے واپسی پر میں نے پوچھا، ابا جان آپ کو

سب سے زیادہ کس کے دیکھنے کا شوق تھا؟ فرمایا ابوحنیفہؒ کے دیکھنے کا اگر یہ ہوسکتا کہ میں کبھی نگاہ ان کے چہرے سے نہ اٹھاؤں تو یہی کرتا۔

عبادت وورع: حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے کہ میں نے کوفہ پہنچ کر پوچھا کہ کوفہ والوں میں سب سے زیادہ پارسا کون ہے؟ لوگوں نے کہا ابوحنیفہؒ، ان ہی کا یہ بھی قول ہے کہ میں نے ابوحنیفہؒ سے زیادہ کوئی پارسا نہیں دیکھا حالانکہ دروں سے، مال ودولت سے ان کی آزمائش کی گئی۔

سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ ہمارے وقت میں کوئی آدمی مکہ میں ابوحنیفہؒ سے زیادہ نماز پڑھنے والا نہیں آیا۔

ابو مطیع کا قول ہے کہ میں قیام مکہ کے زمانہ میں رات کی جس ساعت میں طواف کو گیا، ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کو طواف میں مصروف پایا۔

ابو عاصم کا قول ہے کہ کثرت نماز کی وجہ سے ابوحنیفہ کو لوگ ''میخ'' کہنے لگے تھے۔

شب بیداری وقرآن خوانی

یحییٰ بن ایوب الزاہد کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہؒ رات کو نہیں سوتے تھے۔

اسد بن عمرو کا قول ہے کہ ابوحنیفہؒ شب کی نماز میں ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کر دیتے تھے اور یہ بھی کہا کہ جس مقام پر وفات ہوئی ہے وہاں امام صاحبؒ نے سات ہزار قرآن مجید ختم کئے تھے۔

ابوالجویریہ کا قول ہے کہ میں حماد بن ابی سلیمان، محارب بن دثار، علقمہ بن مرثد، عون بن عبداللہ اور امام ابوحنیفہؒ کی صحبت میں رہا ہوں میں نے ان سب میں کسی کو ابوحنیفہؒ سے بہتر شب گذار نہیں پایا، مہینوں ان کی صحبت میں رہا لیکن ایک رات بھی ان کو پہلو لگاتے نہیں دیکھا۔

مسعر بن کدام نے بیان کیا کہ میں ایک رات مسجد میں گیا تو کسی کے قرآن مجید پڑھنے کی دلکش آواز سنی جو دل میں اتر گئی، وہ پڑھتے ہی رہے یہاں تک کہ پورا کلام مجید ایک رکعت میں ختم کر دیا میں نے دیکھا تو وہ ابوحنیفہؒ تھے۔

خارجہ بن مصعب کا قول ہے کہ خانہ کعبہ میں چار اماموں نے پورا قرآن پڑھا ہے، حضرت عثمانؓ، تمیم داریؓ، سعید بن جبیرؒ اور امام ابوحنیفہؒ۔

قاسم بن معن کا بیان ہے کہ ایک رات امام ابوحنیفہؒ نے نماز میں یہ آیت پڑھی **بل الساعة موعدهم والساعة ادهی و امر** تمام رات اس کو دہراتے رہے اور شکستہ دلی سے روتے رہے۔

جود وسخاوت اور امداد مستحقین

ہر شخص کی التجا و آرزو پوری کرتے تھے سب کے ساتھ احسان کرتے، مال تجارت بغداد بھیجتے اس کی قیمت کا مال کوفہ منگواتے، سالانہ منافع جمع کر کے شیوخ محدثین کے لئے ضرورت کی اشیاء خریدتے، خوراک، لباس وغیرہ جملہ ضروریات کا انتظام کرتے اور نقد بھی دیتے۔

امام ابو یوسف کا قول ہے کہ امام صاحب ہر سائل کی حاجت پوری کرتے تھے، دربار کے عطیوں سے ہمیشہ بچتے رہے، خلیفہ منصور نے ان کو ایک مرتبہ تیس ہزار روپے بھیجے انہوں نے خلاف مصلحت سمجھ کر کہا کہ میں بغداد میں غریب الوطن ہوں اجازت دیجئے کہ یہ رقم خزانہ شاہی میں ہی میرے نام سے جمع ہوتی رہے، منصور نے منظور کیا۔ بعد وفات منصور نے سنا کہ اس حیلہ سے احتراز کیا ہے اور یہ بھی سنا کہ امام صاحب کے پاس لوگوں کی امانتیں پچاس ہزار روپے کی تھیں جو بعد وفات بجنسہ واپس کر دی گئیں، تو کہا کہ ابوحنیفہؒ میرے ساتھ چال چل گئے، امانت داری مسلم تھی، وکیع کا قول ہے کہ ''واللہ ابوحنیفہؒ بڑے امین تھے، اللہ کی جلالت وکبریائی ان کے دل میں بھری ہوئی تھی'' اور کہا کہ امام صاحب جب اپنے بال بچوں کے لئے کپڑے بناتے تو ان کی قیمت کے برابر صدقہ کر دیتے اور جب خود نیا کپڑا پہنتے تو اس کی قیمت کے برابر شیوخ علماء کے لئے لباس تیار کراتے، جب کھانا سامنے آتا تو اول اپنی خوراک کے مقدار سے دگنا نکال کر کسی محتاج کو دے دیتے۔

وفور عقل وزیرکی اور باریک نظری

یہ عنوان خطیب نے مستقل قائم کیا ہے اور ہم اس سلسلے میں مادحین امام اعظم کے اقوال کے ضمن میں ثبوت پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

امام صاحب کے اساتذہ محدثین

حافظ ابن حجر مکی شافعیؒ نے الخیرات الحسان میں لکھا ہے کہ امام صاحبؒ نے چار ہزار اساتذہ سے حدیث حاصل کی، امام سیوطیؒ نے تبییض الصحیفہ میں اور امام موفق اور امام کردری نے مناقب میں امام صاحبؒ کے بہت سے شیوخ واساتذہ کے نام لکھے ہیں، واضح ہو کہ امام صاحب کے اساتذہ میں سے اکثر تابعین اور صحابہ کے شاگرد ہیں جن کی روایتیں کثرت سے صحاح ستہ میں موجود ہیں اور جن کی روایات بعض محدثین نے نہیں لیں وہ یا تو بعد زمانہ کے سبب ان کی عدم معرفت کی وجہ سے ہوا، یا مخالفوں، حاسدوں کی افتراء پردازیوں کے باعث کسی غلط فہمی کی وجہ سے۔

اور چونکہ تحقیق حال کی سعی نہیں کی اس لئے ان کو اپنے اساتذہ کے سلسلہ میں نہیں لیا مثلاً امام بخاریؒ کے بعض اساتذہ ایسے بھی ہیں کہ امام مسلمؒ وغیرہ نے ان میں کلام کر کے ان کی روایات کو داخل صحاح نہیں کیا اور بخاری کے نزدیک وہ سچے تھے، اس لئے ان کو استاد بنالیا، امام صاحب نے بھی اپنے سب اساتذہ کو ذاتی تحقیق حال کے بعد استاد بنایا تھا اس لئے ان میں کسی کلام کی گنجائش نہیں۔

الحاصل امام صاحبؒ کو جتنی روایات ان کے شیوخ سے پہنچیں، ان کی صحت میں کلام نہیں اور اگر کسی روایت میں متاخرین کو کلام ہو تو بمقابلہ تقدم زمان وقلت وسائط وجلالت شان امام صاحب ودیگر قرائن قابل اعتبار نہیں۔

امام صاحبؒ کا تفوق حدیث دوسرے اکابر علماء کی نظر میں

یزید بن ہارون: میں نے علماء سے سنا ہے کہ ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں ان کا نظیر تلاش کیا گیا مگر نہ ملا اور کہا کرتے تھے کہ امام صاحبؒ اعظم الناس ہیں، حفظاً للحدیث۔ (مناقب موفق وذب الذبابات ص ۲۳۷ ج ۱)

ابوبکر بن عیاش: ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ کے لوگوں میں افضل تھے۔

ابو یحییٰ حمانی: میں نے ابوحنیفہؒ سے بہتر شخص کبھی نہیں دیکھا، (مناقب موفق) ایک روز شریک اپنی میں بیٹھے تھے کہ قریش کی ایک قوم آئی اور ابوحنیفہؒ کا ذکر کر کے کہ پوچھا کہ آپ کا کیا حال تھا؟ کہا وہ ایک اجنبی شخص تھے مگر ہم سب پر غالب آگئے۔ (کردری، موفق، انتصار)

خارجہ بن مصعب: میں ایک ہزار سے زیادہ علماء سے ملا ہوں مگر علم وعقل میں میں نے کسی کو ابوحنیفہؒ کا نظیر نہیں پایا (علم سے مراد اس دور میں اکثر علم حدیث ہی ہوتا تھا) ان کے روبرو آتے ہی ان کے علم، زہد، ورع اور تقویٰ کی وجہ سے آدمی کی یہ حالت ہوجاتی تھی کہ اپنے نفس کو حقیر سمجھ کر متواضع ہوجاتا تھا۔ (موفق، کردری وانتصار)

عبداللہ بن مبارک: کسی نے امام صاحبؒ کا ذکر بے ادبی سے کیا تو فرمایا ''تمام علماء میں سے ایک تو ابوحنیفہؒ کا مثل پیش کرو، ورنہ ہمارا پیچھا چھوڑو اور ہم کو عذاب میں مت ڈالو، میں ان کی مجلس میں اکابر کو دیکھتا کہ صغیر معلوم ہوتے، ان کی مجلس میں اپنے آپ کو جس قدر ذلیل پاتا تھا اور کسی مجلس میں نہیں پایا تھا، اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ افراط کی نسبت میری طرف کی جائے گی تو امام ابوحنیفہ پر کسی کو مقدم نہ کرتا۔ (موفق انتصار)

سفیان ثوری: ابوحنیفہؒ کی مخالفت ایسا شخص کرسکتا ہے جو ان سے قدر اور علم میں بڑا ہو اور ایسا شخص کون ہے (افسوس ہے کہ بعد کے دور میں ان سے کم مرتبہ لوگوں نے مخالفت کی)

سفیان بن عیینہ: عبداللہ بن عباسؓ اپنے زمانہ کے عالم تھے ان کے بعد شعبی اپنے زمانہ کے عالم ہوئے ان کے بعد ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ کے عالم

ہوئے، یعنی ان قرون ثلاثہ میں ہر ایک اپنے دور میں بے مثل تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ کا مثل میری آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ (خیرات حسان)

مسیّب بن شریک: اگر تمام شہروں کے لوگ اپنے اپنے علماء کو لائیں اور ہم ابوحنیفہ کو پیش کریں تو وہ ہمارا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ (کردری)

خلف بن ایوب: امام صاحبؒ کے زمانہ میں ان سے بڑھا ہوا علم میں کوئی نہ تھا۔ (کردری)

ابو معاذ خالد بن سلیمان بلخی: ابوحنیفہؒ سے افضل شخص میں نے نہیں دیکھا۔ (موفق و کردری)

عبدالرحمٰن بن مہدی: ابوحنیفہ علماء کے قاضی القضاۃ ہیں (یعنی ان کے فیصلہ کو کوئی توڑ نہیں سکتا)۔ موفق، انتصار، کردری)

مکی بن ابراہیم: امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانے کے علماء میں اعلم تھے یعنی علم میں سب سے زیادہ تھے، حالانکہ امام صاحبؒ کے زمانہ کے علماء میں امام مالکؒ، اوزاعیؒ، سفیان ثوری، مسعر اور عبداللہ بن مبارک وغیرہ صدہا محدثین تھے جن کے شاگردوں میں اصحاب صحاح ستہ کے معتمد اساتذہ تھے۔ (تبییض الصحیفہ وخیرات حسان)

یہ مکی بن ابراہیم حدیث وفقہ میں امام صاحب کے شاگرد اور امام بخاری وغیرہ کے استاد ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ) امام بخاری ان کی شاگردی پر جس قدر ناز کریں کم ہے کہ صحیح بخاری کو جو ۲۲ ثلاثیات کا فخر حاصل ہے ان میں سے ۱۱ حدیث ان ہی کے طفیل سے ملیں اور باقی میں سے بھی 9 ثلاثیات حنفی رواۃ سے ہیں اور ۲ غیر حنفی رواۃ سے ہیں۔

شداد بن حکیم: امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ علم والا ہم نے نہیں دیکھا، (تبییض الصحیفہ) فرمایا کہ نوح بن مریم جب کوئی روایت سلف سے بیان کرتے تو اس کے آخر میں امام صاحب کا قول ضرور بیان کرتے اور کہتے کہ جس طرح امام صاحبؒ نے اس کی تفسیر وتشریح کی ہے کسی نے نہیں کی۔ (کردری)

امام مالک: امام شافعی نے امام مالکؒ سے کئی محدثین کا حال دریافت کر کے امام ابوحنیفہ کا حال دریافت کیا تو فرمایا ''سبحان اللہ! وہ عجیب شخص تھے، ان کا مثل میں نے نہیں دیکھا۔ (الخیرات الحسان)

معروف بن حسان: میں نے جن علماء کو دیکھا اور برتا ان میں ابوحنیفہؒ کا مثل علم، فقہ، ورع اور صیانت نفس میں نہیں دیکھا۔ (موفق، انتصار، کردری)

یوسف بن خالد السمتی: امام ابوحنیفہؒ دریائے بے پایاں تھے، ان کی عجیب شان تھی میں نے ان کا مثل دیکھا نہ سنا۔ (موفق، انتصار، کردری)

قاضی ابن ابی لیلیٰ: امام ابو یوسف سے فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کو مت چھوڑنا فقہ اور علم میں ان کا مثل نہیں ہے۔ (موفق و انتصار)

سعید بن ابی عروبہ: کئی مسائل میں امام صاحب سے گفتگو کی، آخر میں کہا ہم نے جو متفرق اور مختلف مقامات سے حاصل کیا تھا وہ سب آپ کے پاس مجتمع ہے (یعنی جو حدیثیں انہوں نے خلق کثیر سے بہ تصریح ذہبی حاصل کی تھیں وہ سب امام صاحب کے پاس جمع تھیں)۔ انتصار و کردری)

خلف بن ایوب: امام ابوحنیفہ ایک نادرالوجود شخص ہیں۔ (موفق، انتصار) علم خدا کی طرف سے محمد ﷺ کے پاس آیا پھر صحابہ میں تقسیم ہوا، پھر تابعین میں، ان کے بعد ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب میں آیا۔ (تبییض الصحیفہ)

بحر سقا: میں امام ابوحنیفہؒ سے علمی مسائل میں بحث کیا کرتا تھا، ایک روز انہوں نے کہا کہ تم اپنے نام کی طرح بحر ہو، میں نے کہا کہ اگر میں بحر ہوں تو آپ بحور ہیں۔ (موفق، انتصار، کردری)

حسن بن زیاد لولوی: امام ابوحنیفہؒ ایک دریائے بے پایاں تھے ان کے علم کی انتہاء ہمیں معلوم نہ ہو سکی۔ (موفق، انتصار)

اسرائیل بن یونس: اس زمانہ میں لوگ جن چیزوں کے محتاج ہیں امام صاحب ان کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ (کردری) جس حدیث میں فقہ کا کوئی مسئلہ ہو اس کو امام ابوحنیفہؒ خوب یاد رکھتے تھے۔ (تبییض الصحیفہ)

یہ اسرائیل وہ ہیں کہ تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے کہا کہ خلق کثیر سے حدیث سنی اور ان کے حافظہ پر امام احمد تعجب کیا کرتے تھے، ظاہر ہے لوگوں کو فقہ وحدیث دونوں ہی کی شدید ضرورت تھی تو گویا امام صاحبؒ کو دونوں میں امام تسلیم کیا، چنانچہ یہی بات اعمش کہا

کرتے تھے کہ آپ فقہ وحدیث دونوں کو خوب جانتے ہیں۔

حفص بن غیاث: امام ابوحنیفہؒ جیسا عالم ان احادیث کا میں نے نہیں دیکھا جو احکام میں مفید وصحیح ہوں۔ (کردری)

ابوعلقمہ: میں نے بہت سی حدیثیں جو اساتذہ سے سنی تھیں امام ابوحنیفہ پر پیش کیں انہوں نے ہر ایک کا ضروری حال بیان کر دیا کہ فلاں لینے کے قابل ہے اور فلاں نہیں، اب مجھے افسوس آتا ہے کہ کل حدیثیں ان کو کیوں نہ سنائیں۔ (موفق، کردری وانتصار) معلوم ہوا کہ امام صاحب حدیث میں بھی امام تھے اور اسی لئے محدثین ابوداؤد وغیرہ نے آپ کو امام ہی کے لفظ سے سراہا ہے۔

ابراہیم بن طہمان: امام ابوحنیفہ ہر بات کے امام ہیں۔ (کردری)

ابوامیہ: ان سے پوچھا گیا کہ عراق سے جو علماء آپ کے پاس آئے ان میں افقہ کون ہے؟ کہا ابوحنیفہ اور وہی امام ہیں۔ (کردری)

ابن مبارک: فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ امام اعظم کی نسبت یہ کیونکر کہہ سکتے ہو کہ وہ حدیث نہیں جانتے۔ (کردری)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام اعظمؒ کا لقب بھی امام صاحب کو ''امیر المومنین فی الحدیث'' ابن مبارک نے ہی دیا تھا جس کی اتباع سب محدثین کو کرنی چاہئے، چنانچہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کے ترجمہ کی ابتداء الامام الاعظم ہی کے لفظ سے کی ہے۔

امام ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری: اپنی کتاب مناقب ''ابی حنیفہ'' میں یحییٰ بن نصر بن حاجب سے نقل کیا ہے کہ امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس کئی صندوق حدیثوں کے ہیں ان میں سے بوقت ضرورت انتفاع کے لئے نکالتا ہوں۔ (موفق، انتصار، کردری)

اور کشف بزودی میں بھی روایت موجود ہے، آپ نے روایت حدیث کا کام تو رعا اور بوجہ اشتغال فقہ نہیں کیا لیکن تدوین فقہ کی مجلس میں آپ سب سے فرمادیا کرتے تھے کہ اپنے اپنے پاس جو آثار واحادیث ہوں بیان کرو، وہ سب پیش کرتے تو آپ آخر میں اپنی صدارتی تقریر میں اپنے پاس کی احادیث پیش کرتے تھے، جس طرح صدیق اکبرؓ نے روایت سے اجتناب کیا مگر ضرورت کے خاص مواقع میں جب دوسروں کے پاس روایت نہ ہوتی تو آپ پیش کر دیا کرتے تھے۔

غرض بلا شدید ضرورت یہ دونوں روایت نہ کرتے تھے، اسی لئے صدیق اکبرؓ کی مرویات بھی بہت کم ہیں، حالانکہ نبی اکرم ﷺ کی صحبت مبارکہ سب صحابہ سے زیادہ آپ ہی کو حاصل تھی اور سب سے زیادہ روایت بھی کر سکتے تھے، کیا کوئی کمی روایت کی بنا پر کہہ سکتا ہے کہ ان کے پاس احادیث کم تھیں، امام صاحبؒ نے بھی چار ہزار تابعین وتبع تابعین محدثین کبار سے حدیثیں حاصل کیں، پھر آپ کے مخصوص وممتاز کمالات کی وجہ سے سینکڑوں بڑے بڑے محدثین آپ کے پاس جمع ہو گئے تھے اور جب کوئی نیا عالم کوفہ آتا تو اپنے تلامذہ کو بھیجتے تھے کہ کوئی نئی حدیث ان کے پاس ہو تو لاؤ، پھر امام صاحب کے پاس احادیث رسول میں سے ناسخ ومنسوخ کا علم بہت بڑا تھا، جس کا تفحص امام صاحب خاص طور سے ہمیشہ رکھتے تھے اور احادیث کے معانی ومطالب کا فہم بھی غیر معمولی تھا یہ اور اسی قسم کے دوسرے کمالات کی طرف اشارات و تصریحات علماء ومحدثین سے بہ کثرت وارد ہیں۔

حافظ محمد بن میمون: بہ حلف فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کے افادات سننے میں جس قدر خوشی مجھے حاصل ہوتی ہے، لاکھ اشرفی ملنے میں بھی نہیں حاصل ہو سکتی۔ (موفق، انتصار، خیرات، کردری)

معروف بن عبداللہ: نے فرمایا کہ میں ایک روز علی بن عاصم کی مجلس میں تھا انہوں نے سب سے فرمایا کہ تم لوگ علم سیکھو، ہم نے کہا کیا آپ سے جو کچھ ہم سیکھتے ہیں وہ علم نہیں ہے؟ فرمایا علم وہ ہے جو امام ابوحنیفہؒ جانتے ہیں اگر امام صاحب کا علم ان کے زمانہ کے تمام علماء کے ساتھ وزن کیا جاتا تو ان کا ہی علم غالب ہوتا۔ (موفق، انتصار، کردری)

ابوسفیان حمیری: امام ابوحنیفہؒ امت کے بہترین اشخاص میں سے ہیں، سخت مشکل مسائل کا کشف اور احادیث مبہمہ کی تفسیر جو انہوں

نے کی کسی سے نہ ہوسکی۔ (موفق، انتصار، کردری)

مقاتل بن سلیمان: میں نے امام ابوحنیفہؒ کو علم کی تفسیر کرتے دیکھا، وہ ایسی تفسیر وتشریح کرتے تھے کہ اس سے تسکین ہوجاتی تھی۔ (موفق، انتصار، کردری)

فضل بن موسیٰ سینانی: ہم حجاز وعراق کے علماء کی مجلسوں میں پھرا کرتے تھے مگر جو برکت ونفع امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں تھا وہ کہیں نہ تھا۔ (مناقب موفق)

وکیع: مشہور محدث کبیر امام بخاری وغیرہ کے شیوخ کبار میں تھے، ان کی مجلس میں ایک حدیث پیش ہوئی جس کا مضمون بہت مشکل تھا وہ کھڑے ہوگئے اور ٹھنڈی سانس بھر کر کہا، اب ندامت سے کیا فائدہ؟ وہ شیخ یعنی ابوحنیفہؒ اب کہاں ہے جن سے یہ اشکال حل ہوتا؟ (کردری)

ابن مبارکؒ: فرمایا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ کی رائے مت کہو بلکہ حدیث کی تفسیر کہو۔ (موفق، انتصار، کردری)

امام صاحبؒ کی قبر پر کھڑے ہوکر کہا ابراہیم نخعی اور حماد نے مرتے وقت اپنا خلیفہ چھوڑا تھا، خدا آپ پر رحم کرے کہ آپ نے اپنا خلف نہیں چھوڑا، یہ کہہ کر دیر تک زار زار روتے رہے۔ (خیرات)

یہ ہیں تمام محدثین کے شیخ اعظم جن کی تعریف میں محدثین نے دفتر لکھے ہیں لیکن آپ نے دیکھا کہ وہ خود کس جوہر قابل کی یاد میں مرمٹ رہے تھے، کچھ لوگوں نے ایسی باتیں بھی گھڑی ہیں کہ ابن مبارک نے کہا کہ ہم شروع زمانہ میں امام صاحب کے پاس غلط فہمی میں گئے، مگر پھر ترک کردیا، کیا ایسے دروغ بے فروغ چند قدم بھی چل سکتے تھے۔

بالاتفاق سب مورخین نے لکھا ہے کہ یہ شیخ اعظم جس نے دنیائے حدیث کے گوشہ گوشہ میں جاکر لاکھوں روپے اسفار پر صرف کرکے اس دور خیر القرون کے ایک ایک محدث سے حدیثیں حاصل کی تھیں اور اپنے سینہ سے لاکھوں احادیث لگائے پھرتے تھے وہ جب امام صاحب کے پاس آئے تو آخر تک آپ سے جدا نہ ہوئے اور انتقال کے بعد بھی ان کی قبر مبارک پر کھڑے ہوکر کیا فرما رہے ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ جھوٹی باتیں چلتی کرنے میں فرقہ روافض کے بعد امام صاحب کے معاندین وحاسدین اہل حدیث کا نمبر معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات حد درجہ افسوس ناک ہے، اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

بعد محدثین نے یہ بھی کہا ہے کہ ابن مبارک امام صاحب سے علم میں بڑھے ہوئے تھے، اسی پر ابوسعید بن معاذ مشہور محدث نے کہا تھا کہ ان لوگوں کی مثال رافضیوں کی سی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امام بنالیا لیکن خود حضرت علیؓ نے جس کو اپنا امام بنایا تھا، یعنی ابوبکرؓ وعمرؓ ان کو امام نہیں سمجھتے اور طرح طرح سے ان میں عیب نکالتے ہیں، اسی طرح یہ لوگ بھی ابن مبارک کو اپنا امام قرار دیتے ہیں اور خود انہوں نے جن امام اعظمؒ کو اپنا امام وپیشوا بنایا تھا ان کو کوئی درجہ دینے کو تیار نہیں۔

حالانکہ امام صاحب کے فضل وعلم کا اعتراف ان کے معاصرین تک نے بھی کیا ہے، مشہور امام سفیان ثوری کے بھائی کا انتقال ہوا، امام صاحب تعزیت کو گئے تو حضرت سفیان ان کو دیکھتے ہی کھڑے ہوگئے، معانقہ کرکے اپنی جگہ بٹھایا اور خود روبرو بیٹھ گئے اور امام صاحب کے جانے کے بعد ابوبکر بن عیاش نے کہا کہ آپ کے طرز عمل سے ہم سب اہل مجلس کو تکلیف ہوئی، فرمایا کیا بات ہے؟ کہا کہ آپ ابوحنیفہ کے لئے اٹھے اور ان کو اپنی جگہ بٹھا کر خود سامنے شاگردوں کی طرح بیٹھ گئے۔

فرمایا اعتراض کی کیا بات ہے؟ میں ایسے شخص کے لئے اٹھا جو علم میں اعلیٰ درجہ پر ہے اور اگر فرض کرو کہ علم کی وجہ سے نہ بھی اٹھتا تو عمر کے لحاظ سے اٹھنا تھا، اگر عمر کی وجہ سے نہ اٹھتا تو ان کے فقہ کی وجہ سے اٹھنے کی ضرورت تھی، ابوبکر کہتے ہیں کہ اس کا جواب مجھ سے نہ ہوسکا۔

ایسے واقعات ایک دو نہیں بیسیوں ہیں، مگر غیر مقلدین زمانہ نے رافضیوں کی طرح امام صاحب کی برائیاں تلاش کرکے پروپیگنڈا کیا ہے اور ہمارے صوفی صافی بزرگ حنفیوں نے اس کے مقابلہ میں امام صاحب کی خوبیوں کا پروپیگنڈا کچھ بھی نہیں کیا جس سے سادہ لوح ناواقف لوگ غیر مقلدوں کے دام میں پھنس جاتے ہیں۔

امام صاحب کے خلاف جس قدر مواد جمع ہوسکتا تھا، خطیب نے اپنی تاریخ میں اس کو یک جا جمع کیا ہے، جس کو ہر جگہ کے غیر مقلدوں نے بڑی مسرت کے ساتھ شائع کیا مگر علامہ کوثری کے درجات خدا بلند کرے، تانیب الخطیب میں ہر واقعہ کی سند پر کلام کر کر کے اس کی قلعی کھولی ہے اور امام صاحب واصحاب امام کے بارے میں جس قدر جھوٹی حکایات گھڑی گئی تھیں اور شائع کی گئیں سب کا جھوٹ نمایاں کر کے امت مرحومہ پر احسان عظیم کیا ہے۔

علامہ محدث ابن حجر مکی شافعی نے ''الخیرات الحسان من مناقب النعمان'' میں لکھا ہے کہ ایک بار امام صاحب اور سفیان ثوری کا سفر حج میں ساتھ ہوگیا تو سفیان ثوری نے یہ بات لازم کرلی تھی کہ ہر جگہ امام صاحب کو آگے بڑھاتے اور خود پیچھے رہتے تھے اور جب کوئی مسئلہ ان سے پوچھا جاتا تو خاموش ہوجاتے تاکہ امام صاحب ہی جواب دینے پر مجبور ہوں۔

کیا سفیان ثوری بھی تقیہ کیا کرتے تھے کہ ہمیشہ تعریفیں کرتے رہے اور انتقال کی خبر پہنچی تو بروایت نعیم خزاعی امام صاحب کی وفات پر خوشی کا اظہار کیا کہ اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا اچھا ہوا چلا گیا۔

کچھ ٹھکانہ ہے اس جھوٹ کا اور اس کے پیر لگانے والے امام بخاری جیسے محتاط محدث، کسی طرح عقل باور نہیں کرتی کہ امام بخاری جیسا بال کی کھال نکالنے والا شخص اور وہ جس نے سب سے پہلے وکیع اور ابن مبارک کی کتابیں یاد کیں اور تحصیل علم کے لئے ہر ہر شہر پہنچے بار بار گئے اور کوفہ و بغداد تو اتنی دفعہ گئے کہ خود کہتے ہیں کہ ان کا شمار میں نہیں کرسکتا، کیا امام صاحب اور آپ کے اخص اصحاب کے صحیح حالات سے ان کو ایسی بے خبری ہو اور وکیع، ابن مبارک، مکی بن ابراہیم اور دوسرے اپنے بیسیوں شیوخ سے جو امام صاحب اور صاحبین کے شاگرد تھے، ان حضرات کے بارے میں اچھی باتیں نہ پہنچی ہوں؟ ہاں پہنچیں تو نعیم سے اوپر جیسی خبریں، حالانکہ سب اکابر رجال لکھتے ہیں نعیم ترویج سنت کے لئے جھوٹی روایتیں کیا کرتے تھے اور امام صاحب پر طعن کرنے کے لئے جھوٹی حکایات گھڑا کرتے تھے۔

یا اپنی تاریخ ہی میں نقل کیا تو اپنے شیخ حمیدی کا قول کہ امام صاحب نے حج کے موقعہ پر ایک حجام سے تین مسئلے سیکھے، بس اتنا علم تھا جس پر لوگوں نے ان کو قابل تقلید سمجھ لیا۔ ع بسوخت جان زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

امام صاحب کے معاندین وحاسدین یا جن لوگوں نے کسی غلط فہمی سے ان پر طعن کیا سب پر بحث دوسری جگہ مستقل آئے گی اس لئے یہاں ترک کرتا ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ سب سے زیادہ اس بارے میں امام بخاری کا رویہ قابل حیرت ہے اور کبھی کبھی تو دل کا میلان اس طرف بھی ہوجاتا ہے کہ کہیں یہ سب عبارتیں بھی امام بخاری کی تاریخ میں بعد کے لوگوں نے نہ داخل کردی ہوں۔ واللہ اعلم۔

ابن مبارک اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے کہ آثار واحادیث کو لازم سمجھو مگر ان کے معانی کیلئے ''ابوحنیفہؒ'' کی ضرورت ہے کیونکہ وہ حدیث کے معنی جانتے ہیں۔ (موفق، انتصار، کردری)

امام ابو یوسف: امام صاحبؒ کی وفات کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ کاش! امام صاحبؒ کی ایک مجلس مجھے نصیب ہوتی اور میں آدھا مال اس کے لئے صرف کردوں، لکھا ہے کہ اس زمانہ میں ان کی ملکیت میں بیس لاکھ روپے تھے، اصمعی نے اس آرزو کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ''بعض مسائل میں شبہات ہیں جن کو امام صاحب ہی حل فرما سکتے تھے''۔ (کردری)

زہیر بن معاویہؒ: ''خدا کی قسم امام ابوحنیفہ کے پاس ایک روز بیٹھنا میرے پاس ایک مہینہ بیٹھنے سے زیادہ نفع بخش ہے''۔ (موفق وانتصار)

یہ تھے اس خیر القرون کے معاصرین، کیسے نیک نفس تھے، اس قول سے معاصرت کی چشمک کی کہیں بو بھی آرہی ہے؟ اس کے بعد وہ زمانہ آیا کہ اپنے شیوخ کا احترام کرنے والے بھی کم رہ گئے، صرف اپنے اپنے خیال وعقیدہ کے مطابق دھڑے بندیاں ہونے لگیں۔

وکیع: محدثین سے کہا کرتے تھے کہ اے قوم! تم حدیثیں طلب کرتے ہو اور ان کے معانی طلب نہیں کرتے اس میں تمہاری عمر اور دین

ضائع ہو جائے گا، کاش! مجھے امام ابوحنیفہ کی فقہ کا دسواں حصہ ہی نصیب ہوتا، ایک روز فرمایا، لوگو! حدیث سننا بغیر فقہ کے تمہیں کچھ نفع نہ دیگا اور نہ تم میں دین کی سمجھ پیدا ہوگی جب تک اصحاب ابوحنیفہ کے پاس نہ بیٹھو گے اور وہ ان کے اقوال کی تفسیر نہ بیان کریں گے۔ (کردری)

یوسف بن خالد سمتی: میں عثمان بتی کی خدمت میں بصرہ جایا کرتا تھا اور سمجھا کہ مجھے کافی علم آ گیا ہے مگر جب امام ابوحنیفہ کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت میری آنکھیں کھلیں اور یہ معلوم ہوا کہ علم کچھ بھی مجھے نہیں آیا پھر جو کچھ حاصل ہوا وہ امام صاحب کے پاس رہ کر ہوا۔ (موفق انتصار)

شداد بن حکیم: اگر خدا ہم پر احسان نہ فرماتا اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے وجود سے جنہوں نے علم کو ظاہر کیا اور اس کی شرح کی تو ہم نہ جان سکتے کہ کس چیز کو اختیار کریں اور کس کو نہیں۔ (موفق، انصار، کردری)

علی بن ہاشم: امام ابوحنیفہ علم کے خزانہ تھے، جو مسائل اعلیٰ درجہ کے عالم پر سخت ہو وہ ان پر آسان تھے۔ (موفق، انتصار، کردری)

وقیہ بن مسقلہ: امام ابوحنیفہ نے علم میں ایسا خوض کیا تھا کہ کسی نے اتنا نہیں کیا تھا اس لئے جو وہ چاہتے تھے ان کو حاصل ہو گیا۔ (موفق، انتصار، کردری)

یحییٰ بن آدم: امام ابوحنیفہ نے فقہ میں ایسی کوشش کی کہ ان سے پیشتر کسی نے نہیں کی، اس لئے خدا نے ان کو راہ بتلا دی اور اس کو آسان کر دیا اور خاص و عام نے ان کے علم سے نفع اٹھایا۔ (موفق، انتصار کردری)

نضر بن محمد: میرا ظن غالب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ کو رحمت پیدا کیا ہے اگر وہ نہ ہوتے تو بہت سا علم گم ہو جاتا (کردری)

ابوعمرو بن علا: علم اگر پوچھو تو امام ابوحنیفہ کا ہے اور ہم لوگ جس علم میں مصروف ہیں وہ بہت آسان ہے۔ (موفق انتصار)

امام صاحب کیلئے ائمہ حدیث کی توثیق

(۱) محمد بن سعد العوفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابن معین سے سنا وہ فرماتے تھے کہ "امام حدیث ابوحنیفہ ثقہ تھے، کوئی حدیث اس وقت تک بیان نہ فرماتے تھے جب تک کہ ان کو پوری طرح یاد نہ ہوا اور جو یاد نہ ہوتی اس کو بیان نہ فرماتے تھے (تہذیب التہذیب ص ۴۵۰ ج ۱۰)

(۲) صالح بن محمد اسدی نے بیان کیا کہ امام ابن معین نے فرمایا، امام ابوحنیفہؒ حدیث میں ثقہ تھے۔ (تہذیب التہذیب ص ۴۵۰ ج ۱۰)

(۳) احمد بن محمد بن قاسم بن محرز، امام یحییٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ میں اصول جرح و تعدیل کی رو سے کوئی عیب نہیں تھا اور نہ وہ کبھی برائی کے ساتھ متہم ہوئے۔ (تذکرہ الحفاظ ص ۱۵۲ ج ۱)

(۴) امام ابوداؤد سجستانی (صاحب سنن) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ امام شریعت تھے (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۵۲ ج ۱)

(۵) حافظ ابن حجر مکی، ہیثمی شافعی نے حضرت سفیان ثوری کا یہ قول نقل کیا ہے "امام ابوحنیفہ حدیث و فقہ دونوں میں ثقہ صدوق ہیں"۔ (خیرات الحسان ص ۳۰)

حافظ ابن حجر مکی نے نقل کیا کہ ابن مدینی نے فرمایا "امام ابوحنیفہؒ سے ثوری، ابن المبارک، حماد بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے روایت کی ہے یعنی یہ سب ائمہ حدیث میں امام صاحب کے شاگرد ہیں اور فرمایا کہ امام صاحب ثقہ ہیں ان میں کوئی عیب نہیں اور امام شعبہ بھی ان کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتے ہیں اور حضرت یحییٰ بن معین فرماتے تھے کہ ہمارے کچھ لوگ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے متعلق تفریط میں مبتلا ہیں اور ان کی تنقیص کرتے ہیں۔

پھر کسی نے سوال کیا کہ کیا امام صاحب کی طرف بیان حدیث و مسائل میں کسی مسامحت یا کذب و غلط بیانی کی نسبت صحیح ہے تو فرمایا "ہرگز نہیں"۔ (خیرات الحسان فصل نمبر ۳۸)

خیرات حسان ہی میں ہے کہ خطیب نے اسرائیل بن یوسف سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا "امام ابوحنیفہ بہت ہی اچھے شخص تھے اور حدیث کو پوری طرح یاد رکھنے والا ان کے برابر کوئی شخص نہیں ہوا"۔

(۶) حافظ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ بن معین سے امام صاحب کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا'' ثقہ ہیں، میں نے سنا ہی نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کو کسی نے ضعیف کہا ہو (معلوم ہوا کہ اس دور کے اکابر واصاغر میں سے کسی نے بھی آپ پر جرح نہیں کی)

اور شعبہ بن الحجاج امام صاحب کو لکھا کرتے تھے کہ احادیث کی روایت ہمارے لئے کریں اور فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ ثقہ تھے اور سچے لوگوں میں سے تھے کہ کبھی ان کو جھوٹ کی تہمت نہیں لگی اور اللہ کے دین میں مامون ومعتمد تھے احادیث صحیحہ بیان فرماتے تھے۔

حضرت امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، حضرت سفیان بن عیینہؒ، حضرت اعمشؒ، حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت عبدالرزاقؒ، حضرت حماد بن زید وغیرہ بڑے بڑے ائمہ وحفاظ نے امام صاحب کی تعریف کی ہے اور حضرت وکیع مدح کرتے تھے اور امام صاحب کی رائے کے موافق فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین)

ان جلیل القدر ائمہ کے مذکورہ بالا اشارات سے چند نتائج نکلتے ہیں۔

(۱) نمبر ۱ اور نمبر ۲ سے یہ بات خاص طور سے واضح ہوتی ہے کہ امام صاحب نہ صرف جلیل القدر حافظ حدیث تھے جن کو لاکھوں احادیث یاد تھیں، بلکہ یہ بھی کہ وہ ہر حدیث کے ایک ایک لفظ، اس کے معنیٰ وروح کی حفاظت کرتے تھے، جس سے شارع علیہ السلام کی مراد کا کوئی گوشہ کوئی نکتہ بھی ان کے منور دل ودماغ سے اوجھل نہ ہوتا ہوگا اور شاید اسی وجہ سے حفاظ حدیث وائمہ مجتہدین میں آپ کو سب سے اونچا منصب ومقام حاصل ہوا اور امام شافعیؒ جیسے مجتہد عالی مقام کو بھی کہنا پڑا کہ الناس فی الفقه عیال علی ابی حنیفة یعنی تمام لوگ فقہ میں امام صاحب کے عیال ہیں اور دست نگر ہیں اور بڑے بڑے حفاظ حدیث کو کہنا پڑا کہ نحن الصیادلة وانتم الاطباء یعنی ہم لوگ صرف دوا فروش ہیں اور آپ لوگ طبیب ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امام صاحب کی رہنمائی میں فقہ حنفی کی ترتیب وتدوین اس شان سے عمل میں آئی کہ دوسرے فقہ اس امتیاز کے حامل نہ ہوسکے۔

(۷) فن حدیث میں امام صاحبؒ کو نقادان حدیث کا پیشوا مانا جاتا ہے اور امام صاحبؒ کے قول کو رواۃ کی تنقید میں استدلالاً ائمہ حدیث نے پیش کیا ہے، چنانچہ امام ترمذیؒ نے امام صاحب کے قول کو جابر جعفی کی جرح میں پیش کیا ہے۔

صاحب خلاصہ رواۃ کی جرح وتعدیل میں امام صاحبؒ کے قول کو پیش کرتے ہیں۔

حاکم نے مستدرک میں ایک مقام پر امام صاحب کے قول کو پیش کیا ہے اس سے حضرت الامام کی مہارت وکمال فن حدیث میں معلوم ہوتا ہے۔

(۸) حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کو طبقہ خامسہ کے حفاظ حدیث میں ذکر کیا ہے، اصطلاح محدثین میں حافظ حدیث وہ ہوتا ہے جس کو کم از کم ایک لاکھ احادیث یاد ہوں اور تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کی سند سے دو روایتیں بھی موجود ہیں۔

مثلاً امام بخاریؒ کہ ان کے اساتذہ ایک ہزار سے کچھ اوپر ہیں اور ان کو چھ لاکھ احادیث یاد تھیں اور وہ حضرت امام صاحب کے بھی شاگردوں کے شاگرد ہیں، اسی سے قیاس ہوسکتا ہے کہ امام صاحبؒ کو کتنی لاکھ احادیث یاد ہوں گی۔

(۱۰) حافظ ابن عبدالبر نے انتقاء میں نقل کیا ہے کہ امام محمدؒ نے ایک دفعہ امام مالکؒ کے تلامذہ واصحاب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ '' تمہارے شیخ پر ضروری نہیں کہ کچھ فرمائیں اور ہمارے استاد (امام ابوحنیفہ) کے لئے خاموش رہنا درست نہیں تھا، مطلب یہ کہ امام مالکؒ حدیث کے امام ہیں مگر فقہ وافتاء میں کمی ہے، اس لئے اگر کچھ نہ فرمائیں تو بہتر ہے، دوسرے اس فن میں ان سے بہتر موجود ہیں وہ جواب دے سکیں گے اور امام ابوحنیفہؒ چونکہ فقہ کے بھی امام تھے اس لئے ان کو ہر سوال کا جواب دینا چاہئے تھا، کیونکہ ان سے اونچا مقام ان کے زمانہ میں کسی کو حاصل نہ تھا اور ان کے سکوت وخاموشی سے علمی استفادہ رک جاتا۔

امام صاحب تمام اصحاب کتب حدیث کے استاد ہیں

(۱۱) روایات حدیث میں تقریباً تمام اصحاب کتب حدیث امام صاحب کے بواسطہ شاگرد ہیں۔
حافظ ابن حجر نے تقریب میں امام صاحت کے ترجمہ میں نسائی وترمذی کی علامت لگائی ہے کہ امام ترمذی ونسائی نے امام صاحب کی روایت کی تخریج کی ہے اور تہذیب التہذیب میں ہے ان روایوں کو ذکر بھی کیا ہے۔
صاحب مجمع البحار نے بھی ترمذی ونسائی کا حوالہ دیا ہے۔
صاحب خلاصہ نے امام کے ترجمہ میں شمائل ترمذی، نسائی اور جزوالبخاری کی علامت لگائی ہے۔
مسند ابی داؤد طیالسی میں امام صاحب کی ایک روایت موجود ہے۔
معجم صغیر طبرانی میں دو روایتیں موجود ہیں۔
مستدرک حاکم جلد دوم میں امام صاحب کی ایک حدیث شہادت میں پیش کی ہے اور جلد سوم میں بھی ایک روایت موجود ہے۔
امام دارقطنی نے اپنی سنن میں ۳۳ جگہ امام صاحب کے طرق سے احادیث روایت کیں (حالانکہ وہ امام صاحب سے تعصب بھی رکھتے تھے)۔
مشہور محدث کبیر ابوحمزہ سکری نے بیان کیا کہ میں نے امام صاحبؒ سے سنا فرماتے تھے ''ہمیں جب کوئی حدیث صحیح الاسناد مل جاتی ہے تو اسی کو لیتے ہیں اور جب صحابہ کے اقوال وآثار ملتے ہیں تو ان میں سے کسی ایک قول کو منتخب کر لیتے ہیں اور ان کے دائرہ سے نہیں نکلتے، البتہ جب کوئی قول تابعین کا آتا ہے (اور وہ ہمارے فیصلہ کے خلاف ہوتا ہے تو) اس سے مزاحمت کرتے ہیں۔
خالد بن صبیح نے بیان کیا کہ میں نے ابوحمزہ سکری سے بارہا سنا کہ جو کچھ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے سنا ہے وہ مجھ کو ایک لاکھ درہم ودنانیر سے زیادہ محبوب وپسندیدہ ہے۔
ابوالعلاء صاعد بن محمد نے ابوحمزہ سکری سے نقل کیا کہ ''میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سب سے بہتر وانسب طریقہ پر کلام کرنے والا امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا، وہ ہر ایک صاحب فضل وکمال کے حق کو پورا پورا ادا کرتے تھے، پھر اس سے بڑی بات یہ کہ وفات کے وقت تک کبھی کسی صاحب فضل کا (خواہ صحابہ میں سے ہوں یا غیر صحابہ سے) تنقیص وبرائی کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ (الجواہر المضیۃ ص ۲۵۰ ج ۲)

امام صاحب اور قلت روایت

حضرت عمرؓ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے اور آخر تک خدمت نبوی میں باریاب رہے مگر ان سے صرف ۵۴۵ حدیث مروی ہیں۔
حضرت علیؓ پہلے مشرف باسلام ہونے والوں میں ہیں آپکو حضور اکرم ﷺ نے اپنی پرورش میں لے لیا تھا تقریباً ۲۴ سال خلوت وجلوت میں حضورؐ کے ساتھ رہے مگر کل ۵۸۶ حدیث روایت کیں۔
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسلام لانے کے بعد تقریباً ۲۲ سال برابر خدمت مبارکہ میں حاضر رہے اندر، باہر اور ہر موقعہ پر ساتھ رہے لیکن کل ۸۴۸ حدیث روایت کیں۔
یہ سب دوسرے مکثرین صحابہ حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ سے کہیں زیادہ روایات کر سکتے تھے مگر روایت حدیث خصوصاً براہ راست حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر کے روایت کرنا خلاف احتیاط خیال فرماتے تھے کہ مبادا بیان میں کوئی فرق ہو جائے اور وعید کے مستحق ہوں اس لئے بہت کم روایتیں ان سے مروی ہیں لیکن ان حضرات نے اپنی حدیثی وافر معلومات کو مسائل وفتاویٰ کی صورت میں بیان کیا چنانچہ وہ اس کثرت سے ہیں کہ ہر ایک کے لئے بڑی بڑی کتابیں تیار ہو سکتی ہیں۔

اصابہ میں ہے کہ تمام صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے فتاویٰ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ سے ایک ایک موٹی ضخیم جلد تیار ہو۔

بعینہ یہی صورت امام اعظمؒ کے طریق روایت حدیث کی ہے کہ ہزاروں لاکھوں مسائل وفتاویٰ کی تدوین ان کی راہنمائی میں کی گئی اور یہی طریق روایت امام صاحب کے اتباع میں کثرت کے ساتھ تعامل وآثار صحابہ اور خصوصیت سے ان حضرات مذکورہ بالا کے تعامل، وآثار و فتاویٰ کی تحقیق وجستجو کرتے تھے۔

پھر معانی حدیث کی تعیین میں بھی ان سے مدد لیتے تھے، وغیرہ ذٰلک، یہی وہ طریق انیق تھا جس کو خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی اختیار کیا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے تدوین حدیث کی مہم شروع فرماتے ہوئے جا بجا احکام بھیجے تھے کہ احادیث رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آثار واقوال صحابہ بھی جمع کرو جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

ظاہر ہے کہ امام صاحبؒ کا یہ طریقہ بہت ہی مستحکم، جامع اور محتاط تھا، اس کے برخلاف دوسری صدی کے بعد کے اس طریقہ کو دیکھئے جو نرے محدثین یا اصحاب ظاہر اہل حدیث نے اختیار کیا کہ آثار واقوال صحابہ سے صرف نظر، معانی حدیث کی جگہ ظاہر الفاظ کا تتبع، حضور ﷺ کے آخری عمل اور ناسخ ومنسوخ کی تحقیق کی بجائے صرف روایتی اعتبار سے حدیث کی قوت وضعف پر مدار، زمانہ خیر القرون میں جو احادیث اصح تھیں لیکن یفشوا الکذب کے دور میں داخل ہو کر اگر ان میں کوئی راوی مہتم آ گیا تو وہ احادیث تو روایتی بنیاد پر گر گئیں اور ان کی جگہ ان کم درجہ کی احادیث نے لے لی جن کو اتفاق وقت سے اچھے راوی مل گئے، مثلاً حدیث قلتین وغیرہ۔

غرض امام صاحبؒ نے جس اچھے وقت میں تدوین فقہ کی مہم کو سر کیا اور جن اصولوں پر کام کیا اور جیسے بلند پایہ محدثین وفقہا ان کے رفیق و معاون ہوئے (کہ بعد کے سارے محدثین ان ہی کے خوشہ چین ہیں) اس کی خوبی وبرتری کا مقابلہ زمانہ مابعد میں نہ ہو سکتا تھا اور نہ ہوا۔

ظاہر ہے کہ فقہ حنفی کا یہ کھلا ہوا فضل وتفوق ہی حاسدین ومعاندین کے تنگ دلوں اور متعصب ذہنوں کے لئے سب سے بڑی وجہ عداوت بن گئی اور پھر انہوں نے اپنے ان اساتذہ وبزرگوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھے ان کے جواز وعدم جواز کا فیصلہ ناظرین خود کریں گے، اس کار خیر کی تقسیم اس طرح ہوئی۔

(۱) کچھ محدثین نے تو اپنی حدیثی تالیفات میں امام صاحب اور اصحاب امام کی روایت اور ذکر خیر سے بھی احتراز کیا، موافق احناف احادیث کی روایت کم سے کم کی، نقل مذہب کی ضرورت سمجھی گئی تو وہ بھی غیر وقیع الفاظ سے کی گئی، مذہب سے پوری طرح واقفیت حاصل کئے بغیر، بے تحقیق بھی مسائل کی نسبت غلط کر دی گئی (جس کی نشاندہی شرح بخاری میں جا بجا ہم کرتے رہیں گے (ان شاءاللہ)

(۲) کچھ محدثین نے حق شاگردی ادا کرنے کو ایک دو روایات لیں اور نقل مذہب بھی کسی قدر وقیع الفاظ سے کیا اگرچہ مذہب سے پوری واقفیت حاصل نہ کی۔

(۳) شراح حدیث نے موافق احناف احادیث کو روائتی طریقہ سے گرانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، اگر کسی حدیث کے ایک لفظ میں بھی فرق پایا تو ''لم اجدہ'' کہہ کر اس کو ختم کیا، ملاحظہ ہو فتح الباری اور ضمیمہ منیۃ الالمعی وغیرہ۔

(۴) تاریخ ورجال کے مؤلفین اور جرح وتعدیل کے مصنفین نے حتی الامکان رجال احناف کو مسخ شدہ بنا کر پیش کیا بڑے بڑوں پر گری پڑی جھوٹی روایات کی آڑ لے کر طعن کر گئے۔

(۵) کچھ لوگوں نے کتابوں کی طباعت کے وقت حذف والحاق یا تصحیف کے ذریعہ رجال حنفیہ کے حالات میں تلبیس کی۔

(۶) کچھ حضرات نے کتب تاریخ وغیرہ میں حکایت مکذوبہ روایت کرکے کبار حنفیہ کی پاک وپاکیزہ زندگی کو داغ دار بنانے کی سعی کی وغیرہ۔

امام صاحب کی طرف قلت روایت کا طعن کرنے والوں کے لئے ایک جواب اوپر نقل ہوا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ احادیث دو قسم کی ہیں، ایک وہ جو احکام سے متعلق ہیں، دوسری وہ جن کا تعلق احکام سے نہیں۔

اس دوسری قسم کی احادیث کی روایت سے فقہا صحابہ اور خلفاء راشدین نے خود بھی اجتناب کیا اور دوسروں کو بھی روکا تھا، تا کہ اس ابتدائی دور میں قرآن مجید اور حدیث کا اختلاط نہ ہو جائے، باقی احادیث احکام کا روایت کرنا اور جاننا تو دین پر عمل کرنے کے لئے ضروری تھا، اس لئے ان کی روایت سے نہیں روکا گیا تھا، چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ جب حضرت عمر فاروق خلیفہ ہوئے تو صحابہ سے فرمایا کہ "رسول اکرم ﷺ کی احادیث کی روایت کم کرو بجز ان احادیث کے جن کی عمل کیلئے ضرورت ہے"۔

مسلم شریف میں ہے کہ عبادہ بن صامتؓ نے فرمایا کہ "جن احادیث میں تم لوگوں کا دینی فائدہ تھا وہ سب میں نے تم سے بیان کر دی ہیں"۔ علامہ نوودی نے شرح مسلم میں قاضی عیاض سے اس کی تشریح بھی نقل کی ہے کہ عبادہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ انہوں نے وہ حدیثیں بیان نہیں کیں جن سے مسلمانوں کے کسی ضرر یا فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ تھا یا جن کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا تھا اور یہ وہ احادیث تھیں جن کا تعلق احکام سے یا کسی حد سے حدود شرعیہ میں سے نہ تھا، ایسی احادیث کا روایت نہ کرنا کچھ عبادہ ہی سے مخصوص نہیں بلکہ ایسا کرنا دوسرے صحابہ سے بھی بہت زیادہ ثابت ہے۔

امام صاحب نے خلفاء راشدین اور فقہاء کی رائے مذکور کا بھی اتباع کیا اور صرف وہی احادیث روایت کیں جن کا تعلق احکم سے تھا، ان کی تعداد کا اندازہ تین ہزار کیا گیا ہے، امام صاحب سے روایت شدہ احادیث بھی علاوہ ان صریح مرفوع احادیث کے جو ان کی مسانید وغیرہ میں ہیں اور ان کا کافی ذخیرہ اس وقت ہمارے سامنے مطبوعہ شکل میں بھی آ گیا ہے، احادیث موقوفہ اور مسائل واحکام کی صورت میں ہزاراں ہزار کی تعداد میں موجود ہیں اور جس طرح حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حضرت فاروق اعظمؓ، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو جمہور محدثین کے خلاف صحابہ کے مکثرین میں داخل کیا ہے اور اسی وجہ سے کیا جو ہم نے اوپر ابھی بیان کی ہے، اسی طرح امام صاحبؒ کو بھی تابعین کے مکثرین میں داخل کرنا مناسب ہے اور قلت روایت کی نسبت امام صاحبؒ کی طرف درست نہ ہوگی، حضرت شاہ صاحبؒ کی تحقیق ازالۃ الخفاء ص ۲۱۴ مقصد دوم میں اس طرح ہے۔

"جمہور محدثین نے مکثرین صحابہ آٹھ صحابہ کو قرار دیا ہے، ۱ حضرت ابو ہریرہ، ۲ حضرت عائشہ، ۳ حضرت عبداللہ بن عمر، ۴ حضرت عبداللہ بن عباس، ۵ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، ۶ حضرت انس، ۷ حضرت جابر اور حضرت ابوسعید خدری اور متوسطین میں سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ کو شمار کیا ہے (جن سے ۵ سو سے ایک ہزار سے کم تک احادیث مروی ہیں) لیکن اس فقیر کے نزدیک ان حضرات سے احادیث بڑی کثرت سے موجود ہیں، کیونکہ جو احادیث بظاہر موقوف ہوئی ہیں وہ بھی حکماً وحقیقۃً مرفوع ہیں اور ان حضرات سے باب فقہ، باب احسان اور باب حکمت میں جس قدر ارشادات مروی ہیں وہ بہت سی وجوہ سے مرفوع کے حکم میں ہیں، لہٰذا ان حضرات کو مکثرین میں داخل کرنا زیادہ موزوں ہے"۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے ان حضرات کو مکثرین کے طبقہ میں اس بناء پر داخل کیا کہ ان کے بہت سے مسائل وفتاویٰ احادیث ہیں اور ان کو احادیث قرار دینا بہت سے دلائل ووجوہ سے ہے، پھر آگے حضرت شاہ صاحبؒ نے ان دلائل میں سے ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ ان احکام ومسائل کو اگر متداولہ کتب حدیث کی احادیث مرفوعہ سے موازنہ کیا جائے گا تو ان کی باہم موافقت ومطابقت ہی ملے گی، لہٰذا ان حضرات نے ان ہی احادیث کو احکام ومسائل وفتاویٰ کی صورتوں میں روایت کیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی یہ تحقیق وتدقیق چونکہ سطحی افہام اور ظاہر پر اکتفاء کرنے والی عقول سے بلند تھی اس لئے خود ہی آپ نے یہ بھی

فرمایا کہ "قصہ کوتاہ! حضرت عمر، حضرت علی وحضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت کردہ بہت سی احادیث دفتروں میں موجود ہیں مگر ان حضرات کی جانب بحیثیت حدیث ان کا انتساب کم سمجھ اور غیر دانشمند لوگ نہیں کر سکیں گے (کہ ان کی افہام و دسترس سے باہر ہے)۔

اس موقع پر مجھے اس حقیقت کے اظہار کا بھی موقع دیجئے کہ یہ دفاتر وہی ہیں جن کی روشنی میں امام اعظم قدس سرہٗ اور آپ کے چالیس رفقاء ومحدثین وفقہاء مجتہدین نے "فقہ حنفی" کو مرتب کیا ہے۔

خلیفہ منصور نے امام صاحب سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے علم کس سے حاصل کیا؟ تو امام صاحب نے جواب دیا تھا کہ اصحاب عمر سے عمرؓ کا، اصحاب علیؓ سے علی کا اور اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ سے عبداللہؓ کا جس پر منصور نے کہا تھا کہ خوب خوب! ابوحنیفہ! تم نے بہت مضبوط علم حاصل کیا وہ سب طیبین طاہرین تھے، سب پر خدا کی رحمت ہو۔

اور شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں لمبی بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحبؒ کے استاذ الاستاذ حضرت ابراہیم نخعی نے اپنے مذہب کی بنیاد حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ کے مسائل وفتاویٰ پر قائم کی، ابراہیم تمام علماء کوفہ کے علوم کا مخزن تھے، ابن المسیب اور ابراہیم کے فقہ کے اکثر مسائل اصل میں سلف یعنی صحابہ سے مروی ہیں۔

ابراہیم کے فضل وکمال اور تفقہ وجلالت قدر پر تمام فقہاء کوفہ متفق ہو گئے تھے اور سب نے ان کی شاگردی کا فخر حاصل کیا، ابراہیم نے وہی مسائل جمع کئے تھے جن کو مشہور احادیث اور قوی دلائل کی صحیح کسوٹی پر کس لیا تھا۔ (حجۃ اللہ ص ۱۴۹)

پھر آگے چل کر شاہ صاحب نے یہ بھی واضح کیا کہ ان مسائل کو ابراہیم سے امام صاحبؒ نے اخذ کیا اور امام صاحبؒ قوانین کلیہ سے جزئیات کا حکم دریافت کرنے میں غیر معمولی ملکہ رکھتے تھے، فن تخریج مسائل کی باریکیوں پر اپنی دقیقہ رسی سے پوری طرح حاوی ہو جاتے تھے۔ فروع کی تخریج پر کامل طور پر توجہ فرماتے تھے اور ابراہیم اور ان کے اقران کے اقوال ومسائل کو اگر مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق اور کتاب الآثار امام محمد کی مرویات سے موازنہ کر کے دیکھو گے تو چند مسائل کے سوا سب میں اتفاق واتحاد پاؤ گے۔ (حجۃ اللہ ص ۱۵۱)

علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں نقل کیا کہ مسروق (جلیل القدر تابعی) نے بیان کیا کہ "میں نے رسول اللہ کے اصحاب کو گہری نظر سے دیکھا تو سب کے علوم کا سرچشمہ حضرت عمر، ۲ حضرت علی، ۳ حضرت ابن مسعود، ۴ حضرت زید، ۵ حضرت ابوالدرداء اور ۶ حضرت ابی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پایا اور اس کے بعد پھر گہری نظر سے دیکھا تو ان چھ حضرات کے علوم کا خزانہ حضرت علیؓ وحضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو پایا"۔

غرض اس تمام بحث سے یہ امر واضح ہے کہ امام صاحبؒ کو مقلین سے زیادہ مکثرین کے طبقہ میں شمار کرنا چاہئے، واللہ اعلم۔

علامہ محمد بن یوسف شافعی نے کتاب عقود الجمان میں (جو امام صاحب کے مناقب میں ہے) ایک مستقل باب ۲۳ واں امام صاحب کی روایت حدیث کی کثرت اور آپ کے اعیان واکابر حفاظ حدیث ہونے پر قائم کیا ہے، مناقب موفق ص ۳۸ ج ۱ میں امام ابوعبداللہ بن ابی حفظ الکبیر بخاری سے امام صاحبؒ کی چار ہزار شیوخ حدیث کا ذکر نقل کیا ہے اور یہ بھی کہا کہ یہ امام صاحب کے ادنیٰ فضائل میں سے ایک ہے۔

کبراء محدثین کا امام صاحب سے استفادہ

امام زفر نے بیان کیا کہ بڑے بڑے محدثین وقت مثل زکریا بن ابی زائدہ، عبدالملک، ابن سلیمان، لیث بن سلیم، مطرف بن طریف، حصین بن عبدالرحمٰن وغیرہم امام صاحبؒ کے پاس آتے جاتے تھے اور ان مشکل مسائل کے بارے میں جن کا حاصل کرنا ان کو دشوار ہوتا تھا اور ان احادیث کے بارے میں بھی جو ان پر مشتبہ ہوتی تھیں، امام صاحب سے تشفی حاصل کرتے تھے۔ (مناقب کردری ص ۱۰۱ ج ۲)

امام صاحب محدثین وفقہا کے ماویٰ وملجا تھے

ابن سماک: کوفہ کے استاد چار ہیں، سفیان ثوری، مالک بن مغول، داؤد طائی، ابوبکر نہشلی اور یہ سب ابوحنیفہؒ کے حلقہ میں بیٹھے ہیں (موفق، انتصار، کردری)

حارث بن عمر: جب امام ابوحنیفہؒ مکہ معظمہ جاتے تو ابن جریج اور عبدالعزیز بن ابی رواد ان کے ساتھ بیٹھتے اور ابن جریج ان کی مدح کرتے عبدالعزیز سے جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو امام صاحب سے مل کر معلوم کر کے بتاتے (کردری، انتصار)

توبہ ابن سعد: اہل مرو کے امام تھے، بقول ابن مبارک مومن قوی القلب تھے اور امام مالک کہا کرتے تھے کہ کاش! ان جیسا ایک شخص ہمارے یہاں ہوتا، یہ توبہ مذکور امام صاحب کے حلقہ میں بیٹھتے تھے، استفادہ کرتے تھے اور قضاء میں امام صاحب کے قول پر فیصلہ کرتے اور کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہ میرے اور میرے رب کے درمیان ہیں (کردری)

نوح بن مریم: میں امام ابوحنیفہؒ کی صحبت وحلقہ میں رہا ہوں ان کے بعد ان کا مثل نہیں دیکھا۔ (کردری)

ابن مبارک: فرمایا کرتے تھے کہ اگر ابوحنیفہؒ تابعین کے زمانہ میں امام ہوجاتے تو تابعین بھی ان کی طرف محتاج ہوتے۔ (موفق ص ۵۱ ج ۲ انتصار، کردری)

یٰسین بن معاذ زیات: نے مکہ معظمہ میں ایک کثیر جماعت میں بلند آواز سے جس طرح اذان دی جاتی ہے پکار کر کہا کے لوگو! ابوحنیفہؒ کو غنیمت سمجھو، ان سے علم حاصل کرو، ان سے زیادہ حلال وحرام کو جاننے والا تمہیں کوئی نہیں ملے گا، (موفق، انتصار، کردری) یٰسین مذکور کو ذہبی نے کبار فقہاء کوفہ میں سے لکھا ہے مفتی کوفہ بھی تھے۔

ابراہیم بن فیروز: اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا کہ مسجد میں بیٹھے ہیں اور اہل مشرق ومغرب کا ہجوم ہے وہ مسائل پوچھتے ہیں اور آپ جواب دیتے ہیں، وہ پوچھنے والے بھی فقہاء وخیار الناس تھے۔ (موفق، انتصار، کردری)

ابونعیم: لوگ طوعاً وکرہاً امام صاحب کے منقاد ہوتے جاتے تھے، آپ کے یہاں جو ہجوم رہتا تھا وہ دن ورات کے کسی حصہ میں منقطع نہیں ہوتا تھا خواہ آپ مسجد میں ہوں یا مکان میں۔ (کردری)

خالد بن صبیح: امام صاحب ایک رات عشاء کی نماز پڑھ کر جا رہے تھے کہ امام زفر نے کوئی مسئلہ پوچھا، امام صاحب نے جواب دیا، اس میں دوسری بحث اور تیسری بحث نکلی اور صبح تک یہ سلسلہ چلتا رہا اور صبح کے بعد بھی یہ گفتگو رہی حتیٰ کہ زفر کو شرح صدر ہوگیا، معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے رات کے اوقات عبادت ونماز وغیرہ میں جب ہی گذرتے ہوں گے کہ آپ کے پاس طالبین علوم کا ہجوم نہ ہو ورنہ درس وافادہ ہی مقدم رکھتے ہوں گے جیسا کہ واقعۂ مذکورہ سے معلوم ہوا۔

بعض ائمہ حدیث نے لکھا ہے کہ جس قدر امام صاحب کے اصحاب وتلامذہ تھے کسی امام کو نصیب نہیں ہوئے، حافظ ابوالمحاسن شافعی نے نوسو اٹھارہ علمائے کبار کے نام بقید نسب لکھے ہیں جو امام صاحب کے حلقۂ درس سے مستفید ہوئے، غالباً یہ تعداد مشہور محدثین کی ہوگی یا ان محدثین وفقہاء کی جو اکثر ملازم حلقہ رہا کرتے تھے اور اس کا ثبوت ردالمختار سے بھی ملتا ہے، چنانچہ اس میں بحوالہ طحطاوی لکھا ہے کہ فقہ کے جمع کرتے وقت ایک ہزار عالم امام صاحب کے ساتھ تھے جن میں چالیس شخص درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔

اتنے علماء میں ہر مسئلہ کی تحقیق ہوتی تھی اور سب کے اتفاق سے جب طے ہوتا تو اس وقت کتاب میں لکھا جاتا تھا، ہم امام صاحب کے خاص خاص تلامذہ واصحاب کے مختصر مختصر حالات بھی لکھیں گے اور ابتداء میں ان چالیس محدثین کے حالات لکھیں گے جو تدوین فقہ کے شریک تھے۔

امام صاحبؒ کی امامت فقہ اکابر علم کی نظر میں

پہلے علم فقہ کی اہمیت اقوال اکابر سے ملاحظہ کیجئے۔

(۱) حضرت عمرؓ: نے عبدالرحمٰن بن غنم کوصرف فقہ سکھانے کے لئے شام بھیجا تھا۔

(۲) امام مالکؒ: نے اپنے بھانجے ابو بکر اور اسمٰعیل سے کہا میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں حدیث کا بہت شوق ہے اور اس کو طلب کرتے ہو کہا ہاں! فرمایا اگر تم دوست رکھتے ہو کہ خدا تعالیٰ اس کا نفع تمہیں دے تو حدیث کی روایت کم کرو اور فقہ زیادہ حاصل کرو۔ (مختصر کتاب النصیحہ مولفہ خطیب بغدادی)

(۳) امام شافعیؒ: جو شخص صرف حدیثوں کو جمع کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی رات کو لکڑیاں جمع کرے کبھی ایسا بھی ہوگا کہ سانپ کو لکڑی سمجھ کر اٹھائے گا اور تکلیف اٹھائے گا (مختصر کتاب النصیحہ مولفہ خطیب بغدادی)

(۴) اعمش:

کہتے ہیں کہ جب میں تحصیل حدیث سے فارغ ہوا تو فتویٰ دینے کے لئے مسجد میں بیٹھا تھا پہلا ہی سوال ہوا تو اس کا جواب مجھ سے نہ بن سکا۔

(۵) امام احمد:

سے کسی نے مسئلہ پوچھا، فرمایا فقہاء سے پوچھو، ابوثور سے پوچھو (جو مشہور فقیہ تھے)۔ (توالی التاسیس)

(۶) علی بن المدینی:

بخاری نے نقل کیا کہ ابن مدینی کہتے تھے کہ تفقہ معانی حدیث یعنی فہم معنی حدیث نصف علم ہے اور معرفت رجال نصف علم ہے۔

(۷) امام ترمذی:

فقہاء نے اس طرح تشریح کی ہے اور وہ معانی حدیث کو زیادہ جانتے ہیں (جامع ترمذی)

عبداللہ بن مبارک:

ابوحنیفہ افقہ الناس تھے میں نے فقہ میں ان کا مثل نہیں دیکھا۔ (مناقب، موفق والانتصار بسط ابن الجوزی)

اعمش:

ابوحنیفہؒ وہ مسائل جانتے ہیں کہ نہ حسن بصری جانتے ہیں نہ ابن سیرین، نہ قتادہ، نہ بتی، نہ ان کے سوا کوئی اور (انتصار و مناقب کردری) کسی نے اعمش سے مسئلہ پوچھا، کہا کہ اس کا جواب ابوحنیفہؒ خوب جانتے ہیں، میرا ظن غالب یہ ہے کہ ان کے علم میں برکت دی گئی ہے (خیرات حسان)

سعید بن ابی عروبہ:

سفیان بن سے فرمایا کہ تمہارے بلاد سے ابوحنیفہؒ کی جوخبریں آئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے زیادہ افقہ کوئی نہیں ہے، مجھے آرزو ہے کہ جوعلم خدائے تعالیٰ نے ان کو دیا ہے وہ تمام مسلمانوں کے دلوں میں ڈالا جائے، ان کو خدا نے فقہ میں فتحیاب کیا ہے گویا وہ اسی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔(موفق، انتصار، کردری)

یحییٰ بن سعید القطان: کہا کرتے تھے کہ جو واقعات لوگوں پر وقتاً فوقتاً پیش آتے ہیں ان میں حکم شرعی بیان کرنے والا سواء ابوحنیفہؒ کے کوئی نہیں۔(موفق، انتصار)

عثمان المدینی: حماد، ابراہیم، علقمہ اور ابن اسود سے ابوحنیفہ زیادہ فقیہ تھے۔(موفق، انتصار)

جریر بن عبداللہ: نے کہا کہ مجھ سے مغیرہ نے کہا کہ ابوحنیفہؒ کے حلقہ میں رہا کرو گے تو فقیہ ہو جاؤ گے، اگر ابراہیم نخعی ہوتے تو وہ بھی ان کے حلقہ میں بیٹھتے۔(موفق، کردری)

مسعر: کوفہ میں امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ فقیہ میں نے نہیں دیکھا، ان کی فقاہت پر مجھے رشک آتا ہے(موفق، انتصار)

مقاتل: میں نے تابعین اور تبع تابعین کو دیکھا مگر ان میں ابوحنیفہؒ جیسا نکتہ رس اور بصیرت والا شخص نہیں دیکھا۔

یحییٰ بن آدم: تمام اہل فقہ اور اہل بینش کا اتفاق ہے کہ ابوحنیفہ سے افقہ کوئی نہیں، اس امر میں انہوں نے ایسی کوشش کی کہ ان سے پہلے کسی نے نہیں کی تھی اسی لئے خدائے تعالیٰ نے ان کو راستہ دکھا دیا۔(موفق، انتصار، کردری)

امام شافعیؒ: جس کو فقہ کی معرفت منظور ہو وہ ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو لازم پکڑے، کیونکہ فقہ میں سب ان کے عیال ہیں۔(موفق، انتصار)

وکیع: میں کسی عالم سے نہیں ملا جو امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ فقیہ ہو۔(موفق، انتصار، کردری)

حالانکہ امام وکیع بڑے بڑے محدثین سے ملے تھے، مثلاً ہشام بن عروہ، اعمش، اسماعیل بن ابی خالد، ابن عون، ابن جریج، سفیان اور اودی، اور امام احمد کہتے ہیں کہ میری آنکھوں نے وکیع جیسا عالم نہیں دیکھا حدیث وفقہ میں وہ بہت بڑے پایہ کے تھے امام احمد نے فرمایا کہ وہ فقہ کا مذاکرہ بڑی عمدگی سے کرتے تھے، یہ فقہ حنفی کی ہی طرف اشارہ ہے کیونکہ بتصریح ذہبی وہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔

واضح ہو کہ امام وکیع بھی اعمش اور اوزاعی کی طرح ابتداء میں امام صاحب کے مخالف تھے پھر صحیح حالات معلوم ہونے پر معتقد و مقلد ہو گئے تھے۔

سفیان ثوری: اگر سفیان ثوری کے پاس کوئی جاتا اور کہتا کہ میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس سے آیا ہوں، تو فرماتے کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ روئے زمین پر اس جیسا فقیہ عالم نہیں۔(الخیرات الحسان)

امام جعفر صادق: ابوحنیفہؒ کل فقہاء کوفہ سے افقہ ہیں۔(موفق، انتصار)

حسن بن عمارہ: یہ سفیان ثوری کے استاد ہیں، عبداللہ بن مبارک نے نقل کیا ہے کہ امام صاحب کے گھوڑے کی رکاب پکڑے ہوئے کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں نے تم سے بڑا فقیہ، بلیغ وحاضر جواب نہیں دیکھا اور آپ تمام فقہاء کے سردار ہیں جو لوگ آپ پر طعن کرتے ہیں وہ صرف حسد کرتے ہیں۔(تبییض الصحیفہ وخیرات الحسان)

اسحاق بن راہویہ: امام بخاری کے اجلہ شیوخ میں تھے کہا کہ میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو احکام اور قضایا کو امام ابوحنیفہ سے زیادہ جانتا ہوں ہر چند قبول قضاء پر زبردستی اور سختی کی گئی مگر انہوں نے قبول نہیں کیا۔ خالصاً لوجہ اللہ تعلیم اور ارشاد کیا کرتے تھے۔(موفق، انتصار)

عیسیٰ بن یونس: نے اپنے شاگردوں کو ہدایت کی کہ اگر امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کوئی بدگوئی کرے تو ہرگز اس کا یقین مت کرنا میں خدا کی قسم کھا کر تم سے کہتا ہوں کہ میں نے ان سے افضل اور افقہ نہیں دیکھا۔(خیرات)

آئے ہو کہ روئے زمین پر اس جیسا فقیہ عالم نہیں۔ (الخیرات الحسان)

امام جعفر صادق: ابوحنیفہؒ کل فقہاء کوفہ سے افقہ ہیں۔ (موفق، انتصار)

حسن بن عمارہ: یہ سفیان ثوری کے استاد ہیں، عبداللہ بن مبارک نے نقل کیا ہے کہ امام صاحب کے گھوڑے کی رکاب پکڑے ہوئے کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں نے تم سے بڑا فقیہ، بلیغ وحاضر جواب نہیں دیکھا اور آپ تمام فقہاء کے سردار ہیں جو لوگ آپ پر طعن کرتے ہیں وہ صرف حسد کرتے ہیں۔ (تبییض الصحیفہ وخیرات الحسان)

اسحاق بن راہویہ: امام بخاری کے اجلہ شیوخ میں تھے کہا کہ میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو احکام اور قضایا کو امام ابوحنیفہ سے زیادہ جانتا ہوں ہر چند قبول قضاء پر زبردستی اور سختی کی گئی مگر انہوں نے قبول نہیں کیا۔ خالصاً لوجہ اللہ تعلیم اور ارشاد کیا کرتے تھے۔ (موفق، انتصار)

عیسیٰ بن یونس: نے اپنے شاگردوں کو ہدایت کی کہ اگر امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کوئی بدگوئی کرے تو ہرگز اس کا یقین مت کرنا میں خدا کی قسم کھا کر تم سے کہتا ہوں کہ میں نے ان سے افضل اور افقہ نہیں دیکھا۔ (خیرات)

امام شعبہ: اعمش اور سفیان ثوری کے استاد ہیں ان کو جب امام صاحب کے انتقال کی خبر ملی تو انا للہ پڑھ کر کہا کہ اب اہل کوفہ کی روشنی علم جاتی رہی، یاد رکھو کہ ان جیسا شخص وہ کبھی نہ دیکھیں گے۔ (موفق، انتصار، کردری)

امام صاحب ورع وتقویٰ میں یکتا تھے

یحییٰ بن معین: کسی نے ان سے پوچھا کہ کیا ابوحنیفہ ثقہ تھے؟ کہاں ہاں ثقہ تھے، ثقہ تھے، پھر کہا خدا کی قسم ان کا رتبہ اس سے بہت زیادہ بلند تھا کہ جھوٹ کہتے، ورع میں وہ سب سے زیادہ تھے اور کہا کہ جس کو ابن مبارک ووکیع نے عدل کہا اس کو تم کیا کہتے ہو۔ (موفق، انتصار، کردری)

عبداللہ بن مبارک: جب میں کوفہ پہنچا، لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کے علماء میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ سب نے کہا ابوحنیفہؒ! پھر پوچھا کہ زہد میں سب سے زیادہ کون ہے؟ کہا ابوحنیفہؒ، پوچھا ورع وپارسائی میں سب سے زیادہ کون ہے؟ کہا ابوحنیفہؒ! (موفق، انتصار، کردری وتبییض)

مکی بن ابراہیم: میں کوفہ کے تمام علماء کے ساتھ بیٹھا مگر ابوحنیفہ سے زیادہ اورع کسی کو نہیں دیکھا، تہذیب الکمال میں بھی یہ روایت موجود ہے مگر اس کا جو خلاصہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں کیا ہے، اس میں شوافع کے مناقب زیادہ نقل کئے اور حنفیہ کے کم کر دیئے، اسی طرح تہذیب الکمال میں مزی نے سینکڑوں محدثین کے متعلق لکھا تھا کہ وہ امام صاحب کے یا ان کے اصحاب کے شاگرد ہیں مگر حافظ نے خلاصہ کیا کہ اس امر کا ذکر کم سے کم کر دیا۔

ابو شیخ: نو سال اور کئی ماہ میں ابوحنیفہؒ کے ساتھ بیٹھا، اس مدت میں کوئی بات ایسی نہیں دیکھی جو قابل انکار ہو، وہ صاحب ورع وصلوٰۃ وصدقہ مواساۃ تھے۔ (موفق، انتصار کردری)

بکیر بن معروف: جس نے ابوحنیفہؒ کو دیکھا اس کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اعلیٰ درجہ کے فقیہ اور صاحب معرفت اور پرہیزگار کیسے ہوا کرتے ہیں، اور ان کو دیکھنے والے پر یہ ثابت ہو جاتا تھا کہ وہ خیر ہی کے لئے مخلوق ہیں۔

ابن جریج: مجھے نعمان فقیہ اہل کوفہ کے حالات معلوم ہوئے ہیں کہ وہ ورع میں کامل اور دین وعلم کی حفاظت کرنے والے تھے، اہل آخرت کے مقابلہ میں اہل دنیا کو اختیار نہیں کرتے تھے، میں گمان کرتا ہوں کہ قریب میں ان کے علم کی عجیب شان ہوگی۔ (موفق، انتصار، کردری)

عبدالوہاب بن ہمام: جتنے مشائخ عدن طلب حدیث کے لئے کوفہ گئے تھے وہ بالاتفاق کہتے تھے کہ ابوحنیفہ کے زمانہ میں ان سے بڑا فقیہ اور اورع کوفہ میں ہم نے نہیں دیکھا۔ (موفق، انتصار)

وکیع: حدیث کے باب میں ابوحنیفہؒ کو جس قدر ورع تھا کسی میں نہیں پایا گیا۔ (موفق، انتصار)

یزید بن ہارون: میں نے ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا مگر خدا کی قسم ابوحنیفہ سے اورع کسی کو نہیں پایا۔ (موفق، انتصار)

مناقب موفق وکردری اور الانتصار میں سفیان بن عیینہ، ہشیر، عبدالرزاق بن ہمام صاحب مصنف مشہور، ابراہیم بن عکرمہ، عمر بن ذر، ابوغسان مالک، حفص بن عبدالرحمٰن، عطاء بن جبلہ، شداد بن حکیم، عمرو بن صالح عیسیٰ بن یونس اور دوسرے بڑے بڑے محدثین سے بہ سند متصل نقل کیا کہ امام صاحب سب سے زیادہ متقی، پرہیزگار عابد وزاہد تھے۔

امام صاحب کی تقریر اور قوت استدلال

قوت تقریر کا مدار کثرت معلومات، استحضار مضامین اور طبیعت نکتہ رس پر ہے اور امام صاحب اپنے زمانہ کے علماء میں سے سب سے علم وفضل میں فائق، قوت حافظہ میں ممتاز تھے اور طبیعت دقیقہ رس، نکتہ آفریں تھی اسی لئے آپ کی تقریر بھی غیر معمولی طور سے مؤثر ہوتی تھی، اس کے بارے میں معاصرین امام اور اکابر علماء کے اقوال پڑھئے۔

یزید بن ہارون: جب امام ابوحنیفہ کلام کرتے تو کل حاضرین کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔ (موفق، کردری)

شیخ کنانہ: امام ابوحنیفہ کا کل علم مفہوم وکار آمد ہے اور دوسروں کے علم میں حشو وزوائد بہت ہیں، میں ان کی صحبت میں ایک مدت تک رہا مگر ایک بات بھی ان سے ایسی نہیں سنی جو قابل مواخذہ ہو، یا اس پر عیب لگایا جاسکے۔ (موفق، انتصار، کردری)

ابو معاویہ ضریر: شریک، جہل وحسد کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کے ساتھ دشمنی تو رکھتے تھے مگر جب ان کا کلام سنتے تو بیچارے سر نہ اٹھا سکتے میں نے امام صاحب سے زیادہ علم والا نہیں دیکھا، کوئی شخص تقریر میں ان پر غالب نہیں آسکتا تھا، کبھی ان کو مغلوب ہوتے نہیں دیکھا۔ (موفق، کردری)

یحییٰ بن آدم: امام ابوحنیفہؒ کا کلام خالصۃً اللہ تھا اگر اس میں دنیوی امور کی آمیزش ہوتی تو ان کا کلام آفاق میں ہرگز نافذ نہ ہوسکتا کیونکہ ان کے حاسد اور کسر شان کرنے والے لوگ بہت تھے۔ (موفق، انتصار، کردری)

جس مجلس میں امام صاحب ہوتے تو کلام کا مدار ان پر ہی ہوتا اور جب تک وہ وہاں رہتے کوئی دوسرا بات نہ کرسکتا (خیرات، کردری)

مسعر بن کدام: کسی نے ان سے کہا کہ ابوحنیفہؒ کے دشمن کس قدر کثرت سے ہیں؟ یہ سن کر مسعر سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور کہا دور ہو! میں نے جب کسی کو ان کے ساتھ مباحثہ کرتے دیکھا تو امام کو ہی غالب دیکھا۔ (موفق، انتصار، کردری)

مطلب بن زیاد: جب کبھی امام ابوحنیفہؒ نے کسی مسئلہ میں کسی کے ساتھ گفتگو کی تو وہ شخص ان کا مطیع ومنقاد ہوگیا۔ (موفق)

امام مالکؒ: پوچھا گیا کہ اہل عراق میں سے جو آپ کے یہاں آئے ان میں افقہ کون ہیں؟ فرمایا- کون آئے ہیں؟ کہا گیا ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہؒ، امام مالک نے فرمایا کہ تم نے ابوحنیفہؒ کا نام آخر میں لیا، میں نے ان کو دیکھا کہ ہمارے یہاں کے کسی فقیہ سے ان کا مناظرہ ہوا اور تین بار اس کو اپنی رائے کی طرف رجوع کرا کے امام صاحب نے آخر میں کہہ دیا کہ یہ بھی خطا ہے۔ (موفق)

اور امام شافعیؒ کا بیان ہے کہ امام مالکؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا سبحان اللہ! وہ تو ایسے شخص تھے کہ اگر تم سے کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو پھر اس کو دلیل وحجت سے ثابت بھی کردکھاتے۔ (کردری، خیرات، تبییض)

حافظ ابوحمزہ محمد بن میمون: نے قسم کھا کر کہا کہ ابوحنیفہؒ کی تقریر سن کر مجھے جس قدر خوشی ہوتی وہ لاکھ اشرفی کے ملنے سے بھی نہیں ہوسکتی۔ (موفق، انتصار، کردری)

یوسف بن خالد سمتی: جب میں علم حاصل کرکے امام صاحب کے حلقہ میں بیٹھا اور ان کی تقریریں سنیں تو معلوم ہوا کہ علم کے چہرہ پر

امام ابوحنیفہؒ طبیب امت تھے

سعدان بن سعید حلمی: امام ابوحنیفہؒ اس امت کے طبیب ہیں اس لئے کہ جہل سے زیادہ کوئی بیماری نہیں اور علم ایسی دوا ہے کہ اس کی نظیر نہیں اور امام صاحبؒ نے علم کی ایسی شافی تفسیر کی کہ جہل جاتا رہا۔

امام اوزاعی: امام صاحبؒ کو طبیب امت کہا کرتے تھے اور محدثین کو عطاروں میں داخل کرتے تھے۔

عفان بن سیار: امام ابوحنیفہؒ کی مثال طبیب حاذق کی سی ہے جو ہر بیماری کی دوا جانتا ہے۔(موفق، انتصار، کردری)

امام صاحبؒ محسود تھے

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے آیت ومن شر حاسد اذا حسد کی تفسیر میں لکھا ہے کہ تمام شرور کا مبدأ حسد ہے، آسمان و زمین میں جو پہلا گناہ ہوا وہ حسد ہی تھا، وہاں ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام پر حسد کیا تھا، یہاں قابیل نے ہابیل پر۔

سفیان ثوری: آپ سے جب کوئی دقیق مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے کہ اس مسئلہ میں کوئی عمدہ تقریر نہیں کر سکتا سواء اس شخص کے جس پر ہم لوگ حسد کرتے ہیں (یعنی ابوحنیفہؒ) پھر امام صاحب کے شاگردوں سے پوچھتے کہ اس مسئلہ میں تمہارے استاد کا کیا قول ہے؟ اور جو وہ جواب دیتے اسی کو یاد کر کے اسی کے موافق فتوی دیتے تھے۔(موفق، کردری)

عبید بن اسحٰق: امام ابوحنیفہ سید الفقہاء ہیں اور جو ان پر تہمت لگاتا ہے وہ حاسد ہے یا شریر شخص ہے۔(موفق، انتصار، کردری)

ابن مبارک: اگر میں سفہاء کی بات سنتا (جو حسد و عداوت کی وجہ سے امام صاحب کے پاس آنے سے روکتے تھے) تو ابوحنیفہؒ کی ملاقات فوت ہو جاتی، جس سے میری مشقت اور خرچ جو تحصیل علم میں ہوا تھا سب ضائع ہو جاتا، اگر میں ان سے ملاقات نہ کرتا اور ان کی صحبت نصیب نہ ہوتی تو میں علم میں مفلس رہ جاتا اور فرمایا کرتے تھے کہ آثار و احادیث کو لازم پکڑو مگر اس کے لئے ابوحنیفہ کی ضرورت ہے۔(موفق، انتصار، کردری)

یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں بہت سے شہروں میں رہا، علم حاصل کیا مگر جب تک امام صاحبؒ سے ملاقات نہ ہوئی حلال و حرام کے اصول مجھے معلوم نہ ہوئے۔(موفق و کردری)

حضرت عبداللہ بن مبارک امام صاحب پر نقد و جرح کرنے والوں کے بارے میں ایک مشہور شعر پڑھا کرتے تھے کہ جب کسی شخص کے علم و فضل کے غیر معمولی مرتبہ پر لوگوں کو پہنچنا دشوار ہوتا ہے تو اس پر حسد کرنے لگا کرتے ہیں اور حسد کی وجہ سے جرح پر اتر آتے ہیں، خود امام صاحب سے بھی چند اشعار ایسے منقول ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے پاکیزہ قلب پر بھی حاسدین کے حسد کا صدمہ تھا۔

قیس بن ربیع: ابوحنیفہؒ پرہیزگار، فقیہ اور محسود خلائق تھے۔

حسن بن عمارہ: لوگ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت جو کلام کرتے ہیں، اس کا منشاء حسد ہے، تفقہ میں ان کی فضیلت مسلم تھی۔

امام صاحب مؤید من اللہ تھے

عبدالرحمٰن بن عبداللہ مسعودی: امام ابوحنیفہؒ فقہ اور فتوی میں موید من اللہ تھے، ابوعبدالغفار نے کہا کہ امام صاحب ہمارے زمانہ کے فقیہ ہیں، قیس بن الربیع نے کہا کہ مسعودی نے سچ کہا ہے۔(کردری)

سوید بن سعید: اگر امام ابوحنیفہؒ اور خدائے تعالیٰ کے درمیان کوئی امر محکم نہ ہوتا تو ان کو اس قدر توفیق نہ ہوتی۔(موفق، انتصار، کردری)

امام مالک: امام ابوحنیفہؒ کو فقہ کی توفیق دی گئی ہے، جس سے ان پر اس کی مشقت نہ رہی۔(خیرات)

اعمش: نے امام صاحب سے کہا تھا کہ اگر طلب سے فضیلت حاصل ہوتی تو میں تم سے افقہ ہو جاتا مگر وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہے (کردری)

امام صاحب خدا تعالیٰ کی رحمت تھے

ابوبکر بن عیاش: میں نے محمد بن السائب الکلبی سے بار ہا سنا ہے کہ "ابوحنیفہ خدا کی رحمت ہیں"۔ (موفق، انتصار، کردری)

امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے

محدث شفیق بلخی: عبدالوہاب مروزی نے نقل کیا کہ جب شفیق مکہ معظمہ آئے تو ہم ان کی مجلس میں اکثر جایا کرتے تھے ان کی عادت تھی کہ امام ابوحنیفہؒ کی تعریفیں کثرت سے کیا کرتے تھے، ایک بار ہم نے کہا حضرت! کب تک آپ ان کی تعریف وتوصیف کریں گے، ایسی باتیں بیان کیجئے جن سے ہمیں کچھ نفع ہو، فرمایا افسوس ہے کہ تم لوگ ابوحنیفہ کے ذکر کو اور ان کے مناقب کو افضل الاعمال نہیں سمجھتے اگر ان کو دیکھتے اور ان کے ساتھ بیٹھتے تو یہ بات کبھی نہ کہتے۔ (موفق، انتصار، کردری)

حضرت شعبہ: یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ شعبہ کے روبرو جب امام صاحب کا ذکر ہوتا تو ان کی تعریف وتوصیف میں بہت اطناب کرتے تھے حالانکہ وہ امام صاحب کے اقران میں سے تھے۔ (حوالہ بالا)

شیخ یٰسین زیات: محمد بن قاسم کا بیان ہے کہ یٰسین زیات امام صاحب کی تعریف حد سے زیادہ کرتے تھے، جب کبھی ذکر آجاتا دیر تک ذکر کرتے اور خاموش رہنا نہیں چاہتے تھے۔ (موفق، انتصار)

تلامذۂ امام اعظمؒ

حاشیہ نسائی میں حافظ ابن حجر کے حوالہ سے بعض ائمہ کا قول نقل ہے کہ اسلام کے مشہور ائمہ میں سے کسی کے اتنے اصحاب وشاگرد ظاہر نہیں ہوئے جتنے امام ابوحنیفہ کے تھے اور جس قدر علماء نے آپ سے اور آپ کے اصحاب سے تفسیر آیات مشکلہ، حل احادیث مشتبہ، تحقیق مسائل مستنبطہ، نوازل، قضایا اور احکام وغیرہ میں استفادہ کیا ہے اور کسی سے نہیں کیا۔

بعد محدثین نے آپ کے خصوصی تلامذہ میں سے آٹھ سو تلامذہ کا تذکرہ مع ذکر نسب ومقام وغیرہ تفصیل سے کیا ہے اور جنہوں نے آپ کی مسند کو روایت کیا ان کی تعداد پانچ سو لکھی ہے۔

حافظ ذہبی نے امام صاحب کو حفاظ حدیث میں ذکر کیا ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ امام صاحب سے تحصیل علم کرنے والے دو قسم پر تھے، ایک وہ جو حدیث آپ سے اخذ کرتے تھے، دوسرے وہ جو تفقہ کے زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔

حافظ محمد بن یوسف الصالحی شافعی مؤلف "السیرۃ الکبریٰ الشامیہ" نے عقود الجمان میں لکھا ہے کہ "امام ابوحنیفہؒ اعیان وکبار حفاظ حدیث میں سے تھے اور اگر ان کی غیر معمولی توجہ وشغف حدیث کے ساتھ نہ ہوتی تو وہ استنباط مسائل فقہ نہیں کرسکتے تھے اور اسی کثرت اعتناء بالحدیث کی وجہ سے ان کو حافظ ذہبی نے "طبقات الحفاظ" میں ذکر کیا ہے اور ان کا یہ فعل نہ صرف درست وصواب ہے بلکہ قابل تحسین ہے"۔

پھر ۲۳ ویں باب میں لکھا کہ "باوجود امام صاحب کے وسعت حافظہ کے جوان سے روایت حدیث کم ہوئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ استنباط مسائل میں زیادہ مشغول رہے اور اسی طرح امام مالک وامام شافعی سے بھی روایت حدیث بہ نسبت ان کے کثیر الحدیث ہونے کے کم ہوئی ہے۔

جس طرح حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ وغیرہ صحابہ سے بہ نسبت ان کے کثرت علم حدیث کے روایت کم ہوئی ہے، پھر علامہ موصوف نے امام صاحب کی کثرت علم حدیث کے بھی کچھ واقعات پیش کئے ہیں اور اس کے بعد امام صاحب کی ۱۷ مسانید کی اسانید کو پوری تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

علامہ کوثریؒ نے نقل مذکور کے بعد تحریر فرمایا کہ امام صاحب کی یہ مسانید بطریق خیر رملی بھی امام صاحب سے مروی ہیں اور حافظ حدیث شمس ابن طولون نے بھی ان کی اسانید "فہرست اوسط" میں ذکر کی ہیں اور ہماری سند امام صاحب تک "التحریر الوجیز" میں ہے۔

خطیب بغدادی نے جس وقت دمشق کا سفر کیا تو اپنے ساتھ مسند نمبر ۱۸ امام اعظم للدار قطنی، اور مسند نمبر ۱۹ امام لابن شاہین اور ایک مسند نمبر ۲۰ خود اپنا لے گئے تھے۔

حافظ بدر الدین عینی حنفی نے اپنی تاریخ کبیر میں لکھا ہے کہ امام صاحب کے مسند نمبر ۲۱ ابن عقدہ میں ایک ہزار حدیث سے زیادہ ہیں، علامہ حافظ سیوطی شافعی نے تعقبات میں لکھا کہ ابن عقدہ کبار حفاظ حدیث میں سے تھے جن کی سب نے توثیق کی ہے، بجز کسی متعصب کے۔

ان کے علاوہ امام زفر نے بھی کتاب نمبر ۲۲ کتاب الآثار تالیف کی تھی جس میں امام صاحب سے بہ کثرت احادیث مروی ہیں، اس نسخہ کا ذکر حاکم نے "معرفۃ علوم الحدیث" میں کیا ہے۔ (تانیب الخطیب ص ۱۵۶)

مسند خوارزمی میں ہے کہ امام صاحب جس وقت اپنے استاد امام حماد کی جگہ جامع مسجد کوفہ میں مسند درس پر رونق افروز ہوئے تو ایک ہزار شاگرد آپ کے پاس جمع ہو گئے جن میں چالیس ایسے محدثین وفقہاء تھے جن کو اجتہاد کا درجہ حاصل تھا، ان پر آپ کو فخر تھا اور ان کو دیکھ کر اکثر یہ جملہ فرمایا کرتے تھے۔

"تم سب میرے رازدار غم گسار ہو، میں نے اس فقہ کے اسپ تازی کو زین ولگام کے ساتھ بنا سنوار کر تیار کر دیا ہے اس پر تم اپنا دینی، علمی سفر طے کرو) تم میری مدد کرو کیونکہ لوگوں نے مجھ کو جہنم کا پل بنایا ہے، وہ سب اس پر سے گذر کر پار ہوتے ہیں اور سب بار بوجھ میری پیٹھ پر ہے، یعنی وہ لوگ تو تقلید سے نجات پالیں گے لیکن اگر اجتہاد واستنباط احکام میں ذرا سا بھی تساہل رونما ہوا تو اس کا مواخذہ مجھ سے ہوگا"۔

چنانچہ امام صاحب نے تدوین فقہ کی ایک مجلس شوریٰ ترتیب دی جس میں علاوہ چالیس فقہاء مذکورین کے دوسرے سینکڑوں محدثین و فقہا بھی وقتاً فوقتاً شرکت کیا کرتے تھے جو امام صاحب کی خدمت میں دور دراز ملکوں سے تحصیل حدیث وفقہ کیلئے حاضر ہوتے رہتے تھے، کیونکہ تدوین فقہ کا یہ عظیم الشان کام تقریباً ۲۵-۳۰ سال تک جاری رہا ہے۔

یہاں ہم امام صاحب کے تلامذۂ محدثین کے کچھ نام لکھتے ہیں۔

تلامذۂ محدثین امام اعظمؒ

۱- عبداللہ بن مبارک: خلیلی نے کہا کہ متفق علیہ امام ہیں، نسائی کہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے بزرگ اور صاحب اخلاق حمیدہ ہیں، نووی کہ امامت وجلالت پر اجماع ہے، امام احمد کہ امام وقت وافضل المحدثین تھے اور کل احادیث ازبر تھیں، باوجود اس کے کہا کرتے تھے کہ امام صاحب کے علوم کی طرف ہر محدث محتاج ہے اور بعد تکمیل حدیث امام صاحب کے ساتھ آخری عمر تک رہے۔

۲- مسعر بن کدام: تذکرہ میں ہے الامام الحافظ، احد الاعلام، باوجودیکہ امام صاحب نے بھی ان سے روایت کی ہے مگر حلقہ درس امام میں روبرو بیٹھتے اور شاگردوں کی طرح سوال کرتے، امام صاحب کو دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے۔

۳- وکیع بن الجراح: تذکرہ امام حافظ محدث العراق، تہذیب الکمال وتبییض الصحیفہ وخیرات الحسان میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد تھے۔

۴- مقری: محدثین میں شیخ الاسلام اور امام سمجھے جاتے تھے، امام صاحب کے شاگرد تھے اور ان کو شاہ مرداں کہا کرتے تھے۔

۵- ابراہیم بن طہمان: تذکرہ میں ہے کہ الامام الحافظ کہے جاتے تھے، امام احمد کی مجلس میں ذکر آتا تو سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے تھے، تذکرہ، تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۶- یزید بن ہارون: تذکرہ میں الامام القدوہ شیخ الاسلام ۴۰ سال عشاء کے وضو سے نماز صبح ادا کی، تلامذہ کا شمار نہیں ستر ہزار ایک وقت میں ہوتے تھے تذکرہ و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد تھے اور سب اساتذہ پر ترجیح دیتے تھے کہ ان کا مثل بہت تلاش کیا مگر نہ ملا۔

۷- حفص بن غیاث: کردری نے ان کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے امام صاحب سے ان کی کتابیں اور آثار سنے ہیں، خطیب کا بیان ہے کہ امام صاحب کے مشہور شاگردوں میں ہیں۔

۸- ابو عاصم الضحاک النبیل: تذکرہ میں ہے کہ الحافظ اور شیخ الاسلام کہے جاتے تھے تہذیب الکمال اور تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۹- یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ: تذکرۃ الحفاظ میں صاحب ابی حنیفہ کا لقب دیا ہے، مدت تک ساتھ رہے اور لکھنے کا کام سپرد تھا۔

۱۰- یحییٰ بن سعید القطان: حلقہ درس میں شرکت کرتے، اکثر اقوال لئے، امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے حالانکہ سید الحفاظ تھے۔

۱۱- عبدالرزاق بن ہمام: تذکرہ میں الحافظ الکبیر، امام بخاری نے ان کی کتاب سے استفادہ کیا، ذہبی نے اس کتاب کو علم کا خزانہ کہا، تہذیب الکمال و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد تھے صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں۔

۱۲- اسحٰق بن یوسف ازرق- تہذیب الکمال و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں۔

۱۳- جعفر بن عون- خیرات حسان و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں ترمذی ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔

۱۴- حارث بن نبہان- تہذیب التہذیب و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں ترمذی ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔

۱۵- حبان بن علی العنزی- تہذیب التہذیب و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔

۱۶- حماد بن دلیل- تہذیب التہذیب و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں ابوداؤد میں ان سے روایات ہیں۔

۱۷- حفص بن عبدالرحمٰن البلخی- تہذیب التہذیب و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں نسائی میں ان سے روایات ہیں۔

۱۸- حکام بن مسلم الرازی- تہذیب التہذیب و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں مسلم وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔

۱۹- حمزہ بن حبیب الزیات قاری- تہذیب الکمال و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں مسلم وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔

۲۰- خارجہ بن مصعب الضبعی- تہذیب الکمال میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں ترمذی ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔

۲۱- داؤد بن نصیر الطائی- نفحات الانس جامی میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں نسائی وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔

۲۲- زید بن حباب عکلی- تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں مسلم وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔

۲۳- شعیب بن اسحٰق بن عبدالرحمٰن الدمشقی- تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں بخاری و مسلم وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔

۲۴- صباح بن محارب- تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔

۲۵- صلت بن الحجاج الکوفی- تہذیب الکمال میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں بخاری میں ان سے روایات ہیں۔

۲۶- عائذ بن حبیب العبسی- نسائی و ابن ماجہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض الصحیفہ، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۲۷- عباد بن العوام- صحاح ستہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض و خیرات میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۲۸- عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانی- بخاری و مسلم وغیرہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۲۹-عبدالعزیز بن خالد بن زیاد ترمذی- نسائی میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۰-عبدالکریم بن محمد الجرجانی-ترمذی میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۱-عبدالعزیز بن ابی رواد- بخاری وغیرہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۲-عبیداللہ بن عمرو الرقی-صحاح ستہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۳-عبیداللہ بن موسیٰ-صحاح ستہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۴-علی بن ظبیان الکوفی-ابن ماجہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض، خلاصہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۵-علی بن عاصم الواسطی-ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۶-علی بن مسہر-صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۷-ابونعیم الفضل بن دکین-صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۸-الفضل بن موسیٰ السینانی-صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں اسحق بن راہویہ نے فرمایا کہ میرے اساتذہ میں کوئی ان سے اوثق نہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۹-عبدالوارث بن سعید-صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۰-القاسم بن الحکم العرنی-ترمذی میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال تبییض الصحیفہ تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۱-القاسم بن معن المسعودی-نسائی میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۲-قیس بن الربیع-ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۳-محمد بن بشر العبدی-صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۴-محمد بن الحسن بن آتش الصنعانی-امام احمد میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۵-محمد بن خالد الوہبی-ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض الصحیفہ، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۶-محمد بن عبدالوہاب العبدی-ابوداؤد، ترمذی، نسائی میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۷-محمد بن یزید الواسطی-ابوداؤد، ترمذی، نسائی میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۸-مروان بن سالم-نسائی میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۹-مصعب بن مقدام-مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۰-المعافی بن عمران الموصلی- بخاری، ابوداؤ د ونسائی میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۱-مکی بن ابراہیم البلخی -صحاح ستہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۲-النعمان بن عبدالسلام الاصبہانی -ابوداؤد، نسائی میں روایات ہیں تہذیب الکمال تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۳-نوح بن دراج القاضی-تہذیب الکمال، تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۴-نوح بن ابی مریم -تہذیب الکمال تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۵-ہریم بن سفیان-صحاح ستہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۶-ہودہ بن خلیفہ-ابوداؤد میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۷-ہیاج بن بسطام الرجمی-ابن ماجہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۸-یحییٰ بن یمان- بخاری ومسلم میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۹-یزید بن زریع-صحاح ستہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۶۰-یزید بن ہارون (م ۲۰۶ھ) من رواۃ الصحاح (تہذیب وجواہر)۔

۶۱-یونس بن بکیر-مسلم، ابوداؤد وغیرہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۶۲-ابواسحٰق الفزاری-صحاح ستہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۶۳-موسیٰ بن ابن نافع ابوشہاب الاکبر الحناط- بخاری ومسلم وغیرہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۶۴-حماد بن زید-صحاح ستہ، بخاری ومسلم وغیرہ میں روایات ہیں سفیان ثوری ان کے سامنے دوزانو ہوتے تھے۔ خیرات میں بحوالہ ابن مدینی ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۶۵-ہشام بن عروہ-صحاح ستہ، بخاری ومسلم وغیرہ میں روایات ہیں حدیث میں امام تھے۔ خیرات میں بحوالہ ابن مدینی ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۶۶-یحییٰ بن القطان-سید الحفاظ تھے، صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں، امام احمد، امام یحییٰ بن معین، ابن المدینی وغیرہ اکابر محدثین کے شیخ ہیں۔ ابن المدینی (شیخ کبیر امام بخاری) کا قول ہے کہ یحییٰ القطان سے بڑا رجال کا عالم میں نے نہیں دیکھا۔ یہ بھی امام صاحب کے شاگرد اور ان کے مذہب کے تبع تھے۔

تلامذۂ محدثین واصحاب امام اعظمؒ

جامع مسانید امام اعظمؒ جلد دوم (مطبوعہ حیدرآباد) میں ص ۳۵۳ سے ص ۵۷۴ تک امام صاحب کے ان تلامذہ کے اسماء گرامی پھیلے ہوئے ہیں کہ جن کو صاحب جامع نے اصحاب الامام، بلکہ کرممتاز حیثیت دی ہے اور ساتھ ہی ان کے جلالت قدر کی طرف بھی اشارات کئے ہیں کہ مثلاً وہ شیوخ اصحاب صحاح ستہ یا شیوخ بخاری ومسلم میں سے ہیں، ساتھ ہی امام صاحب کے اصحاب میں سے اور امام صاحب کی اسانید کے رواۃ میں سے بھی ہیں۔ کچھ نام ان میں سے یہاں بھی درج کرتے ہیں۔

۶۷-محمد بن ربیع - ابوعبداللہ الکلابی الکوفی یروی عن الامام فی ہذہ المسانید

۶۸-محمد بن خازم ابومعاویہ الضریر-(راوی صحاح ستہ) ولادت ۱۱۳ھ وفات ۱۹۵ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۶۹-محمد بن فضیل بن غزوان الکوفی- وفات ۱۹۵ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۷۰-محمد بن عمرو الواقدی مدنی قاضی بغداد-(ابن ماجہ) وفات ۲۰۷ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۷۱-محمد بن جابر الیمامی-(ابوداؤد وابن ماجہ) یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۷۲-محمد بن حفص بن عائشہ- یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۷۳-محمد بن ابان ابوعمر- یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۷۴-محمد بن خالد الوہبی الحمصی الکندی- یروی عن الامام فی ہذہ المسانید کثیراً
۷۵-محمد بن یزید بن مذحج الکوفی- یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۷۶-محمد بن صبیح بن السماک الکوفی- ابوالعباس یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۷۷-محمد بن سلیمان ابن حبیب ابوجعفر البغدادی- یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۷۸-محمد بن سلمۃ الحرانی ابوعبداللہ- وفات ۱۹۱ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۷۹-محمد بن عبید ابوعبیداللہ الطنافی الکوفی الاحدب- وفات ۲۰۳ھ سمع الامام وروی فی ہذہ المسانید
۸۰-محمد بن جعفر ابوعبداللہ البصری (غندر) شیخ مشائخ البخاری ومسلم وشیخ احمد روی عن الامام فی ہذہ المسانید
۸۱-محمد بن یعلی السلمی الکوفی- یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۸۲-محمد بن الزرقان ابوہمام الاہوازی- یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۸۳-محمد بن الحسن الواسطی- کتب عنہ البخاری اول سنۃ انحدر الی البصرۃ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۸۴-محمد بن بشر ابوعبداللہ الکوفی- وفات ۲۰۳ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۸۵-محمد بن الفضل بن عطیۃ المروزی- یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۸۶-محمد بن یزید الواسطی ابوسعید الکلاعی- وفات ۱۸۸ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۸۷-محمد بن الحسن المدنی- یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۸۸-محمد بن عبدالرحمٰن- ابوعمرو القرشی الکوفی القاضی- روی عنہ الثوری ومع جلالۃ قدرہ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۸۹-محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار المدنی-(صاحب المغازی) طول الخطیب فے الاطراء علیہ ثم حکی فیہ طعنا کما فعل باجلۃ العلماء
۹۰-محمد بن میسر ابوسعد الجعفی الصاغانی- یروی عن الامام کثیراً فی ہذہ المسانید
۹۱-ابراہیم بن محمد ابواسحاق الفزاری- ولادت ـــــ وفات ۱۸۶ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
من شیوخ شیوخ البخاری ومسلم ومن شیوخ الامام الشافعی روی عنہ فی سندہ الکثیر
۹۲-ابراہیم بن میمون ابواسحاق الخراسانی- من شیوخ شیوخ البخاری ومسلم ومن شیوخ الامام الشافعی ویروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۹۳-ابراہیم بن طہمان الخراسانی- مع جلالۃ قدرہ ویروی عن الامام فی ہذہ کثیراً
۹۴-ابراہیم بن ایوب الطبری- ویروی عن الامام فی ہذہ

۹۵-ابراہیم الجراح-قاضی مصر-اخو وکیع بن الجراح-روی کثیراً عن ابی یوسف ویروی عن الامام فی ہذہ کثیراً
۹۶-ابراہیم بن المختار-ویروی عن الامام فی ہذہ
۹۷-اسمٰعیل بن عیاش بن عتیبۃ الحمصی العنسی-وفات ۱۸۱ھ ویروی وہو من کبار محدثی تابعی التابعین۔
۹۸-ابراہیم بن سعید بن ابراہیم القرشی المدنی-وفات ۱۸۳ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۹۹-ابراہیم بن عبدالرحمٰن الخوارزمی-یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۱۰۰-اسماعیل بن ابی زیاد-من اصحاب الامام ویروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۱۰۱-اسماعیل بن موسیٰ-الکوفی الفزاری وفات ۱۴۵ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۱۰۲-اسماعیل بن یحییٰ بن عبداللہ بن طلحۃ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ (کوفی)-یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۱۰۳-اسحٰق بن یوسف الواسطی-مع جلالۃ قدرہ وہو کونہ من شیوخ احمد ویحییٰ بن معین وہو شیخ بعض شیوخ البخاری ومسلم وفات ۱۹۵ھ یروی عن الامام فی ہذہ الاحادیث الکثیرۃ
۱۰۴-اسحٰق بن حاجب بن ثابت العدل-وفات ۱۹۹ھ ویروی عن الامام
۱۰۵-اسحٰق بن بشر البخاری-من فقہاء بخاری یروی عن الامام
۱۰۶-اسباط بن محمد بن عبدالرحمٰن القرشی وفات ۱۸۶ھ یروی مع کونہ من شیوخ شیوخ البخاری ومسلم ومن شیوخ الامام احمد ویحییٰ بن معین
۱۰۷-اسد بن عمرو البجلی-وفات ۱۹۰ھ-یروی عن الامام الخ کثیراً مع کونہ من شیوخ احمد وامثالہ من صغار اصحاب الامام
۱۰۸-ابوبکر بن عیاش-نام سے مشہور نہیں اور نام متعین بھی نہیں-وفات ۱۹۳ھ امام عظیم مخرج عنہ کثیراً فی البخاری ومسلم ویروی عن الامام الخ
۱۰۹-اسرائیل بن یونس بن ابی اسحٰق السبیعی-ولادت ۱۰۰ھ وفات ۶۲، ۶۱، ۱۶۰ھ مع جلالۃ قدرہ وکونہ من اعلام ائمۃ الحدیث ومن شیوخ شیوخ الشیخین یروی عن الامام الخ وہو من شیوخ احمد ایضا
۱۱۰-ابان بن ابی عیاش البصری-من کبار اصحاب الحسن البصری یروی عن الامام فی المسانید
۱۱۱-ایوب بن ہانی-یروی عن الامام فی المسانید
۱۱۲-احمد بن ابی ظبیہ-یروی عن الامام فی المسانید
۱۱۳-اسماعیل بن ملحان-یروی عن الامام فی المسانید
۱۱۴-اسماعیل بن النسوی-یروی عن الامام فی المسانید
۱۱۵-اسماعیل بن بیاع السابری-یروی عن الامام فی المسانید
۱۱۶-اسماعیل بن علیان-یروی عن الامام فی المسانید
۱۱۷-اخضر بن حکیم-یروی عن الامام فی المسانید
۱۱۸-الیسع بن طلحہ-یروی عن الامام فی المسانید
۱۱۹-ابراہیم بن سعید-یروی عن الامام فی المسانید
۱۲۰-ابیض بن الاغر-یروی عن الامام فی المسانید

۱۲۱-اسحاق بن بشر البخاری-وفات ۲۰۶ھ یروی عن الامام فی المسانید قال الخطیب روی عنہ جماعۃ من الخراسانین وقال اقدمہ ہارون الرشید بغداد فحدث بہا

۱۲۲-بکر بن خنیس-یروی عن الامام فی المسانید

۱۲۳-بشر بن المفضل البصری-وفات ۱۸۷ھ یروی عن الامام فی المسانید

۱۲۴-بکیر بن معروف الاسدی الدمشقی، قاضی نیشاپور-وفات ۱۶۳ھ یروی عن الامام فی المسانید

۱۲۵-بلال بن ابی بلال مرداس الفزاری-یروی عن الامام مع انہ شیخ شیخ البخاری

۱۲۶-بشر بن زیاد- یروی عن الامام

۱۲۷-بشار بن قیراط- یروی عن الامام

۱۲۸-بقیہ بن الولید الکلاعی الحضرمی- وفات ۱۷۷ھ یروی عن الامام

۱۲۹-جنادہ بن مسلم العامری الکوفی-یروی عن الامام فی المسانید

۱۳۰-جارود بن یزید ابوعلی العامری النیشاپوری-یروی عن الامام فی المسانید

۱۳۱-جریر بن عبدالحمید الکوفی الرازی-وفات ۱۸۷ھ یروی عن الامام فی المسانید

۱۳۲-جعفر بن عون المخزومی الکوفی-وفات ۲۰۷ھ یروی عن الامام فی المسانید

۱۳۳-جریر بن حازم البصری-وفات ۱۷۰ھ یروی عن الامام مع جلالۃ قدرہ

۱۳۴-حماد بن زید ابواسمٰعیل الازرق-وفات ۱۷۹ھ یروی عن الامام کثیراً

۱۳۵-حماد بن اسامۃ الکوفی-یروی عن الامام

۱۳۶-حماد بن زید النصیبی-یروی عن الامام

۱۳۷-حماد بن یحیٰی ابوبکر الابح-یروی عن الامام

۱۳۸-حسن بن صالح بن حی الکوفی-ولادت ۱۰۰ھ وفات ۱۶۷ھ یروی عن الامام

۱۳۹-الحسن بن عمارہ (خت، ت، ق)- وفات ۱۵۳ھ یروی عن الامام کثیراً

۱۴۰-حفص بن غیاث النخعی الکوفی-من کبار اصحاب الامام وفات ۱۹۶ھ یروی عن الامام (من رجال الستۃ)

۱۴۱-حاتم بن اسماعیل الکوفی سکن المدینۃ-وفات ۱۸۷ھ یروی عن الامام (من رجال الستۃ)

۱۴۲-حسان بن ابراہیم الکرمانی-یروی عن الامام

۱۴۳-حمزۃ بن حبیب المقری الکوفی-وفات ۱۵۶، ۱۵۸ھ یروی عن الامام فی المسانید کثیراً

۱۴۴-حمید بن عبدالرحمٰن الکوفی- یروی عن الامام

۱۴۵-الحسن بن الحسن بن عطیۃ العوفی الکوفی-وفات ۲۱۱ھ یروی عن الامام

۱۴۶-حکیم بن زید قاضی مرد-ومن اصحاب الامام یروی عن الامام

۱۴۷-الحسن بن فرات التیمی - ومن اصحاب الامام یروی عن الامام فی المسانید کثیراً

۱۴۸-حبان بن سلیمان الجعفی الکوفی--یروی عن الامام فی......المسانید

۱۴۹- حسین بن ولید النیشاپوری القرشی - وفات ۲۰۳ھ یروی عن الامام فی ...... المسانید
۱۵۰- حسن بن الحر الکوفی - یروی عن الامام فی ...... المسانید
۱۵۱- حریث بن نبهان - یروی عن الامام فی ...... المسانید
۱۵۲- حسن بن بشر الکوفی - وفات ۲۲۱ھ یروی عن الامام فی المسانید
۱۵۳- حسین بن علوان الکلبی - یروی عن الامام عن الامام فی ـ ـ ـ المسانید
۱۵۴- الحسن بن المسیب - وہو معروف عند اصحاب الحدیث، یروی عن الامام فی المسانید

ص ۴۴۳ جلد نمبر ۲ ....

۱۵۵- خالد بن عبداللہ الواسطی - وفات ۱۸۲ھ ممن یروی الکثیر اً عن الامام فی ...... المسانید وہو من شیوخ الامام احمد
۱۵۶- خالد بن خداش المہلبی - وفات ۲۲۳ھ ممن یروی قلیلا عن الامام فی وکثیراً عن اصحاب الامام واحمد
۱۵۷- خالد بن سلیمان الانصاری - من یروی عن الامام وشیخ شیخ البخاری
۱۵۸- خلف بن خلیفۃ بن صاعد الاشجعی - یروی عن الامام وہو من شیوخ شیوخ البخاری ومسلم
۱۵۹- خارجۃ بن مصعب ابوالحجاج الخراسانی الضبعی - یروی عن الامام
۱۶۰- خارجۃ بن عبداللہ بن سعد بن ابی الوقاص - من اہل المدینۃ یروی عن الامام فی ...... المسانید
۱۶۱- خاقان بن الحجاج - من کبار العلماء یروی عن الامام فی ...... المسانید
۱۶۲- خلف بن یٰسین بن معاذ الزیات - من اصحاب الامام یروی عن الامام فی ـ ـ ـ المسانید
۱۶۳- خویل الصقار (وقیل خویلد الصفار) - وقال البخاری وہو خلاد الصفار الکوفی یروی عن الامام فی ...... المسانید
۱۶۴- خالد بن عبدالرحمٰن السلمی - یروی عن الامام فی ...... المسانید

ص ۴۴۷ جلد ۲ ....

۱۶۵- داؤد الطائی - (زاہد ہذہ الامۃ) انہ من اجلاء اصحاب الامام ۲ وروی عنہ ۲ فی ـ ـ ـ المسانید کثیراً وفات ۱۶۰ھ
۱۶۶- داؤد بن عبدالرحمٰن المکی - وروی عنہ ۲ فی ...... المسانید وروی عنہ الامام ایضاً
۱۶۷- داؤد بن الزبرقان - مع جلالۃ قدرہ وتقدمہ وروی عنہ ۲ فی ...... المسانید
۱۶۸- داؤد بن المجر الطائی المصری - المسانید وفات ۲۰۶ھ

ص ۴۵۸ جلد ....

۱۶۹- زکریا بن ابی زائدۃ الہمدانی الکوفی - وروی عنہ کثیراً مع جلالۃ قدرہ وتقدمہ وکونہ من شیوخ شیوخ الشیخین
۱۷۰- زہیر بن معاویۃ الحدیج الکوفی - کثیراً مع جلالۃ قدرہ وتقدمہ وکونہ من شیوخ شیوخ الشیخین
۱۷۱- زائدۃ بن قدامۃ الثقفی الکوفی - کثیراً مع تبحرہ فی علوم الحدیث
۱۷۲- زافر بن ابی سلیمان الایادی القوہستانی قاضی سجستان - روی عن الامام فی ...... المسانید
۱۷۳- زید بن الحباب بن الحسن التیمی الکوفی - روی عن الامام کثیراً مع جلالۃ وکونہ شیخ احمد وامثالہ

۱۷۴-زبیر بن سعید الہاشمی القرشی- روی عن الامام کثیراً
۱۷۵-زکریا بن ابی العتیک- روی عن الامام
ص۵۶۳جلد ....
۱۷۶-نافع بن المقری المدنی-روی عن الامام
۱۷۷-نعیم بن عمر المدنی-روی عن الامام
۱۷۸-نوح بن دراج الکوفی(قاضی الکوفۃ)وفات ۱۸۲ھ)روی عن الامام
۱۷۹-نوح بن ابی مریم الکوفی-روی عن الامام
۱۸۰-نصر بن عبدالکریم البلخی-وفات ۱۹۹ھ روی عن الامام صاحب مجلس الامام
۱۸۱-نعمان بن عبدالسلام ابوالمنذر-روی عن الامام
۱۸۲-یزید بن ہارون ۲۰۶ھ ۴ روی عن الامام فی المسانید وہو شیخ الامام احمدؒ۔(جامع المسانید ص۵۷۷،ج۲)

ضروری اشارات

۱-علامہ موفق نے لکھا کہ مشائخ اسلام میں سے مختلف اطراف واکناف کے سات سو مشائخ نے امام صاحب سے روایت حدیث کی یعنی چھوٹوں کا ذکر نہیں کیا وہ تو ہزاراں ہزار ہوں گے حالانکہ اس زمانہ کے چھوٹے بھی بعد کے محدثین کے کبار شیوخ ہوئے ہیں۔

۲-علامہ مزی نے تہذیب الکمال میں ۹۷ شیوخ حدیث کے نام گنائے جو امام صاحب کے حدیث میں شاگرد تھے۔اور غالباً وہ وہی ہیں جن کے اسماء گرامی علامہ سیوطیؒ نے تبییض الصحیفہ،مناقب الامام ابی حنیفہ میں لکھے ہیں۔علامہ مزی نے ۷۲ نام ان اکابر تابعین کے لکھے ہیں جن سے امام صاحب نے روایت کی ہے(تہذیب المزی قلمی ص۱۷۱ ج۵ تا ص۲۸۴ ج۵ ترجمہ امام اعظمؒ،کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

۳-حافظ ابن حجر نے اپنی روایتی عصبیت کو کام میں لاکر ان شیوخ کی تعداد صرف ۲۳ دکھلائی اور بڑے بڑے محدثین جیسے ابن مبارک،داؤد طائی وغیرہ کے نام حذف کردیئے(۴)حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں بطور مثال ۸ فقہاء اور ۸ کبار محدثین حفاظ حدیث کا ذکر کیا اور بشر کثیر سے اشارہ کیا کہ ان کے علاوہ ان جیسے بہت ہیں(۵)علی بن المدینی(شیخ کبیر امام بخاری)نے فرمایا کہ امام صاحب سے ثوری،ابن مبارک،حماد بن زید،ہشام،وکیع،عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے روایت حدیث کی۔

۶-امام بخاری نے مزید اختصار کر کے لکھا کہ امام ابوحنیفہؒ سے عباد بن العوام،ہشیم،وکیع،مسلم بن خالد،ابومعاویہ ضریر نے روایت حدیث کی اور تاریخ میں یہ بھی لکھ گئے کہ امام صاحب کی حدیث سے لوگوں نے سکوت کیا،حالانکہ چند بڑوں کے نام تو انہوں نے خود بھی لکھے جنہوں نے بقول امام بخاری ہی امام صاحب کی حدیث روایت کی،پھر سکوت کا دعویٰ کیسے صحیح ہوا،دوسرے ابن مبارک اور ثوری جیسے ائمہ حدیث کی روایت حدیث کی شہادت ان کے شیخ اعظم علی بن المدینی نے پیش کردی،امام بخاری کو کیا خبر تھی کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کو حدیث کے میدان سے نکال کر دور پھینکنے کی مہم جو ان سے بلکہ ان کے شیخ حمیدی وغیرہ سے شروع ہوکر حافظ ابن حجر وغیرہ سے پاس ہوکر اس دور کے متعصب غیر مقلدین تک پہنچی وہ نہ صرف ناکام ہوگی بلکہ اس سے حدیث کو بھی نقصان پہنچے گا،جس کی تلافی ناممکن ہوگی۔واللہ المستعان

حضرت امام اعظمؒ کے تلامذہ کے کسی قدر تفصیلی نقشہ کے بعد ایک اجمالی خاکہ بھی بصورت دائرہ پیش ہے جس سے ایک نظر میں امام صاحب کے تلامذہ محدثین پیش نظر ہو جاتے ہیں
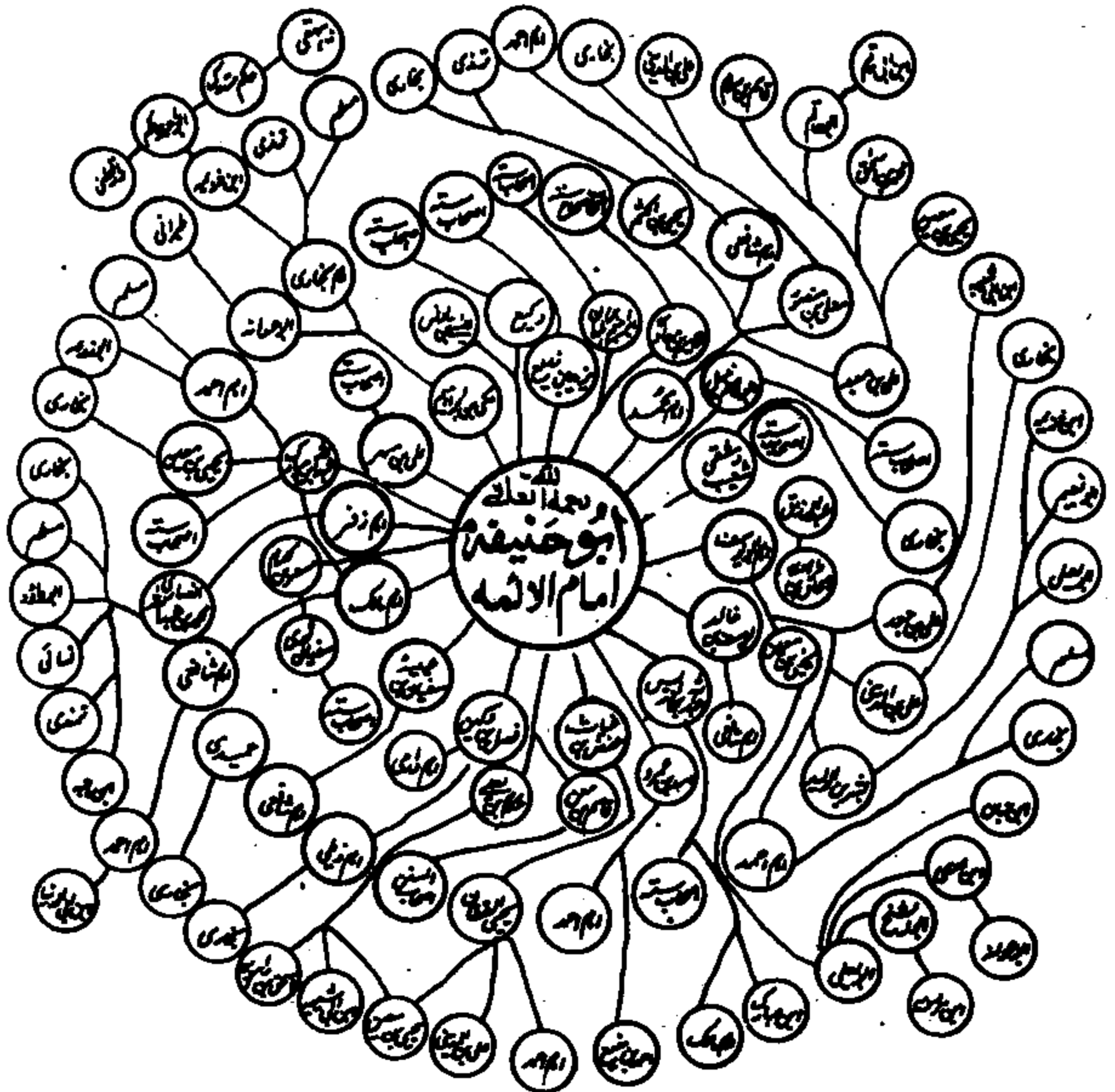
حضرت امام الائمہ امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی

اس موضوع پر مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانیؒ کی مستقل تصنیف نفیس اکیڈیمی کراچی نمبرا سے شائع ہوئی ہے جو قابل دید ہے، مولانا نے امام صاحب کی سیاسی زندگی کے سارے گوشے تاریخ کی روشنی میں نمایاں کئے ہیں اور ایسے دلچسپ انداز میں بیان کیا کہ پوری چار سو صفحہ کی کتاب مسلسل بے تکان پڑھی جا سکتی ہے، پھر مولانا نے جو موشگافیاں اور نکتہ آفرینیاں جگہ جگہ کی ہیں وہ تو ان کا خاص امتیاز تھا۔

مذکورہ بالا کتاب اور دوسری کتب تواریخ و مناقب کے مطالعہ کا حاصل و خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

امام اعظمؒ پہلی صدی میں پیدا ہوئے، دور رسالت اور عہد صحابہ کے سارے حالات جن معتمد ذرائع سے ان کو پہنچے تھے وہ ذرائع بعد کے لوگوں کو حاصل نہ ہو سکے، اسی لئے ان کی روشنی میں امام صاحب نے اپنی محیر العقول دانشمندی سے جو سیاسی مسلک اختیار کیا تھا وہ ظاہر ہے کس قدر پختہ کارانہ ہوگا۔

دور بنی امیہ کے غیر اسلامی رجحانات اور دینی ابتری کے حالات سے وہ بہت زیادہ متاثر تھے وہ دیکھ چکے تھے کہ خلفاء بنی امیہ کی بے راہ روی کے اثر سے بتدریج عام مسلمان شریعت حقہ کے مطابق زندگی بسر کرنے کی نعمت سے محروم ہوتے جا رہے تھے، ان خرابیوں پر نظر کر کے امام صاحب کا سیاسی رجحان یہ رہا کہ کوئی انقلاب ہو کر پھر خلافت راشدہ کے طرز پر کوئی حکومت برسر اقتدار آ جائے اور اسی تمنا میں انہوں نے اہل بیت نبوت میں خلافت کی واپسی کے لئے کوششیں کیں اور جب بنو العباس میں خلافت آئی تو وہ کچھ مطمئن سے ہوئے مگر ان کے حالات بھی جب ان کی توقعات کو پورا کرنے والے ثابت نہ ہوئے تو وہ پھر درپردہ اہل بیت کے افراد کو حصول خلافت کے لئے آمادہ کرتے رہے حتیٰ کہ اسی کی وجہ سے خلیفہ ابو جعفر منصور کی نظروں میں مشتبہ بھی ہوئے بلکہ بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو امام صاحب کی ان درپردہ کوششوں اور رجحانات کا یقین ہو گیا تھا اور اسی لئے اس نے امام صاحب کو بڑے بڑے ہدایا پیش کر کے اور وزارت و قاضی القضاۃ وغیرہ کے عہدے پیش کر کے اپنے ساتھ ملانا چاہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ امام صاحب کا حلقۂ اثر دور دراز ممالک تک پھیلا ہوا ہے، لیکن امام صاحبؒ نے نہ سلطانی تحفے قبول کئے اور نہ کوئی عہدہ، خلیفہ نے ہزار سمجھایا، کوششیں کیں، ڈرایا دھمکایا مگر امام صاحب کو آمادہ نہ کر سکا۔

اس کی بڑی وجہ امام صاحب کا غیر معمولی ورع، تقویٰ اور پرہیزگاری تھی، دوسرے آپ کے سامنے ایک ایسا اہم ترین پروگرام تھا جو دنیا کی تاریخ میں بے مثال اثرات کا حامل تھا اور وہ اسلامی قانون کی مکمل تدوین تھی، وہ سمجھتے تھے کہ حکومت کے زیر اثر رہ کر وہ کوئی ایسا عظیم الشان بے لاگ کارنامہ انجام نہیں دے سکتے۔

چنانچہ انہوں نے اپنے ہزاروں اصحاب و تلامذہ میں سے چالیس اصحاب کا انتخاب کر کے اپنی سرپرستی میں اس جماعت کی تشکیل کی، وہ سب مجتہد کا درجہ رکھتے تھے ان میں بڑے بڑے، محدث مفسر، لغوی، عالم تاریخ و مغازی اور ان علوم میں دوسرے مشائخ بلاد کے خصوصی تربیت یافتہ بھی تھے کہ ایک ایک مسئلہ پر گھنٹوں اور بعض مرتبہ ہفتوں بحثیں ہوتی تھیں، ہر شخص کو احادیث، آثار اور اجماع و قیاس کی روشنی میں آزادی گفتگو و بحث کرنے کا موقعہ دیا جاتا تھا، نقل ہے کہ امام صاحب کے سامنے ہی سب لوگ اپنے اپنے دلائل پیش کرتے تھے اور بحث میں بسا اوقات ان کی آواز بھی بلند ہو جاتی تھی، عام بحث کے دوران میں خود امام صاحب سے بھی جو سب کے مسلم استاد و شیخ تھے کوئی صاحب جھگڑ پڑتے تھے اور یہاں تک بھی کہہ گذرتے تھے کہ آپ نے فلاں دلیل میں خطا کی ہے۔

بعض اوقات اجنبی لوگوں نے اعتراض بھی کیا اور امام صاحب کے دوسرے اہل مجلس تلامذہ کو متوجہ کیا کہ تم لوگ ایسی گستاخی اور بیباکی سے بات کرنے والوں کو روکتے کیوں نہیں؟ تو امام صاحب خود ہی فرمادیا کرتے تھے کہ میں نے خود ان لوگوں کو آزادی دی ہے اور اس امر کا

عادی بنایا ہے کہ یہ ہر ایک حتیٰ کہ میرے دلائل پر بھی نکتہ چینی کریں۔
لیکن اس کے ساتھ یہ بھی نقل ہے کہ اس مجلس کی پوری بحث کے بعد آخر میں امام صاحب جب بحیثیت صدر مجلس تقریر فرماتے تھے تو پھر سب دم بخود ہو کر ہمہ تن متوجہ ہو کر امام صاحب کے فرمودات سنتے تھے اور ان کو نوٹ کرتے تھے، ان کو یاد کرنے کی فکر میں لگ جاتے تھے اور امام صاحب جس طرح فرماتے تھے اس تنقیح شدہ مسئلہ کو تحریر میں باضابطہ محفوظ کر لیا جاتا تھا۔

حنفی چیف جسٹسوں کے بے لاگ فیصلے

دور بنی امیہ میں محکمہ عدلیہ (قضا) پر ایسا وقت گذر چکا تھا کہ قاضی کے لئے معمولی پڑھا لکھا ہونا بھی ضروری نہ تھا، مشائخ وقت عدالت میں جا کر شریعت کی رو سے شہادت دیا کرتے تھے کہ خلفا و سلاطین کی ذات قانونی دار و گیر سے بالاتر ہے۔
پھر دور عباسی میں بھی ابتداء میں حالات بہتر نہ تھے، قاضی شریک نے جب عہدہ قضا منظور کیا تو انہوں نے شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ فیصلہ مقدمات میں رو رعایت نہ کریں گے، مگر عمل کا حال یہ کہ خلیفہ کی ڈیوڑھی کی ایک لونڈی کی شکایت پر قاضی صاحب برطرف کر دیئے گئے۔
امام صاحب نے تمام حالات کا جائزہ لے کر یہ منصوبہ بنایا کہ تدوین فقہ کے ساتھ ہی ایسے قضاۃ تیار کریں جو ہر حالت میں قانون اسلام کی برتری کو برقرار رکھ سکیں، اور وہ اپنے علم و فضل، تقویٰ و طہارت، جرأت ایمانی اور معاملہ فہمی میں خصوصی کردار کے حامل ہوں، چنانچہ امام صاحب نے فرمایا تھا کہ میرے اصحاب میں نہ صرف محدثین، فقہا و قضاۃ ہیں بلکہ ایسے بھی کچھ ہیں کہ وہ محکمہ افتاء و عدلیہ کی سرپرستی کے بھی اہل ہیں اور ایسے ہی اصحاب کو دیکھ کر آپ خوش ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ "تم میرے دل کا سرور اور میرے غم و فکر کا مداوا ہو" گویا امام صاحب نے اپنے ان تلامذہ و اصحاب سے بڑی اچھی اچھی امیدیں وابستہ کی تھیں اور خدا کا فضل ہے کہ وہ امیدیں حسب مراد پوری بھی ہوئیں۔
ایک طرف تو امام صاحب کے درس و تدریس کے مشغلہ نے دور دراز ملکوں تک صحیح علم و عمل کے محکم و استوار نمونے پھیلا دیئے تھے، دوسری طرف فصل خصومات کے لئے ایسے بلند کردار کے قضاۃ و چیف جسٹس پیدا ہو گئے تھے کہ قانون اسلام کی سربلندی کے امکانات پوری طرح روشن ہو گئے تھے اور اسی مقصد کو پورا ہوتے دیکھ کر امام عالی مقام مندرجہ بالا فقرے فرمایا کرتے تھے، پھر امام صاحب کو اپنے اس پاکیزہ مقصد میں کتنی کامیابی ہوئی اور آپ کے تلامذہ نے قاضی ہونے کے بعد کس قسم کے تجربات خلفاء کو دیئے اور ان کے دلوں میں کس قدر احترام شریعت کا پیدا کرایا، اس کی چند مثالیں بھی ملاحظہ کیجئے۔
۱- ابو جعفر منصور کے بعد مہدی خلیفہ ہوا، بخارا میں قاضی ابو یوسف کے شاگرد مجاہد بن عمرو قاضی تھے مہدی نے اپنا ایک قاصد کسی خاص غرض سے بھیجا، قاضی صاحب نے اس کا جواب خلیفہ کی منشاء کے خلاف دیا، قاصد نے اپنی طرف سے کوئی دوسری بات جھوٹی بنا کر خلیفہ سے بیان کر دی وہ قاصد بخارا ہی کا ساکن تھا واپس آیا تو قاضی صاحب نے اس پر افتراء کا مقدمہ کر کے اسی ۸۰ کوڑے لگوا دیئے، مجاہد کے شاگردوں کو تشویش ہوئی کہ مہدی کو اس کے خاص قاصد کو تازیانے لگانے کی خبر ہو گی تو شاید کوئی ناگوار صورت پیش آئے لیکن خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس نے قاضی صاحب کے اس فعل کو تحسین کی نظروں سے دیکھا اور خوش ہو کر انعام و اکرام سے نوازا۔
قاضی صاحب مذکور وہ سب انعام و اکرام کا مال لے کر اپنی مسجد پہنچے کچھ اس کی ضروریات پر صرف کیا، باقی شہر کے فقراء کو تقسیم کر دیا اور خلعت کو بھی فروخت کر کے مساکین اور قیدیوں پر صرف کر دیا۔
یہ قاضی صاحب بہت زاہد و عابد تھے، عہدہ قضاء بہت مجبور ہو کر جس و قید اور ایذائیں اٹھا کر قبول کیا تھا پھر وہ کس سے دبنے ڈرنے والے تھے۔ (مناقب کردری ص ۲۳۹ ج ۲)

۲-مہدی کے بعد ہادی خلیفہ ہوا، اس وقت بغداد کے قاضی ابو یوسف تھے، ایک باغ کی ملکیت کے بارے میں رعیت کے آدمی نے خود خلیفہ کے خلاف دعویٰ دائر کردیا اور گواہ بھی خلیفہ کی طرف سے ثبوت کے گذر گئے، مگر قاضی صاحب نے کسی طرح معلوم کرلیا کہ حق اسی غریب کا ہے اس لئے فیصلۂ مقدمہ ملتوی کیا اور تدبیر یہ کی کہ جب خلیفہ سے ملے اور اس نے دریافت کیا کہ ہمارے مقدمہ میں آپ نے کیا کیا؟ تو کہا کہ فریق ثانی کا مطالبہ یہ ہے کہ آپ عدالت میں اس امر پر حلف اٹھائیں کہ آپ کے گواہوں نے جو بیان دیا ہے وہ صحیح ہے۔

خلیفہ نے کہا کہ کیا اس کو ایسے مطالبہ کا حق پہنچتا ہے، کہا قاضی ابن ابی لیلیٰ کے سابقہ فیصلوں کی رو سے اس کو اس مطالبہ کا حق ہے، یہ سنتے ہی خلیفہ نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو وہ باغ اسی کو دیدو۔

۳-ہادی کے بعد ہارون رشید خلیفہ ہوا، امام اعظمؒ کے شاگرد حفظ بن غیاث مشرقی بغداد کے قاضی تھے، ہارون کی شاہ بیگم زبیدہ خاتون کا ایک کارندہ پارسی تھا اور اس پر ایک خراسانی نے تیس ہزار درہم اونٹوں کی قیمت کا دعویٰ دائر کردیا، پارسی نے رقم کا اقرار کرلیا مگر ادائیگی نہ کی، قاضی صاحب نے مدعی کے مطالبہ پر اس کو قید کردیا۔

شاہ بیگم کو معلوم ہوا تو بہت غضبناک ہوئی کہ میرا آدمی جانتے ہوئے بھی قاضی صاحب نے اس کو جیل بھیج دیا اپنے غلام کو کہا کہ میرے آدمی کو فوراً جیل سے چھڑا کر لاؤ، شاہی محل کا غلام گیا تو جیل والوں نے پارسی کو چھوڑ دیا، قاضی صاحب کو خبر ہوئی تو وہ اس کو کس طرح برداشت کرسکتے تھے، امام صاحب کے تربیت یافتہ تھے، بولے-یا تو زبیدہ کا وکیل پارسی واپس جیل آئے ورنہ میں عہدۂ قضا سے مستعفی ہوں۔

اس سندھی غلام کو خبر ہوئی تو وہ روتا ہوا زبیدہ کے پاس گیا کہ یہ قاضی حفظ کا معاملہ ہے اگر خلیفہ نے مجھ سے باز پرس کی کہ قاضی کے جیل بھیجے ہوئے آدمی کو تمہیں چھڑانے کا کیا حق تھا تو میں کیا جواب دونگا، اور کہا کہ اس وقت اس پارسی کو جیل واپس کرنے کی اجازت دیدیجئے، پھر میں قاضی صاحب کو راضی کر کے رہا کرادوں گا، زبیدہ نے غلام پر رحم کھا کر اجازت دیدی اور وہ پھر جیل پہنچ گیا۔

کچھ دیر بعد خلیفہ محل میں آئے تو ان سے زبیدہ نے شکایت کی کہ قاضی صاحب نے میرے آدمی کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے، جس سے میری سخت توہین ہوئی ہے، ایسے قاضی کو معزول کرنا چاہئے، ہارون بہت متفکر ہوا کہ کیا کرے، کیونکہ زبیدہ کی کبیدگی خاطر بھی اسے بڑی شاق تھی آخر اس نے کچھ سوچ کر قاضی صاحب کو حکم لکھا کہ اس پارسی کے معاملہ کو رفع دفع کردو۔

ادھر خلیفہ یہ لکھوا رہا تھا اور ادھر قاضی صاحب کے لوگوں نے ان کو اس کی خبر پہنچائی کہ ایسا حکم آنیوالا ہے، قاضی صاحب نے فوراً خراسانی کے گواہوں کو بلا کر ان کے بیانات قلمبند کرائے اور تحریری فیصلہ مرتب کر کے عدالت کی مہر لگانے کا حکم دیا تا کہ خلیفہ کے حکم سے پہلے تمام کارروائی مکمل ہوجائے، اتفاق سے اس کام میں دیر لگی اور اس کارروائی کے دوران ہی میں خلیفہ کا حکم آگیا مگر قاضی صاحب نے کہا کہ میں پہلے اپنے ہاتھ کا کام پورا کردوں پھر فرمان پڑھوں گا، خلیفہ کے آدمی نے بار بار حکم دینا چاہا اور کہا کہ امیرالمومنین کا فرمان ہے مگر قاضی صاحب نے نہ لیا حتیٰ کہ تمام کارروائی باضابطہ پوری کردی۔

اس کے بعد فرمان پڑھا اور جواب دیدیا کہ فرمان پڑھنے سے پہلے میں فیصلہ کرچکا ہوں، فرمان لانے والے نے کہا کہ آپ نے جان بوجھ کر فرمان نہیں لیا، اور میرے سامنے سب کارروائی کی ہے، میں یہ بات بھی خلیفہ سے کہوں گا، قاضی صاحب نے کہا کہ تم ضرور کہہ دینا مجھے اسکی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

اس نے سب حال خلیفہ سے جا کر کہا مگر خلیفہ بجائے اس پر ناراض ہونے کے قاضی صاحب کی جرأت اور موافق حق فیصلہ سے خوش ہوئے اور حاجب سے کہا کہ قاضی صاحب کی خدمت میں ۳۰ ہزار درہم روانہ کرو۔

اس صورت حال سے زبیدہ کو خبر دی گئی تو وہ اور بھی مشتعل ہوگئی اور خلیفہ سے کہا کہ جب تک تم قاضی حفظ کو برطرف نہیں کرتے ہو میرا تم سے کوئی علاقہ نہیں۔

ہارون رشید نے یہ سب کچھ دیکھا مگر چونکہ وہ حق کو حق سمجھنے پر مجبور ہو چکا تھا اس لئے انصاف کو ہاتھ سے نہ دیا اور جس طرح اسی قسم کے ایک واقعہ میں جہانگیر نے نور جہاں سے کہہ دیا تھا کہ اے جان جہاں میں نے تجھ کو اپنی جان کا مالک بنایا ہے ایمان کا نہیں، ہارون نے بھی زبیدہ خاتون کو ایسی ہی بات صفائی سے کہی جس سے زبیدہ کا سارا نشہ ہرن ہو گیا اور اس نے اپنی خفت مٹانے کیلئے دوسرا طریقہ اختیار کیا، یعنی نیاز مندانہ خوشامد درآمد کر کے ہارون کو اس پر راضی کر لیا کہ قاضی صاحب کا تبادلہ کسی دوسری جگہ کو کر دیا جائے، چنانچہ خلیفہ نے ان کا تبادلہ ان کے وطن کوفہ کی طرف کر دیا۔ (خطیب ج ۸ص ۱۹۲)

۴- اسی ہارون رشید کے دور خلافت میں ایک بار قاضی ابو یوسف نے جواب قاضی القضاۃ بھی ہو گئے تھے خلیفہ کے ایک وزیر علی بن عیسیٰ کی شہادت رد کر دی تھی اس کی سخت ذلت ہوئی خلیفہ سے جا کر کہا، خلیفہ نے قاضی صاحب سے دریافت کیا کہ اس بیچارے کو آپ نے کیوں مردود الشہادۃ قرار دیدیا؟

قاضی صاحب نے کہا کہ میں نے ان کو یہ کہتے سنا ہے کہ "میں خلیفہ کا غلام ہوں" اور غلام کی شہادت مقبول نہیں اور بعض روایات میں ہے کہ قاضی صاحب نے کہا کہ یہ شخص نماز جماعت کا تارک ہے، خلیفہ یہ سن کر خاموش ہو گیا اور یہ بھی نقل ہے کہ پھر اس وزیر نے اپنے محل کے صحن میں مسجد تعمیر کرائی اور جماعت کی نماز کا التزام کیا۔ (موفق ص ۲۲۷ ج ۲)

یہ بھی موفق ہی میں ہے کہ قاضی ابو یوسف نے اسی طرح ایک فوجی افسر کی شہادت بھی اس کے عبدالخلیفہ کہنے کی وجہ سے مسترد کر دی تھی۔ (مناقب موفق ۲۳۰ ج ۲)

۵- ایک باغ پر ہارون رشید کا قبضہ تھا اس پر ایک بوڑھے کسان نے دعویٰ کیا کہ میرا ہے اور خلیفہ کا قبضہ غاصبانہ ہے، قاضی ابو یوسف نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے اس نے کہا کہ امیر المومنین سے حلف لیا جائے، قاضی صاحب نے خلیفہ سے کہا کہ آپ کو حلف اٹھانا چاہئے، ہارون نے بحلف کہا کہ یہ باغ میرے والد مہدی نے مجھ کو عطا کیا تھا اور میں اس کا مالک ہوں اور اسی لئے قابض ہوں قاضی صاحب نے فیصلہ کر دیا مگر اپنی اس کوتاہی پر رنج وافسوس کیا کرتے تھے کہ عدالت کے وقت خلیفہ کرسی پر بیٹھے تھے اور میں اتنا نہ کہہ سکا کہ جیسے آپ کا فریق زمین پر کھڑا ہے آپ بھی کرسی سے اتر کر زمین پر کھڑے ہو جائیے یا اس کے لئے بھی کرسی منگوایئے! (موفق ص ۲۴۳ ج ۲)

۶- ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید اور ایک یہودی کا مقدمہ امام ابو یوسف کی عدالت میں پیش ہوا تو یہودی خلیفہ سے پیچھے ہٹ کر بیٹھا آپ نے یہودی سے کہا کہ خلیفہ کے برابر بیٹھو، عدالت میں کسی کو تقدم نہیں، یہاں امیر وغریب سب برابر ہیں۔ (سیرالاحناف ص ۵۹)

۷- قاضی عافیہ اودی (امام صاحب کے خاص اصحاب میں سے ہیں اور مجلس تدوین فقہ کے رکن رکین) بغداد کے قاضی تھے، ایک مرتبہ کسی حاسد نے خلیفہ کے یہاں ان کی فصل مقدمات میں بیجا پاسداری کی شکایت پہنچائی، خلیفہ کو یہ امر ناگوار ہوا اور عافیہ کو طلب کیا ابھی اصل معاملہ کے متعلق کوئی بات نہ ہوئی تھی کہ خلیفہ کو چھینک آئی اور ہر طرف سے یرحمک اللہ کی صدا بلند ہوئی، عافیہ نے کچھ نہ کہا، ہارون نے پوچھا کہ سب نے مجھے موافق سنت یرحمک اللہ کہا لیکن آپ خاموش رہے اس کی کیا وجہ ہے؟ عافیہ نے جواب دیا سنت اسی طرح ہے جس طرح میں نے کیا، حدیث میں ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ کی مجلس میں دو شخصوں کو چھینک آئی ایک نے الحمدللہ کہا اس پر آپ نے یرحمک اللہ فرمایا دوسرا خاموش رہا تو آپ بھی خاموش رہے، اسی طرح تم نے بھی خود الحمدللہ نہیں کہا اس لئے میں نے بھی حضور ﷺ کی خاموشی کی سنت پر عمل کیا۔

ہارون نے پورا جواب سن کر کہا۔ "جایئے آپ اپنا کام قضا کا کیجئے! بھلا جو شخص میری چھینک کے ساتھ رو رعایت پر آمادہ نہ ہو سکا وہ کسی دوسرے کی پاسداری اپنے فیصلہ میں کیا کرے گا" پھر جھوٹی شکایت کرنے والوں کو سرزنش کی۔ (تاریخ بغداد ص ۳۰۹ ج ۸)

امام صاحب نے گویا یہ بات طے شدہ سمجھ کر کہ حکومت معیاری لوگوں کے ہاتھ میں آنا دشوار ہے مگر اسلامی قانون کو اس طرح اونچے معیار

پر مدون کر دیا جا سکتا ہے کہ ارباب حکومت اس کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جائیں اور اس طرح ایک ایسی عظیم خدمت امام صاحب کر گئے کہ رہتی دنیا تک اسلامی قانون سر بلند ہو گیا اور اسی تدوین فقہ کے ذیل میں سینکڑوں محدثین، فقہا مفتیین اور قضاۃ معیاری درجہ کے بنائے گئے جن کی شاگردی اور شاگردوں کی شاگردی کا فخر امام شافعی، امام احمد اور بڑے بڑے محدثین امام بخاری و مسلم اصحاب صحاح ستہ وغیرہ نے حاصل کیا۔

ابو جعفر منصور نے چاہا بھی کہ امام صاحب سے بے نیاز ہو کر دوسرے علماء وقت سے مدد لیکر امور خلافت و سلطنت کو قوت پہنچائے مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی اور غیر حنفی علماء حجاج بن ارطاۃ، وہب بن وہب وغیرہ کے ناکام تجربات خلفاء عباسیہ کو ہوتے رہے اس لئے علماء حنفیہ اور فقہ حنفی سے وابستگی ہی لابدی نظر آئی بلکہ فقہ حنفی میں سے بھی امام صاحب کے اقوال کی اہمیت زیادہ تھی۔

قاضی خالد مرو کے قاضی تھے، کہتے ہیں کہ ایک مقدمہ میں بجائے امام صاحب کے میں نے قاضی ابو یوسف کے قول کے مطابق فیصلہ کر دیا، اس کی خبر مامون کو ہوئی تو مجھے ہدایت بھیجی کہ مسئلہ میں جب تک امام ابو حنیفہ کا قول موجود ہو فیصلہ اسی کے مطابق کیا کرو اور اس سے ہرگز تجاوز نہ کرو۔ (مناقب موفق ص ۱۵۹ ج ۲)

ہارون رشید نے مامون رشید کو فقہ حنفی کی اعلیٰ پیمانہ پر تعلیم دلائی تھی اور مامون کو خود بھی فقہ حنفی سے بڑی مناسبت تھی حتیٰ کہ امام اعظمؒ کی طرف سے مدافعت میں وہ بڑے بڑے محدثین کو لاجواب کر دیتا تھا۔

اس موقعہ پر ایک واقعہ بطور مثال سنئے!

نضر بن شمیل حدیث و عربیت میں اہل مرو کے امام تھے مگر فقہ میں کمزور تھے چنانچہ جب کبھی خلیفہ کی مجالس میں اصحاب امام اعظمؒ سے ان کا مناظرہ ہوتا تو ان کو شرمندگی اٹھانی پڑتی تھی، اپنے لوگوں کو وہ سمجھایا بھی کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہؒ کا ذکر برائی سے مت کرو اور کہا کرتے تھے کہ میں تو بصرہ میں تھا، امام صاحب کوفہ میں، لیکن میں یہی سنتا تھا کہ وہ صالح بزرگ ہیں، ایک دفعہ کہا کہ لوگ سو رہے تھے ان کو ابو حنیفہ نے بیدار کیا، پھر پوچھا گیا تو اہل حدیث کے ڈر سے خاموش ہو گئے اور اس قسم کے تعریفی کلمات سے اجتناب کرنے لگے۔

ایک بار کچھ اہل حدیث معاندین امام اعظمؒ نے امام صاحب کی کتابیں ضائع کرنے کے لئے دریا برد کرنے کی سکیم بنائی، خالد بن صبیح قاضی مرو کو خبر ہوئی وہ فضل بن سہل کو لے کر مامون کے پاس گئے جو خلیفہ ہارون رشید کی طرف سے اس وقت مرو کے گورنر تھے، ان کو خبر دی تو پوچھا کہ ادھر کون لوگ ہیں اور ادھر کون ہیں، کہا وہ لوگ نئی عمر کے اسحاق بن راہویہ اور احمد بن زہیر وغیرہ ہیں البتہ نضر بن شمیل بھی ان میں ہیں اور یہ لوگ خالد بن صبیح، سہل بن مزاحم، ابراہیم بن رستم ہیں۔

مامون نے کہا اچھا! کل میں ان سب کو بلاؤں گا اور ان کے دلائل سن کر میں خود فیصلہ کروں گا کہ کون حق پر ہے اسحٰق وغیرہ کو خبر پہنچی کہ مامون نے اس طرح کہا ہے تو فکر ہوئی کہ ان کی طرف سے کون بات کرے گا، چونکہ نضر بن شمیل مباحث کلام و حدیث میں مامون سے مات کھائے ہوئے تھے اس لئے سب نے احمد بن زہیر کو بات کرنے کے لئے منتخب کیا۔

صبح کو سب مامون کے پاس جمع ہوئے، مامون نے نضر بن شمیل کی طرف دیکھتے ہوئے خطاب کیا کہ تم لوگوں نے ابو حنیفہؒ کی کتابوں کو دریا پر لیجا کر کیوں ضائع کیا؟ نضر تو خاموش رہے کچھ جواب نہ دیا، احمد بن زہیر بولے امیر المؤمنین! مجھے اجازت ہو تو بات کروں؟ مامون نے کہا اگر تم اچھی طرح وکالت کر سکتے ہو تو تم ہی بولو!

کہا اے امیر المؤمنین! ہم نے ان کتابوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مخالف پایا، مامون نے کہا کس چیز میں مخالفت دیکھی، پھر خالد بن صبیح سے ایک مسئلہ کے بارے میں پوچھا کہ اس میں ابو حنیفہؒ نے کیا کہا ہے؟ خالد نے امام صاحب کے قول کے موافق فتویٰ دیدیا، احمد بن زہیر نے اس کے خلاف ایک حدیث سنائی اس پر مامون نے خود جواب دینا شروع کیا اور امام صاحب کے قول کے موافق

ایسی احادیث سنائیں جس سے وہ لوگ واقف نہ تھے۔

اور اسی طرح برابر وہ لوگ مسائل حنفی کے خلاف احادیث پڑھتے رہے اور مامون امام صاحب کی طرف سے احادیث سناتے رہے اور جب اس طرح کافی بحث ہو چکی تو مامون نے کہا۔

''اگر ہم امام ابوحنیفہؒ کے اقوال کو کتاب اور سنت رسول ﷺ کے مخالف پاتے تو ہم خود ہی ان کو معمول بہ نہ بناتے، آئندہ ہرگز ایسی حرکت کا اعادہ نہ ہو، پھر کہا کہ یہ شیخ (نضر بن شمیل) تمہارے ساتھ نہ ہوتے تو تمہیں ایسی سزا دیتا کہ یاد کرتے''۔

مناقب موفق میں یہ واقعہ نقل کر کے یہ بھی اضافہ کیا کہ مامون جب خود بغداد میں تخت خلافت پر بیٹھا تو اپنے پاس دو سو فقہاء کو بٹھلاتا تھا اور ان میں سے کوئی وفات پاتا تو اس کی جگہ دوسرا متعین کر دیتا تھا کہ تعداد مذکور کم نہ ہو اور مامون خود ان سب سے زیادہ اعلم وافقہ تھا۔

مادحین امام الائمہ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام صاحب کی سیرت لکھنے والوں نے ایک مستقل عنوان امام صاحب کی مدح وثناء کرنے والوں کا بھی رکھا ہے اسی لئے راقم الحروف نے بھی اس سلسلہ کی کچھ چیزیں انتخاب واختصار کر کے یکجا کر دی ہیں اور اس میں اس امر کی رعایت کی ہے کہ ان ہی حضرات کے اقوال جمع کئے ہیں جن کی بلند پایہ شخصیات تمام محدثین کے یہاں مسلم ہیں اور ان کا احصاء نہیں کر سکا نہ یہاں اتنی گنجائش تھی اس لئے سینکڑوں اکابر کے اقوال اب بھی نقل نہیں ہو سکے، پھر جن کے اقوال لئے ہیں ان کے بھی اختصار کی وجہ سے بیشتر اقوال چھوڑ دینے پڑے۔

تاہم بطور نمونہ اور بقدر ضرورت شاید یہ بھی کافی ہو، پھر ہم نے ان اقوال کی اسناد بھی ترک کر دی ہیں، ورنہ موفق وغیرہ میں ان کی پوری پوری سندیں درج کی گئی ہیں۔

۱- امام یحییٰ بن سعید القطان: بڑے محدث ہیں فن رجال کے سب سے اول لکھنے والے ہیں، امام احمد، علی بن المدینی وغیرہ مؤدب کھڑے ہو کر ان سے حدیث کی تحقیق کیا کرتے تھے اور نماز عصر سے مغرب تک (جو ان کے درس کا وقت تھا، برابر کھڑے رہتے تھے، امام صاحب کے حلقۂ درس میں شرکت کرتے تھے اور امام صاحب کے شاگرد ہونے پر فخر کرتے تھے، تمام کتب صحاح میں ان سے روایت ہے۔

فرماتے ہیں ''خدا گواہ ہے کہ ہم جھوٹ نہیں بول سکتے، ہم نے امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر کسی کو صائب الرائے نہیں پایا اور ہم نے ان کے اکثر اقوال اخذ کئے ہیں''۔

''واللہ ہم امام ابوحنیفہ کی مجالس میں بیٹھے ہیں اور ان سے استفادہ کیا ہے اور واللہ جب بھی میں ان کے چہرۂ مبارک کی طرف نظر کرتا تھا تو مجھے یقین ہوتا تھا کہ وہ اللہ عزوجل کے خوف وخشیت سے پوری طرح متصف ہیں''۔ (موفق ص ۱۹۱ ج ۱)

''لوگوں کو جو مسائل پیش آتے ہیں ان کو حل کرنے کے واسطے امام ابوحنیفہ کے سوا دوسرا نہیں ہے، پہلے پہلے امام صاحب کے علمی کمالات زیادہ نمایاں نہ تھے پھر یکدم بڑی تیزی سے ان کی قدر ومنزلت اور عظمت ترقی کرتی گئی''۔ (موفق ص ۴۵ ج ۲)

''خدائے برتر کی قسم کہ امام ابوحنیفہ اس امت میں قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم تھے''۔ (مقدمہ کتاب التعلیم)

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک: ائمہ کبار سے اور فن حدیث کے رکن اعظم ہیں، صحیح بخاری ومسلم میں ان کی روایت سے سینکڑوں احادیث موجود ہیں امام صاحب کے مخصوص شاگردوں میں سے ہیں، امام بخاری نے اپنے رسالہ رفع یدین میں فرمایا کہ ''ابن مبارکؒ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے اور لوگ اگر دوسرے کم علم لوگوں کے اتباع کی بجائے ان کا اتباع کرتے تو بہتر ہوتا'' اس کے بعد مطالعہ کیجئے کہ یہی امام بخاری کے شیوخ الشیوخ امام اعظمؒ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

۱-فرمایا کہ "ابوحنیفہ فقہ میں سب علماء سے زیادہ تھے میں نے ان جیسا فقہ میں نہیں دیکھا"۔

۲-ایک دفعہ فرمایا "خدا کی قسم ابوحنیفہ علم حاصل کرنے میں بہت سخت تھے، محارم سے دور رہتے تھے، وہی کہتے تھے جو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے، ناسخ ومنسوخ حدیث کے بڑے ماہر تھے اور معتبر اور دوسری قسم کی احادیث کو فعل رسول اللہ ﷺ سے تلاش کیا کرتے تھے۔

۳-"میں نے مسعر بن کدام کو امام ابوحنیفہؒ کے حلقۂ درس میں مستفید ہوتے دیکھا ہے، اگر خدا تعالیٰ ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے سبب سے میری فریادرسی نہ کرتا تو میں بھی اور عام آدمیوں کی طرح ایک آدمی ہوتا"۔

"علامہ کردری نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن مبارک امام صاحب کی طرف سے مدافعت کرتے تھے، ان کے مذہب کی تائید کیا کرتے تھے اور یہ بات مشہور ومعروف تھی، اسی طرح امام صاحب کی طرف اپنی نسبت اور شاگردی پر بھی فخر کیا کرتے تھے"۔ (ص ۱۰۸ ج ۱)

۴-"یہ بھی بیان کیا کہ جب میں کوفہ پہنچا تو وہاں کے علماء سے سوال کیا کہ تمہارے شہر میں کون سب سے بڑا عالم ہے، سب نے کہا امام ابوحنیفہؒ، پھر میں نے پوچھا کہ سب سے زیادہ پرہیزگار کون ہے تو سب نے کہا امام ابوحنیفہ، پھر پوچھا کہ سب سے زیادہ زاہد کون ہے سب نے کہا کہ امام ابوحنیفہ، پھر پوچھا کہ سب سے زیادہ عابد اور علم کا شغل رکھنے والا کون ہے تو سب نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ غرض میں نے اخلاق محمودہ وحسنہ میں سے جس وصف کا بھی سوال کیا سب نے امام صاحب کو ہی افضل وبرتر بتلایا"۔ (حدائق ص ۷۶)

۵-حموی نے شرح اشباہ میں صحیفہ ذہبی سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ مبارک نے فرمایا "حدیث تو مشہور ومعروف ہوگئی اب اگر اجتہاد کی ضرورت پڑے تو اجتہاد مالک، سفیان وابوحنیفہ کا ہے لیکن ان میں سے ابوحنیفہ اجتہاد کے لحاظ سے احسن اور رسائی کی حیثیت سے ادق اور دونوں سے افقہ ہیں"۔

یہ سب کے نزدیک مسلم امیر المومنین فی الحدیث کا فیصلہ خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ "حدیث تو مشہور ومعروف ہوگئی" یعنی جس قدر ذخیرہ احادیث صحاح کا موجود تھا وہ سب نہ صرف اس وقت سامنے آگیا تھا بلکہ بدرجہ شہرت پہنچ گیا تھا، اس زمانہ کی احادیث بھی اکثر ثنائیات، ثلاثیات تھیں، زمانہ خیر القرون کا تھا، جھوٹ کا شیوع بھی نہ ہوا تھا، راۃ عدل وثقہ تھے اور حضرت عبداللہ بن مبارک نے تو ہزاروں لاکھوں روپے صرف کرکے حدیث حاصل کرنے کے لئے دنیائے اسلام کا کونہ کونہ چھانا تھا، پھر آخر میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس پہنچے تو ان کے تبحر علوم حدیث وفقہ کے ایسے گرویدہ ہوگئے کہ امام صاحب ہی کے ہو رہے۔

ظاہر ہے کہ جس قدر ذخیرہ احادیث صحاح کا اس وقت مدون ہوگیا تھا وہ بعد کو مدون ہونے والی کتب حدیث کے لئے بطور اصول و امہات تھا اور اصحیت کے لحاظ سے بھی ان ہی کا نمبر اول تھا، اسی لئے ہم نے امام بخاری کے حالات میں، بہت سی کتب حدیث کے نام بھی لکھے ہیں جو پہلے سے موجود تھیں، افسوس ہے کہ کچھ لوگوں کی غلط رہنمائی سے اکابر شیوخ محدثین (جن میں سے اکثر شیوخ اصحاب صحاح ستہ تھے) کی مساعی جمع حدیث نمایاں مقام حاصل نہ کرسکیں اور جو بھی تعارف کرایا گیا صحاح ستہ اور ان کے بعد کی کتابوں کا کرایا گیا، ان کے اصول وامہات اور دوسرے ذخیر ثانوی درجہ میں سمجھے گئے، حالانکہ صحت روایت وعلو سند کے اعتبار سے وہ اول فالاول تھے، اس سے ایک بڑا نقصان یہ بھی ہوا کہ بعد کے ذخیرۂ حدیث میں جو کچھ ضعفِ رواۃ کی وجہ سے پیدا ہوا وہ غلطی سے پورے ذخیرہ حدیث کی طرف منسوب ہوگیا، عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں۔

۶-میں تمام شہروں وبستیوں میں علم کی طلب کے لئے گیا، لیکن امام ابوحنیفہ کی ملاقات سے قبل تک حلال وحرام کے اصول سے واقف نہ ہوسکا (کیونکہ فقہ واصول فقہ کے امام وہی تھے)

۷-اگر امام صاحب تابعین میں ہوتے تو وہ بھی ان کی طرف محتاج ہوتے (یہ اس لئے کہا کہ امام صاحب تابعین کے آخری دور میں پیدا ہوئے اور امام صاحب کے علم وفضل کے ظہور کا زمانہ تابعین کے گذر جانے کے بعد کا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ امام صاحب خود بھی تابعی تھے)

۸- اکثر فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ" کی رائے کا لفظ مت کہو، بلکہ تفسیر حدیث کہو (جو حقیقت ہے)

۹- اگر مجھے افراط کا الزام دیئے جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں امام صاحب پر کسی کو بھی ترجیح نہ دیتا۔

۱۰- فرمایا امام صاحب مجید الغور تھے یعنی مسائل کی گہرائیوں تک جاتے تھے۔

۱۱- فرمایا کہ علماء امام صاحب سے مستغنی نہیں ہوسکتے کم سے کم تفسیر حدیث کے لئے تو ان کی احتیاج ظاہر و باہر ہے۔

۱۲- اگر میں بعض بے وقوفوں کی باتوں پر رہتا تو امام صاحب سے محروم رہتا اور ان سے محروم ہوتا تو یوں کہنا چاہئے کہ طلب علم کی راہ میں میری ساری مشقت و تعب اور ہزاروں لاکھوں روپے کا صرف رائیگاں چلا جاتا۔

۱۳- اگر میں امام صاحب سے نہ ملتا تو علم کے لحاظ سے دیوالیہ ہوتا، ایک روایت ہے کہ میں بھی دوسرے حدیث کے نقالوں کی طرح ہوتا۔

۱۴- ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی مجلس میں امام صاحب کا ذکر ہوا اور کچھ موافق کچھ مخالف باتیں ہوئیں تو ابن مبارک نے فرمایا کہ علماء میں سے کسی کو امام صاحب جیسا پیش کرو ورنہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو اور ہمیں عذاب مت دو۔ (معلوم ہوا کہ امام صاحب سے عناد و حسد و مخالفت کا بیج اس وقت بھی موجود تھا اور ایسے لوگ بڑے بڑے حضرات کو اپنی غیر ذمہ دارانہ روش سے تکلیف پہنچایا کرتے تھے)۔

۱۵- فرمایا کہ میں نے بڑے بڑوں کو دیکھا ہے کہ امام صاحب کی مجلس میں ان کی کوئی علمی حیثیت نہ تھی اور میں نے خود کو کسی مجلس میں پہنچ کر حقیر نہیں پایا سواء امام صاحب کی مجلس کے اور میں نے کسی عالم کو نہیں دیکھا کہ اس نے امام صاحب سے کسی مسئلہ پر بحث کی ہو اور اس کی علمی بے بضاعتی پر مجھے رحم نہ آیا ہو۔

۱۶- فرمایا کہ وہ شخص محروم ہے جس کو امام صاحب کے علم سے حصہ نہیں ملا۔

۱۷- فرماتے تھے کہ خدا اس کا برا کرے جو ہمارے شیخ کا ذکر برائی کے ساتھ کرے، یعنی امام صاحب کا۔

۱۸- ایک دفعہ ایک شخص نے کوئی مسئلہ پوچھا ابن مبارک نے طاؤس کا قول بھی نقل کر دیا اور امام صاحب کا بھی جو اس کے خلاف تھا۔ اس شخص نے کہا کہ ہم تو طاؤس کے قول پر عمل کریں گے اور ابوحنیفہ کے قول کو دیوار پر پھینک ماریں گے، ابن مبارک نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر کیا تو نے امام صاحب کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا۔ واللہ! اگر تو ان کو دیکھ لیتا تو ایسی بات نہ کہتا اور وہ تیرے خلاف اتنے قوی دلائل لاتے کہ جو ان کے ہوتے ہوئے امام صاحب کے قول کو دیوار پر نہ مار سکتا۔

۱۹- ایک دفعہ ابن مبارک نے حدیث امام صاحب سے روایت کر کے سنائی ایک شخص نے اس میں کچھ کلام کیا تو ابن مبارک نے غصہ سے فرمایا کہ تم لوگوں کا اس سے کیا مقصد ہے، تم لوگوں کا اس سے کیا مقصد ہے، جس کو خدا نے بلند مرتبہ بنایا ہے وہ ہی بلند ہوگا اور جس کو خدا نے برگزیدہ کرلیا ہے وہی برگزیدہ ہوگا۔ (موفق ۵۱، ۵۲، ۵۳ ج ۲)

۲۰- فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ" کو مسجد حرام مکہ معظمہ میں دیکھا ہے کہ مشرق و مغرب کے لوگوں کو فتویٰ دے رہے تھے اور لوگ اس زمانہ کے جیسے تھے ظاہر ہے یعنی بڑے بڑے فقہا تھے اور بہترین علم کے لوگ حاضر رہتے تھے۔ (موفق ص ۵۷ ج ۲)

راقم الحروف نے حضرت عبداللہ بن مبارک کے اقوال اس لئے زیادہ نقل کئے ہیں کہ امام بخاری نے اپنے رسائل میں ان کو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم تسلیم کیا ہے اور ان کے مقابلہ میں دوسروں کو بے علم تک کہہ دیا ہے اور غالباً پہلے اور محدثین بھی ایسے تھے جو ابن مبارک کو امیر المومنین فی الحدیث وغیرہ وغیرہ سب کچھ مانتے تھے مگر خود ابن مبارک جن کو اپنا بڑا اور سب کچھ سمجھتے تھے وہ ان کی نظر میں کچھ نہ تھے اس لئے محدث ابوعصمہ سعد بن معاذ جب محدثین سے یہ سنتے تھے کہ عبداللہ بن مبارک اعلم ہیں امام ابوحنیفہ سے، تو فرمایا کرتے تھے کہ "جو لوگ عبداللہ ابن مبارک کو امام سمجھتے ہیں اور خود عبداللہ نے جس کو امام مانا تھا اس کو امام نہیں مانتے ان کی مثال شیعہ حضرات کی ہے کہ حضرت علیؓ کو تو امام مانتے ہیں

لیکن جن کو حضرت علیؓ نے اپنے لئے امام تسلیم کیا تھا ان کو امام ماننے کے لئے تیار نہیں یعنی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم (موفق ۵۴ ج ۲)

۳- محدث ابن داؤد: ۱- امام ابوحنیفہؒ پر طعن دو قسم کے لوگوں نے کیا ہے ایک ان لوگوں نے جو ان سے ناواقف تھے اور دوسرے وہ جن کو ان سے حسد ہے، وہ کہا کرتے تھے کہ بصرہ والوں کا فخر چار کتابیں ہیں، حافظ کی کتاب البیان والتبیین کتاب الحیوان، سیبویہ کی کتاب اور خلیل کی کتاب العین، لیکن ہمارا فخر حلال و حرام کے ستائیس ہزار مسائل پر ہے جو ایک کوفی محمد بن حسن کے نتیجہ عمل ہیں وہ ایسے قیاسی و عقلی ہیں کہ کسی انسان کو ان کا نہ جاننا روا نہیں۔

۲- جب کوئی آثار یا حدیث کا قصد کرے تو اس کے لئے سفیان ہیں اور جب آثار یا حدیث کی باریکیوں کو معلوم کرنا چاہے تو ابوحنیفہؒ ہیں۔

۳- اہل اسلام پر نماز میں امام ابوحنیفہؒ کے لئے دعا کرنی ضروری ہے کیوں کہ انہوں نے دوسروں کے واسطے سنن و آثار محفوظ کر دیا ہے یعنی بصورت احادیث و آثار مرویہ و بصورت احکام و مسائل)۔ (حدائق الحنفیہ)

۴- مکی بن ابراہیمؒ: بلخ کے امام اور امام بخاری وغیرہ کے استاد تھے (۱) فرماتے تھے کہ ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عالم زاہد، راغب فی الآخرت اور احفظ اہل زمانہ تھے اور عالم کی اصطلاح محدثین کے یہاں یہ ہے کہ اس کو احادیث کے متون و اسناد دونوں حفظ ہوں۔

۲- موفق کردری میں ہے کہ اسماعیل بن بشر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم مکی کی مجلس میں تھے، انہوں نے فرمانا شروع کیا "یہ حدیث روایت کی ہم سے ابوحنیفہؒ نے" اتنا ہی کہا تھا کہ ایک مسافر اجنبی شخص چیخ پڑا کہ ہم سے ابن جریج کی حدیث روایت کرو، ابوحنیفہؒ سے روایت مت کرو، مکی نے جواب دیا کہ ہم بیوقوفوں کو حدیث سنانا نہیں چاہتے، میں ہدایت کرتا ہوں کہ تم میری حدیث مت لکھو اور میری مجلس سے نکل جاؤ، چنانچہ جب تک وہ اٹھ کر نہ چلا گیا انہوں نے حدیث روایت نہ کی، اس کے جانے کے بعد پھر امام ابوحنیفہؒ سے ہی حدیث روایت کی۔

۳- فرمایا میں علماء کوفہ کی مجالس میں بیٹھا ہوں میں نے ان میں کسی کو امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ متورع نہیں پایا۔ (موفق ۱۹۳ ج ۱)

۵- محدث خلف بن ایوبؒ: ۱- میں اکثر علماء کی مجالس میں جایا کرتا تھا اکثر ایسا ہوتا تھا کہ بعض باتوں کے معنی نہ سمجھ سکتا تھا، پھر امام ابو حنیفہؒ کی مجلس میں جاتا، ان سے دریافت کرتا، وہ مجھ سے ان کی تفسیر فرماتے اور اس تقریر و تفسیر سے میرے قلب میں ایک نور داخل ہو جاتا تھا۔

۲- فرمایا کہ خدا سے علم محمد ﷺ کو پہنچا، ان سے اصحاب کو، اصحاب سے تابعین کو اور تابعین سے ابوحنیفہؒ کو اس بات سے خواہ کوئی راضی ہو یا ناراض ہو۔ (حدائق ص ۷۵)

۶- امام شعرانیؒ: ۱- میں نے امام ابوحنیفہ کے مسانید ثلاثہ کے صحیح نسخوں کو مطالعہ کیا جن پر حفاظ کی تصدیق تھی، میں نے دیکھا کہ ہر حدیث بہترین عدول و ثقات تابعین سے مروی و منقول ہے مثلاً، اسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول، حسن بصری وغیرہ وغیرہ سے، پس امام صاحب اور جناب رسالت مآب ﷺ کے درمیان تمام راوی عادل، ثقہ، عالم اور بہترین بزرگ ہیں جن میں کوئی کذاب یا متہم بالکذب نہیں۔ ۲- ہمارے لئے کسی طرح موزوں نہیں کہ ایسے امام عظیم پر اعتراض کریں جس کی جلالت قدر علم و روع پر اجماع و اتفاق ہو چکا ہے۔

۳- امام صاحب پر اعتراض مناسب نہیں کیونکہ وہ ائمہ متبوعین میں سے سب سے بڑے مرتبہ کے تھے اور ان کا مذہب سب سے پہلے مدون ہوا اور ان کی سند حدیث بھی دوسرے ائمہ کے لحاظ سے رسول اکرم ﷺ کی طرف زیادہ قریب ہے، وغیرہ (میزان کبریٰ)۔ ۴- امام اعظم ابو حنیفہ کے کثرت علم، پرہیز گاری، عبادت، استنباط و سمجھ کی دقت و گہرائی پر سلف و خلف کا اتفاق و اجماع ہے (حدائق ص ۷۶)

۷- محدث حسن بن زیاد: امام ابوحنیفہؒ چار ہزار احادیث روایت کرتے تھے، دو ہزار حماد سے اور دو ہزار باقی شیوخ سے۔

۸- امام احمد: امام احمد سے ابن حجر نے نقل کیا کہ ابوحنیفہ علم و تقویٰ، زہد و اختیار آخرت میں اس جگہ تھے کہ کوئی ان کو نہیں پہنچ سکا۔ (شامی و خیرات حسان ص ۳۳)

۹- عطاء بن ابی رباح (م ۱۱۴ھ): کبار تابعین سے ہیں، ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں، امام صاحب جب ان کے پاس آتے تو

سب سے آگے اپنے قریب بٹھاتے تھے۔ (موفق ۶۷ ج ۲)

۱۰-فضیل بن عیاض (م ۱۸۷ھ): اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں، بڑے عابد، زاہد اور صاحب کرامات بزرگ تھے انہوں نے فرمایا کہ "امام ابوحنیفہ بڑے فقیہ تھے، ورع وتقویٰ میں مشہور تھے، لوگوں پر جود وشفقت کرنے میں بڑے حریص تھے، رات و دن تعلیمی کاموں میں منہمک رہتے تھے، بہت خاموش اور کم گو تھے البتہ جب کوئی مسئلہ ان سے دریافت کیا جاتا تو خوب بولتے تھے۔ (تبییض الصحیفہ وغیرہ)

۱۱-حفظ بن عبدالرحمٰن بلخی (م ۱۹۹ھ): نسائی وابوداؤد کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں، فرمایا کہ میں نے ہر قسم کے علماء وفقہا، زہاد اور اہل ورع کی خدمت میں حاضری دی لیکن ان سب اوصاف کا جامع سوائے امام ابوحنیفہؒ کے اور کسی کو نہیں دیکھا۔ (موفق ص ۲۰۰ ج ۱)

۱۲-حسن بن صالح کوفی (م ۱۶۹ھ): ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں، کہا کہ امام ابوحنیفہؒ ناسخ ومنسوخ حدیث کی سخت تلاش میں مصروف رہتے تھے اور اسی حدیث پر عمل کرتے تھے جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب سے ان کو ثابت ہوتی تھی اور حدیث وفقہ اہل کوفہ کے صرف عارف ہی نہ تھے بلکہ اپنے شہر کے لوگوں کی معمول بہا احادیث کا سختی سے اتباع کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح کتاب اللہ میں ناسخ و منسوخ آیات ہیں اسی طرح احادیث میں بھی ناسخ ومنسوخ ہیں اور رسول خدا ﷺ کی اخیر زندگی کے اعمال کے حافظ تھے (موفق ص ۸۹ ج ۱)

۱۳-محدث شہیر ابن جریج (م ۱۵۰ھ): ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں، ابن عیینہ نے بیان کیا کہ ابن جریج کو جب امام حنیفہؒ کے علم وروع اور استقامت دین کا علم ہوا تو کہنے لگے کہ عنقریب اس شخص کے علمی کمالات کا حیرت انگیز چرچا ہوگا۔

۲-ایک روز کسی نے ان کے سامنے امام صاحب کا کسی قدر برائی سے ذکر کیا تو فرمایا، خاموش رہو وہ تو بہت بڑے فقیہ ہیں، بہت بڑے فقیہ ہیں، بہت بڑے فقیہ ہیں۔ (خیرات حسان ص ۳۳)

۳-خطیب نے روح بن عبادہ سے روایت کی کہ میں ابن جریج کے پاس تھا جب امام اعظمؒ کی خبر وفات ان کو دی گئی تو سن کر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور افسوس سے فرمایا کہ کیسا علم جاتا رہا۔ (تبییض الصحیفہ ص ۱۱۳ امام سیوطی)

شعبۃ بن الحجاج (م ۱۶۰ھ): ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں سفیان ثوری ان کو امیر المومنین فی الحدیث کہا کرتے تھے۔

۱- جب ان سے امام ابوحنیفہ کا حال دریافت کیا جاتا تو وہ بہت تعریف ان کی کیا کرتے تھے اور ہر سال نیا تحفہ امام صاحب کو بھیجا کرتے تھے۔ (موفق ص ۴۶ ج ۲)

۲-امام صاحب کو حسن الفہم جید الحفظ فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جن لوگوں نے ان پر تشنیع کی ہے واللہ وہ خدا کے یہاں اس کا نتیجہ دیکھ لیں گے کیونکہ خدا ان چیزوں سے پوری طرح واقف ہے۔ (خیرات ص ۳۴)

۳-جب وفات پہنچی تو انا للہ پڑھا اور کہا کہ آج کوفہ کا چراغ علم گل ہوگیا اور اب اہل کوفہ کو قیامت تک اس کی نظیر نہ ملے گی۔ (خیرات ص ۶۹)

محمد بن میمون (م ۱۶۷ھ): ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ میں سے ہیں امام اعظمؒ کے بارے میں فرمایا کہ امام صاحب کے زمانہ میں علم و ورع اور زہد میں کوئی شخص ان سے بڑھ کر نہ تھا اور نہ کوئی شخص علم وفطانت میں ان کا مساوی تھا بخدا مجھے ان سے ایک حدیث سن لینے کی خوشی ایک لاکھ اشرفی کے مل جانے سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔

محدث اسمٰعیل بن حماد بن ابی سلیمان

یہ حضرت حماد استاذ امام اعظمؒ کے صاحبزادے تھے ان کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہ میرے والد ماجد کے خصوصی رازداروں میں سے تھے اور والد ماجد امام صاحب پر اپنی وہ خاص علمی چیزیں ظاہر کرتے تھے اس لئے میں بھی اپنے والد سے بہت سی علمی باتیں نہ سن سکا اور ان

سے محروم رہا، اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ ہی کے واسطے سے مجھے اپنے والد ماجد کی خاص خاص چیزیں پہنچیں جو صرف ان کے پاس تھیں۔

اس خبر کے راوی یحییٰ بن آدم نے یہ بھی کہا کہ اسماعیل بن حماد بڑی عمر کے تھے، سب لوگوں کا زمانہ پایا تھا لیکن اپنے اور والد کے امام صاحب سے خصوصی تعلق کے باعث امام صاحب ہی سے سماع حدیث کیا اس واقعہ سے بھی حضرت مغیرہ کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت حماد کے خصوصی علوم کے قابل امام صاحب ہی تھے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حصول علم کے لئے خاص تعلق و مناسبت بھی استاد سے ضروری ہے، نیز معلوم ہوا کہ امام صاحب بذل علم کے اعتبار سے بھی بڑے سخی تھے وغیرہ۔

محدث محمد بن طلحہ

محدث ابوغیلہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم دونوں آپس میں امام ابوحنیفہؒ کی باتیں کر رہے تھے تو محمد بن طلحہ نے کہا کہ اابوغیلہ! اگر تمہیں امام صاحب کا کوئی قول معتبر ذریعہ سے مل جائے تو اس کو مضبوط پکڑ لینا، اس کی قدر کرنا، کیونکہ امام صاحب سے جو بات آتی ہے وہ چھنی چھنائی صاف ہوتی ہے (یعنی کھرے سونے کی طرح بے کھوٹ ہوتی ہے۔ (موفق ۴۰ ج ۲)

محدث فضل بن موسیٰ سینائی

امام صاحب کے زمانہ میں بڑے مشہور و معروف حفاظ حدیث میں سے تھے، امام صاحب سے بکثرت روایت حدیث کی ہے، امام صاحب کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے اور مخالف علماء سے جھگڑتے تھے لوگوں کو امام صاحب کے مذہب کی طرف ترغیب دیا کرتے تھے۔

وہ فرماتے ہیں کہ ہم حجاز و عراق کے مشائخ علم کی مجالس میں آیا جایا کرتے تھے لیکن کسی مجلس کو امام صاحب کی مجلس سے زیادہ عظیم البرکت اور کثیر المنفعت نہیں پایا۔ (موفق ۵۰ ج ۲)

امام شمس الدین شافعی

عقود الجواہر المنیفہ میں امینی کی خلاصۃ الاثر سے نقل کیا ہے کہ امام شمس الدین محمد بن علاء الباہلی شافعی فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم سے افضل الائمہ کے بارے میں سوال ہوتا تھا تو ہم ابوحنیفہؒ ہی کو بتلایا کرتے تھے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ

تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کو حفاظ حدیث میں شمار کیا اور آپ کا تذکرہ امام الاعظم فقیہ العراق سے شروع کیا اور لکھا کہ حضرت انسؓ صحابی کوفہ میں تشریف لائے تو امام صاحب نے ان کو متعدد بار دیکھا اور امام صاحب نے عطار، نافع، سلمہ بن کہیل، عمرو بن دینار اور خلق کثیر سے روایت حدیث کی اور امام صاحب سے فقہ حاصل کرنے والے بھی تھے، جیسے زفر، داؤد طائی، قاضی ابویوسف، محمد بن الحسن وغیرہ اور حدیث حاصل کرنے والے بھی تھے جیسے وکیع، یزید بن ہارون، سعد بن الصلت، ابوعاصم، عبدالرزاق (صاحب مصنف) عبداللہ بن موسیٰ، ابونعیم، ابو عبدالرحمٰن المقری اور ان کے علاوہ بہت سے لوگ تھے۔

امام صاحب عالم باعمل، عابد و زاہد اور بڑے عالی مرتبت انسان تھے، بادشاہوں کے نذرانے قبول نہیں کرتے تھے بلکہ خود تجارت کر کے کسب کرتے تھے، بنی نوع انسان میں امام صاحب نہایت زکی تھے۔

اس کے بعد علامہ ذہبی نے حضرت عبداللہ بن مبارک وغیرہ کبار محدثین کے اقوال امام صاحب کے مناقب میں نقل کئے ہیں جو ہم نے دوسری جگہ نقل کئے ہیں، علامہ ذہبی نے امام صاحب اور صاحبین کے مناقب میں مستقل کتاب بھی لکھی۔

محدث عمر بن ذرؒ

ہم جب بھی کہیں امام ابوحنیفہ کے ساتھ سفر میں جاتے تھے، دیکھتے تھے کہ امام صاحب وہاں کے تمام اہل علم پر فقہ، علم وورع میں غالب رہتے تھے۔ (موفق ص ۱۹۵ ج ۱)

سیدنا علی الخواص شافعیؒ

اولیاء کاملین میں سے اور امام شعرانی شافعی کے شیخ اعظم تھے، فرمایا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مدارک اجتہاد اس قدر دقیق ہیں کہ اولیاء اللہ میں سے بھی صرف اہل کشف ومشاہدہ ہی ان کو اچھی طرح جان سکتے ہیں، اسی لئے انہوں نے اور امام ابویوسف نے ماء مستعمل کو نجس قرار دیا ہے، امام صاحب وضوء کے مستعمل پانی میں صاحب وضو کے گناہوں کی نجاست ملاحظہ فرماتے تھے اور ہر ایک کے گناہ کو ممتاز دیکھتے اور تنبیہ کرتے تھے، توبہ کی تلقین فرماتے تھے۔ (میزان کبریٰ)

علامہ ابن الاثیر جزری

اگر ہم امام ابوحنیفہؒ کے فضائل وکمالات بیان کرنا چاہیں تو وہ اتنے ہیں کہ ہم سب کو بیان نہیں کرسکتے بات بہت لمبی ہوجائے گی اور غرض پھر بھی پوری نہ ہوگی، مختصر یہ کہ وہ عالم باعمل، زاہد، عابد متقی پرہیزگار اور علوم شریعت کے مسلم وپسندیدہ امام تھے۔ (جامع الاصول)

ابن ندیم

اپنی مشہور ومعروف کتاب ''الفہرست'' میں امام اعظم کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر میں لکھا کہ ''مشرق سے مغرب تک زمین کے تمام خشکی وتری کے حصوں میں دور ونزدیک جو کچھ علم کی روشنی پھیلی وہ امام صاحب ہی کی تدوین کا صدقہ ہے رضی اللہ عنہ''۔

امام مالکؒ

محمد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ کو دیکھا امام صاحب کا ہاتھ تھامے جارہے تھے جب مسجد نبوی میں پہنچے تو امام صاحب کو آگے بڑھایا میں نے سنا کہ امام صاحب نے مسجد نبوی میں داخل ہوتے ہوئے یہ دعا پڑھی بسم اللہ هذا موضع الامان فآمنی من عذابک و نجنی من النار یعنی خدا کے نام کے ساتھ داخل ہوتا ہوں، یہ امان کی جگہ ہے یا اللہ! مجھ کو اپنے عذاب سے مامون کر اور عذاب جہنم سے نجات دے۔ (موفق ۳۴ ج ۲)

امام شافعی نے فرمایا کہ میرے سامنے ایک شخص نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ کیا آپ نے امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا ہے؟ تو فرمایا ہاں! میں نے ایسا شخص دیکھا ہے کہ اگر اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہے تو اس پر بھی دلیل قائم کرسکتا ہے۔ (مناقب ذہبی ص ۱۹)

امام مالک اکثر اقوال امام صاحب کے اختیار کرتے تھے اور آپ کی آراء واقوال کی تلاش میں رہتے تھے اکثر مسائل میں امام صاحب کے اقوال کو معتبر جانتے تھے، موسم حج وزیارت میں امام صاحب کا انتظار کیا کرتے تھے جب امام صاحب مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تو کافی وقت امام صاحب کے ساتھ علمی مذاکرات میں گذارتے تھے۔

ایک دفعہ کوئی لمبی بحث چلی اور امام مالک امام صاحب کی مجلس سے اٹھے تو پسینہ پسینہ ہورہے تھے، تلامذہ نے عرض کیا کہ آپ کو بہت پسینہ آیا! امام مالک نے فرمایا کہ ہاں! ابوحنیفہؒ کے ساتھ بحث میں ایسا ہوا اور تم ان کو کیا سمجھتے ہو وہ تو بہت بڑے فقیہ ہیں۔

امام ابو یوسفؒ

۱-اصمعی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم چند احباب بیٹھے ہوئے اپنی اپنی آرزوؤں کا ذکر کرنے لگے تو میں نے امام ابو یوسفؒ سے کہا کہ اب تو آپ بڑے سے بڑے مرتبہ پر پہنچ گئے ہیں (کیونکہ قاضی القضاۃ تھے اور وہ بھی اس شان سے کہ خلفاء ان کے فیصلوں کے سامنے سر جھکاتے تھے) تو کیا اس سے زیادہ کی بھی کوئی تمنا آپ کو ہے؟ تو فرمایا کہ "ہاں میری تمنا ہے کہ کاش مجھے ابن ابی لیلیٰ کا جمال مسعر بن کدام کا زہد اور امام ابوحنیفہ کا فقہ حاصل ہوتا"۔ اصمعی کا بیان ہے کہ میں نے اس کا ذکر امیر المومنین یعنی خلیفہ وقت سے کیا تو انہوں نے کہا کہ امام ابو یوسف نے جو تمنا کی ہے وہ خلافت سے بھی اونچی چیز کی ہے۔

۲-ایک دفعہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا، کاش مجھے امام ابوحنیفہؒ کی ایک مجلس میری آدھی دولت کے عوض نصیب ہو جاتی، اصمعی کہتے ہیں کہ اس وقت ان کی دولت بیس لاکھ روپیہ سے زیادہ تھی، میں نے کہا کہ یہ تمنا آپ کیوں کرتے ہیں تو فرمایا کچھ مسائل کی تحقیق کے لئے دل میں خلش ہے امام صاحب ہی سے تسلی ہو سکتی ہے، ان سے دریافت کر لیتا۔

۳-عصام بن یوسف کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو یوسف سے کہا علماء وقت کا اتفاق ہے کہ آپ سے بڑھ کر علم حدیث و فقہ میں کوئی نہیں ہے تو فرمایا میرا علم امام صاحبؒ کے علم کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے، ایسا سمجھو جیسے ایک چھوٹا راجبہا یا نالہ بڑی نہر فرات کے مقابلہ میں۔

۴-ایک روز فرمایا کہ امام ابوحنیفہ بڑے عظیم البرکت تھے ان کی وجہ سے ہم پر دنیا و آخرت کے راستے کھل گئے۔

۵-فرمایا کہ میں نے امام صاحب سے زیادہ تفسیر حدیث کا عالم نہیں دیکھا، ہمارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو امام صاحب کے پاس حاضر ہوتے اور امام صاحب اس کا فوراً ہی حل پیش کر کے ہماری تشفی کر دیتے تھے۔ (موفق ص ۳۴۳ ج ۲)

امام ابو یوسف علم حدیث میں امام احمد، علی بن مدینی اور یحییٰ بن معین وغیرہ اکابر محدثین کے استاذ تھے جو امام بخاری وغیرہ محدثین کے شیوخ میں ہیں، ان کا تذکرہ مفصل آگے آئے گا، باوجود اس جلالت قدر کے امام ابوحنیفہ کے کس قدر مداح و قدردان ہیں، امام صاحب کے مرتبۂ عالی کا اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ

مشہور محدث ہیں امام اعظمؒ کے تلمیذ اور راوی مسانید الامام ہیں، حمیدی (استاذ بخاری) کے استاذ ہیں حمیدی راوی ہیں کہ امام سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ- دو چیزیں ایسی تھیں کہ ہم ابتداء میں یہ تصور بھی نہ کرتے تھے کہ وہ کوفہ کے پل سے آگے بڑھیں گی، حمزہ کی قرأت اور امام ابوحنیفہ کی رائے لیکن وہ دونوں تمام آفاق میں پہنچ گئیں (مناقب ذہبی ص ۲۰) محدث عمرو بن دینار کی احادیث کے سب سے بڑے عالم تھے، کوفہ آئے تو امام صاحب نے ان کے علم و فضل کی تعریف کی جس سے ان کا حلقہ درس بھر گیا فرماتے تھے کہ کوفہ میں امام صاحب سے زیادہ افقہ، افضل، اورع نہیں تھا۔ (موفق ص ۱۹۵ ج ۱)

امام شافعیؒ

علی بن میمون (شاگرد امام شافعیؒ) نے روایت کی کہ مجھ سے امام شافعی نے کہا- میں ابوحنیفہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں، ہر روز ان کی قبر کی زیارت کو جاتا ہوں، جب کوئی حاجت پیش آ جاتی ہے دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں، دعا کے بعد مراد بر آنے میں دیر نہیں لگتی، خیرات حسان میں یہ قول بھی نقل ہے کہ امام ابوحنیفہ سے زیادہ کوئی عقیل آدمی پیدا نہیں ہوا۔

شامی میں ابن حجر مکی سے بحوالہ ربیع روایت ہے کہ امام شافعی نے فرمایا، لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے عیال ہیں کیونکہ میں نے ان سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں پایا، یہ بھی فرمایا کہ جو شخص ابوحنیفہ کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ نہ تو علم میں تبحر ہوگا اور نہ فقیہ بنے گا۔ (حدائق ص ۷۷)
یہ بھی فرمایا کہ ابوحنیفہ فقہ کے مربی و مورث اعلیٰ ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ)

امام مزنی

مزنی سے کسی نے پوچھا کہ ابوحنیفہ کے حق میں کیا کہتے ہو؟ کہا سیدھم، ان کے سردار ہیں، کہا اور ابو یوسف؟ کہا اتبعہم للحدیث ان میں حدیث کا سب سے زیادہ اتباع کرنے والے، کہا اور محمد بن حسن؟ کہا اکثرہم تعریفا، سب سے زیادہ مسائل نکالنے والے، کہا زفر! کہا احسنہم قیاسا، قیاس میں سب سے بہتر۔

خلیفہ منصور عباسی

محمد بن فضیل عابد بلخی نے روایت کی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے بیان کیا کہ میں خلیفہ منصور کے پاس گیا تو مجھ سے پوچھا کہ تم نے علم کس سے حاصل کیا؟ میں نے کہا حماد سے، انہوں نے ابراہیم نخعی سے، انہوں نے حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباسؓ سے، منصور نے سن کر کہا! خوب خوب، ابوحنیفہ تم نے بہت مضبوط علم حاصل کیا، وہ سب کے سب طیبین وطاہرین تھے، سب پر اللہ کی رحمت ہو۔
دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ خلیفہ منصور سے عیسیٰ بن منصور نے کہا کہ یہ (ابوحنیفہ) آج دنیا کے عالم ہیں، پوچھا نعمان! تم نے علم کس سے حاصل کیا جواب دیا اصحاب عمرؓ سے عمر کا، اصحاب علیؓ سے علی کا، اصحاب عبداللہؓ سے عبداللہ کا، اور ابن عباسؓ کے زمانہ میں ان سے بڑھ کر عالم روئے زمین پر نہ تھا۔

محدث حفص بن غیاثؒ

امام صاحبؒ کے تلمیذ خاص اور محدثین کے شیوخ کبار میں تھے، فرماتے تھے کہ امام صاحبؒ سے میں نے ان کی کتابیں پڑھیں اور ان کے آثار مرویہ سنے میں نے ان سے پاک باطن اور باب احکام میں فاسد و صحیح کا علم رکھنے والا نہیں دیکھا۔
ایک دفعہ فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ یکتائے روزگار تھے، ان کی جیسی فہم ونظر کا کوئی شخص میں نے نہیں سنا۔ (موفق ص ۱۴۱ ج ۲)

محدث عیسیٰ بن یونس

مشہور محدث تھے، امام صاحبؒ کے حدیث وفقہ میں شاگرد تھے، علماء کوفہ میں سے امام صاحب ہی کا قول اختیار کرتے تھے اور اسی پر فتویٰ دیتے تھے، اپنے شاگرد سلیمان بن شاذکونی کو یہ نصیحت فرمائی کہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں ہرگز کوئی کلمہ برائی کا نہ کہنا اور نہ کبھی کسی برائی بیان کرنے والے کی تصدیق کرنا، اس لئے کہ واللہ میں نے کسی کو ان سے افضل اور اورع نہیں دیکھا۔
محمد بن داؤد کا بیان ہے کہ ہم محدث عیسیٰ بن یونس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے امام ابوحنیفہ کی کتاب نکالی تاکہ ہمیں اس میں سے سنائیں، کسی نے مجلس میں کہا کہ آپ ابوحنیفہ سے روایت حدیث کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے ان کی زندگی میں ان کو اور ان کے علم وفضل کو پسند کیا تو کیا اب ان کی وفات کے بعد ان کو پسند نہ کرونگا۔

محدث یحییٰ بن آدم

امام علی بن المدینی (استاذ امام بخاری) فرمایا کرتے تھے کہ یحییٰ بن آدم علماء اوران کے اقاویل کے بڑے واقف تھے۔ حدیث وفقہ کے بڑے عالم تھے اور امام ابوحنیفہ کی طرف میلان شدید رکھتے تھے معلوم ہوا کہ امام صاحب سے تعلق رکھنے والے بڑے بڑے مسلم حدثین تھے۔

اب سنئے! یہ محدث کبیر یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے فقہ میں وہ اجتہاد کیا جس کی سابق میں نظیر نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی خصوصی رہنمائی فرمائی اور اجتہاد فقہ کے دشوار راستے ان کے لئے سہل بنادیئے، ان کے علم سے خواص وعوام دونوں طبقوں نے فائدہ اٹھایا۔

یہ بھی فرمایا کہ کوفہ فقہ کا مرکز تھا اس میں بڑی کثرت سے اکابر فقہاء موجود تھے جیسے ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، حسن بن صالح، شریک وغیرہ لیکن امام صاحب کے اقاویل کے مقابلہ میں ان سب کے اقاویل بے قیمت ہو کر رہ گئے، امام صاحب کا علم ایک ایک شہر وبستی میں پہنچ گیا، خلفاء ائمہ اور حکام نے اس کے مطابق فیصلے کئے اور عملی دنیا کے لئے وہی مدار عمل ٹھہر گیا۔ (موفق ۱۴۱ ج ۲)

امام زفرؒ

فرمایا کہ بڑے بڑے محدثین امام صاحبؒ کے پاس آتے جاتے تھے اور آپ سے مسائل مشکلہ میں حل طلب کرتے تھے اور جو احادیث ان پر مشتبہ المراد ہوتی تھیں ان کی تفسیر آپ سے کراتے تھے۔ (موفق ص ۱۴۹ ج ۲)

وکیع بن الجراح

اصحاب ستہ کے کبار شیوخ میں تھے، فرمایا کہ میں نے کسی شخص کو جو امام ابوحنیفہ سے زیادہ فقیہ اوران سے بہتر طور پر نماز پڑھنے والا ہو نہیں دیکھا۔ (حدائق ص ۷۸)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ وکیع امام صاحب کے متعلق بہت اچھی رائے رکھتے تھے اور ورع وصحت دین کے اعتبار سے ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ (موفق ص ۱۹۷ ج ۱)

سلیمان بن مہران ابومحمد الاعمش الکوفی

محدثین کے مشہور ومعروف شیخ الشیوخ ہیں، مسند خوارزمی میں امام اعمش کا قول منقول ہے کہ۔

۱۔ ابوحنیفہ مواضع فقہ دقیقہ اور غوامض علم خفیہ کو بخوبی جانتے ہیں اوران کو تاریک مقام میں بھی اپنے چراغ قلب کی وسیع نورانی روشنی سے اچھی طرح دیکھ لیتے ہیں، اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ میری امت کے چراغ ہیں۔

۲۔ فرماتے کہ اس مسئلہ کا بہتر جواب ابوحنیفہ ہی دے سکتے تھے اور میرے خیال میں خدا نے ان کے علم میں بڑی برکت بخشی ہے۔ (خیرات ص ۳۴)

۳۔ ایک بار امام صاحب سے چند مسائل میں گفتگو کی، آپ نے جواب دیئے، پوچھا کہاں سے، امام صاحب نے احادیث بیان کرنی شروع کر دیں جو اعمش ہی سے سنی تھیں، اعمش نے کہا کہ بس کافی ہے، آپ نے تو حد کر دی میں نے جو احادیث ۱۰۰ سو دن میں بیان کی تھیں وہ آپ نے ایک ساعت میں سنا دیں، مجھے یہ علم نہ تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کر رہے ہیں، اے جماعت فقہاء! آپ لوگ طبیب ہیں اور ہم دوا فروش اور آپ نے دونوں طرف (فقہ وحدیث) سے حظ وافر حاصل کیا۔ (خیرات ص ۶۷) خطیب عن الامام ابی یوسف)

۴۔ حضرت اعمش نے ایک بار امام ابویوسف سے پوچھا کہ تمہارے رفیق ابوحنیفہ نے عبداللہ کے قول عتق الامۃ طلاقھا کو کیوں ترک کر دیا؟ جواب دیا کہ اس حدیث کی وجہ سے جو آپ نے واسطہ ابراہیم واسود حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ بریرہ جب آزاد ہو گئیں تو

ان کو اختیار دیا گیا، اعمش نے یہ سن کر بڑا تعجب کیا اور کہا کہ ابوحنیفہ بہت زیرک ہیں''۔

امام اسحٰق بن راہویہ

میں نے کسی کو احکام وقضایا کا امام صاحب سے زیادہ جاننے والا نہیں پایا، قضا کے لئے مجبور کیا گیا اور مارا بھی گیا مگر قبول نہ کی، آپ کا محبوب مشغلہ یہ تھا کہ حبۃً للہ تعلیم وارشاد کرتے رہیں۔ (مناقب موفق ۵۸ ج ۲)

یزید بن ہارون

اپنے زمانہ کے امام کبیر او محدث ثقہ تھے، امام اعظم، امام مالک اور سفیان ثوری کے شاگرد اور یحییٰ بن معین وابن مدینی وغیرہ کے شیوخ صحاح ستہ کے استاد تھے فرمایا ا- میں نے سترہ شیوخ سے علم حاصل کیا لیکن خدا کی قسم میں نے امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ کسی کو ورع، حافظہ اور عقل میں نہیں پایا۔ (حدائق ص ۹۷)

۲- کسی نے پوچھا کہ ایک عالم فتویٰ دینے کے قابل کب ہوتا ہے؟ فرمایا کہ جب وہ امام ابوحنیفہ جیسا ہو جائے، ان سے کہا گیا کہ آپ ایسی بات کہتے ہیں؟ فرمایا ہاں، بلکہ اس سے بھی زیادہ مجھے کہنا چاہئے میں نے ان سے زیادہ کسی عالم کو فقیہ ومتورع نہیں دیکھا ایک روز میں نے ان کو دیکھا کہ ایک شخص کے دروازہ کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہیں، میں نے عرض کیا کہ آپ سایہ میں ہو جاتے! فرمایا میرے اس گھر والے پر کچھ روپے قرض ہیں اس لئے اس کے گھر کے سایہ میں بیٹھنا مجھے ناپسند ہوا، محدث یزید نے یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا بتلاؤ! اس سے بڑا درجہ بھی ورع کا ہو سکتا ہے!

۳- ایک روز یزید بن ہارون کی مجلس میں یحییٰ بن معین، علی بن المدینی اور امام احمد وغیرہ موجود تھے کہ ایک شخص نے آ کر ایک مسئلہ دریافت کیا، آپ نے فرمایا کہ اہل علم کے پاس جا کر معلوم کر لو، ابن المدینی بولے کہ آپ اہل علم نہیں ہے حالانکہ حدیث کے عالم ہیں، فرمایا نہیں اہل علم اصحاب ابی حنیفہ ہیں، تم تو عطار ہو۔ (موفق ۴۷ ج ۲)

محدث ابو عاصم النبیلؒ

امام صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے اور امام بخاری وغیرہ کے شیوخ کبار میں سے تھے، کہا کرتے تھے'' مجھے امید ہے کہ امام ابوحنیفہ کے لئے ہر روز ایک صدیق کے برابر اعمال خدا کی بارگاہ عالی میں پہنچتے ہیں''، راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کیوں؟ تو کہا اس لئے کے لوگ برابر ان کے علم واقوال سے منتفع ہوتے رہتے ہیں (لہذا ان سب کے صحیح علم وعمل کا سبب امام صاحب ہوئے)۔ (موفق ص ۴۵ ج ۲)

ابو نعیم فضل بن دکین

صاحب تصانیف امام بخاری کے استاد ہیں، امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۱- فرمایا، امام ابوحنیفہ مسائل کی تہ اور حقیقت تک پہنچنے والے تھے۔ (تہذیب التہذیب)

۲- امام صاحب بڑے خدا ترس تھے اور بغیر جواب کے کلام نہ کرتے تھے اور نہ لایعنی باتوں میں پڑتے تھے۔ (حدائق ص ۸۰)

بحر السقاء

بصرہ کے اکابر ائمہ حدیث میں سے تھے فرماتے تھے کہ میں امام ابوحنیفہ سے علمی مذاکرات کیا کرتا تھا وہ فرمایا کرتے تھے کہ اے بحر! تم

تو واقعی اسم با مسمیٰ یعنی علم کا سمندر ہو، تو میں عرض کرتا تھا حضرت! میں تو صرف ایک بحر ہوں لیکن آپ تو بحور ہیں (موفق ص ۴۴ ج ۲) خیال کیجئے امام صاحب کا یہ بھی کتنا بڑا کمال تھا کہ چھوٹوں کے فضل وکمال کا بھی برملا اعتراف کرتے تھے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے، یہ امام صاحب کی علمی تربیت کی خصوصی شان تھی۔

محدث عبدالرحمٰن بن مہدی

بصرہ کے قابل فخر فقہاء و حفاظ حدیث میں سے تھے، امام صاحب کے معاصر تھے کہتے ہیں کہ میں حدیثیں نقل کرتا تھا، میری رائے علی وجہ البصیرۃ یہ ہے کہ سفیان ثوری علماء کے امیر المومنین تھے، سفیان بن عیینہ امیر العلماء تھے، شعبہ حدیث کی کسوٹی تھے، عبداللہ بن مبارک صراف حدیث تھے، یحییٰ بن سعید قطان قاضی العلماء تھے، اور ابوحنیفہؒ قاضی قضاۃ العلماء تھے جو شخص تم سے اس کے سوا کوئی بات کہے اس کو بنی سلیم کی کوڑی پر پھینک دو۔ (موفق ص ۴۵ ج ۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی

(تہذیب التہذیب میں) نعمان بن ثابت امام ابوحنیفہ نے حضرت انسؓ صحابی کی زیارت کی ہے اور عطاء، عاصم، علقمہ، حماد، حکم، سلمہ، ابوجعفر، علی، زیاد، سعید حدی، عطیہ، ابوسفیان، عبدالکریم، یحییٰ اور ہشام سے حدیث پڑھی اور روایت کی ہے اور امام صاحب سے حماد، ابراہیم، حمزہ، زفر، قاضی ابو یوسف، ابو یحییٰ، عیسیٰ، وکیع، یزید، اسد حکام، خارجہ، عبدالمجید، علی، محمد، عبدالرزاق، محمد بن حسن، یحییٰ بن یمان، ابوعصمۃ، نوح، ابوعبدالرحمٰن، ابونعیم، ابوعاصم اور دوسروں نے روایت کی ہے۔ (ص ۴۴۹ ج ۱۰)

علامہ صفی الدین

خلاصۃ التہذیب میں۔ ہے کہ ''ابوحنیفہ امام العراق، فقیہ الامت نے عطاء، نافع، اعرج اور ایک جماعت محدثین سے حدیث پڑھی اور روایت کی ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے اور ابن مبارک نے فرمایا کہ میں نے ابوحنیفہ کے مثل کسی کو فقیہ نہیں پایا، مکی فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عالم تھے۔

محدث یٰسین الزیات

ایک روز مکہ معظمہ میں ان کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے (غالباً مستفیدین و تلامذہ) سب کو با آواز بلند خطاب کیا کہ تم لوگوں کو چاہئے امام ابوحنیفہؒ کے پاس کثرت سے آؤ جاؤ اور ان کی علمی مجالس کو غنیمت سمجھو، ان کے علم سے استفادہ کرو کیونکہ تم ان جیسے پھر نہ پاؤ گے اور نہ کسی کو ان سے زیادہ حلال و حرام کا عالم پاؤ گے، اگر تم ان سے فائدہ نہ اٹھاؤ گے تو علم کثیر سے محروم رہو گے۔

اس سال امام صاحب بھی حج کے لئے پہنچے تھے، غالباً اسی لئے یہ ترغیبی تعارف کرایا ہوگا یہ بھی منقول ہے کہ حضرت یٰسین زیات امام صاحب کے بہت بڑے مداح تھے اور جب امام صاحب کا ذکر شروع کر دیتے تو خاموش ہوتا اور ان کا ذکر خیر ختم کرنا پسند نہ کرتے تھے (موفق ص ۳۸ ج ۲)

محدث عثمان المدنی

فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ اپنے استاد حماد سے افقہ تھے بلکہ ابراہیم، علقمہ و اسود سے بھی زیادہ افقہ تھے۔ (موفق ص ۳۷ ج ۲)

محدث محمد انصاری

فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کی ایک ایک حرکت یہاں تک کہ بات چیت، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے میں بھی دانشمندی کا اثر پایا جاتا تھا۔ (محدث اعظم)

محدث علی بن عاصم

علم حدیث، فقہ و دیگر انواع علوم میں علی بن عاصم امام اہل واسط تھے، امام صاحب سے حدیث وفقہ کی روایت بہ کثرت کی ہے، جب آپ کے اصحاب و تلامذہ چاہتے کہ آپ سے زیادہ احادیث سنیں تو امام ابوحنیفہؒ اور مغیرہ کا ذکر چھیڑ دیتے تھے۔ (موفق ص ۴۷ ج ۲)

۱- آدھی دنیا کی عقل ترازو کے ایک پلہ میں اور ابوحنیفہ کی عقل دوسرے پلہ میں رکھی جاتی تو ابوحنیفہ کا پلہ بھاری رہتا، (قلائد العصیان)۔

۲- اگر امام ابوحنیفہ کے علم کو ان کے زمانہ کے علماء کے ساتھ تولا جائے تو امام صاحب ہی کا علم بڑھ جائے گا۔ (موفق ص ۴۷ ج ۲)

۳- معروف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ علی بن عاصم کی مجلس میں تھا، فرمانے لگے کہ تمہیں علم حاصل کرنا چاہئے، فقہ حاصل کرنا چاہئے، ہم نے کہا جو کچھ ہم آپ سے حاصل کرتے ہیں کیا وہ علم نہیں ہے، کہا نہیں علم تو درحقیقت امام ابوحنیفہ کا ہی ہے۔ (موفق ص ۴۷ ج ۲)

۴- فرمایا کہ امام صاحب کے اقوال علم صحیح کی تفسیر ہیں، جو شخص ان کے اقوال پر مطلع نہیں ہوگا وہ اپنے جہل کی وجہ سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام سمجھ لے گا اور سیدھے راستے سے بھٹک جائے گا۔ (موفق ص ۴۷ ج ۲)

محدث خارجہ بن مصعب

کہا کرتے تھے کہ میں کم وبیش ایک ہزار عالموں سے ملا ہوں جن میں صاحب عقل صرف تین چار دیکھے اور ان میں سے سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کا نام لیتے تھے اور کہتے تھے کہ امام صاحب کی طرف جو بھی دیکھتا تھا وہ اپنے علم کو حقیر سمجھنے لگتا تھا اور ان کے سامنے جھک جاتا تھا، ان کے فقہ، صیانت نفس، زہد اور ورع کے باعث۔

یہ خارجہ بن مصعب سرخس کے بڑے امام حدیث وفقہ تھے، امام صاحب سے بکثرت روایت حدیث کرتے تھے اور امام صاحب کا علم خراسان میں پھیلایا، فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک لاکھ روپے اپنی طلب علم پر صرف کئے اور ایک لاکھ لوگوں کی امداد پر صرف کئے اپنے والد سے بھی بکثرت حدیث سنی تھی، ان کے والد حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ جمل وصفین میں شریک ہوئے تھے، حضرت علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ و اصحاب بدر سے احادیث سنی تھیں اور خارجہ نے امام صاحب کے مشائخ سے بھی حدیث سنی ہیں۔ (موفق ص ۴۹ ج ۲)

عمرو بن دینار المکی

کبار تابعین سے ہیں، صحاح ستہ کے راوی، امام صاحب کی ابتدائی حالت کا بیان حماد بن زید نے کیا ہے ہم عمرو بن دینار کے پاس آتے جاتے تھے، پس امام صاحب آتے تو آپ ان کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور ہمیں چھوڑ دیتے کہ امام صاحب سے ہم مسائل پوچھیں، ہم ان سے مسائل پوچھتے اور امام صاحب جواب دیتے اور احادیث بیان کرتے تھے۔ (خیرات حسان ص ۳۵)

مسعر بن کدام

ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں اور اہل حدیث کے پیشوا جن کی جلالت قدر پر شاہد شیخ المحدثین ابن مبارک جیسے ہیں امام اعظمؒ کے خاص شاگرد تھے، سفیان ثوری، اور سفیان بن عیینہ کے استاد تھے۔

۱-ایک روز امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی مجلس میں آئے دیکھا کہ مسائل فقہ کے مذاکرے کر رہے ہیں اور خوب بلند آواز سے بحث ہو رہی ہے، کچھ دیر ٹھہر کر سنتے رہے پھر فرمایا کہ ''یہ لوگ شہیدوں، عابدوں، تہجد پڑھنے والوں سے افضل ہیں یہ لوگ سنت رسول اکرم ﷺ کو زندہ کر رہے ہیں اور جاہلوں کو جہل سے نکالنے میں کوشش کر رہے ہیں۔ (موفق ص ۲۴۹ ج ۱)

۲-فرمایا کہ ہم نے امام صاحب کے ساتھ تحصیل علم حدیث کی سعی کی مگر وہ ہم پر غالب ہوگئے، زہد میں سعی کی تو اس میں بھی وہ ہم سے بڑھ گئے، فقہ میں کوشش کی تو تم سب جانتے ہو کہ کیا کچھ ان کے کارنامے ہیں۔ (مناقب الامام للذہبی)

۳-ایک روز فرمایا کہ جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان امام ابوحنیفہ کو وسیلہ بنائے گا اور ان کے مذہب پر چلے گا میں امید کرتا ہوں کہ اس کا کچھ خوف نہ ہوگا، پھر یہ اشعار پڑھے

حسبی من الخیرات ما اعددتہ　　یوم القیامۃ فی رضی الرحمان
دین النبی محمد خیر الوری　　ثم اعتقادی مذہب النعمان

(حدائق ص ۷۹)

معمر بن راشد

جو اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں اور رئیس اصحاب حدیث تھے، کہا کہ جن لوگوں نے فقہ میں کلام و کوشش کی ہے ان میں سے کسی کو امام ابوحنیفہ سے بہتر نہیں جانتا۔ (حدائق ص ۷۸)

سہیل بن عبداللہ تستری

درمختار میں ہے کہ جرجانی نے مناقب نعمانیہ میں سہل تستری سے روایت کی کہ ''اگر حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی امتوں میں امام ابوحنیفہ جیسا کوئی شخص غزیر العلم، ثاقب الفہم، قائم بالصدق اور عارف بالحق ہوتا تو وہ یہودی یا نصرانی نہ ہوتے''۔ اس آخری جملہ کی وضاحت علامہ شامی نے یہ کی ہے کہ اپنے اپنے مذہب صحیح کی تعلیمات میں تحریف کر کے جو یہودیت و نصرانیت بنائی تھی اگر امام صاحب ایسے مجتہد ان میں ہوتے وہ دین کے اصول و فروع کو ایسی طرح منضبط کر دیتے کہ تحریف نہ ہو سکتی۔

یہ قول بھی منقول ہے کہ اگر بنی اسرائیل میں ابوحنیفہ جیسا کوئی عالم ہوتا تو وہ گمراہ نہ ہوتے۔ (حدائق ص ۷۹)

محدث ابن السماک

کوفہ کے کبار اہل علم و واعظین سے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ کوفہ کے استاد چار ہیں، سفیان ثوری، مالک ابن مغول، داؤد طائی (صاحب ابی حنیفہ) اور ابوبکر نہشلی اور یہ سب امام صاحب کی مجلس علمی کے بیٹھنے والے تھے اور سب نے امام صاحب سے حدیث کی روایت کی ہے۔ (موفق ص ۳۹ ج ۲)

حضرت ابن السماک بڑا پر اثر وعظ کہا کرتے تھے جس سے تمام سامعین روتے تھے اور رقت قلب و خوف و خشیت الٰہی کے اثرات لے کر ان کی مجلس وعظ سے اٹھا کرتے تھے، اور ان کا طریقہ تھا کہ وعظ کے بعد امام صاحب کیلئے دعا کرتے تھے اور سب حاضرین سے آمین کہلاتے تھے اور ان کو امام صاحب کی مجالست کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے، یہ ہارون رشید کے زمانہ تک زندہ رہے ہیں، ایک دفعہ خلیفہ مذکور کو بھی نصیحت اور تذکیر آخرت کی وہ بہت متاثر ہوا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ (موفق ص ۳۹ ج ۲)

علامہ ابن سیرین

مشہور و معروف عابد و زاہد اور علم تعبیر خواب کے بڑے عالم تھے، تاریخ ابن خلکان میں خطیب کی تاریخ سے نقل کیا کہ جب امام ابوحنیفہ نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کھودنے کا خواب دیکھ کر ایک شخص کو ابن سیرین کے پاس تعبیر پوچھنے کے لئے بھیجا تو انہوں نے فرمایا کہ اس خواب کا دیکھنے والا اس حد تک علم نبوت کو روشن و واضح کرے گا کہ اس سے پہلے کسی نے سبقت نہ کی ہوگی۔ (حدائق الحنفیہ ص ۷۶)

محدث شہیر شفیق بلخی

امام ابوحنیفہ اعلم الناس، اعبد الناس، اکرم الناس اور دین میں بڑی احتیاط کرنے والے تھے۔ (حدائق ص ۷۶)

سفیان ثوری

کردری ص ۱۰ جلد ۲ بروایت عبداللہ بن مبارک۔

۱- بخدا امام ابوحنیفہ علم کے اخذ و تحصیل میں سخت مستعد اور منہیات کی روک تھام کرنے والے تھے، وہی حدیث لیتے تھے جو حضور ﷺ سے پایہ صحت کو پہنچ چکی ہو، ناسخ و منسوخ کی پہچان میں قوی ملکہ رکھتے تھے، ثقہ اصحاب کی احادیث اور آخری فعل رسول ﷺ کی تحقیق و تلاش میں رہتے تھے، حق کی پیروی میں جس بات پر جمہور علماء، کوفہ کو متفق پاتے تھے اس سے تمسک کرتے تھے اور اسی کو اپنا دین و مذہب قرار دیتے تھے۔

کچھ لوگوں نے آپ پر بے جا طعن و تشنیع کی اور ہم نے بھی ان کے بارے میں خاموشی اختیار کی جس کی نسبت ہم خدا سے استغفار کرتے ہیں، بلکہ ہم سے بھی پہلے آپ کے حق میں کچھ الفاظ بیجا نکلے ہیں، ابن مبارک نے کہا مجھے امید ہے کہ خدا آپ کی اس خطا کو بخش دے گا۔ (کردری ص ۱۰ ج ۲ و خیرات ص ۳۲)

۲- ہم ابوحنیفہ کے سامنے ایسے تھے جیسے باز کے سامنے چڑیاں ہوتی ہیں اور امام ابوحنیفہ سید العلماء ہیں۔ (قلائد العقیان)

۳- امام نووی نے تہذیب الاسماء میں ابوبکر بن عیاش سے روایت کی کہ جب امام سفیان ثوری کے والد کا انتقال ہوا تو لوگ تعزیت کے لئے جمع ہوئے، جب امام ابوحنیفہ آئے تو امام سفیان ثوری اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور ان کو اپنی جگہ بٹھا کر خود ان کے سامنے بیٹھ گئے، جب لوگ چلے گئے تو امام سفیان کے اصحاب نے عرض کیا کہ آج ہم نے آپ کو عجیب بات کرتے دیکھا، آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اہل علم میں سے ایک شخص آیا، اگر میں اس کے علم کے لئے نہ اٹھتا تو اس کی عمر کے لئے اٹھتا، اگر اس کی عمر کے لئے بھی نہ اٹھتا تو اس کی فقاہت کے لئے اٹھتا اور اگر اس کی فقاہت کے لئے بھی نہ اٹھتا تو اس کی پرہیزگاری کے لئے اٹھتا۔ (حدائق ص ۷۷)

۴- خطیب بغدادی نے محمد بن بشر سے نقل کیا کہ میں ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے پاس جایا کرتا تھا، پس جب ابوحنیفہ کے پاس جاتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آئے ہو؟ میں کہتا کہ سفیان کے پاس سے وہ فرماتے تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ اگر علقمہ و اسود بھی موجود ہوتے تو اس کے محتاج ہوتے اور جب میں سفیان کے پاس جاتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آئے ہو؟ میں کہتا کہ ابوحنیفہ کے پاس سے وہ فرماتے کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو جو ساری دنیا کے فقہاء سے فقہ میں بڑھ کر ہے۔ (حدائق ص ۷۸)

۵- عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز امام سفیان ثوری سے کہا کہ امام ابوحنیفہ غیبت سے کس قدر محتاط ہیں؟ کہ میں نے کبھی کسی دشمن کی غیبت کرتے ہوئے ان کو نہیں سنا، امام سفیان نے فرمایا واللہ وہ تو بہت بڑے عاقل ہیں، وہ کس طرح ایسی بات کر سکتے

ہیں جس سے ان کی نیکیاں دوسرے کے حوالہ ہو جائیں۔ (مناقب موفق ص ۱۹۰ ج ۱)

محدث ابوضمرہ

امام صاحب کا ذکر اچھائیوں کے ساتھ کرتے تھے اور فرماتے کہ بڑا تعجب اس سے ہے کہ اس قدر علمی مشاغل کے باوجود اتنی زیادہ عبادت کس طرح کرتے ہیں۔ (موفق ص ۳۴ ج ۲)

محدث عبدالعزیز بن ابی سلمۃ الماجشون

مدینہ طیبہ کے فقہاء و محدثین کبار میں سے تھے، امام زہری کے تلامذہ میں تھے اور ان کے تلامذہ لیث، ابن مہدی وغیرہ تھے، ابن سعد و ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے، ان کا ارشاد ہے کہ امام ابوحنیفہؒ مدینہ طیبہ آئے تو ہم نے ان کے مسائل میں ان سے لمبی مذاکرات کئے اچھے دلائل سے استدلال کرتے تھے اور ان کی رائے پر ہم عیب نہیں لگا سکتے کیونکہ ہم سب بھی تو رائے سے استفادہ و استدلال کرتے ہیں۔ (موفق ص ۳۴ ج ۲)

محدث کبیر و شہیر حضرت مغیرہؒ

محدث جریر کا بیان ہے کہ حضرت مغیرہ مجھے تاکید کیا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ کی مجلسوں میں بیٹھا کرو، اگر ابراہیم نخعی (امام صاحب کے استاد) بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی ان کی مجلس میں بیٹھتے، ایک دفعہ فرمایا کہ امام صاحب کے حلقۂ درس میں ضرور جایا کرو فقیہ بن جاؤ گے۔

ایک بار حضرت مغیرہ نے کوئی فتویٰ دیا، اس پر عمل کرنے میں لوگوں کو تامل ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ ایسا ہی ابوحنیفہ بھی فرماتے تھے، دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت مغیرہ سے جب لوگ کوئی مسئلہ معلوم کرتے اور ان کے جواب پر معترض ہوتے تو حضرت مغیرہ فرمادیا کرتے تھے کہ یہی جواب تو ابوحنیفہ کا بھی ہے، معلوم ہوا کہ امام صاحب کا قول اس زمانہ میں بڑے بڑوں کے لئے سند ہوتا تھا۔

حضرت جریر ہی یہ بھی کہتے تھے کہ اگر میں کبھی امام صاحب کی مجلس میں نہ جاتا تو حضرت مغیرہ مجھے ملامت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ امام صاحب کے ساتھ ہر وقت رہو اور ان کی مجلس سے کبھی غائب مت ہو کیونکہ ہم حضرت حماد کی مجلس میں بیٹھتے تھے تو ہم ان کے علوم سے اس قدر استفادہ نہ کر سکتے تھے، جس قدر امام صاحب کر لیتے تھے۔ (موفق ص ۳۵ ج ۲)

یہ وہی حماد ہیں جن کے اقوال سے امام بخاری استشہاد کرتے ہیں اور ان کی علمی عظمت و رفعت کے معترف ہیں، مگر آپ نے دیکھا کہ حضرت مغیرہ جیسے عالی حوصلہ اور بے نفس عالم بھی اسی دنیا میں ہو گذرے ہیں، اتنے بڑے محدث و مفتی اور اپنے وقت کے مرجع انام و مقتدا ہو کر بھی امام صاحب کے علم و فضل کا کس کس طرح اعتراف کر رہے ہیں نہ معاصرت کی چشمک ہے نہ حسد و عناد اور یہاں تک بھی کہہ دیا کہ امام حماد کے سب سے بڑے اور صحیح جانشین امام صاحب ہی تھے کہ ہمارے اور دوسرے شاگردوں کے لئے ان کے علوم کے وہ دروازے نہ کھل سکے جو ان کے لئے کھلے تھے۔

اس قسم کے اعتراف کی مثالیں خیر القرون کے علماء میں بہ کثرت ملتی ہیں، دور مابعد میں بہت کم ملتی ہیں۔

محمد بن سعدان

یزید بن ہارون کی مجلس میں یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، احمد بن حنبل، زہیر بن حرب اور ایک جماعت بیٹھی تھی کہ کسی شخص نے ایک مسئلہ دریافت کیا، یزید بن ہارون نے کہا کہ "اہل علم کے پاس جاؤ" اس پر ابن مدینی نے کہا کہ کیا اہل علم اور اہل حدیث آپ کے پاس نہیں بیٹھے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ اہل علم اصحاب ابوحنیفہؒ ہیں اور تم تو عطار ہو۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی

یہ وہم بھی نہ کرنا چاہئے کہ امام ابو حنیفہ علم فقہ کے سوا اور علوم نہیں جانتے تھے، حاشا اللہ! وہ علوم شرعیہ تفسیر حدیث اور علوم عالیہ، ادبیہ، قیاس و علوم وحکمیہ کا ایک سمندر تھے، ان کے بعض مخالفوں کا قول اس کے خلاف ہے ان کا منشاء محض حسد اور اپنی برتری کی خواہش ہے، ہمیشہ علماء اور اہل حاجات امام ابو حنیفہ کی قبر کی زیارت کرتے اور مزار امام کو وسیلہ قضاء حاجات گردانتے تھے جن میں امام شافعی بھی تھے الخ (خیرات حسان ص ۶۹)

علامہ موصوف کی کتاب "الخیرات الحسان فی مناقب النعمان" باوجود اختصار کے اعلیٰ ترین معلومات کا خزینہ ہے، امام صاحب کے علمی وعملی کمالات کے ہر قسم کے نمونے اس میں یک جا مل جاتے ہیں تھوڑے وقت میں امام صاحب کے تعارف کے لئے یہ مختصر کتاب بے نظیر ولاجواب ہے جس طرح مطولات میں مناقب امام اعظم للموفق وعلامہ کردری مطبوعہ حیدرآباد، نہایت معتبر مفید و نایاب تحفہ ہے، ضرورت ہے ان دونوں کتابوں کے اردو ترجمے مع وضاحتی نوٹس شائع کئے جائیں۔ واللہ الموفق۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی

جو شخص فضائل صحابہ کرام وفضائل تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد امام مالک، امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے فضائل ومناقب کا مطالعہ غور وفکر سے کرے گا اور ان کی بہترین سیرت وکردار سے واقف ہوگا تو وہ اس کو اپنا برگزیدہ عمل پائے گا، خدا ہم سب کو ان نفوس قدسیہ کی محبت سے نفع اندوز کرے۔

امام ثوری فرمایا کرتے تھے کہ ذکر صالحین کے وقت رحمت الٰہیہ متوجہ ہوتی ہے (اور جس شخص نے ان حضرات کے حالات میں سے صرف ان باتوں کو یاد کیا جو حسد، غصہ، خواہشات نفسانی یا کسی غلطی یا غلط فہمی سے ایک دوسرے کو کہی گئی ہیں اور ان کے فضائل ومناقب کو نظر انداز کیا وہ شخص توفیق الٰہی سے محروم ہوا، غیبت میں داخل ہوا اور صحیح راستہ سے بھٹک گیا، خدا ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں سے کرے جو باتیں سب کی سنتے ہیں مگر اتباع صرف اچھی باتوں کا کرتے ہیں، ہم نے اس باب کو حدیث صحیح **دب الیکم داء الامم قبلکم الحسد والبغضاء** سے شروع کیا تھا جس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے اندر بھی پہلی امتوں کی بیماری ضرور گھس کر رہے گی جو حسد وبغض ہے۔

ہم نے اپنی کتاب تمہید میں حدیث **لاتحاسد ولولا تقاطعو** (نہ آپس میں ایک دوسرے پر حسد کرو اور نہ آپس کے تعلقات کو قطع کرو) کے تحت اس حدیث کی بھی اچھی طرح تشریح کی ہے اور بہت سے لوگوں نے نظم ونثر میں حسد کی برائی بیان کی ہے۔

امام یحییٰ بن معین

مشہور ومعروف محدث اور رجال کے بڑے عالم تھے، امام بخاری وغیرہ کے استاد ہیں اور النجوم الزاہرہ کی روایت سے یہ بھی نقل ہے کہ امام بخاری فرماتے تھے کہ میں نے اپنے آپ کو سوائے یحییٰ بن معین کے کسی کے سامنے حقیر نہیں سمجھا، کسی نے ان سے پوچھا کہ کسی شخص کے پاس حدیث لکھی ہوئی ہے مگر اب وہ اس کے حافظہ میں محفوظ نہیں رہی کیا اس تحریر پر بھروسہ کرکے اس کی روایت کرسکتا ہے؟

فرمایا، امام ابو حنیفہ تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ صرف وہی حدیث تم بیان کرسکتے ہو جس کو اچھی طرح پہچانتے ہو اور وہ تمہارے حافظہ میں بھی اول سے آخر تک محفوظ رہے۔ (موفق ص ۱۹۳ ج ۱) (یعنی اگر درمیانی مدت میں کسی وقت میں حافظہ سے نکل گئی اور ذہول ہوگیا تو اس کو روایت کرنے کا حق نہیں رہا)۔

روایت حدیث میں امام صاحب کا یہ خاص ورع وتشدد تھا جو دوسرے محدثین کے یہاں نہیں تھا، پھر بھی امام یحییٰ امام صاحب ہی کے

قول سے استناد کر رہے ہیں، کیونکہ امام صاحب کے علم اور فضل وکمال سے غیر معمولی طور پر متاثر ہیں۔

فرمایا کہ میں نے وکیع سے زیادہ افضل کسی کو نہیں دیکھا اور وکیع امام ابوحنیفہ کے اقوال پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور امام صاحب سے بہت سا علم حاصل کیا تھا۔ (عینی ص ۵۶۳ ج ۱)

محدث حسن بن عمارہ

۱- ایک دفعہ امیر کوفہ نے علماء کوفہ کو جمع کیا اور ایک مسئلہ میں سب سے سوال کیا سب نے جوابات دیئے اور سب نے بالاتفاق مان لیا کہ امام ابوحنیفہ کا جواب زیادہ صحیح ہے امیر نے بھی اس کو تسلیم کر لیا اور حکم دیا کہ اسی کو لکھ لیا جائے، لیکن امام صاحب نے فرمایا کہ ہم سب کے جوابات وآراء میں کچھ نہ کچھ غلطی ہے اور میرے نزدیک سب سے بہتر اور صحیح تر جواب حسن بن عمارہ کا ہے۔

حسن بن عمارہ نے کہا کہ مجھے امام صاحب کے اس فرمانے سے بڑا تعجب ہوا کیونکہ وہ مجلس حاکم وقت کی اور مجلس فاخرت تھی ہر شخص چاہتا تھا کہ میری بات اونچی ہو اور امام صاحب اگر چاہتے تو اپنی قوت استدلال سے بھی میری بات کو گرا کر اپنی بات اونچی کر سکتے تھے مگر انہوں نے کسی چیز کی پروا نہیں کی اور میری بات کو ایسے موقعہ پر حق بتلایا، اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ ان سب میں وہی سب سے زیادہ باورع ہیں۔

اس سے پہلے حسن بن عمارہ بھی امام صاحب سے کچھ بدظن تھے اور کسی موقعہ سے کچھ برائی بھی کر دیا کرتے تھے، مگر اس واقعہ کے بعد ہمیشہ امام صاحب کی غیر معمولی مدح وثنا کرتے تھے۔

محمد بن خزیمہ نے کہا کہ اسی وجہ سے اصحاب حدیث حسن بن عمارہ کی تصنیف کرنے لگے کیونکہ وہ امام صاحب کی طرف مائل ہو گئے تھے اس واقعہ کے ساتھ یہ بھی نقل ہے کہ نہ صرف حسن بن عمارہ کے دل میں امام صاحب کی عزت بڑھی بلکہ دوسرے لوگوں کا رجحان بھی ان کی طرف بڑھ گیا۔ (موفق ص ۱۹۶ ج ۱)

۲- حماد بن الامام کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میرے والد (امام صاحب) اور حسن بن عمارہ کہیں ساتھ جا رہے تھے پل پر پہنچے تو میرے والد نے ان سے کہا کہ آپ آگے بڑھیئے! انہوں نے کہا کہ میں آگے نہیں بڑھوں گا، آپ ہی بڑھیں کیونکہ آپ ہم سب سے زیادہ افقہ، اعلم و افضل ہیں۔ (موفق ص ۳۷ ج ۲)

علی بن المدینی م ۲۳۴ھ

امام بخاری کے استاد کہا کہ ابوحنیفہ سے سفیان ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے (جو سب کے سب پیشوائے محدثین اور ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ ہیں) روایت حدیث کی ہے اور وہ ثقہ ہیں، کوئی عیب ان میں نہیں۔ (خیرات ص ۷۴)

عبید بن اسباط م ۲۵۰ھ

ترمذی وابن ماجہ کے شیوخ میں ہیں، کہا کہ امام ابوحنیفہ سید الفقہاء تھے اور ان کے دین میں جو نکتہ چینی کرے وہ حاسد یا شریر ہوگا۔ (موفق ص ۴۱ ج ۲)

عبدالعزیز بن ابی روادم ۱۵۹ھ

امام بخاری اور سنن اربعہ کے اعلیٰ شیوخ میں ہیں، کہا کہ جو شخص امام ابوحنیفہ سے محبت رکھتا ہو وہ سنی ہے اور جو بغض رکھتا ہو وہ مبتدع ہے، ایک دفعہ کہا کہ امام ابوحنیفہ ہمارے اور لوگوں کے درمیان ہیں جو ان سے محبت کرے گا ہم اس کو اہل سنت سمجھتے ہیں اور جو ان سے بغض رکھتا ہے ہم اس کو اہل بدعت قرار دیں گے۔

محدث سعید بن ابی عروبہ

بصرہ کے امام جلیل، حفظ وفقہ، دیانت وزہد کے لحاظ سے وہاں کے مفاخر میں سے تھے، امام صاحب سے بہت محبت کرتے تھے اور امام صاحب ان کے پاس کوفہ سے ہدایا بھیجا کرتے تھے جن پر وہ فخر کیا کرتے تھے۔

کوفہ آتے تو امام ابو یوسف کہتے ہیں میں بھی ان سے ملتا تھا، ایک روز کہنے لگے کہ میں امام صاحب کے پاس آتا جاتا ہوں، علمی مذاکرات کرتا ہوں، ابو یعقوب! تم جو علمی و تحقیقی لحاظ سے ٹھوس پختہ باتیں کرتے ہو شاید یہ سب امام صاحب ہی سے استفادہ کے باعث ہیں؟ میں نے کہا ہاں! ایسا ہی ہے کہنے لگے کہ ان کا طرز تحقیق کتنا اچھا ہے؟

پھر مجھے معلوم ہوا کہ وہ امام صاحب سے بہت سے اہم مسائل میں گفتگو کرتے رہے اور امام صاحب سے کہا کہ جو کچھ علمی تحقیقات ہم نے بہت سے لوگوں سے الگ الگ حاصل کی تھیں ان سب کو آپ کے پاس یک جا پایا۔ (موفق ص ۴۴ ج ۲)

محدث عمرو بن حماد بن طلحہ

جس مجلس میں امام ابو حنیفہ ہوتے تھے بات کرنے کا حق ان ہی کا سمجھا جاتا تھا اس لئے جب تک آپ موجود رہتے تھے کوئی دوسرا بات نہ کرتا تھا۔ (موفق ۴۲ ج ۲)

محدث عبید بن اسحٰق

امام ابو حنیفہ سید الفقہاء تھے، ان کے دین و دیانت پر صرف گیری کرنے والے یا حاسد تھے یا شر پسند۔ (موفق ص ۴۱ ج ۲)

محدث یوسف بن خالد سمتی

کبار مشائخ حدیث میں سے تھے، امام اعظم کے شاگرد اور امام شافعی وغیرہ اکابر ائمہ ومحدثین کے استاد تھے ان کا بیان ہے کہ میں بصرہ میں تھا عثمان بتی کی خدمت میں جایا کرتا تھا اپنے دل میں خیال کیا کرتا تھا کہ میں اب کمال کی انتہاء تک پہنچ گیا اور علم سے حظ وافر حاصل کرلیا ہے، امام ابو حنیفہ کے علم وفقہ کا شہرہ تھا، میں نے بھی سفر کیا اور ان کی خدمت میں پہنچا کہ آپ کے اصحاب وتلامذہ بھی حاضر تھے، ان کی علمی موشگافیاں سنیں، ایسا محسوس ہوا کہ جیسے میرے چہرہ پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا وہ اٹھ گیا اور گویا ان سے پہلے میں نے علمی باتیں سنی ہی نہ تھیں، پھر تو میں نے اپنے آپ کو بہت حقیر سمجھا اور اپنے علم کا سابق غرور ختم ہو گیا یہ بھی فرماتے تھے کہ امام ابو حنیفہ ایک سمندر تھے جس کا پانی ختم نہیں کیا جاسکتا اور ان کی عجیب شان تھی میں نے تو ان جیسا نہ سنا نہ دیکھا۔

ہیاج بن بسطام

امام اہل ہرات، امام صاحب کی خدمت میں ۱۲ سال رہے، ان کا قول ہے کہ میں نے کوئی عالم فقیہ امام صاحب سے زیادہ عبادت گذار نہیں دیکھا۔

کہا کہ میں نے خواب دیکھا گویا قیامت قائم ہوگئی اور امام صاحب کو دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک جھنڈا ہے جس کو وہ اٹھائے ہوئے کھڑے ہیں میں نے عرض کیا کہ آپ کیوں کھڑے ہیں، فرمایا اپنے ساتھیوں کا انتظار کر رہا ہوں، ان کے ساتھ جاؤں گا، میں بھی کھڑا ہو گیا پھر دیکھا کہ ایک بہت بڑی تعداد لوگوں کی آپ کے پاس جمع ہوگئی اور آپ چلے گئے ہم بھی آپ کے پیچھے ہو لیے۔

کہتے ہیں کہ یہ خواب میں نے امام صاحب کی خدمت میں ذکر کیا تو آپ رو پڑے اور دعا کی کہ بار الٰہا! ہماری سب کی عاقبت بخیر کیجیو! (مناقب کردری ص ۱۱۴ ج ۲)

علامہ تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن تیمیہؒ

اپنی تالیفات میں امام اعظم ابوحنیفہ کا نام اہمیت و عظمت کے ساتھ لیتے ہیں اور جب کسی مسئلہ پر بحث کرتے ہیں تو ائمہ متبوعین کے مذاہب ذکر کرتے ہیں اور اکثر و بیشتر امام اعظم کا مذہب اول ذکر کرتے ہیں ان کے بعد امام مالک و شافعی و احمد کا بہت سی جگہ امام صاحب کے مذہب کو قرآن و حدیث کی روشنی میں ترجیح بھی دیتے ہیں۔

نہ صرف امام صاحبؒ کے اقوال نقل کرتے ہیں بلکہ امام ابو یوسف، امام محمد و سفیان بن عیینہ وغیرہ اصحاب و تلامذہ امام اعظمؒ کے اقوال و آراء بھی بطور استناد و استشہاد پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو مجموعہ رسائل کبریٰ مطبوعہ عادہ شرقیہ مصر ص ۴۲۵ و ص ۴۳۶ اور ص ۴۳۷ ج ۱ پر یہ بھی بتلایا کہ امام محمد نے ان عقائد کو امام ابوحنیفہ و امام مالک اور ان کے طبقہ کے دوسرے علماء سے اخذ کیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ نے کتاب مذکور کے پہلے رسالہ ''الفرقان بین الحق والباطل'' میں فرق باطلہ خوارج، شیعہ، معتزلہ، قدریہ وغیرہ کا ذکر کیا ہے پھر مرجئہ کا ذکر کیا اور کہا کہ اس فرقہ کے لوگ اکثر اہل کوفہ تھے لیکن حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور ابراہیم نخعی وغیرہ کے اصحاب و تلامذہ کا اس فرقہ مرجئہ سے کوئی تعلق نہیں تھا البتہ معتزلہ و خوارج کے مقابلہ میں ان حضرات نے اعمال کو جزو ایمان قرار دینے کے خلاف پر زور دیا، کیونکہ خوارج مرتکب کبائر اہل اسلام کی تکفیر کرتے تھے اور ان کو مخلد فی النار کہتے تھے، معتزلہ نے ایک مرتبہ درمیانی نکالا کہ ایسے لوگ نہ مومن ہیں نہ کافر، اس لئے خوارج کی طرح وہ اسے مسلمانوں کو قتل کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔

غرض ان دونوں باطل فرقوں کے مقابلہ میں مرجئہ اہل سنت نے کہا کہ اہل کبائر کو آخرت میں عذاب ہوگا لیکن وہ مخلد فی النار نہ ہوں گے بلکہ وہ شفاعت سے دوزخ سے نجات حاصل کرلیں گے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے اس جگہ پر بھی تصریح کی کہ ان فرقہ باطلہ کی وجہ سے اس نظریہ کو کسی قدر نئے قالب میں پیش کیا گیا، لہٰذا یہ بہت ہلکی بدعت تھی بلکہ اس کے خلاف جن لوگوں نے کہا کہ ان دونوں میں اختلاف اسمی و لفظی تھا حکمی و حقیقی نہ تھا کیونکہ جن فقہاء کی طرف قول مذکور منسوب ہے مثلاً امام حماد بن ابی سلیمان (استاد امام اعظمؒ) اور امام ابوحنیفہ وغیرہ سب اہل سنت کے عقائد کے ساتھ پوری طرح متفق ہیں ان کی رائے درحقیقت الگ نہیں ہے وہ حضرات بھی دوسرے تمام اہل حق کی طرح یہ کہتے ہیں کہ اہل کبائر کو عذاب غیر مخلد ہوگا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہے، وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ ایمان صرف فعل قلبی نہیں بلکہ زبان سے بھی اقرار ضروری ہے، یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اعمال مفروضہ کی ادائیگی واجب و لازم ہے اور ان کا ترک کرنے والا دنیا میں ملامت اور آخرت میں عذاب کا مستحق بنتا ہے۔

غرض اعمال جزو ایمان ہیں یا نہیں یا استثناء وغیرہ کے مسائل میں جو کچھ بھی اختلاف ہے وہ نزاعی لفظی ہے، پھر ایک صفحہ کے بعد علامہ نے فرمایا کہ خلاصہ بحث یہ ہے کہ جن اکابر پر ارجاء کی تہمت لگی ہے ان کا ارجاء اسی نوع کا ہے (مجموعہ رسائل کبریٰ ص ۲۷، ۲۸، ۲۹ ج ۱)

البتہ ایک فرقہ مرجئہ اہل بدعت کا بھی تھا جو اس امر کا قائل تھا کہ اعمال مفروضہ کے ترک سے ایمان کو ضرر لاحق نہیں ہوتا، ان کا قول غیر مقبول ہے نہ وہ لوگ اہل سنت تھے۔

ص ۳۵ پر فرمایا کہ ''اوپر جو نزاع ذکر ہوا وہ اہل علم و دین میں اسی قسم کا ہے جیسے بہت سے احکام میں ہوا ہے حالانکہ وہ سب ہی اہل ایمان و اہل قرآن میں ہیں''۔

یہاں ہم نے علامہ ابن تیمیہ کی عبارات اس لئے پیش کی ہیں تا کہ معلوم ہو کہ بعض محدثین امام بخاری وغیرہ نے جو امام صاحب وغیرہ کو مرجئہ کہہ کر تضعیف کی یا امام بخاری نے فرمایا کہ میں نے اپنی کتاب میں ایسے رواۃ سے روایت نہیں کی جو اعمال کو جزو ایمان نہیں کہتے تھے، یہ ان کا محض تشدد یا تعصب تھا یا بقول علامہ ابن تیمیہ ایک اسی و لفظی نزاع کو حقیقی و حکمی نزاع بنا دیا تھا جس سے اہل سنت، اہل ایمان و قرآن ہی بے وجہ دو ٹولی بن گئے، اسی طرح امام بخاری نے امام محمد کو جہنمی کہہ دیا اور علامہ ابن تیمیہ نے اسی مجموعہ رسائل کے ص ۴۳۶ ج ا میں امام محمد سے ہی روایت پیش کی ہے وہ جہمی عقائد والے کو خارج ملت قرار دیتے تھے۔

افسوس آج علامہ ابن تیمیہؒ کے خاص متبعین اہل حدیث حضرات امام بخاری وغیرہ کے اقوال کو شائع کر کے امام صاحب وغیرہ کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

علامہ ابن تیمیہ نے مجموعہ رسائل مذکورہ کے ص ۳۱۷ و ۴۱۷ ج ۲ میں یہ بحث بھی صاف کر دی ہے کہ مشہور اختلافی مسائل میں اختلاف صرف افضلیت و استحباب یا راجح مرجوح کا ہے، مثال کے طور پر بتلایا کہ۔

ا- قرأت فاتحہ نماز جنازہ میں بہت سے سلف سے ماثور نہیں ہے اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ و مالک کا بھی ہے، پھر قائلین میں سے بعض وجوب کے قائل ہوئے اور بعض صرف استحباب کے اور یہی استحباب کا قول اعدل اقوال ہے کیونکہ سلف سے پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں ہی منقول ہیں۔

۲- پھر بسم اللہ بھی اسی طرح ہے کہ سلف میں نماز جہر بسم اللہ کے ساتھ بھی تھی اور بغیر جہر کے بھی۔

۳- رفع یدین بھی بعض سلف سے منقول ہے اور بغیر رفع کے بھی سلف میں نماز پڑھتے تھے۔

۴- امام کے پیچھے قرأت کرتے بھی تھے اور نہیں بھی کرتے تھے۔

۵- نماز جنازہ میں کبھی تکبیر کہتے تھے کبھی پانچ اور چار بھی ثابت ہیں۔

۶- اذان میں بھی ترجیع اور غیر ترجیع دونوں ثابت ہیں جس طرح اقامت میں شفع و ایتار دونوں ثابت ہیں یہ سب امور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ماثور ہیں اور ان میں سے ہر امر کو مصلحت راجحہ کی وجہ سے راجح اور خلاف کو مرجوح کہہ سکتے ہیں اور جس پر بھی کوئی عمل کرے گا اس کو بلا نکیر درست کہا جائے گا۔

آگے امام بخاری کے حالات میں تالیفات امام بخاری کے ضمن میں معلوم ہوگا کہ رسائل رفع یدین و قرأت خلف الامام میں غیر قائلین رفع و قرأت کے لئے انہوں نے کیسے کیسے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں، یہاں آپ نے دیکھا کہ علامہ ابن تیمیہ نے اس قسم کے تمام مسائل میں اختلاف کو معمولی اختلاف فضیلت و استحباب کا قرار دیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے جیسا کہ ہمارا اکابر و اسلاف نے تصریحات کی ہیں، اور حضرت الاستاد الامام شاہ صاحب قدس سرہ کا رسالہ فصل الخطاب اور نیل الفرقدین پڑھ کر بھی یہی حقیقت واضح ہوتی ہے مگر غیر مقلدین ایسے مسائل میں امام بخاری وغیرہ کی آڑ لے کر اپنی عدم تقلید کے لئے فضا ہموار کرتے رہتے ہیں ان کو اس سے کچھ بحث نہیں کہ حقائق کیا ہیں یا خود ان کے مسلم اکابر علامہ ابن تیمیہؒ وغیرہ نے کیا تحقیق کی ہے۔

ص ۲۳۰ ج ۲ میں استحالہ سے طہارت نجاست کے مسئلہ میں علامہ نے فرمایا کہ اس میں اختلاف مشہور ہے امام مالک و امام احمد سے دو قول ہیں طہارت بھی اور عدم طہارت بھی، امام شافعی عدم طہارت کے قائل ہیں، امام ابوحنیفہ طہارت کے قائل ہیں اور یہی قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ نجاست جب نمک یا راکھ بن گئی تو اس کی حقیقت، نام، صفت وغیرہ سب چیزیں بدل گئیں پھر حکم کیوں نہ بدلے گا الخ آگے اس کی مزید وضاحت کی ہے۔ ان فی ذالک لذکریٰ لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب

امام ابوحنیفہ اپنے زمانہ میں سب سے اعلم تھے، یہاں تک کہ امام شافعی نے کہا کہ ''سب لوگ فقہ میں ابوحنیفہ'' کے عیال ہیں''۔ (عقد الجید)

جس طرح امام سیوطی شافعی اور علامہ ابن حجر مکی شافعی وغیرہ بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ حدیث **لو کان العلم بالثریا لتنا ولہ الناس من ابناء فارس** (مسند احمد ص ۲۹۶ ج ۲ کا اولین مصداق ابوحنیفہ ہی کی ذات گرامی ہے اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اس حدیث کا مصداق امام صاحب ہی کو قرار دیا ہے، چنانچہ ان کے مکتوبات میں ہے کہ۔

''ایک روز اس حدیث پر ہم نے گفتگو کی کہ ایمان اگر ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اہل فارس کے کچھ لوگ یا ان میں کا ایک شخص اس کو ضرور حاصل کر لیتا، فقیر (شاہ صاحب) نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اس حکم میں داخل ہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے علم فقہ کی اشاعت آپ ہی کے ذریعہ کرائی اور اہل اسلام کی ایک جماعت کو اس فقہ کے ذریعہ مہذب کیا، خصوصاً اس اخیر دور میں کہ دولت دین کا سرمایہ یہی مذہب، سارے ملکوں اور شہروں میں بادشاہ حنفی ہیں، قاضی حنفی ہیں، اکثر درس علوم دینے والے علماء اور اکثر عوام بھی حنفی ہیں''۔ (کلمات طیبات یعنی مجموعہ مکاتیب شاہ صاحب وغیرہ مجتبائی ص ۱۶۸)

مجد الدین فیروز آبادی

قاموس کے باب الفاظ میں لکھا ہے کہ ابوحنیفہ بیس ۲۰ فقہا کی کنیت ہے لیکن ان میں سے بہت زیادہ مشہور امام الفقہاء نعمان ہیں۔ (حدائق ص ۷۸)

نقد و جرح

امام اعظم کے حالات وسوانح حیات، کچھ مادحین کے اقوال بیان ہو چکے، بڑے لوگوں کے جہاں مدح وثناء کرنے والے اور متبعین و حلقہ بگوش ہوتے ہیں، کچھ حاسدین، معاندین یا غلط فہمی کی بناء پر مخالفت کرنے والے بھی ہوتے ہی، بڑوں کے مرتبے جہاں ان کے ذاتی کمالات وخصوصی فضائل ومناقب سے بلند ہوتے ہیں، غیروں کی بدگوئی اور دل آزاریوں پر صبر کرنے سے بھی ترقی پاتے ہیں، پھر صبر کے بھی بقدر مراتب درجات ہیں، حضرت عبداللہ بن مبارک نے ایک دفعہ اپنے شفیق استاد سفیان ثوری سے عرض کیا کہ امام صاحب کس قدر محتاط ہیں کہ کبھی کسی دشمن کی بھی غیبت نہیں کرتے تو سفیان نے فرمایا! ''بھائی! ان کا درجہ اس سے بہت بلند ہے''۔

آپ نے دیکھا کہ امیر المومنین فی الحدیث بڑوں کے بھی بڑے امام جلیل القدر نے اظہار تعجب کیسے کیا، ظاہر ہے کہ وہ خود اپنے وقت کے ولی کامل تھے، انہوں نے دیکھا ہوگا کہ پانی سر سے اتر گیا ہے، کہنے والوں نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی لیکن امام اعظم اس سے ذرا بھر بھی متاثر نہیں ہوئے، نہ کسی کا جواب دیتے ہیں، نہ کبھی کسی دشمن و بدخواہ کی برائی کرتے ہیں، اتنا بڑا ظرف عالی یقیناً قابل تعجب ہے، مگر جواب دینے والے کا کمال اور بھی زیادہ ہے جس نے اپنے چہار حرفی جواب ''ھو ابل من ذلک'' سے بتلایا کہ امام صاحب جس مرتبہ پر ہیں اسکی رو سے تعجب میں پڑنے کی ضرورت نہیں، یہ گویا اس طرف اشارہ تھا کہ امام صاحب اعلیٰ علیین کے رجال میں سے ہیں ایسے لوگوں کا حال ایسا ہی ہوا کرتا ہے، غرض! بات دونوں ہی اماموں کی بہت اونچی ہے۔

---

[۱] جعفر بن الحسن کا بیان ہے کہ میں نے ابوحنیفہ کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ بخش دیا، میں نے کہا کہ علم وفضل کے طفیل میں؟ فرمایا نہیں، فتویٰ تو بڑی ذمہ داری کی چیز ہے، میں نے کہا پھر؟ فرمایا لوگوں کی ناحق نکتہ چینیوں کے طفیل جو لوگ مجھ پر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی جانتا تھا کہ وہ مجھ میں نہ تھیں (جامع بیان العلم)

حضرت امام محمدؒ کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا گیا، پوچھا کیا معاملہ ہوا، فرمایا خدا نے بخش دیا اور فرمایا کہ "اگر مجھے تم کو عذاب دینا ہوتا تو اپنا علم تمہارے سینہ میں نہ رکھتا، پوچھا امام ابو یوسف کس حاصل میں ہیں فرمایا کہ وہ مجھ سے ایک دو درجہ اوپر ہیں۔ پوچھا امام اعظم ابو حنیفہ کہاں ہیں؟ فرمایا ان کا تو کہنا ہی کیا وہ (ہم سے بہت اوپر) اعلیٰ علیین میں ہیں۔

اسی لئے امام ناقدین رجال حضرت یحییٰ بن معین فرمایا کرتے تھے کہ "ہم لوگ آج ان حضرات پر نقد و جرح کر رہے ہیں جو ہم سے برسہابرس پہلے جنت میں ڈیرے خیمے نصب کر چکے ہیں"۔

امام صاحب پر نقد و جرح بھی اسی قبیل سے ہے اس لئے اس کا مستقل تذکرہ اور جواب دہی بھی چنداں ضروری معلوم نہیں ہوتی مگر چند ضروری باتیں بطور تکمیل تذکرہ لکھی جاتی ہیں۔ وبیده التوفیق و منه السداد۔

۱۔قلت حدیث

امام صاحب کے حق میں یہ طعنہ بہت پرانا ہے، امام بخاری نے اپنے استاد حمیدی سے نقل کر دیا کہ امام صاحب نے چار سنتیں ایک حجام سے حاصل کی تھیں اور صرف اتنے مبلغ علم حدیث پر ان کو لوگوں نے امام و مقلد بنالیا خود امام بخاری نے اپنی تاریخ میں تحریر فرمادیا کہ "سکتوا عن رایہ وحدیثہ امام صاحبؒ کی رائے اور حدیث سے لوگوں نے سکوت کیا ہے (یعنی رائے بے وزن اور حدیث بوجہ قلت یا ضعف نا قابل ذکر پائی)

لیکن انصاف کی دہائی!!! امام صاحب کو مجتہد بلکہ امام المجتہدین سب ہی نے تسلیم کیا ہے تو کیا کوئی مجتہد بغیر پوری مہارت علوم قرآن و حدیث کے مجتہد ہو سکتا ہے؟ بلکہ آئمہ اصول حدیث نے تو لکھا ہے کہ مجتہد کا آثار، تاریخ، لغت اور قیاس میں بھی ماہر و کامل ہونا ضروری ہے، ہم امام صاحب کے مناقب کے ذیل میں امام صاحب کے علم حدیث پر کافی لکھ آئے ہیں اور دراسات اللبیب میں شیخ معین سندھی نے فرمایا۔

"میں حیرت میں ہوں کہ امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف جو خدائے عظیم کی طرف سے علوم عقلیہ ونقلیہ کے اونچے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ تھے امام بخاری جیسے کی طرف سے ارجاء کی تہمت مان لوں جب کہ ارجاء کا بطلان اور خلاف کتاب وسنت و اجماع ہونا بلکہ اس کا بطلان ضروریات دین میں سے ہونا اور اس کے قائل کی حماقت و بے عقلی مثل سوفطائیوں کی حماقت و بے عقلی کے ظاہر و باہر ہے، لیکن خدا کی تقدیر اسی طرح تھی، چارو نا چار اس کا ظہور رہوتا، ہم خدا کی تقدیر و قضاء پر راضی ہیں، لیکن بات وہی قابل اتباع ہے جو حق و صواب ہے، باقی رہا امام بخاری کا امام صاحب کے حق میں سکتوا عن رایه و حدیثه کہنا تو اتنا اعتراف ان کا بھی ہے کہ کبار سلف[۱] میں سے عباد بن العوام، ابن مبارک، ہشیم، وکیع، مسلم بن خالد، ابو معاویہ مقری وغیرہ شیوخ بخاری جیسے ائمہ حدیث نے امام صاحب سے روایت حدیث کی ہے اور دوسرے حضرات نے تو سینکڑوں کی تعداد میں امام صاحب سے سماع حدیث کرنے والے گنائے ہیں اور امام صاحب کی رائے کو اخذ کرنے والوں سے تو دنیا بھری ہوئی ہے، حتیٰ کہ کچھ ملک تو ایسے ہیں کہ امام صاحب کے مذہب کے سوا دوسرا مذہب ہی وہاں رائج نہ ہوا، پھر میں نہیں سمجھتا کہ امام صاحب کی رائے سے سکوت کرنے والے ان کی رائے پر عمل کرنے والوں کے مقابلہ میں کتنے نفر ہیں؟ بہت ہوئے تو ایک قطرہ کے برابر یہ نسبت سمندر کے جو شخص عقد الجمان فی مناقب النعمان میں ان کا شمار پڑھے گا وہ ہمارے اس بیان کی تصدیق کرے گا"۔ (دراسات طبع جدید کراچی ص ۲۵۲)

---

[۱] مسعر بن کدام (تلمیذ امام اعظم) طبقہ کبار تبع تابعین میں سے بڑے پایہ کے حافظ حدیث تھے، سفیان ثوری جیسے حفاظ حدیث ان کے تلامذہ میں ہیں، جب حافظ حدیث امام شعبہ اور سفیان ثوری میں کوئی اختلاف ہوتا تھا تو کہتے تھے کہ چلو! مسعر کی خدمت میں جا کر فیصلہ کرائیں، امام نووی شارح مسلم نے لکھا کہ آپ سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے جو مجتہد اور استاد المحدثین تھے، استاد ہیں، آپ کی جلالت قدر، حفظ و اتقان متفق علیہ ہے، اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ کبار میں ہیں احد الاعلام اور مرجع ائمہ محدثین تھے، حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ یہی امام مسعر کہتے تھے کہ ہم نے حدیث فقہ اور زہد میں امام صاحب سے آگے بڑھنے کی سعی کی مگر وہ ان سب چیزوں میں ہم سے آگے بڑھ گئے، کیا اس سے بڑھ کر بھی امام صاحب کیلئے حدیث دانی کی کسی اور شہادت کی ضرورت ہے۔

۲-ارجاء

ابھی اوپر صاحب دراسات نے واضح کیا کہ امام صاحب کی طرف ارجاء کی نسبت قطعاً غلط ہے البتہ ارجاء سنت کی نسبت صحیح ہوسکتی ہے، لیکن وہ عیب نہیں بلکہ خوارج ومعتزلہ کے مقابلہ میں ارجاء سنت ہی تمام اہل حق کا مسلک ہے اور وہ قرآن وسنت سے ثابت ہے، تمہید ابو الشکور میں ہے کہ مرجئہ کی دوقسم ہیں ایک مرجئہ مرحومہ جو صحابہ کرام کی جماعت ہے اور دوسری قسم مرجئہ ملعونہ کی ہے جو کہتے ہیں کہ معصیت سے کوئی ضرر نہیں اور گنہ گار کو عذاب نہ ہوگا، یہی تفصیل عقائد میں ملتی ہے، جس کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں، اور مزید شرح بخاری میں آئے گی، ان شاء اللہ۔

۳-قلت حفظ

امام دار قطنی کی طرف منسوب ہے کہ امام صاحب کو سیی ءالحفظ کہا[1] اس کا مفصل جواب تو علامہ عینی وغیرہ نے دیا ہے، مختصر یہ ہے کہ اول تو امام دار قطنی خود بھی اپنی سنن میں امام صاحب سے روایت کرتے ہیں جو ان کے حافظہ پر اعتماد کی بڑی دلیل ہے، دوسرے یہ کہ امام صاحب کا حافظہ تو ضرب المثل تھا، ان کو سیی ءالحفظ کہنا ''برعکس نہند نام زنگی کافور'' کا مصداق ہے، حافظ ذہبی نے امام صاحب کا شمار حفاظ حدیث میں کیا ہے اور امام صاحب کی شرط روایت حدیث سب سے زیادہ سخت تھی کہ جس وقت سے حدیث سنی ہو وقت روایت تک کسی وقت میں بھی وہ ذہن سے نہ نکلی ہو، اتنی کڑی شرط امام بخاری وغیرہ کے یہاں بھی نہیں ہے، پھر امام صاحب کے حافظہ کی تعریف کرنے والے امیر المومنین فی الحدیث شعبہ جیسے ہیں جو اصحاب ستہ کے شیوخ کبار میں تھے، امام احمد ان کو رجال وحدیث کا امام بتلاتے تھے اور سفیان پر بھی ترجیح دیتے تھے، امام حماد بن زید فرمایا کرتے تھے کہ جب امام شعبہ میری موافقت میں ہوں تو مجھے کسی کی مخالفت کی پروانہیں، امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کا فروغ نہ ہوتا، امام سفیان کو شعبہ کے انتقال کی خبر پہنچی تو فرمایا کہ ان کے ساتھ علم حدیث رخصت ہوا۔

صالح جزرہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے رجال حدیث پر امام شعبہ نے کلام کیا پھر امام قطان نے پھر امام احمد اور امام یحیٰ بن معین نے غرض یہ امام شعبہ امام صاحب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ-'' واللہ! امام ابوحنیفہؒ اچھی سمجھ اور جید حفظ والے تھے، لوگوں نے ان پر تہمتیں لگائیں کہ خدا ہی ان کو خوب جانتا ہے، واللہ وہ لوگ اس کے نتائج خدا کے یہاں دیکھ لیں گے''۔

امام صاحب بڑے جید حافظ قرآن تھے، تیس سال تک ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھا ہے، بیت اللہ میں ایک دفعہ داخل ہوئے تو ایک پیر پر دوسرا پیر رکھ کر کھڑے ہوئے اور نصف قرآن مجید ایک رکعت میں پڑھا پھر اسی طرح دوسرے پیر پر باقی نصف کو ختم کیا اور فرمایا کہ'' بارالہا! نہ میں تجھ کو پہچان سکا جیسا کہ پہچاننا چاہئے، نہ تیری عبادت ہی کا حق ادا ہوسکا، بیت اللہ کے گوشہ سے جواب ملا کہ تم نے اچھی معرفت حاصل کی اور عبادت بھی اخلاص سے کی، ہم نے تمہیں بخش دیا اور ان کو بھی جو قیامت تک تمہارے مذہب پر چلیں گے۔(کردری ص ۵۵ ج ۱)

جس جگہ آپ کی وفات ہوئی صرف اسی جگہ سات ہزار قرآن مجید ختم کئے، ہر روز ایک ختم کے عادی تھے اور ماہ رمضان میں عید کی رات اور عید کا دن ملا کر ۶۳ ختم کیا کرتے تھے۔(مناقب کردری ص ۲۳۵ ج ۱) کیا سیی ءالحفظ ایسے ہی ہوتے ہیں؟

۴-استحسان

امام صاحب کی قدر ومنزلت گھٹانے کی سعی کرنے والوں نے امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے ترک قیاس واخذ استحسان کو بھی نشانہ

---

[1] اس طعن کا مفصل ومدلل جواب انوارالباری ص ۹۸ تا ص ۱۰۸ ج ۸ میں قابل مطالعہ ہے، جس میں صاحب تحفۃ الاحوذی اور صاحب مرعاۃ کے پیدا کردہ مغالطوں کو بھی رفع کردیا گیا ہے۔

ملامت بنایا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ امام صاحب اپنی بینظیر علمی ودینی بصیرت کی وجہ سے استحسان کی غیر معمولی صلاحیت ومہارت رکھتے تھے۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے اصحاب جب تک قیاسوں میں بحث علمی چلتی تھی ان سے خوب جھگڑ لیتے تھے لیکن جوں ہی امام صاحب کہتے کہ اب میں استحسان سے یہ بات کہتا ہوں تو پھر سب دم بخود رہ جاتے کیونکہ اس درجہ تک ان میں سے کسی کی رسائی نہ تھی، جب امام محمد کا یہ اعتراف ہے جن کی کتابوں کے مطالعہ سے امام احمد جیسے مجتہد مسلم امام دقیق النظر بنے اور امام شافعی نے ان سے تفقہ حاصل کیا، تو اگر دوسرے لوگ یا امام شافعی بھی امام صاحب کے استحسان پر اعتراض کریں تو کیا تعجب ہے۔

امام مالک نہ صرف استحسان کے قائل تھے بلکہ علم کے دس حصوں میں سے نو حصے استحسان بتلاتے تھے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب سے براہ راست استفادہ کرنے والے استحسان کی حقیقت وحیثیت سے واقف ہوگئے تھے اور بعد والے اس کے سمجھنے سے عاجز رہے، امام مالک بھی امام صاحب سے بہت مستفید ہوئے ہیں بلکہ علامہ ابن حجر مکی نے تو ان کو امام صاحب کے تلامذہ میں شمار کیا ہے اور علامہ کوثری نے روایت حدیث کا بھی ثبوت دیا ہے۔

استحسان درحقیقت قیاس خفی ہے اور کسی قوی وجہ سے قیاس جلی کو ترک کر کے اس کو اختیار کیا جاتا ہے اسی لئے امام صاحب نے استحسان کو ترجیح دی ہے اور جن لوگوں نے ایسے موقعہ پر بھی قیاس کو لیا انہوں نے راجح کی موجودگی میں مرجوح کو لیا ہے جو خالص فقہی نقطۂ نظر سے غیر مستحسن ہے، ہم استحسان کی مفصل بحث کسی موقعہ پر آئندہ مع مثالوں کے لکھیں گے۔ ان شاء اللہ۔

۵-حیلہ

امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی طرف غیر شرعی حیلوں کو بھی منسوب کیا گیا ہے مگر وہ نسبتیں سب غلط ہیں، حتیٰ کہ امام بخاری نے بھی کتاب الحیل میں احناف کے خلاف سخت جارحانہ پہلو اختیار کیا ہے، لیکن ہم ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ اس کو امام بخاری کی حنفی مذہب سے ناواقفیت کا نتیجہ قرار دیتے تھے وغیرہ، حافظ ذہبی نے بھی امام محمد کے تذکرہ میں ان اور دوسرے اصحاب امام کی طرف کتاب الحیل کی نسبت کو غلط کہا ہے۔

۶-قلت عربیت

عراق نحو کا مرکز رہا ہے بڑے بڑے سب نحوی وہیں ہوئے، ہزارہا صحابہ وہاں پہنچے ہیں جو فصاحت وبلاغت کے امام تھے امام صاحب کی نشوونما تربیت وتعلیم سب اسی ماحول میں ہوئی، بڑے بڑے نحو ولغت کے امام خود امام صاحب کے تلامذہ میں تھے لیکن نہ معلوم کس طرح امام صاحب کی طرف قلت عربیت کو منسوب کر دیا گیا۔

درحقیقت امام صاحب عربیت کے بھی بڑے امام تھے، اسی لئے ابوسعید سیرافی، ابوعلی قاری اور ابن جنی جیسے ارکان عربیت نے باب الایمان میں امام صاحب کے الفاظ کی شرح کے لئے کتابیں تالیف کی ہیں اور آپ کی وسعت اطلاع لغت عربیہ پر متعجب ہوئے ہیں، البتہ مخالفین نے امام صاحب کی طرف ایک کلمہ لا ولو رماہ بابا قبیس منسوب کیا ہے جو کسی کتاب میں معتمد سند سے نہیں ہے اور بالفرض صحیح بھی ہو تو بعض قبائل عرب کی وجہ سے کوفیوں کی لغت میں اب کا استعمال جب غیر ضمیر متکلم کی طرف مضاف ہو تو تمام احوال میں الف کے ساتھ ہی آیا ہے اور اسی سے یہ مشہور شعر ہے۔

ان اباھا وابا اباھا   قد بلغا فی المجد غایتاھا

ظاہر ہے کہ امام صاحب بھی کوفی تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی لغت بھی یہی ہے، چنانچہ بخاری میں ہے کہ انہوں نے انت ابا

جھل فرمایا، دوسرے ابا قبیس اس لکڑی کو کہتے ہیں جس پر گوشت لٹکایا جاتا ہے، اور ابوسعید سیرافی نے کہا کہ امام صاحب کی مراد یہی ہوسکتی ہے نہ جبل ابی قبیس جیسا کہ معترضین نے سمجھا ہے۔ (تانیب الخطیب ص ۲۳)

امام ابوبکر رازی نے لکھا ہے کہ امام اعظم کے اشعار زیادہ لطیف اور فصیح ہیں امام شافعی کے اشعار سے اور ظاہر ہے کہ جودۃ شعر بغیر کمال بلاغت ممکن نہیں۔ (مناقب کردری ص ۵۹ ج ۱)

غرض اس قسم کے اعتراضات مخالفین و حاسدین کی طرف سے ہوئے ہیں اور ایسی باتیں امام صاحب کی طرف منسوب کی ہیں جن سے وہ بری ہیں، البتہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو کسی غلط فہمی سے خلاف کرتے تھے اور پھر صحیح حالات معلوم ہونے پر انہوں نے اظہار افسوس و ندامت کیا جیسے امام اوزاعی وسفیان ثوری وغیرہ۔

امام ابن عبدالبر مالکی نے فرمایا کہ امام صاحب پر حسد کیا جاتا تھا، اس لئے ان کی طرف وہ چیزیں منسوب کی گئیں جو ان میں نہیں تھیں اور ایسی باتیں گھڑی گئیں جو ان کی شان کے لائق نہ تھیں۔

یہ بھی لکھا ہے کہ جن لوگوں نے امام صاحب سے روایت حدیث کی ہے جنہوں نے ان کی توثیق کی ہے اور جنہوں نے ان کی مدح وثنا کی ہے وہ ان سے بہت زیادہ ہیں جنہوں نے اعتراض کیا ہے اور اہل حدیث کی طرف سے زیادہ عیب رائے وقیاس کے استعمال کا لگایا گیا حالانکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ وہ کوئی عیب نہیں ہے، اہل فقہ امام صاحب پر طعن کرنے والوں کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نہ ان برائیوں کی تصدیق کرتے ہیں۔

امام وکیع فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کو رنجیدہ وافسردہ پایا، غالباً قاضی شریک کی طرف سے کچھ باتیں ان کو پہنچی تھیں۔

محدث عیسیٰ بن یونس (شیخ اصحاب صحاح ستہ) کا قول ہے کہ تم اس شخص کو ہرگز سچا مت سمجھنا جو امام صاحب کا ذکر برائی سے کرتا ہو کیونکہ واللہ! میں نے ان سے بڑھ کر افقہ وافضل کسی کو نہیں دیکھا۔

امام اعمش شیخ اصحاب ستہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا فرمایا اس کا اچھا جواب تو نعمان ہی دے سکتے ہیں جن پر تم حسد کرتے ہو۔

محدث یحییٰ بن آدم شیخ اصحاب ستہ سے کہا گیا کہ آپ امام صاحب کی برائی کرنے والوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا کہ وہ لوگ امام صاحب کی کچھ علمی باتیں سمجھ سکے اور کچھ نہ سمجھ سکے اس لئے حسد کرنے لگے اور فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کا کلام فقہ میں خدا کے لئے تھا اگر اس میں کچھ شائبہ بھی دنیوی غرض کا ہوتا تو ان کا کلام ایسے اثر ونفوذ کے ساتھ باوجود حاسدوں اور منتقدوں کی کثرت کے سارے آفاق میں نہ پھیل سکتا۔

اسد بن حکیم نے فرمایا کہ امام صاحب کی برائی کرنے والا یا تو جاہل ہے یا مبتدع ہے۔

ابوسلیمان نے فرمایا کہ امام صاحب کی شخصیت عجیب وغریب تھی اور ان کی باتوں سے اعراض کرنے والے وہی لوگ ہیں جو ان کو نہیں سمجھ سکے، امام فن تنقید رجال کا قول ہے کہ ہمارے اصحاب (اہل حدیث) امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے بارے میں تفریط کا معاملہ کرتے ہیں، کسی نے کہا کیا وہ خلاف واقعہ کہتے تھے فرمایا وہ اس سے بہت بلند تھے۔

علامہ تاج سبکی نے طبقات میں لکھا کہ خبردار! کہیں ایسا نہ سمجھ لینا کہ اہل نقد وجرح نے جو قاعدہ مقرر کیا ہے کہ جرح مقدم ہے تعدیل پر وہ علی الاطلاق ہر جگہ ہے کیونکہ صحیح یہ ہے کہ جس شخص کی عدالت وامامت ثابت ہو چکی ہو اور اس کے جرح کرنے والے بہ نسبت مدح کرنے والوں کے کم ہوں اور وہاں کوئی ایسا قرینہ بھی ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرح کسی مذہبی تعصب وغیرہ کے باعث ہے تو اس جرح کا کوئی اعتبار نہ کریں گے۔

پھر طویل بحث کے بعد لکھا کہ ہم تمہیں بتلا چکے ہیں کہ جرح اگرچہ مفسر بھی ہو اس شخص کے حق میں قبول نہ ہوگی جس کی طاعات معصیت پر غالب ہوں اور مدح کرنے والوں مذمت کرنے والوں سے زیادہ ہوں، تزکیہ کرنے والے جارحین سے بیش ہوں، پھر جب کوئی قرینہ بھی اس

امر کا موجود ہو کہ وہ تنقید و جرح کسی مذہبی تعصب یا دنیوی منافست کی وجہ سے ہوئی ہے جیسا کے معاصرین واقران میں باہم ہوتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول ہے کہ میں حدیثیں نقل کیا کرتا تھا میں نے ثوری کو امیر المومنین فی العلماء پایا، سفیان بن عیینہ کو امیر العلماء، عبداللہ بن مبارک کو صراف الحدیث، یحییٰ بن سعید کو قاضی العلماء، امام ابوحنیفہ کو قاضی قضاۃ العلماء پایا اور جو شخص اس کے سوا کچھ کہے تو اس کو بنی سلیم کی کوڑی پر پھینک دو۔

یہاں جن اکابر کی تعریف کی گئی ہے ان میں ثوری امام صاحب کے خاص مداحین میں ہیں، ابن عیینہ امام صاحب کے شاگرد ہیں مسانید میں امام صاحب سے بہ کثرت روایت کرتے ہیں، ابن مبارک امام صاحب کے تلمیذ خاص اور بڑے مداحین میں ہیں، یحییٰ بن سعید امام صاحب کے تلمیذ اور حنفی ہیں امام صاحب کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور امام ابو یوسف سے جامع صغیر پڑھی ہے۔ (عقود الجواہر ص ۱۱ ج ۱)

سبط ابن الجوزی نے مرآۃ الزمان میں لکھا کہ خطیب پر تو کوئی تعجب نہیں کیونکہ علماء کی ایک جماعت پر انہوں نے طعن کیا ہے، زیادہ تعجب تو نانا جان (ابن الجوزی) کی روش سے ہے کہ انہوں نے کیوں خطیب کا شیوہ اختیار کیا بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ گئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے بھی بعض کتابوں میں کچھ ایسی باتیں آ گئی تھیں جن سے تقلید وحنفیت کے خلاف لوگوں نے فائدہ اٹھایا مگر آخر میں ''فیوض الحرمین'' میں انہوں نے صاف لور سے فرمادیا کہ ''مجھ کو آں حضور ﷺ نے بتلایا کہ مذہب حنفی میں ہی وہ طریقہ انیقہ ہے جو دوسرے سب طریقوں سے زیادہ اس سنت نبویہ معروفہ کے موافق ہے جو بخاری ودیگر اصحاب صحاح کے دور میں مرتب ومنقح ہو کر مدون ہو گئی ہے۔ (فیوض الحرمین)

حضرت شاہ صاحب کو جو شرح صدر ''مذہب حنفی'' کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی توجہ خاص کے ذریعہ حاصل ہوا وہ بڑی اہم دستاویز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بخاری اور اس دور کی دوسری کتب صحاح مدونہ کے مجموعہ سے تقویت مذہب حنفی ہی کو ہوتی ہے ان اشارات سے احناف کو مستفید ہونا چاہئے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی اس آخری تحقیق وشرح صدر ہی کی روشنی میں اپنے کو صاف طور سے ''حنفی'' لکھا ہے اور اس تحریر کی نقل راقم الحروف نے ''مقدمہ خیر کثیر'' میں درج کر دی تھی جو عرصہ ہوا مجلس علمی ڈابھیل سے شائع ہو چکی ہے۔

علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری شرح بخاری ص ۶۷ ج ۳ اور بنایہ شرح ہدایہ میں دارقطنی کی جرح کا مفصل جواب دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ (جن کی توثیق و مدح اکابر ائمہ محدثین نے کی ہے اور ان کے علوم سے دنیا کا ہر گوشہ آباد ہے) ایسے عالم جلیل کی تضعیف کا حق دارقطنی کو کیا ہے، جس کہ وہ خود تضعیف کے مستحق ہیں کہ اپنی سنن میں منکر، معلول، سقیم اور موضوع احادیث روایت کی ہیں اور جہر بسم اللہ کی احادیث روایت کر دیں پھر حلف دیا گیا کہ تو کہا کہ واقعی اس میں کوئی حدیث صحیح قوی نہیں ہے اور بنایہ میں ابن القطان کی جرح پر کہا کہ یہ ابن قطان کی بے ادبی اور بے حیائی ہے کہ امام صاحب کی طرف ضعف کو منسوب کیا جن کی توثیق امام ثوری اور ابن مبارک جیسے حضرات نے کی ہے، ان اعلام کے مقابلہ میں ابن قطان وغیرہ کی کیا وقعت ہے۔

مولانا عبدالحی صاحب نے التعلیق الممجد میں فرمایا کہ بعض جروح متاخرین متعصبین سے صادر ہوئیں جیسے دارقطنی، ابن عدی وغیرہ، جن پر کھلے قرائن شاہد ہیں کہ انہوں نے تعسف وتعصب سے کام لیا ہے اور متعصب کی جرح مردود ہے بلکہ ایسی جرح خود ان کے حق میں موجب جرح ہے۔

علامہ شعرانی نے میزان کبریٰ میں فرمایا کہ ''امام ابوحنیفہؒ'' کے بارے میں بعض متعصبین کے کلام کا کچھ اعتبار نہیں اور نہ ان کے اس قول کی کوئی قیمت ہے کہ وہ اہل رائے میں سے تھے بلکہ جو لوگ امام صاحب پر طعن کرتے ہیں محققین کے نزدیک ان کے اقوال ہذیانات سے مشابہ سمجھے جاتے ہیں، نیز فرمایا کہ ''امام اعظم ابوحنیفہؒ'' کی کثرت علم وورع وعبادت ودقت مدارک واستنباط پر سلف وخلف نے اجماع کیا ہے''، یہ اجماع دوسرے مذاہب والے نقل کر رہے ہیں، کوئی حنفی نہیں کہ عقیدت پر محمول کر لیا جائے۔

علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ بعض متعصبین نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ بعض ائمہ میں سے حدیث میں کم پونچی والے تھے حالانکہ ایسا خیال کبار ائمہ کے بارے میں کسی طرح بھی صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ شریعت وفقہ کا مدار قرآن وحدیث پر ہے بغیر قرآن وحدیث کے کس طرح فقہ کی تدوین ہوسکتی تھی۔

باقی قلت روایت کی وجہ غایت ورع اور شروط تحمل روایت ونقل میں سختی ہے یہ نہیں کہ بے وجہ عمداً روایت حدیث ترک کردی ہو اور ان کے کبار مجتہدین ومحدثین میں سے ہونے پر یہ دلیل ہے کہ علماء میں ان کا مذہب ہمیشہ معتمد اور رداً وقبولاً مذکور ہوتا رہا۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے ریاض المرتاض ص ۲۱ پر لکھا ہے کہ ''حضرت مجدد صاحبؒ سرہندی کے کشف کبھی بھی شریعت کے خلاف نہیں ہوئے بلکہ اکثر کی شریعت نے تائید کی ہے اس لئے ان کے کشف کے مراتب بہت بلند وبرتر ہیں''۔ وہی مجدد صاحب امام اعظمؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ۔

بے شائبہ تکلف وتعصب کہا جاتا ہے کہ نظر کشفی میں مذہب حنفی کی نورانیت دریائے عظیم کی طرح معلوم ہوتی ہے اور دوسرے مذاہب چھوٹی نہروں اور حوضوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں اور ظاہر نظر سے بھی دیکھا جائے تو سواد اعظم اہل اسلام امام اعظم کا متبع ہے۔ (مکتوبات جلد ثانی مکتوب ص ۵۵)

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ نے حضرت زبدۃ العارفین خواجہ فرید گنج شکر قدس سرہ کا قول نقل فرمایا کہ۔

امام اعظم کی شان کا تو کہنا ہی کیا ہے، ان کے ایک شاگرد امام محمدؒ کا وہ درجہ تھا کہ وہ جب سوار ہو کر کہیں جاتے تو امام شافعیؒ ان کے گھوڑے کی رکاب کے ساتھ پیدل چلتے تھے (راحۃ القلوب) اور یہ بھی فرمایا کہ اسی سے دونوں مذاہب کا فرق بھی معلوم ہوسکتا ہے۔

مشہور امام حدیث اسحٰق بن راہویہ نے (جو حضرت عبداللہ بن مبارک (تلمیذ امام اعظم) کے خاص اور پہلے حنفی تھے پھر بعض دوسرے اساتذہ کے اثر سے ان میں ظاہریت آ گئی تھی اور امام بخاری کے بڑے شیوخ میں تھے) امام اعظم کے بارے میں فرمایا کہ میں نے کسی کو ان سے زیادہ احکام وقضایا کا عالم نہیں پایا، قبول قضا کے لئے ان کو مجبور کیا گیا اور مارا بھی گیا مگر انہوں نے کسی طرح قبول نہ کیا اور تعلیم وارشاد محض خدا کے لئے کرتے تھے۔ (کردری ص ۵۸ ج ۲)

امام اہل بلخ حضرت مقاتل بن حیان جلیل القدر عالم حدیث جنہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری، نافع اور ایک جماعت کبار تابعین کا زمانہ پایا اور ان سے روایت حدیث بھی کی، امام اعظم کی خدمت میں پہنچے اور استفادہ کیا، فرماتے تھے کہ میں نے تابعین کے دور پایا لیکن امام ابوحنیفہ سے اجتہادی مسائل میں بالغ نظر، جس کا ظاہر باطن سے مطابق ومشابہ اور باطن ظاہر سے مشابہ ہو کسی کو نہیں دیکھا، فتویٰ دیتے تو فرمادیتے کہ یہی قول کوفہ کے شیخ امام ابوحنیفہ کا ہے۔ (کردری ص ۵۹ ج ۲)

بعض کتب منزلہ سابقہ میں امت محمدیہ کے تین شخصوں کے اوصاف مذکور ہوئے ہیں جو اپنے زمانہ کے سب لوگوں پر فقہ وعلم میں فائق ہوں گے، نعمان بن ثابت، مقاتل بن سلیمان، وہب بن منبہ اور بعض روایات میں وہب کی جگہ کعب احبار کا نام ہے۔ (موفق ص ۶۰ ج ۲)

حضرت مقاتل بن سلیمان علم تفسیر کے مشہور امام جو امام اعظم کے شریک درس بھی رہے اور تابعین حضرت عطاء، نافع، محمد بن منکدر، ابوالزبیر اور ابن سیرین وغیرہ سے دونوں نے ساتھ ہی سماع حدیث کیا ہے، وہ اکثر امام صاحب کی تعریف کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کی ۱۵ منقبتیں وہ ہیں جن میں ان کا کوئی ہم عصر شریک وسہیم نہیں ہوا۔ (موفق ص ۵۹ ج ۲)

حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا کہ اسی لئے جارحین کی جرح امام ابوحنیفہ کے بارے میں مقبول نہیں جنہوں نے امام صاحب کو کثرت قیاس، قلت عربیت، یا قلت روایت حدیث وغیرہ سے مطعون کیا کیونکہ یہ سب جروح ایسی ہیں کہ ان سے کسی راوی کو مجروح نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح علامہ سخاوی وغیرہ کی مدافعت ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں جنہوں نے امام بخاری کی روش سے بھی محترز رہنے کی

ہدایت کی ہے، اب کچھ میزان الاعتدال کی الحاقی جرح کے بارے میں لکھ کر اس بحث کو مختصر کرتا ہوں۔

امام صاحب کے مخالفوں کے کارنامے

کچھ لوگوں کو امام صاحب سے بغض و عداوت یا حسد ہے، کہتے ہیں کہ حافظ ذہبی نے میزان میں ان کی تضعیف کی ہے لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ بات نئے دشمنوں کا دھوکہ ہے اور پرانے دشمنوں کے خاص کارنامہ سے متعلق ہے کہ انہوں نے میزان میں ایسی عبارت داخل کر دی چنانچہ امام ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ اور تہذیب التہذیب شاہد ہے کہ ان کتابوں میں انہوں نے بجز تعریف کے ایک لفظ بھی جرح کا نہیں لکھا اور نہ نقل کیا، دوسرے اس بات کے غلط و بے اصل ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ خود حافظ ذہبیؒ نے میزان کے مقدمہ میں اس کی تصریح کر دی ہے کہ اس کتاب میں ائمہ متبوعین ابو حنیفہ، امام شافعی وغیرہ کا ذکر نہیں کروں گا کیونکہ ان حضرات کی جلالت قدر اسلام میں بڑائی و برتری لوگوں کے قلوب میں جاگزیں ہے (اور ذکر سے مستغنی ہے) (میزان ص ۲ ج ۱)

علامہ سخاوی شرح الفیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام ذہبیؒ نے ابن عدی کی ہر ایسے شخص کے ذکر کرنے میں تقلید کی ہے جس میں ثقہ ہونے کے باوجود بھی کچھ کلام کیا گیا ہے، لیکن پھر بھی اس امر کا التزام کیا ہے کہ نہ تو کسی صحابی کو ذکر کیا اور نہ ائمہ متبوعین کو۔

حافظ سیوطیؒ تدریب الراوی میں بیان کرتے ہیں کہ امام ذہبیؒ نے نہ تو کسی صحابی کا ذکر کیا اور نہ کسی امام کا ائمہ متبوعین میں سے۔

حافظ عراقی نے شرح الفیہ میں تصریح کی ہے کہ ابن عدی نے کتاب الکامل میں ہر ایسے شخص کو ذکر کیا ہے جس میں کلام کیا گیا ہے گو وہ ثقہ ہی کیوں نہ ہو اور ان ہی کی اتباع امام ذہبیؒ نے میزان میں کی ہے لیکن انہوں نے کسی صحابی یا کسی امام کو ائمہ متبوعین میں سے ذکر نہیں کیا ہے۔

ان سب ائمہ کبار کی شہادتوں کے بعد یہ امر واضح ہے کہ امام صاحب کا ترجمہ میزان میں الحاقی ہے، دوسرے یہ کہ حافظ ذہبی نے میزان میں یہ بھی التزام کیا ہے جن لوگوں کا اسماء کے ساتھ ذکر کرتے ہیں ان کا ذکر کنیت سے باب الکنی میں بھی ضرور کرتے ہیں اور تدلیس و تلبیس کرنے والوں سے یہ چوک ہوگئی کہ باب الکنی میں یہ الحاق نہیں کیا، یہ بھی الحاقی ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔

واضح ہو کہ کتابوں میں الحاق اور ضروری اجزاء کے حذف کا باقاعدہ منظم فن استعمال ہوتا رہا ہے جس کے حیرت انگیز کمالات شاطر دشمنوں اور حاسدوں نے بڑی بڑی جلیل القدر تالیفات کی کتابت و طباعت کے وقت دکھائے ہیں اور اسی کا ایک نمونہ اوپر پیش کیا گیا ہے اور دوسرے نمونے بھی پیش کیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہ فن پروپیگنڈہ کا ایک بڑا جزو ہے جس سے کسی سفید چیز کو سیاہ اور سیاہ کو سفید تک ثابت کر دینے کے جوہر دکھائے جاتے ہیں یورپ کے عقلاء نے اس فن کو بڑی ترقی دی ہے مگر اسلامی دور کی تاریخ میں بھی اس نوع کے کارنامے بڑی کثرت سے ملتے ہیں، کیونکہ مسلمانوں میں بد قسمتی سے ایک فرقہ ابتداء ہی سے ایسا پیدا ہو گیا تھا جو جھوٹ کو کار خیر و ثواب سمجھ کر پھیلاتا رہا اور ان کے اثرات دوسرے سادہ لوح مسلمانوں پر بھی پڑتے رہے، حالانکہ ایسے ہی جھوٹ کی روک تھام کے لئے صادق و مصدق سرور انبیاء علیہم السلام نے ارشاد فرمایا تھا **کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع** یعنی ایک شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ بھی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بے تحقیق آگے چلتا کر دے۔

اس قسم کی بے سند باتوں کے ذکر سے پہلے زمانہ میں تو امام صاحب کے دشمنوں اور حاسدوں نے فائدہ اٹھایا تا کہ امام صاحبؒ کی جلالت قدر کو کم کر کے دکھایا جائے یا خوبیوں کے ساتھ برائیاں بھی کہیں کہیں سے لے کر سامنے کی گئیں تا کہ ان کمالات و خوبیوں کا کوئی اثر نہ رہے یا لوگ شک و تردد میں پڑ جائیں یا ان کی فقہ کی عالمگیر مقبولیت کو کم کیا جائے، اکثر اسلامی حکومتوں کا مذہب بھی فقہ حنفی رہا اور عہدۂ قضا وغیرہ حنفی علماء کے پاس رہے یہ بات بھی حسد و عداوت کا بڑا سبب بنی رہی، پھر نئے دور میں غیر مقلدین رونما ہوئے اور انہوں نے تو امام

صاحبؒ کے ساتھ حسد وعداوت کا وہ معاملہ کیا کہ ریکارڈ ہی مات کردیا، ان کی نظر میں ''ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے ست'' والی بات پوری پوری صادق ہوگئی، اسی لئے ان حضرات نے تو امام صاحب قدس سرہ کی علوقدر عظمت شان اور علمی رفعت کو گرانے اور چھپانے میں کوئی دقیقہ بھی فروگذاشت نہیں کیا اور اس کارثواب میں دن رات ایک کردیا۔

ان قدیم وجدید تلبیسات کا پردہ چاک کرنے کے لئے خدا کا شکر ہے کہ ہمارے شیوخ واکابر نے بروقت توجہ کی اور برابر اپنی تالیفات ودرسی افادات میں احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ ادا کیا۔

قریبی دور میں مصر میں علامہ کوثریؒ کی جلیل القدر شخصیت گذری ہے جنہوں نے اس سلسلہ میں گرانقدر تالیفات کیں اور مصری رسائل میں لاتعداد تحقیقی مضامین شائع کئے جن کے مطالعہ سے اہل علم کبھی مستغنی نہیں ہوسکتے، ان کتابوں سے معاندین کے حوصلے پسند ہوگئے ہیں اور جب تک ان کی اشاعت ہوتی رہے گی ان کے مطالعہ واستفادہ کی وجہ سے علماء حق، معاندین مذہب حنفی پر غالب رہیں گے ان شاء اللہ۔

اسی طرح ہمارے اکابر حضرت گنگوہیؒ، حضرت نانوتویؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (صاحب بذل المجہود) حضرت علامہ کشمیری، حضرت علامہ عثمانی، حضرت مولانا مدنی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی تالیفات ودرسی افادات میں اس فتنہ قدیم وجدید کی طرف پوری توجہ فرما کر حنفی مسلک کی تائید اور معاندین کے اعتراضات وشبہات کے مدلل ومکمل جوابات دیے ہیں جو موقع بہ موقع اسی شرح بخاری میں پیش کئے جائیں گے۔

پھر اس دور میں اس فتنۂ جدید کے خلاف قابل ذکر خدمات مخدوم ومحترم حضرت مولانا العلامہ مفتی سید مہدی حسن صاحب صدر المفتیین دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم وعم فیضہم کی ہیں جنہوں نے غیر مقلدین کے رد میں بیشتر علمی مضامین لکھے، فیصلہ کن کتابیں تالیف کیں اور طبع کرا کر شائع کیں، **جزاهم الله خير الجزاء**۔

آپ جامعیت علوم وفنون، وسعت مطالعہ، کثرت معلومات اور خصوصیت سے فن حدیث وفقہ میں بلند پایہ عالم ربانی اور اپنے اکابر کا نمونہ ہیں، احقر کو ''مجلس علمی'' ڈابھیل ہی کے زمانہ سے حضرت موصوف کے ساتھ تعلق ارادت وعقیدت رہا ہے اور مجلس ومجلسی افراد آپ کے علوم وفیوض سے مستفید ہوتے رہے اور اب بھی برابر آپ کے افادات علمی سے متمتع ہوتا رہتا ہوں۔

اس مختصر مقدمہ کی جمع وترتیب میں بھی مستند کتب مناقب اور حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ کے ارشادات کے علاوہ آپ کی تالیفات وخصوصی ارشادات سے استفادہ کیا ہے اور توقع ہے کہ شرح بخاری کے اثناء میں بھی حضرت موصوف دام ظلہم کی تحقیقات عالیہ پیش کرسکوں گا۔

ہمیں احساس ہے کہ امام اعظمؒ کا تذکرہ باوجود سعی اختصار جزو مقدمہ ہونے کی حیثیت سے طویل ہوگیا ہے لیکن چونکہ تمام محدثین کے مسلم امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک کا ارشاد ہے کہ امام ابوحنیفہ کی رائے مت کہو بلکہ تفسیر حدیث کہو، پھر امام بخاری نے خاص طور سے ابن مبارک کو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم حدیث اور قابل تقلید فرمایا ہے۔

ان ظروف میں امام صاحب نے جو اپنے ۴۰ فقہاء ومجتہدین کے ساتھ تدوین فقہ کی جس کے ایک رکن رکین خود ابن مبارک بھی تھے اور ساڑھے بارے لاکھ مسائل کی کی تدوین اسی مجلس سے عمل میں آئی جو بمنزلہ احادیث موقوفہ ہیں، کہ قرآن وحدیث سے بہ صراحت یا بطریق استنباط ماخوذ ہیں، دوسری طرف امام بخاری کی جامع صحیح احادیث مجردہ مرفوعہ کا بہترین شاہکار مجموعہ، اس لئے امام اعظم کی شخصیت کا جس قدر تعارف بھی کرایا جائے وہ کم ہے، پھر دوسرے درجہ پر بڑا تعارف خود امام بخاری کا کرایا گیا ہے، اگر بنظر تامل وتدقیق دیکھا جائے گا تو معلوم ہوگا کہ یہ مقدمہ نہ صرف تذکرۂ محدثین ہے بلکہ شرح حدیث کا ایک لازمی وضروری اور اہم جزو بھی ہے۔

ان سب اکابر کی علمی شخصیات سے صحیح تعارف کے بعد ان کی حدیثی تشریحات، استنباطات، آراء واقوال کی قدر وقیمت صحیح ترین اندازوں میں سامنے آئے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تالیفات امام اعظمؒ

امام صاحب کی طرف بہت سی تصنیفات منسوب ہیں اور امام مالک وغیرہ کے حالات میں یہ سند صحیح منقول ہے کہ وہ امام صاحب کی کتابوں میں نظر کرتے تھے اور ان کی تلاش و جستجو رکھتے تھے، ایک مجموعہ فقہ بھی ضرور امام صاحب نے مرتب کرا دیا تھا جس کا ذکر عقود والجمان میں جا بجا ملتا ہے، اسی طرح علامہ کوثری نے بلوغ الامانی کے حاشیہ میں ص ۱۸ پر تحریر فرمایا کہ مؤلفات اقدمین میں امام صاحب کی مندرجہ ذیل کتب کا ذکر ملتا ہے۔ ۱- کتاب الرأی (ذکرہ ابن العوام) ۲- کتاب اختلاف الصحابہ (ذکرہ ابو عاصم العامری ومسعود بن شیبۃ) ۳- کتاب الجامع (ذکرہ العباس بن مصعب فی تاریخ مرو) ۴- کتاب السیر ۵- الکتاب الاوسط ۶- الفقہ الاکبر ۷- الفقہ الابسط ۸- کتاب العالم والمتعلم ۹- کتاب الرد علی القدریہ ۱۰- رسالۃ الامام الی عثمان البتی فی الارجاء ۱۱- چند مکاتیب بطور وصایا جو آپ نے اپنے چند احباب کو لکھے اور یہ سب کتب مشہور ہیں۔

لیکن اس وقت تک ہمارے سامنے صرف العالم والمتعلم، الفقہ الاکبر اور مکاتیب وصایا آسکے ہیں اور غالب یہ ہے کہ باقی کتب اس وقت کہیں موجود نہیں، اس زمانہ کی ہزاروں کتابوں کے نام کتب تراجم میں ملتے ہیں جو اس وقت کہیں موجود نہیں۔

امام صاحب کے معاصرین میں سے بھی امام اوزاعی، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ، ہشیم، معمر، جریر بن عبد الحمید اور عبد اللہ بن مبارک وغیرہ نے حدیث وفقہ میں بڑی بڑی کتابیں لکھیں لیکن آج ان کا کہیں پتہ نہیں ملتا، اسی لئے امام رازی نے مناقب الشافعی میں لکھا کہ امام ابو حنیفہ کی کوئی تصنیف باقی نہیں رہی، غالباً اس وقت فقہ اکبر وغیرہ بھی نمایاں نہ ہوئی ہوں گی اور ممکن ہے کہ کچھ مخفی علمی خزانے امام صاحب وغیرہ کے اور بھی کسی وقت ظاہر ہوں۔

اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ بعض ممتاز اہل علم نے امام محمد کی کتاب الآثار کو بھی امام اعظم کی تصنیف قرار دیا ہے اور شاید امام ابو یوسف کی کتاب الآثار کے بارے میں بھی یہی خیال ہو مگر ہمارے ناقص خیال میں ابھی تک اس کی صحیح توجیہ نہیں آئی کیونکہ اول تو متقدمین علماء نے ان کو امام صاحب کی تصنیفات میں شمار نہیں کیا دوسرے یہ کہ ان میں روایت کرنے والے امام محمد اور امام ابو یوسف ہیں امام صاحب سے جس سے ظاہر ہے کہ مؤلف ومصنف بھی یہی ہیں۔ واللہ اعلم۔

البتہ امام صاحب کے تذکروں میں جہاں امام صاحب کی وسعت اطلاع حدیث زیر بحث آتی ہے تو آپ کے مسانید کا تذکرہ ضرور ہوتا ہے چنانچہ کوثری صاحب نے تانیب کے ص ۱۵۶ پر امام صاحب کی طرف منسوب مسانید کی تعداد ۲۱ گنائی ہے اور چونکہ کتاب الآثار کے نام سے بھی امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر تینوں نے کتابیں تالیف کی ہیں اور ان میں بھی بہ کثرت احادیث امام صاحبؒ سے ہی مروی ہیں، ان کو ملا کر یہ سب ۲۴ مجموعے احادیث کے آپ کی ذات مبارک سے منسوب ہو جاتے ہیں جن میں ہزار ہا احادیث اور ہزار ہا آثار آپ سے بسند صحیح مروی ہیں۔ وکفی بھا مزیۃ و فخراء۔

کتب مناقب الامام اعظمؒ

آخر میں تکمیل تذکرہ امام کے لئے مناسب ہے کہ آپ کے مناقب میں جو مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں وہ بھی ذکر کر دی جائیں، ضمناً جن کتابوں میں امام صاحب کے مناقب ذکر ہوئے ہیں ان کو ہم بخوف مزید طوالت ترک کرتے ہیں۔

۱- عقود المرجان ۲- قلائد عقود الدرر والعقیان

۳- البستان فی مناقب النعمان، علامہ محی الدین عبد القادر بن ابی الوفا قرشی (صاحب جواہر مضیہ) کی تصنیف ہے۔

۴- شقائق النعمان فی مناقب النعمان، علامہ جار اللہ زمخشری کی تصنیف ہے۔

۵-کشف الاسرار، علامہ عبداللہ بن محمد حارثی نے لکھی۔
۶-الانتصار لامام ائمۃ الامصار، علامہ یوسف سبط ابن الجوزی نے تالیف کی۔
۷-تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ، امام جلال الدین سیوطی شافعی نے لکھا۔
۸-تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان، علامہ ابن کاس نے تصنیف کیا۔
۹-عقود الجمان فی مناقب النعمان، علامہ محمد یوسف دمشقی شافعی نے تالیف کی۔
۱۰-الابانہ فیرد المشنعین علی ابی عنیفہ، علامہ احمد بن عبداللہ شیرآبادی نے لکھی۔
۱۱-تنویر الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ، علامہ یوسف بن عبدالہادی کی تصنیف ہے۔
۱۲-الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان، شارح مشکوٰۃ علامہ حافظ ابن حجر مکی شافعی کی تالیف لطیف ہے۔
۱۳-قلائد العقیان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان، یہ بھی علامہ موصوف ہی کی تصنیف ہے۔
۱۴-الفوائد المہمہ، علامہ عمر بن عبدالوہاب عرضی شافعی نے لکھی۔
۱۵-مرآۃ الجنان فی معرفۃ حوادث الزمانی، علامہ یافعی شافعی کی تاریخی کتاب ہے جس میں امام صاحب کا ذکر ضمناً ہوا ہے۔
۱۶-مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ ابی یوسف ومحمد بن الحسن، حافظ ذہبی شافعی (صاحب تذکرۃ الحفاظ ومیزان الاعتدال وغیرہ) کی تصنیف ہے۔
۱۷-جامع الانوار، علامہ محمد بن عبدالرحمٰن غزنوی کی تالیف ہے۔
۱۸-الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء، الامام الحافظ یوسف بن عبدالبر مالکی کی تصنیف ہے۔
۱۹-مناقب الامام الاعظم، علامہ صدر الائمہ موفق بن احمد مکی کی تالیف قیم ہے۔ ۲ جلد مطبوعہ حیدرآباد۔
۲۰-مناقب الامام اعظم، تالیف علامہ امام حافظ الدین محمد بن محمد شہاب کردریؒ۔ ۲ جلد مطبوعہ حیدرآباد۔
۲۱-فتح المنان فی تائید مذہب النعمان، تالیف علامہ شیخ محدث دہلوی قدس سرہ۔
۲۲-اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، تالیف ابی عبداللہ حسین بن علی صیمری (متوفی ۴۳۶ھ)
۲۳-مناقب الامام اعظم، تالیف ابی القاسم عبداللہ بن محمد بن احمد السعدی معروف بابن العوام۔
۲۴-کشف الغمہ عن سراج الامہ (اردو)، تالیف علامہ مولانا السید مفتی محمد حسن شاہجہانپوری دام فیضہم۔
۲۵-سیرۃ النعمان (اردو)، علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ۔
۲۶-''ابوحنیفہ''، تالیف محمد ابوزہرہ مصری تقریباً ۵ سو صفحات کی جدید الطبع تحقیقی کتاب ہے۔

ان کے علاوہ جن کتابوں میں امام صاحب کا تذکرہ ہوا ہے وہ ۶۰ سے اوپر تو راقم الحروف کے پاس یادداشت میں درج ہیں اور مستقل کتابیں بھی دوسری بہت ہیں یہاں احصاء مقصود نہیں تھا۔ ولہ محل اخر ان شاء اللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

آخر میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں دو باتیں ہمیں اور لکھنی ہیں ایک تو جرح وتعدیل میں ان کے اقوال کی حجیت جس کا ضمناً کچھ ذکر ہوا بھی ہے، دوسرے جامع المسانید کے بارے میں۔ واللہ المفوق والہادی الیٰ الصواب۔

امام اعظمؒ اور فن جرح وتعدیل

امام صاحب کے اقوال جرح وتعدیل کی اس فن کے علماء نے اسی طرح تلقی بالقبول کی ہے جس طرح امام احمد، امام بخاری، ابن معین

اورابن مدینی وغیرہ کے اقوال کی، یہ بھی آپ کی عظمت وسیادت اور وسعت علم پر بڑی شہادت ہے،اس سلسلہ کی چند نقول جواہر مضیۂ ص ۳۰ و ص ۱۳۱ وص ۳۲ اج ا سے پیش کی جاتی ہیں۔

۱-امام ترمذی نے کتاب العلل جامع ترمذی میں امام صاحب کا قول فضل عطاء بن ابی رباح اور جرح جابر جعفی میں پیش کیا۔

۲-مدخل لمعرفۃ دلائل النبوۃ للبیہقی میں ہے کہ ابوسعد سغانی نے امام صاحب کی خدمت میں کھڑے ہوکر پوچھا کہ امام ثوری سے حدیث لینے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا ثقہ ہیں ان کی احادیث لکھو بجز احادیث ابی اسحاق عن الحارث اور احادیث جابر جعفی کے۔

۳-امام صاحب نے فرمایا کہ طلق بن حبیب قدری عقیدہ رکھتے تھے۔۴-فرمایا کہ زید بن عیاش ضعیف ہیں۔ ۵-امام سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ میں کوفہ پہنچا تو امام صاحب نے میرا تعارف کرایا اور توثیق کی جس سے سب لوگوں نے میری حدیث سنی۔ ۶-حافظ حماد بن زیاد ایسے محدث جلیل نے فرمایا کہ حافظ عمرو بن دینار کی کنیت ابومحمد سب سے پہلے ہمیں امام صاحب ہی سے معلوم ہوئی ورنہ صرف ان کے نام سے جانتے تھے۔۷-امام صاحب نے فرمایا کہ خدا عمرو بن عبید پر لعنت کرے کہ اس نے کلامی مسائل سے فتنوں کے دروازے کھول دیے۔ ۸-فرمایا خدا جہم بن صفوان اور مقاتل بن سلیمان کو ہلاک کرے ایک نے نفی میں افراط کی، دوسرا تشبیہ میں حد سے بڑھ گیا۔ ۹-فرمایا کہ حدیث کی روایت کسی سے اسی وقت درست ہے کہ جس وقت سے سنی روایت کے وقت تک برابر اس کو یاد رکھا ہو۔(امام صاحب کی یہ شرط دوسرے محدثین کے مقابلے میں بہت سخت تھی اس لئے نیز دوسری احتیاطوں کے باعث ہی خود امام صاحب نے روایت کم کی ہے۔۱۰-امام صاحب سے جب سوال کیا گیا کہ اخبرنا وغیرہ سے روایت کیسی ہے؟ تو فرمایا کہ کچھ حرج نہیں۔۱۱-محدث جلیل ابوقطن نے امام صاحب کا قول بطور سند پیش کیا کہ شیخ کو حدیث سنا کر بھی حدثنی سے روایت کر سکتے ہیں۔۱۲-امام صاحب نے فرمایا کہ میرے نزدیک رسول اکرم ﷺ سے سراویل پہننے کی روایت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی۔

جامع المسانید للامام الاعظمؒ

محدث خوارزمی نے اپنے جمع کردہ پندرہ مسانید کے اصحاب مسانید کے حالات ومناقب بیان کئے ہیں اور اپنی سند ان تمام اصحاب مسانید تک بیان کی ہے، علامہ کوثری نے تانیب میں مسانید کی تعداد ۲۱ لکھی ہے، ان سب مسانید کی اسانید متصل ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے ''انسان العین فی مشائخ الحرمین'' میں اپنے استاذ الاساتذہ محدث عیسیٰ جعفری مغربی م ۱۰۸۰ھ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ''انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ کی ایک ایسی مسند تالیف کی ہے جس میں اپنے سے امام صاحب تک اسناد کا سلسلہ متصل کیا ہے''۔ اور اس سے لوگوں کی یہ بات قطعاً غلط ہو جاتی ہے کہ حدیث کا سلسلہ آج تک متصل نہیں رہا ہے''۔ حضرت شاہ صاحب نے سلسلۂ حدیث کی سند کو متصل ثابت کرنے کے لئے دلیل ہی امام صاحب کے سلسلۂ سند کے اتصال کی دی ہے جس پر شاہ صاحب کو بڑا اعتماد تھا، امام ذہبی نے مناقب الامام الاعظم میں لکھا ہے کہ امام صاحب سے محدثین وفقہاء کی اتنی بڑی تعداد نے حدیث کی روایت کی ہے جن کا شمار نہیں ہو سکتا، حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں ایک سو کے قریب کبار محدثین کے نام گنائے ہیں، مطبوعہ جامع المسانید دو جلد میں سینکڑوں محدثین کی روایات امام صاحب سے موجود ہیں جن میں اکثر وہ ائمہ حدیث وجبال علم ہیں جو اصحاب صحاح ستہ اور دوسرے بعد کے کبار محدثین کے شیوخ واساتذہ حدیث ہیں۔

مشہور حافظ حدیث محمد بن یوسف صالحی شافعی (صاحب سیرۃ شامیہ کبریٰ) نے ''عقود الجمان فی مناقب النعمان'' میں ۱۷ مسانید امام کی اسانید اپنے زمانہ سے جامعین مسانید تک بیان کی ہیں، علامہ شعرانی نے بڑے فخر ومسرت کے ساتھ بیان کیا کہ امام اعظم کی مسانید ثلاثہ کے صحیح نسخوں کی زیارت ومطالعہ سے مشرف ہوئے جن پر حفاظ حدیث کے توثیقی دستخط تھے، جن کی اسناد بہت عالی اور رجال سب ثقہ ہیں وغیرہ۔

غرض ان نقول سے ثابت ہوا کہ امام اعظم کی مسانید کی اہمیت تمام دوسری مسانید و تالیفات حدیثہ سے زیادہ رہی ہے اور ان کی اسناد کے اتصال و بیان اتصال کا بھی اکابر امت نے ہمیشہ اہتمام کیا ہے، حسب تصریح علامہ کوثریؒ امام صاحب کے مسانید کو محدثین سفر وحضر میں ساتھ رکھتے تھے۔ (تانیب) مسانید امام اعظم میں احادیث احکام کا بہترین ذخیرہ ہے جن کے رواۃ ثقہ اور فقہاء محدثین ہیں، اس تفصیل کے بعد ناظرین حیرت کریں گے کہ علامہ شبلی مرحوم نے ''سیرۃ النعمان'' میں محدث خوارزمی کی جامع المسانید کو امام صاحب کی طرف مجازاً منسوب کیا ہے حالانکہ عقود الجمان بھی ان کے مطالعہ میں رہی ہے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے، غالباً ان کو مغالطہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی حجۃ اللہ البالغہ سے ہوا جس میں طبقہ رابعہ کی کتابوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ مسند خوازمی بھی تقریباً اسی طبقہ میں داخل ہے، ہمارا خیال ہے کہ یہ جملہ الحاقی ہے حضرت شاہ صاحب صاحبؒ نہیں ہے یا جامع المسانید کے مطالعہ کے بغیر لکھا ہوگا اور اس کا قرینہ یہ بھی ہے کہ بستان المحدثین میں حضرت شاہ عبدالعزیز نے بھی اس کا کچھ ذکر نہیں کیا، اگر اس کتاب کا کچھ تعارف اس وقت ہوا بھی ہوگا تو سنا سنایا معمولی درجہ کا اور ناکافی یا غلط، علامہ شبلی نے اس پر یہ بھی اضافہ کر دیا کہ ''بعض مسانید کی نااعتباری پر یہ بھی شہادت ہے کہ ان میں امام صاحب کی روایت براہ راست صحابہ سے درج ہوئی ہیں، حالانکہ امام صاحب کی رویت صحابہ پر اتفاق اور روایت میں اختلاف ہے اور علامہ ابن عبدالبر مالکی جیسے اکابر نے بھی امام صاحب کی روایت عن الصحابی اپنی کتاب ''جامع البیان العلم وفضلہ'' باب فضل العلم ص ۴۵ ج ۱ میں نقل کی ہے۔ جو اہل علم میں بہترین معتمد و مستند کتاب سمجھی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ
ولادت ۹۳ھ وفات ۱۷۹ھ بعمر ۸۶ سال

نام ونسب

مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن الحارث بن غیمان بن خثیل۔ (اصابہ)

حارث کا لقب ذو اصبح تھا اس لئے امام مالک کو اصبحی بھی کہتے ہیں، آپ تبع تابعین کے طبقہ میں ہیں، امام اعظمؒ سے تقریباً ۲۳ سال چھوٹے تھے، کیونکہ امام صاحب کی ولادت اصح قول میں ۷۰ھ میں ہوئی ہے، کما حققہ الکوثریؒ۔

اس سے معلوم ہوا کہ صاحب مشکوۃ نے جو ''اکمال'' میں امام مالکؒ کو زماناً اور قدراً مقدم کہا اور استاذ الائمہ قرار دیا وہ خلاف واقعہ ہے، امام اعظم ان سے عمر میں بڑے، قدر و مرتبہ میں زیادہ اور وہی استاذ الائمہ اور تابعی ہیں، امام مالک ان سے مستفید بلکہ حسب تحقیق علامہ ابن حجر مکی (شارح مشکوۃ) وغیرہ امام اعظم کے تلمیذ ہیں۔

مشائخ واساتذہ

زرقانی نے لکھا کہ امام مالک نے نو سو سے زائد شیوخ سے اخذ علم کیا ہے اور ابتداء عمر ہی سے حضرت نافع کے پاس جانے لگے تھے اور حدیث سنتے تھے چنانچہ موطأ میں بھی بڑی کثرت سے روایات ان ہی سے ہیں، نیز اصح الاسانید میں سے مالک عن نافع عن ابن عمرؓ کو قرار دیا گیا ہے، بلکہ اس کو سلسلۃ[1] الذہب بھی کہا گیا ہے۔

ہارون رشید نے امام مالک سے کہا کہ ہم نے آپ کی کتاب میں حضرت علی وعباس کا ذکر نہیں دیکھا؟ فرمایا کہ وہ میرے شہر میں نہیں

---

[1] بعینہ اسی طرح روایت امام ابوحنیفہ کی نافع عن ابن عمر موجود ہیں، ملاحظہ ہو عقود الجواہر المنیفہ جلد اول ص ۱۴۳ وص ۲۱۷ وغیرہ اور ابوحنیفہ عن عطاء عن ابن عباس ص ۱۴۵ ج ۱ اور مقسم عن ابن عباس ص ۲۱۸ ج ۱ اور عبدالکریم عن انس ص ۱۴۷ اور عن جابر عن علی ص ۱۵۰ ج ۱ وغیرہ بہ کثرت روایات ہیں مگر امام صاحب کے ان سلسلوں کو سلسلۃ الذہب نہیں بتایا جاتا۔ واللہ المستعان والیہ المشتکی۔

تھے اور نہ میں ان کے اصحاب سے مل سکا (یہ فخر امام ابوحنیفہ کو حاصل ہے)

ابن فرحون نے کہا کہ امام مالک سلیمان بن یسار کا قول اختیار کیا کرتے تھے اور سلیمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول اختیار کرتے تھے تہذیب میں ابن معین سے مروی ہے کہ امام مالک جس سے بھی روایت کریں وہ ثقہ ہے سواء عبدالکریم کے۔

اعلام الموقعین میں ہے کہ دین، فقہ اور علم امت میں اصحاب ابن مسعود، اصحاب زید بن ثابت، اصحاب عبداللہ بن عمر اور اصحاب ابن عباس کے ذریعہ پھیلا ہے، لہٰذا اکثر لوگوں کا علم ان ہی چار اصحاب کے ماخوذ ہے، پھر اہل مدینہ کا علم اصحاب زید بن ثابت اور عبداللہ ابن عمر سے، اہل مکہ کا اصحاب ابن عباس سے اور اہل عراق کا اصحاب ابن مسعود سے۔

امام اعظم شیوخ امام مالک ہیں

بعض روایات غلطی سے اس طرح روایت ہوئیں کہ ان سے کچھ حضرات نے یہ سمجھا کہ امام صاحب نے امام مالک سے روایت کی ہے، مثلاً مسند ابن شاہین میں ایک روایت اسمٰعیل بن حماد عن ابی حنیفہ عن مالک روایت ہوئی جو درحقیقت حماد بن ابی حنیفہ عن مالک تھی، بلکہ حماد کو بھی اکابر میں سے شمار کیا گیا ہے اس خیال سے کہ ان کی وفات امام مالک سے تین سال قبل ہوئی ہے اور غالب یہ ہے کہ ان کی ولادت بھی امام مالک سے قبل ہوئی ہوگی (تانیب الخطیب میں کوثری صاحب نے اس پر بحث کی ہے) ایک روایت ابوحنیفہ عن نافع تھی جس کے درمیان میں مالک کا واسطہ نہیں ہے لیکن اسی کو ابوحنیفہ عن مالک عن نافع سمجھا اور نقل کیا گیا، اسی لئے حافظ ابن حجر شارح بخاری نے فیصلہ کیا کہ امام ابوحنیفہ کی روایت امام مالک سے ثابت نہیں ہے، اور دار قطنی و خطیب نے جو دو روایتیں نقل کی ہیں ان دونوں کی سند میں کلام ہے اس کے علاوہ ابن ابی حاتم نے تقدمۂ جرح و تعدیل میں جو لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ امام مالک کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے وہ بھی غلط ہے جس کو ہم آگے لکھیں گے، دوسرے یہ کہ امام مالک نے موطا سے پہلے کوئی تالیف نہیں کی اور یہ تالیف بھی انہوں نے اواخر عہد منصور عباسی میں امام اعظم کی وفات کے بعد کی ہے، پھر یہ کہ امام مالک کے عروج و ارتفاع شان کا دور ان کے ابتلاء (۱۴۷ھ) کے بعد شروع ہوا ہے اور اس کے بعد ان کا اجتماع امام صاحب کے ساتھ ثابت نہیں ہے اور امام صاحب و امام مالک کی وفات کے درمیان ۲۹ سال کا فاصلہ ہے۔ (اقوام المسالک علامہ کوثریؒ)

یہ تو غلط و غیر ثابت روایات کا تذکرہ تھا، اس کے بعد صحیح واقعات پڑھئے۔

۱- امام شافعیؒ نے کتاب الام ص ۲۴۸ ج ۷ میں فرمایا کہ میں نے دراوردی سے پوچھا کیا مدینہ میں کوئی اس کا قائل تھا کہ مہر ربع دینار سے کم نہ ہونا چاہئے؟ کہا نہیں (واللہ مجھے معلوم نہیں کہ امام مالک سے قبل کوئی اس کا قائل ہوا ہو اور میرا خیال ہے کہ امام مالک نے اس کو امام ابوحنیفہ سے لیا ہوگا۔

۲- علامہ مسعود بن شیبہ نے امام طحاوی کی کتاب اخبار اصحاب الامام سے نقل کیا کہ دراوردی نے امام مالک سے سنا فرمایا کہ میرے پاس امام ابوحنیفہ کے فقہ سے ستر ہزار مسائل ہیں اور اسی کے مثل ایک روایت موفق ص ۹۶ ج ۱ میں ہے۔

۳- قاضی عیاض نے اوائل مدارک میں نقل کیا کہ لیث بن سعد نے فرمایا میں امام مالک سے مدینہ میں ملا اور کہا کہ میں دیکھتا ہوں آپ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں! امام ابوحنیفہ کے ساتھ بحث کرنے میں پسینہ آ گیا، اے مصری! وہ بہت بڑے فقیہ ہیں۔ ناقل کہتے ہیں کہ پھر میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ شخص (امام مالک) کیسی قدر و منزلت کے ساتھ آپ کی باتوں کو قبول کرتے ہیں، امام صاحب نے فرمایا میں نے ان سے زیادہ جلد صحیح جواب دینے والا پوری پرکھ والا نہیں دیکھا، امام صاحب نے امام مالک کی سمجھ، تفقہ اور ذکاوت کے ساتھ نقد تام یعنی حدیث کی پوری پرکھ اور پہچان کی بھی داد دی۔

اگر امام صاحب بقول حمیدی وغیرہ کے فن حدیث میں کامل نہیں تھے تو امام مالک جیسے مسلم امام حدیث کے علم حدیث کی داد کیونکر دے سکتے تھے اور امام مالک فقہی وحدیثی مسائل میں گھنٹوں بحث کر کے ان کے تفقہ کی تعریف کیسے کرتے، کیا تفقہ بغیر حدیث ہی کے صاحب کو حاصل ہو گیا تھا؟ اور اگر تفقہ بغیر مطابقت حدیث کے تھا تو اس کی تعریف ایسا امام جلیل کیوں کرتا؟

۴-امام صیمری نے اپنی کتاب مناقب الامام میں ابن دراوردی سے نقل کیا کہ میں نے امام اعظم اور امام مالک کو مسجد رسول اللہ ﷺ میں دیکھا کہ عشاء کی نماز کے بعد سے مدارسہ و مذاکرہ شروع کیا تو صبح کی نماز تک اس میں مشغول رہے، جب کسی مسئلہ میں ایک شخص ان میں سے دوسرے کے قول سے مطمئن ہو جاتا تھا تو بے تامل اس کو اختیار کر لیتا تھا کسی کو اپنی بات پر بے دلیل جمود نہیں ہوتا تھا نہ دوسرے کی حق بات کو قبول کرنے سے کوئی عار لاحق ہوتی تھی۔

۵-مناقب موفق ص ۳۳ ج ۲ میں بسند صحیح اسماعیل بن اسحٰق بن محمد سے نقل ہے کہ امام مالک بسا اوقات مسائل میں امام ابوحنیفہ کا قول معتبر سمجھتے تھے۔

۶-موفق ص ۳۳ ج ۲ میں محمد بن عمرو اقدی سے نقل کیا کہ امام مالک اکثر اوقات امام ابوحنیفہ کی رائے پر عمل کرتے تھے۔

۷-علامہ صیمری نے نقل کیا کہ ایک شخص نے امام مالک سے پوچھا جس کے پاس دو کپڑے ہوں جن میں ایک بغیر تعیین کے پاک اور دوسرا ناپاک ہو تو نماز کس میں پڑھے، فرمایا کہ تحری کر کے ایک میں پڑھ لے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے کہا کہ امام ابوحنیفہ کی رائے تو یہ ہے کہ ہر ایک میں نماز پڑھے تو امام مالک نے فوراً اس سائل کو واپس بلایا اور پھر مسئلہ وہی بتلایا جو امام صاحب کی رائے تھی۔

۸-ابو العباس احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابی العوام نے جو اضافات اپنے دادا کی کتاب اخبار ابی حنیفہ پر کئے ہیں، امام شافعی عن الدراوردی نے نقل کیا کہ امام مالک امام ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے، یہ کتاب مع اضافات مذکور مکتبہ ظاہریہ دمشق میں نمبر ۶۳ میں موجود ہے۔ (اقوم المسالک للکوثریؒ)

امام مالک کے تلامذہ و اصحاب

بقول امام ذہبی و زرقانی بڑی کثرت امام مالک کے تلامذہ و اصحاب کی ہے اور رواۃ احادیث بھی بہت بڑی مقدار میں ہیں، بلکہ امام مالکؒ سے ان کے بعض شیوخ نے بھی روایت کی ہے، مثلاً زہری، ابو الاسود، ایوب انصاری، ربیعہ، یحییٰ بن سعید انصاریؒ، محمد بن ابی ذئب، ابن جریج، اعمش وغیرہ۔

امام احمد اور اصحاب صحاح نے امام مالک سے روایت کے لئے اپنی اپنی صوابدید سے الگ الگ رواۃ اختیار کئے ہیں، مشہور اہل علم و فضل تلامذہ میں سے امام محمد، امام شافعی، عبداللہ بن مبارک اور لیث بن سعد، شعبہ، سفیان ثوری، ابن جریج، ابن عیینہ، یحییٰ القطان ابن مہدی وغیرہ ہیں۔ (مقدمہ اوجز ص ۱۸)

فضل و شرف، عادات و معمولات

امام مالک مدینہ منورہ میں جس مکان میں ر ، وہ مکان حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تھا، کرایہ پر لے کر ہمیشہ اسی میں رہے، اپنا ذاتی مکان نہیں بنایا اور مسجد نبوی میں نشست اس جگہ تھے جہاں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نشست کرتے تھے اور وہ وہی جگہ تھی جہاں حضور اکرم ﷺ کا اعتکاف کے وقت بستر مبارک بچھایا جاتا تھا، امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ میں مدت العمر کبھی کسی بے وقوف یا کوتاہ عقل والے کی صحبت میں نہیں بیٹھا، امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ امام مالک کی ایسی فضیلت ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی، علماء کے لئے یہ بہت بڑی نعمت ہے

کیونکہ کم عقل لوگوں کی صحبت نور علم کو تاریک کر دیتی ہے اور تحقیق کی بلند چوٹی سے گرا کر تقلید کی پستی میں گرا دیتی ہے جس کی وجہ سے علم کی نفاست میں خرابی ونقصان آجاتا ہے۔ (بستان المحدثین)

امام مالک میں طلب علم کی خواہش کے جذبات غیر معمولی طور پر ودیعت تھے، ظاہری سرمایہ کچھ نہ تھا، اس لئے مکان کی چھت توڑ کر اس کی کڑیوں کو فروخت کر کے کتب وغیرہ خریدتے تھے، اسکے بعد دولت کا دروازہ کھل گیا اور کثرت سے مال ودولت خود بخود آنی شروع ہوگئی (غالبًا یہ جدی مکان ہوگا) حافظہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا، فرماتے تھے کہ جس چیز کو میں نے محفوظ کر لیا اس کو پھر کبھی نہیں بھولا علامہ زرقانی نے لکھا کہ امام مالکؒ نے ۱۷ سال کی عمر میں درس دینا شروع کر دیا اور آپ نے اپنے دست مبارک سے ایک لاکھ احادیث لکھیں، جب آپ دفن ہوئے تو آپ کے گھر سے بہت سے صندوق احادیث کے برآمد ہوئے، جن میں سے سات صرف ابن شہاب کی حدیث کے تھے اور آپ کا حلقۂ درس آپ کے مشائخ کے حلقوں سے بھی بڑا ہوا گیا تھا، لوگ ان کے دروازہ پر حدیث وفقہ حاصل کرنے کے واسطے اسی طرح جمع ہوتے تھے جیسے بادشاہوں کے محلات پر جمع ہوتے ہیں، آپ ایک دربان بھی رکھتے تھے جو پہلے خواص کو اندر جانے دیتا تھا پھر عوام کو۔

ایک روایت ہے کہ اندر سے ایک جاریہ (باندی) آکر دریافت کرتی کہ آپ لوگ حدیث کے لئے آئے ہیں یا مسائل کے لئے؟ اگر کہتے کہ مسائل کے لئے تو فورا باہر آتے اور فتویٰ دیتے تھے، اگر کہتے حدیث کے لئے تو کہلا دیتے کہ توقف کریں اور غسل کر کے نئے کپڑے پہنتے، عمامہ باندھتے، یا لمبی ٹوپی اوڑھتے، خوشبو لگاتے، پھر ادب سے بیٹھ کر حدیث سناتے اور تعظیم حدیث کے لئے پوری مجلس عود سے مہکتی رہتی تھی، تین دن میں ایک بار بیت الخلاء جاتے اور فرماتے کہ مجھے بار بار جاتے شرم آتی ہے، تمام عمر قضاء حاجت کے لئے مدینہ طیبہ کے حرم سے باہر تشریف لے جاتے تھے بجز بیماری وغیرہ کے، سر پر بڑا رومال ڈالتے تھے کہ نہ کوئی ان کو دیکھے نہ وہ دوسروں کو دیکھیں (ہمارے حضرت شاہ صاحب کے بارے میں لوگوں نے بیان کیا کہ دہلی میں قیام مدرسہ امینیہ کے زمانہ میں جب بازار میں نکلتے تھے تو سر پر رومال ڈالتے تھے کہ چہرہ پر بھی اس کا کچھ حصہ بطور نقاب آجاتا تھا، غالبًا اسی مصلحت مذکورہ سے ہوگا)

امام مالک ایسی جگہ کھانے پینے سے بھی احتراز کرتے تھے جہاں لوگوں کی نظریں پڑیں، کسی نے پوچھا، کیسی صبح آپ نے کی؟ فرمایا ایسی عمر میں جو کم ہو رہی ہے اور ایسے گناہوں میں جو زیادہ ہو رہے ہیں۔

باوجود ضعف وکبرسنی بھی مدینہ طیبہ میں کبھی سوار ہو کر نہیں چلتے تھے کہ جس ارض مقدس کے اندر جسم مبارک رسول اللہ ﷺ ہو اس کے اوپر سوار ہو کر چلنا خلاف ادب جانتے تھے۔

مادحین امام مالک

ابن مہدی کا قول ہے کہ سفیان ثوری امام حدیث تھے، امام سنت نہ تھے، امام اوزاعی امام سنت تھے، امام حدیث نہ تھے، لیکن امام مالک دونوں کے امام ہیں، ابن صلاح نے اس کی وضاحت کی کہ سنت سے یہاں ضد بدعت مراد ہے کیونکہ بعد لوگ عالم بالحدیث تو ہوتے ہیں مگر عالم بالسنۃ نہیں ہوتے۔

امام اعظمؒ نے فرمایا کہ میں نے امام مالک سے زیادہ جلد صحیح جواب دینے والا اور اچھی پرکھ والا نہیں دیکھا، امام شافعی نے فرمایا کہ امام مالک بعد تابعین کے خدا کی حجت تھے اس کی مخلوق پر۔ (تہذیب ص ۸ ج ۱۰)

امام بخاری سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ صحیح سند کونسی ہے تو فرمایا مالک عن نافع عن ابن عمر (تہذیب ص ۶ ج ۱۰) پہلے بتلایا جاچکا ہے کہ امام اعظم سے بھی یہ اصح الاسانید مروی ہے اگرچہ امام بخاری وغیرہ نے اس کو نہیں بتلایا۔

امام یحییٰ القطان اور امام یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ امام مالک امیر المومنین فی الحدیث ہیں، اسحٰق بن ابراہیم کہتے تھے کہ جب ثوری، مالک اور اوزاعی ایک امر پر متفق ہو جائیں تو وہی سنت ہے اگر چہ اس میں نص صریح نہ ہو، امام احمد فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ امام مالک سے بغض رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ بدعتی ہے، مصعب الزبیری کا قول ہے کہ امام مالک ثقہ، مامون، ثبت، عالم فقیہ حجت ورع ہیں، ابن عیینہ اور عبدالرزاق کا قول ہے کہ حدیث ابوہریرہ کے مصداق اپنے زمانہ میں امام مالک ہیں۔

تالیفات: امام مالک کی مشہور و مقبول ترین کتاب تو موطا ہی ہے، لیکن اس کے سوا ان کے بہت سے رسائل ہیں جن کی تفصیل مقدمہ اوجز المسالک میں حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے کی ہے، ابن الھیاب نے ذکر کیا کہ امام مالک نے ایک لاکھ احادیث روایت کی تھیں، ان میں سے دس ہزار منتخب کر کے موطاً میں درج کیں پھر برابر ان کو کتاب وسنت اور آثار واخبار صحابہ پر پیش کرتے رہے یہاں تک کہ وہ کم ہو کر پانچسو ۵۰۰ رہ گئیں، علامہ کیا الہراسی نے اپنی تعلیق اصول میں کہا موطا مالک میں ۹ ہزار احادیث تھیں پھر کم ہوتے ہوتے سات سو ۷۰۰ رہ گئیں، علامہ ابوبکر ابہری نے کہا کہ موطا میں کل آثار نبی اکرم ﷺ اور صحابہ وتابعین کے ایک ہزار سات سو بیس ۱۷۲۰ ہیں جن میں مسند ۶ سو ہیں، محدث ابونعیم نے حلیہ میں لکھا کہ ابوخلید نے کہا میں امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا، موطاً چار روز میں پڑھا امام مالک نے فرمایا وہ علم جس کو ایک شیخ نے ساٹھ سال میں جمع کیا تھا تم نے اس کو چار دن میں حاصل کر لیا، تم لوگ کبھی فقیہ نہ بن سکو گے امام مالک سے ان کے زمانہ میں ہی تقریباً ایک ہزار لوگوں نے موطا کو سن کر جمع کیا تھا اور فقہاء، محدثین، صوفیا، امراء اور خلفاء نے تبرکاً بھی آپ سے موطاً کی سند حاصل کی، موطاً کا سب سے مشہور نسخہ مصمودی اندلسی کا ہے اور فقہ وحدیث وآثار کی جمع وترتیب کے اعتبار سے امام محمد کا موطاً سب سے زیادہ اہم واعظم ہے، موطاً امام مالک کی شروح بڑی کثرت سے لکھی گئیں، ان کی تفصیل شیخ الحدیث نے مقدمہ اوجز میں کی ہے۔

بعض اقوال وکلمات امام مالک

امام مالکؒ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے جو علم وحکمت سے پر اور ایک حدیث نبوی کا مضمون ادا کرتا ہے۔

(وخیر امور الدین ما کان سنۃ　　وشر الامور المحدثات البدائع

یعنی دین کا بہتر کام وہ ہے جو طریقہ رسول اکرم ﷺ کے مطابق ہو اور بدترین وہ ہے جو سنت کے خلاف اور نئی نئی بدعتیں تراش لی جائیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ علم کثرت روایت کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں ڈال دیتا ہے، امام اعظم پر قلت روایت کا طعن کرنے والے ذرا اسی مقولہ امام مالک پر غور کریں۔

ایک دفعہ کسی نے طلب علم کے بارے میں کچھ پوچھا، فرمایا طلب علم اچھی چیز ہے مگر انسان کو زیادہ اس امر کا خیال کرنا چاہئے کہ صبح سے شام تک جو امور واجبہ ہیں، ان پر مضبوطی سے اور استقلال کے ساتھ عمل کتنا کیا ہے، ایک مرتبہ فرمایا کہ عالم کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ علمی مسائل کو ایسے لوگوں کے سامنے بیان کرے جو ان کو سمجھنے سے قاصر ہوں کیونکہ اس سے علم کی اہانت وذلت ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص ۶ ماہ کی مسافت طے کر کے امام مالک کی خدمت میں پہنچا اور ایک مسئلہ دریافت کیا، آپ نے بے تکلف فرمادیا کہ مجھے اسکا جواب اچھی طرح معلوم نہیں وہ حیران ہو کر کہنے لگا کہ اچھا! میں اپنے شہر والوں سے کیا کہوں؟ فرمایا! کہہ دینا کہ مالک نے اپنی لاعلمی کا اقرار کیا ہے۔

ایک دفعہ فرمایا کہ بے کار اور غلط باتوں کے پاس پھٹکنا بربادی ہے، غلط بات زبان پر لانا سچائی سے دوری کی بنیاد ہے، اگر انسان کا دین بگڑنے لگے تو دنیا کتنی بھی زیادہ ہو بیکار ہے، یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ علم ائندہ اور گھٹے گا بڑھے گا نہیں اور ہمیشہ نزول کتب سماویہ اور بعثت انبیاء علیہم السلام کے بعد گھٹا ہی کرتا ہے

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو وزیر جعفر برمکی کو آپ کے پاس بھیجا کہ سلام پہنچائے اور خواہش کی کہ موطا لاکر مجھے سنادیں آپ نے فرمایا کہ خلیفہ سے بعد سلام کہہ دینا کہ علم کسی کے پاس نہیں جاتا بلکہ لوگ اسی کے پاس آتے ہیں، جعفر نے پیغام پہنچادیا پھر امام مالکؒ بھی خلیفہ سے ملے تو خلیفہ نے شکایت کی کہ آپ نے میرا حکم رد کردیا، امام مالک نے اول تو سند کے ساتھ روایت سنائی کے زید فرماتے ہیں نزول وحی کے وقت سرکار دوعالم ﷺ کا زانوئے مبارک میرے زانو پر تھا، صرف کلمہ غیر اولی الضرر نازل ہوا تاکہ اس کے وزن سے میرا زانو چور چور ہوجانے کے قریب ہوگیا تھا، پھر فرمایا کہ علوم نبوت پچاس ہزار سال کی مسافت سے ہم تک پہنچے ہیں ہمیں بھی ان کی تعظیم وتوقیر کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت وبادشاہت دی ہے، اگر آپ ہی ان علوم کی قدر نہ کریں گے تو خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عزت برباد نہ کردے، یہ سن کر خلیفہ اٹھا اور موطاً سننے کے لئے امام کے ساتھ ہوگیا، یہ بھی ایک روایت ہے کہ اس موقعہ پر خلیفہ نے اپنے صاحبزادوں کو بھی ساتھ لیا تاکہ وہ بھی موطا سنیں، امام مالک نے اس کو اپنی مسند پر بٹھایا لیکن جس وقت موطأ پڑھنے کا وقت آیا تو خلیفہ نے کہا کہ آپ ہی مجھے پڑھ کر سنایئے، امام نے فرمایا کہ میں خود پڑھ کر سنانا چھوڑ چکا ہوں، دوسرے پڑھتے ہیں اور میں سنتا ہوں خلیفہ نے کہا اچھا! میں خود سنتا ہوں مگر اور سب لوگوں کو آپ باہر کردیجئے! فرمایا کہ علم کی خاصیت یہ ہے کہ اگر خاص لوگوں کی رعایت سے عام لوگوں کو محروم کیا جائے تو پھر خواص کو بھی اس سے نفع نہیں ہوتا، اس کے بعد آپ نے معن بن عیسیٰ کو حکم دیا کہ وہ قرأت کریں اور جب قرأت شروع ہوئی تو امام صاحب نے فرمایا کے اے امیر المومنین! اس شہر میں اہل علم کا یہ دستور ہے کہ وہ علم کے لئے تواضع کرنا پسند کرتے ہیں، خلیفہ ہارون رشید یہ سن کر مسند سے اتر کر سامنے آبیٹھا اور موطأ سننے لگا۔

امام مالک کا ابتلاء ۱۴۶ھ

والی مدینہ جعفر بن سلیمان سے کسی نے شکایت کردی کہ امام مالک آپ لوگوں کی بیعت کو صحیح نہیں سمجھتے تو اس پر جعفر کو سخت غصہ آیا اور امام مالک کو بلوا کر کوڑے لگوائے، ان کو کھینچا گیا اور دونوں ہاتھ کھنچوا کر مونڈھے اتروا دیئے، ان سب باتوں سے امام صاحب کی عزت و وقعت بہت بڑھ گئی اور شہرت دور دراز تک پہنچ گئی، بعض کہتے ہیں کہ تقدیم عثمان، علی پر وجہ ابتلا ہوئی، بعض نے طلاق مکرہ کا مسئلہ بیان کیا کہ امام صاحب اس کو درست نہ کہتے تھے۔

یہ ابتلاء غالباً ۱۴۶ھ کا ہے اس کے بعد جب خلیفہ منصور حج کے لئے حرمین حاضر ہوا تو امام مالکؒ کا قصاص جعفر بن سلیمان سے لینا چاہا، یعنی سزا دینی چاہی مگر امام مالکؒ نے روک دیا اور فرمایا خدا کی پناہ! ایسا نہیں ہوسکتا، واللہ! جب بھی مجھ پر کوڑا پڑتا تو میں اس کو اسی وقت حلال و جائز کردیتا تھا بسبب جعفر کی قرابت رسول اکرم ﷺ کے، دراوردی کہتے ہیں کہ میں اس وقت موجود تھا جب کوڑے مارے جاتے تھے تو امام صاحب فرماتے تھے، اے اللہ! ان کو بخش دے وہ مجھے نہیں جانتے، یہ بھی نقل ہے کہ جب آپ کوڑوں کی ضرب سے بیہوش ہوگئے اور گھر پر لائے گئے تو ہوش میں آتے ہی فرمایا کہ تم سب گواہ رہو کہ میں نے اپنے مارنے والے کو معاف کردیا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ الی الابد۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

ولادت ۱۵۰ھ، وفات ۲۰۴ھ عمر ۵۴ سال

اسم ونسب

ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع، قریشی، آں حضرت ﷺ کے جد اعلیٰ عبد مناف میں آپ کا نسب مل جاتا ہے، بیت المقدس سے دو مرحلہ پر ایک مقام غزہ یا عسقلان میں آپ کی ولادت ہوئی، دو سال کی عمر میں آپ کے والدین آپ کے ساتھ مکہ معظمہ

آ گئے تھے نہایت تنگدستی میں آپ کی پرورش ہوئی یہاں تک کہ علمی یاداشتوں کے لئے کاغذ میسر نہ ہوتا تو ہڈیوں پر لکھ لیتے تھے۔

تحصیل علم

آپ کی ابتدائی عمر ادب، تاریخ وشعر وغیرہ کی تحصیل میں گذری، ایک مرتبہ منیٰ میں تھے کہ پشت کی طرف سے آواز سنی علیک بالفقہ یعنی فقہ سیکھو، اس کے علاوہ مسلم بن خالد زنجی نے بھی آپ کی فہم وذکاوت اور حسن استعداد کا اندازہ کر کے ترغیب دی کہ علم فقہ حاصل کریں چنانچہ اولاً ان ہی کی شاگردی اختیار کی، پھر امام مالک کی خدمت میں پہنچے اس وقت موطأ حفظ کر چکے تھے اور عمر صرف ۱۳ سال تھی، امام مالک کے سامنے موطأ کی قرأت زبانی کی، امام مالک کو تعجب ہوا اور قرأت پسند کی اور فرمایا، تم تقویٰ کو اپنا شعار بنانا، ایک زمانہ آئیگا کہ تم بڑے شخص ہوگے، یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل میں ایک نور ودیعت کیا ہے، معصیت سے اس کو ضائع نہ کرنا، امام شافعی امام مالک کے پاس صرف آٹھ ماہ رہے جیسا کہ تانیب ص ۱۸۲ میں ہے۔

امام محمد وامام شافعی کا تلمذ امام مالک سے

امام محمد (استاد امام شافعی) امام مالک کی خدمت میں تین سال سے زیادہ رہے، اسی لئے قاضی ابو عاصم محمد بن احمد عامری نے اپنی مبسوط میں (جو مبسوط سرخسی کی طرح تیس جلدوں میں ہے، یہ عامری شیوخ سرخسی کے طبقہ میں تھے) لکھا ہے کہ ایک دفعہ امام شافعی نے امام محمد سے سوال کیا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک میں سے آپ کے نزدیک کون زیادہ اعلم ہے؟ فرمایا امام محمد نے کہا کس اعتبار سے؟ کہا علم کتاب اللہ کے اعتبار سے فرمایا، ابوحنیفہ، پھر پوچھا علم سنت کے اعتبار سے؟ فرمایا امام ابوحنیفہ معانی حدیث کے زیادہ عالم تھے اور امام مالک الفاظ حدیث کی بصیرت زیادہ رکھتے تھے، پوچھا اقوال صحابہ کا علم کس کے پاس زیادہ تھا؟ تو اس پر امام محمد نے دکھلانے کے لئے امام اعظم کی کتاب ''اختلاف الصحابہ'' طلب کی الخ (پورا واقعہ حسب روایت عامری)، واقعہ بظاہر صحیح یہی ہے کہ جس کو الٹ پلٹ کر اور مسخ وتحریف کر کے جھوٹے رواۃ کی روایت سے خطیب وغیرہ نے کچھ سے کچھ کر دیا جو روایت ودرایت کی رو سے مغالطہ آمیزی کا اعلیٰ شاہکار ہے، علامہ کوثری نے تانیب، بلوغ الامانی اور احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الخلق میں ان غلط روایات کی پوری طرح تردید کردی ہے، امام محمد رحمہ اللہ کے حالات میں ہم بھی کچھ بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

امام شافعی کا پہلا سفر عراق

امام شافعی مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں محدث شہیر سفیان بن عیینہ (تلمیذ امام اعظم فی الحدیث) سے حدیث حاصل کی، اس کے بعد یمن چلے گئے اور وہاں فکر معاش کی وجہ سے علمی مشاغل سے ہٹ کر بعض ولاۃ وحکام کے یہاں کچھ کام انجام دے کر روزی حاصل کرتے رہے، علامہ ابن عماد حنبلی حافظ ابن عبدالبر سے امام شافعی کے تذکرہ میں نقل کرتے ہیں کہ امام شافعی وہاں سے علوی خاندان کے نو اشخاص کے ساتھ گرفتار ہو کر بغداد آئے، ہارون رشید اس وقت رقہ میں تھا، اس لئے یہ لوگ بغداد سے رقہ آئے اور خلیفہ کے سامنے پیش ہوئے، وہاں رقہ کے قاضی امام محمد موجود تھے جو امام شافعی کے محب تھے، جب ان کو معلوم ہوا کہ امام شافعی ہارون رشید کی خلافت پر طعن کرنے کے الزام میں گرفتار ہو کر آئے ہیں تو وہ بہت بے چین ہوئے اور امام شافعی کو بچانے کی فکر میں لگے رہے، پیشی کے بعد اور لوگ تو قتل کر دیئے گئے ایک علوی نوجوان اور امام شافعی بچ گئے، اس نوجوان نے الزام سے برأت ظاہر کی مگر مسموع نہ ہوئی وہ بھی قتل کر دیا گیا، پھر خلیفہ نے امام شافعی سے سوالات کئے اور اس وقت امام محمد بھی دربار میں پہنچ گئے تھے، امام شافعی نے کہا میں تو علوی ہی نہیں ہوں زبردستی ان لوگوں کے

ساتھ گرفتار کر کے لایا گیا ہوں، میں بنی عبد المطلب سے ہوں اور اسی کے ساتھ کچھ علم سے بھی تعلق ہے، آپ کے یہ قاضی صاحب بھی ان سب باتوں سے واقف ہیں، ہارون رشید نے کہا اچھا آپ محمد بن ادریس ہیں؟ امام نے کہا جی ہاں؟ پھر خلیفہ نے امام محمد سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ کیا واقعی اسی طرح ہے جس طرح یہ کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا بیشک ایسا ہی ہے اور علم میں ان کا پایہ بہت بلند ہے جو شکایت ان کی کی گئی ہے وہ ان کی شان سے بعید ہے، خلیفہ نے کہا اچھا تو آپ ان کو اپنے ساتھ لے جایئے! میں ان کے معاملہ میں غور کروں گا۔

''خود امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام محمد مجھ کو اپنے ساتھ لے گئے اور اس طرح وہی میری گلوخلاصی کا سبب ہوئے، گویا امام محمد کا یہ سب سے پہلا اور بڑا احسان نہ صرف امام شافعی پر بلکہ ان کے سارے متبعین الیٰ یوم القیامۃ پر ہے کہ امام شافعی کی جان بچائی۔

رحلت مکذوبہ امام شافعی

مگر افسوس ہے کہ متبعین میں آبری اور محدث بیہقی وغیرہ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے اس احسان عظیم کی مکافات میں ایک رحلۃ مکذوبہ اپنی کتابوں میں نقل کی پھر امام رازی نے بھی مناقب شافعی میں اس کو نقل کر کے اور آگے چلتا کیا اور آج تک اس کو نقل کرنے والے اور بہت سے غیر محقق مزاج ہو گئے ہیں۔

تحقیق حافظ ابن حجر

چنانچہ حافظ ابن حجر نے توالی التأسیس بمعالی ابن ادریس ص ۱۷ میں لکھا کہ اس رحلۃ مکذوبہ کو آبری اور بیہقی وغیرہ نے مطول ومختصر نقل کیا اور امام رازی نے بھی اسی کو چلتا کر دیا، حالانکہ اس کی کوئی معتمد سند نہیں ہے اور وہ جھوٹی ہے اکثر حصہ اس کا موضوع اور کچھ حصے دوسری روایات کے ٹکڑے جمع کر کے جوڑ دیئے گئے ہیں، اور سب سے زیادہ واضح جھوٹ اس میں یہ ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد نے ہارون رشید کو امام شافعی کے قتل پر آمادہ کیا اور اس کا بطلان دو وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ امام شافعی جس وقت بغداد آئے تو اس وقت امام ابو یوسف موجود ہی نہ تھے کیونکہ ان کا انتقال ۱۸۲ھ میں ہو چکا تھا، اور امام شافعی پہلی بار ۱۸۴ھ میں اس سے دو سال بعد وہاں پہنچے ہیں، دوسرے یہ کہ وہ دونوں اس امر سے بہت برگزیدہ تھے کہ کسی بے گناہ مسلمان کے قتل کے لئے سعی کریں، ان کا منصب عالی اور جلالت قدر اور جو کچھ ان کے دین وتقویٰ کے بارے میں مشہور ہے وہ ایسے امور کے قطعاً منافی ہے۔

امام شافعی کا امام محمد سے تعلق وتلمذ

امام شافعی کی ملاقات اس موقع پر امام محمد سے ضرور ہوئی ہے اور وہ ان کو پہلے سے بھی حجاز سے جانتے تھے اور انہوں نے امام محمد سے علم حاصل کیا بلکہ ان کی خدمت میں رہ پڑے تھے، نیز حافظ ابن حجر نے ساجی کی ایک دوسری روایت کی بھی تردید کی اور کہا کہ یہ بھی بے سند بات ہے کیونکہ امام محمد نے امام شافعی کے ساتھ ہمیشہ لطف ومحبت اور مساعدت کا معاملہ کیا ہے اور اسی لئے امام شافعی سے بھی ائمہ میں سے کسی امام کے حق میں اتنی ثناء ومدح منقول نہیں ہے جس قدر امام محمد کے بارے میں ہے (واقعی وہ ایسی تعریف کے مستحق بھی تھے) اور یہ خود بڑی تکذیب جھوٹ گھڑنے والوں کیلئے ہے جس کی تردید نہیں کی جاسکتی۔

معذرت

راقم الحروف معذرت خواہ ہے کہ ایسے امور کے بیان میں خاص طور سے اطناب وطویل کو ترجیح دی ہے جس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اردو میں ان بزرگوں کے حالات لکھنے والے ہمارے حنفی علماء نے بھی ضرورت سے زیادہ اختصار سے کام لیا ہے اور ایسے اہم واقعات کا

ذکر تک نہیں کیا، ان کی تنقیح، تصحیح وغیرہ تو کیا کرتے اسی لئے ہمارے اکابر کا صحیح اور کامل تعارف بہت کم سامنے آیا اور دوسری طرف حاسدین و معاندین برابر ایسی ہی بے سند جھوٹی باتوں کا پروپیگنڈا کر کے عوام و خواص کو اکابر احناف سے بدظن کرتے رہے، ہمارا مطمح نظر یہ ہے کہ صحیح واقعات و حالات کے تمام گوشے یک جا ہو کر ضرور سامنے ہو جائیں، وبیدہ التوفیق۔ خدا تعالیٰ جزائے خیر دے، علامہ کوثری کو کہ ان کی وجہ سے ہمیں ایسے تاریخی حقائق کے بیان میں بڑی مدد مل جاتی ہے۔

حاسدین و معاندین کے کارنامے

رحلۃ مکذوبہ مذکورہ بالا کے ساتھ دونوں مذہب کے بدخواہوں نے اختلاف و تعصب کو ہوا دینے کے لئے دوسری حاشیہ آرائیاں بھی کیں، مثلاً کہا گیا کہ امام ابو یوسف اور امام محمد امام شافعی پر حسد کرتے تھے حالانکہ امام شافعی اس زمانہ میں طالب علم کی حیثیت میں تھے اس وقت ان میں کوئی خاص فضل و امتیاز قابل حسد نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ امام شافعی نے جو موطا امام مالک سے روایت کیا تھا اس کا تداول بھی اور موطاؤں کی طرح نہ ہوا، کیونکہ وہ ان کی ابتدائی دور کی چیز تھی اور وہ مدینہ سے مکہ ہو کر یمن چلے گئے تھے، جہاں عرصہ تک وہ علمی زندگی سے الگ رہے۔

دوسرے اگر امام شافعی اس وقت بھی محسود ہو گئے تھے تو وہ اپنے حاسد امام محمد ہی کا کیوں دامن پکڑتے ان سے ہی علم حاصل کرتے باقاعدہ تلمیذ بنتے اور اپنی کتابوں میں بھی ان سے روایت کرتے اور ہمیشہ بقول حافظ ابن حجر مکی ان کی تعریف بھی سب سے زیادہ کرتے، امام محمد کی خدمت میں رہنے کے زمانہ میں امام شافعی اس طرح رہتے تھے کہ راحۃ القلوب میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء نے حضرت زبدۃ العافرین خواجہ فرید الدین گنج کا قول ذکر کیا ہے کہ امام اعظم کی تو شان ہی بہت بلند ہے ان کے شاگرد امام محمد کا وہ درجہ تھا کہ جب وہ سوار ہو کر کہیں جاتے تھے تو امام شافعی ان کی رکاب کے ساتھ پیدل چلتے تھے اور فرمایا کہ اسی سے دونوں مذاہب میں فرق کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے، انتہی ملخصاً۔ (حدائق الحنفیہ ص ۱۰۴)

پھر یہ بھی ہر دوست دشمن امام محمد کے حالات پڑھ کر جانتا ہے کہ اہل علم میں سے وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے والے تھے چنانچہ طالبی کے امان کا مشہور واقعہ اس کے لئے کافی ہے کہ خلیفہ ہارون رشید کے وفور جذبات غیظ و غضب کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے امام محمد نے اس کے امان کی آخر تک تائید کی جب کہ دوسرے علماء نے مداہنت کی، یہ واقعہ امام محمد کے حالات میں لکھا جائے گا، علامہ کوثری نے اس موقعہ پر لکھا ہے کہ محدث بیہقی کا تعصب تو معرفۃ السنن سے بھی معلوم تھا کہ امام طحاوی پر بے بنیاد الزامات لگائے گئے بلکہ اپنے معائب ان کی طرف منسوب کئے مگر یہ خیال نہ تھا کہ وہ جھوٹے واقعات بلوی ایسے کذاب راویوں سے امام ابو یوسف و امام محمد ایسے جلیل القدر ائمہ پر بھی نقل کر دینگے، اور اس امر کی بھی پرواہ نہ کریں گے کہ صحیح تاریخ کی روشنی میں اس قسم کا جھوٹ پیروں پر نہ چل سکے گا تو کتنی فضیحت ہوگی، چنانچہ بیہقی پر اعتماد کر کے امام الحرمین جوینی، ابو حامد طوسی اور فخر الدین رازی جیسے حضرات بھی دھوکہ میں پڑ گئے جو خود تنقیح و تمحیص روایات نہ کر سکتے تھے اور ان واقعات کو صحیح سمجھ کر نہ صرف ان حضرات نے ان کو نقل کیا بلکہ دوسرے معاملات میں بھی جذبات غضب سے مجبور ہو کر بے انصافی پر اتر آئے جو ان کی شان کے مناسب نہ تھی، ملاحظہ ہو امام الحرمین کی مشہور کتاب "مغیث الخلق" جس کا جواب علامہ کوثری نے "احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الخلق" لکھا اور سبط ابن الجوزی نے الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح" لکھی۔ ارادہ ہے کہ ان مفید و نادر کتابوں کے تراجم "ادارہ ناشر العلوم" سے شائع کئے جائیں گے۔ وما توفیقنا الا باللہ العلی العظیم۔

غرض امام شافعی کی طرف منسوب ایک رحلۃ مکذوبہ تو یہ تھی جس کی تردید حافظ ابن حجر سے آپ پڑھ چکے ہیں اور ان سے پہلے علامہ ابن تیمیہ نے منہاج میں اور ان سے پہلے مسعود بن شیبہ نے کتاب التعلیم میں بھی تردید کی تھی کیونکہ بلوی مشہور کذاب تھا۔

دوسری رحلت مکذوبہ

دوسری رحلۃ مکذوبہ ہندومصر میں حاسدین ومعاندین احناف کی سعی سے مسند شافعی کے ساتھ شائع کی گئی بلکہ اس کو دلچسپ قصہ کے طور پر مرتب کر کے الگ بھی خوب شائع کیا گیا اور بلا وجہ علامہ سیوطی وشعرانی کی طرف بھی اس کو منسوب کر دیا گیا تا کہ زیادہ رواج ہو اور طبع مصر میں تو یہ بھی کہہ دیا گیا کہ امام شافعی کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی یہ رحلت دستیاب ہوئی ہے، بعض لوگوں نے یہ بھی دعوی کر دیا کہ امام شافعی ۱۶۴ھ میں مدینہ سے عراق چلے گئے تھے تا کہ امام ابو یوسف وامام محمد دونوں سے ملاقات ثابت ہو جائے اور پہلی سب اکذوبات صحیح سمجھی جائیں، یہ بھی نقل کیا گیا کہ اس بنا امام شافعی نے ان دونوں سے مناظرے کئے اور امام محمد کی چوری سے ان کے خاص کتب خانہ سے امام اعظم کی کتاب الاوسط لے کر ایک رات میں ساری حفظ کر لی اور پھر امام محمد اس سے کوئی چیز نقل کرتے تو اس کی تغلیط بھی کرنے لگے اور امام محمد اپنی کتابیں امام شافعی کو دینے میں بھی بخل کرنے لگے، پھر امام شافعی بلاد فارس گئے، بعض لوگوں نے لکھا کہ امام شافعی ۱۷۱ھ میں وہاں سے واپس ہو کر پھر بغداد آئے اور کتاب الزعفرانی تالیف کی، حالانکہ اس وقت زعفرانی کی ولادت بھی نہ ہوئی تھی، چہ جائیکہ اس کے نام پر امام شافعی کتاب لکھتے۔ وغیرہ وغیرہ۔

غرض یہ سب واقعات بے بنیاد اور خود حافظ ابن حجر کی تصریح سے کہ امام شافعی ۱۸۴ھ سے پہلے بغداد پہنچے ہی نہیں، یہ سارے اکذوبات حرف غلط کی طرح ختم ہو جاتے ہیں۔ (بلوغ الامانی ص ۲۸ تا ص ۳۵)

افسوس ہے کہ ہمارے بعض محترم معاصرین نے بھی امام شافعی کے تذکرہ میں مدینہ طیبہ کے بعد عراق کے سفر کا ذکر بے تحقیق کر دیا ہے اور پھر اس چیز کا بھی ذکر تک نہیں کیا کہ عراق پہنچ کر امام شافعی نے امام محمد کے پاس برسوں رہ کر وہ علوم حاصل کئے جن سے وہ امام مجتہد بنے کیونکہ ان کی ساری ممتاز علمی زندگی کا دور امام محمد کی خدمت میں رہنے کے بعد ہی سے شروع ہوتا ہے ۱۸۴ھ سے قبل کی زندگی علمی اعتبار سے قابل ذکر نہیں ہے۔

امام شافعی امام محمد کی خدمت میں

غرض امام شافعی اس الزام سے بری ہو کر جس میں گرفتار ہو کر یمن سے بغداد آئے تھے، امام محمد ہی کی خدمت میں رہ کر علم فقہ وغیرہ کی تحصیل کرتے رہے، تقریباً ساٹھ دینار صرف کر کے امام محمد کی تصنیفات نقل کرائیں اور خود بھی نقل کی ہوں گی، امام محمد سے ایک بختی اونٹ کی بوجھ کے برابر کتابوں کا علم حاصل کیا جو امام شافعی نے ان سے تنہا پڑھیں یعنی دوسرے تلامذہ کے ساتھ جو کچھ علم حاصل کیا وہ اس کے سوا ہے اور اس کے بعد ان کی قدر ومنزلت بڑھنی شروع ہوگئی۔

امام محمد کی خصوصی توجہات

امام شافعی نے ابتداء میں جب کتابیں نقل کرا رہے تھے اور ایک دفعہ کتابیں دینے میں امام محمد صاحبؒ نے کچھ دیر کی تو امام محمد کو چار شعر لکھ کر بھیجے، جن کا مفہوم یہ تھا کہ اس شخص کو جس کو دیکھنے والوں نے اس کا مثل نہیں دیکھا اور جس نے اس کو دیکھا اس نے گویا اس سے پہلے کے (استاذ وامام) کو بھی دیکھ لیا، میرا پیغام پہنچاؤ کہ علم اہل علم کو اس امر سے روکتا ہے کہ وہ مستحقین علم سے روکا جائے کیونکہ امید بھی ہے کہ وہ مستحق علم بھی آگے کے مستحق علم ہی کو مستفید کرے گا۔

ابن جوزی نے منتظم میں نقل کیا کہ امام محمد ان اشعار کو پڑھ کر اتنے مسرور ومتاثر ہوئے کہ مطلوبہ کتابیں عاریتاً نہیں بلکہ فوراً ہی بطور ہدیہ امام شافعی کے پاس بھیج دیں، اس واقعہ کو مع ابیات کے ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں اور صیمری وغیرہ نے بھی مع سند کے نقل کیا ہے اس سے اندازہ کیا جائے کہ امام شافعی جیسے جلیل القدر امام بطور خوشامد جھوٹی تعریف تو نہیں کر سکتے تھے اور وہ امام محمد سے پہلے امام مالک، امام وکیع،

سفیان بن عیینہ جیسے جبال علم حدیث وفقہ کو دیکھ چکے تھے پھر بھی اعتراف کیا کہ انہوں نے امام محمد جیسا نہیں دیکھا اور امام محمد ہی کے علم وفضل سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے فضل وامتیاز کا بھی اندازہ لگالیا اور برملا اس کا اعتراف بھی کرلیا، یہ خودان کی بڑائی وبرتری کی بھی بڑی شہادت ہے **وهكذا يكون شان اهل العلم والتقى، يرحمهم الله جميعا و جعلنا معهم يوم لا ينفع مال ولا بنون الا من اتى الله بقلب سليم۔**

یہ امام شافعی کا قلب سلیم ہی تھا جس کی ہم نوائی ان کی زبان وقلم نے بھی کی پھر ان کے ہی متبعین میں وہ لوگ ہوئے جنھوں نے اپنے امام کے اساتذہ واماموں کے ساتھ غیر منصفانہ رویہ جائز رکھا، یوں بھی امام شافعی کی عملی زندگی اس کی گواہ ہے کہ ان کے دل میں امام اعظم کی بے حد قدر ومنزلت تھی خود فرمایا کرتے تھے کہ میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر روزانہ حاضر ہوتا ہوں اور جب بھی مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو نفل پڑھ کر امام صاحب کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور وہاں خدا سے اپنی حاجت مانگتا ہوں جس سے بہت جلد میری ضرورت پوری ہوجاتی ہے۔ (موفق ص ۱۹۹ ج ۲)

مالی امداد

حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ کبیر میں ابوعبید سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام شافعی کو دیکھا کہ امام محمدؒ نے ان کو پچاس اشرفیاں دیں اور اس سے پہلے پچاس روپے اور دے چکے تھے اور کہا کہ اگر آپ علم حاصل کرنا چاہیں تو میرے ساتھ رہئیے؟ یہ بھی فرمایا کہ اس رقم کو لینے میں آپ کو کوئی تکلف وتامل نہ کریں جس پر امام شافعی نے کہا اگر آپ میرے نزدیک ان لوگوں میں سے ہوتے جن سے مجھے تکلف برتنا چاہیئے تو یقیناً آپ کی امداد قبول نہ کرتا، اس سے امام شافعی نے اپنے خاص تعلق ویگانگت کا بھی اظہار فرمادیا۔

امام شافعی کا حسن اعتراف

امام شافعی نے یہ بھی فرمایا کہ علم اوراسباب دنیوی کے اعتبار سے مجھ پر کسی کا بھی اتنا بڑا احسان نہیں ہے جس قدر امام محمد کا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ امام محمد اکثر اوقات ان کا خیال رکھتے تھے، ابن سماعہ کا بیان ہے کہ امام محمد نے امام شافعی کے لئے کئی بار اپنے اصحاب سے ایک ایک لاکھ روپے جمع کردیئے۔

امام مزنی سے منقول ہے کہ امام شافعی فرماتے تھے، ایک دفعہ عراق میں قرضہ کی وجہ سے میں محبوس ہوگیا امام محمد کو معلوم ہوا تو مجھے چھڑا لیا، اسی لئے میں ان کا سب سے زیادہ شکرگذار ہوں۔ (کردری ص ۱۵۰ ج ۲)

امام شافعی فرماتے تھے کہ میں نے امام محمد سے زیادہ کسی کو کتاب اللہ کا عالم نہیں دیکھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان پر ہی اتری ہے ایک دفعہ فرمایا کہ امام محمد کی کتابیں نقل کرانے پر میں نے ساٹھ اشرفیاں صرف کیں پھر غور وتدبر کیا تو ان کے لکھے ہوئے ہر مسئلہ کے ساتھ ایک ایک حدیث رکھی یعنی اقوال ومسائل کو مطابق احادیث نبویہ پایا۔

امام محمد کی مزید توجہات

ابن ابی حاتم نے یہ بھی نقل کیا کہ امام شافعی نے فرمایا کہ میں امام محمد کی خدمت میں رہ پڑا ان کی کتابیں نقل کیں اور ان حضرات کے اقوال ونظریات پر مطلع ہوا اور جب امام محمد مجلس سے چلے جاتے تھے تو میں ان کے اصحاب سے بحث ومباحثہ بھی کرتا تھا...... امام محمد نے ایک روز فرمایا کہ میں نے سنا تم میرے اصحاب سے بحث مباحثہ کرتے ہو آؤ آج میرے ساتھ بھی شاہد یمین کے مسئلہ پر بحث کرو، مجھے ادب مانع ہوا، انکار کیا تو بڑے اصرار سے مجھے مجبور کیا اور میری بحث سن کر اس کو پسند کیا، مجھے داد دی اور اس کا ذکر ہارون رشید سے بھی کیا

خلیفہ نے بھی اس کو پسند کیا اور مجھے اپنے پاس آنے جانے کا موقعہ دیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد امام شافعی پر کس قدر شفقت فرماتے تھے اور مناظرہ ومباحثہ میں بھی ان کی رہنمائی وحوصلہ افزائی فرماتے تھے اور خلیفہ کے یہاں بھی ان کی قدر افزائی کی سعی فرمائی، ادھر امام شافعی کا فرط ادب سے بحث سے رکنا وغیرہ امور سے معلوم ہوسکتا ہے کہ جو قصے دوسرے طرز کے گھڑے گئے وہ درایت وروایت کے اعتبار سے کسی طرح بھی صحیح نہیں ہوسکتے، واللہ المستعان۔

علامہ صیمری نے ربیع سے یہ بھی روایت کی کہ امام شافعی نے فرمایا کہ بجز امام محمد کے جس سے بھی میں نے مسائل پوچھے اس نے جواب میں کچھ نہ کچھ ناگواری کے آثار ظاہر کئے، صرف امام محمد کو ہر موقعہ پر پوری طرح ہشاش بشاش پایا (انتقاء میں بھی اسی طرح ہے ص ۶۹)

خطیب نے امام شافعی کے ترجمہ میں (ص ۶۱ ج ۲) ایک روایت امام محمد وامام شافعی کے مناظرہ اور امام محمد کو ساکت کر دینا اور ہارون رشید کی طرف سے بھی تائید امام شافعی کی ابن جارود سے نقل کی ہے حالانکہ خود خطیب نے بھی ابن جارود کو ص ۳۴۷ ج ۲ میں کذاب کہا ہے۔

خطیب وحافظ کا ذکر خیر

لیکن خطیب کی عادت ہے کہ جب کوئی بات ان کے زعم کے موافق ہو تو اس کے جھوٹ ہونے پر تنبیہ کئے بغیر نقل کر دیا کرتے ہیں اس سے کچھ تعجب نہیں، تعجب تو قاضی ابو الطیب طبری سے ہے کہ انہوں نے بھی امام شافعی کی جلالت قدر بتلانے کے لئے خطیب جیسی روش اپنائی اور ان سے بھی زیادہ حیرت حافظ ابن حجر پر ہے کہ انہوں نے بھی مناقب شافعی میں اس حکایت مکذوبہ کو نقل کیا حالانکہ وہ یقیناً جانتے ہوں گے کہ یہ حکایت جھوٹی ہے اور بیہقی میں بھی خطیب کی طرح اپنی تائید کے لئے روایۃ اکاذیب سے احتراز نہیں کرتے، اس لئے یہ عذر بھی نہیں ہوسکتا کہ حافظ نے بیہقی کا اس معاملہ میں اتباع کیا ہو۔ (بلوغ الامانی ص ۲۶)

امام شافعی اور اصول فقہ

امام شافعی نے ابن مہدی کی فرمائش پر اصول فقہ "الرسالہ" کے نام سے تصنیف کی جس کی وجہ سے ان کو اصول فقہ کا موسس وبانی بھی کہا جاتا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ ان سے پہلے امام ابو یوسف اصول فقہ پر تصنیف کر چکے تھے اس لئے اصل موسس وبانی تو وہ تھے البتہ امام شافعی نے اصول فقہ شافعی پر سب سے پہلی تصنیف کی ہے۔

فقہ شافعی

فقہ میں امام شافعی کا خاص طریقہ یہ تھا کہ آپ صحیح احادیث کو لیتے اور حجت سمجھتے تھے ضعیف احادیث کو ترک کر دیتے تھے کسی اور مذہب وفقہ میں ایسا نہیں ہے چنانچہ فقہ حنفی میں بھی حدیث ضعیف قیاس کے مقابلہ میں حجت ہے لیکن دنیا کو پروپیگنڈے کے زور سے باور بھی کرایا گیا کہ احناف اہل رائے وقیاس ہیں حدیث مرسل بھی فقہ حنفی میں قیاس کے مقابلہ میں راجح ومقبول ہے جبکہ بعض دوسرے محدثین اس کو حجت نہیں مانتے، غرض احناف کی مظلومیت کی داستان اس قدر طویل ہے کہ شاید بخاری شریف کے آخری پارہ تک ہم اس پر کچھ نہ کچھ لکھتے ہی رہیں گے۔ (واللہ الموفق)

دوسرا سفر بغداد

امام شافعی دوسری بار امام محمد کی وفات سے ۶ سال بعد ۱۹۵ھ میں بھی بغداد آئے اور دو سال رہ کر پھر مکہ معظمہ واپس گئے، پھر تیسری بار ۱۹۸ھ میں بغداد آئے اور صرف ایک ماہ قیام کر کے مصر تشریف لے گئے اور وہیں ۲۰۴ھ میں وفات پائی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ الی ابد الآباد۔

صاحب مشکوۃ کا تعصب

صاحب مشکوۃ نے امام شافعی۔ کے اساتذہ میں امام محمد کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ پہلی مرتبہ ۱۸۴ھ میں ان کے بغداد آنے کا کوئی تذکرہ کیا شاید اس لئے کہ اس کے ساتھ امام محمد کی خدمت میں رہ کر تحصیل علم کے زمانہ کے حالات کا تذکرہ کرنا پڑتا حالانکہ حافظ ابن حجر وغیرہ سب ہی نے ان باتوں کو پوری فراخدلی کے ساتھ تسلیم کیا ہے، دوسری طرف وہ لوگ ہیں کہ امام ابو یوسف وامام محمد سے مناظرے اور عناد وعداوت ثابت کرنے کے لئے انہوں نے ۱۶۴ھ میں پھر ۱۷۱ھ میں بھی امام شافعی کا بغداد پہنچنا ثابت کرنے کی سعی کی ہمارے بعض معاصرین نے بھی غالباً صاحب مشکوۃ وغیرہ کی اتباع میں صرف ۱۹۵ھ اور ۱۹۸ھ کے سفر بغداد کا ذکر کر کے اپنا فرض سوانح نگاری پورا کر دیا اور صحیح حالات کی تحقیق وجستجو کی تکلیف نہ فرمائی۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم کہ با من آنچہ کرد آں آشنا کرد

صاحب مشکوۃ نے امام شافعی کی منقبت میں ایک جملہ یہ بھی فرمایا کہ ان کے علوم ومفاخر اس قدر جمع ہو گئے تھے جو نہ ان سے پہلے کسی امام کے لئے جمع ہوئے نہ ان کے بعد ہوئے اور ان کا ذکر بھی اتنا پھیلا کہ کسی کا نہیں پھیلا تھا، عام طور سے تعریف کے موقعہ پر کچھ افراط ہو جاتی ہے لیکن بڑے لوگوں کی شان یہ نہیں کہ وہ بھی افراط وتفریط کے راستہ پر چل پڑیں، ان کی شان کے مناسب تو زیادہ سے زیادہ احتیاط ہے۔

امام شافعی کا امام محمد سے خصوصی استفادہ

خفش بن حرب کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار امام شافعی کو امام محمد کی مجلس میں دور بیٹھے ہوئے دیکھا کہ غور سے امام محمد کی باتیں سن رہے تھے، یحییٰ بن عیاش کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کو دیکھا کہ امام محمد سے بعض مسائل دقیقہ کی شرح کرنے کے لئے عاجزانہ التماس کرتے تھے، اسحق بن ابراہیم نے کہا امام شافعی پہلے اصحاب حدیث کے مذہب پر تھے پھر جب امام محمد اور ان کے اصحاب کی صحبت میں آئے تو ان سے فقہی مذہب اختیار کیا۔

علی بن حسن رازی کا بیان ہے کہ ایک تقریب نکاح پر چند اصحاب اہل علم جمع ہوئے ان میں امام شافعی بھی تھے فقہ کے کچھ دقیق مسائل میں بحث ہونے لگی، سفیان بن سحبان نے امام شافعی کو سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ نہ سمجھ سکے تو اور زیادہ ادق مسائل میں مذاکرہ شروع کر دیا جس سے وہ اور زیادہ متحیر وپریشان ہوئے، امام محمد کو اس کی خبر ہوئی تو اپنے اصحاب سے فرمایا۔ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو اور آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا کہ وہ پریشان ہوں وہ ہمارے شریک مجلس ومصاحب ہیں، پھر بھی سفیان کہا کرتے تھے کہ اگر امام محمد امام شافعی سے خوش عقیدہ نہ ہوتے تو ہم ان سے اچھی طرح بحث ومباحثہ کرتے، یہ سفیان امام محمد کے اصحاب میں سے بہت ذکی، ذہین اور طباع تھے اور مزاج میں غالباً شوخی بھی تھی اس لئے امام شافعی کو معاصرانہ چشمک کے باعث ستاتے ہوں گے جس سے امام محمدؒ نے روکا۔

محمد بن شجاع نے کہا کہ ایک دن امام شافعی نے ایک مسئلہ کی تقریر بہت ہی اچھے دلنشیں انداز میں کی، پھر فرمایا کہ یہی طرز ہمارے شیخ و استاذ امام محمد کا ہے۔ (کردری ص ۱۵۱ ج ۲)

امام شافعی فرماتے تھے کہ میں نے امام محمد سے ایک بار شتر کی برابر کتابیں لکھیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو مجھے علم سے کوئی مناسبت پیدا نہ ہوتی سب لوگ علم میں اہل عراق کے دست نگر ہیں اہل عراق اہل کوفہ کے دست نگر ہیں اور اہل کوفہ امام ابو حنیفہ کے۔ (کردری ص ۱۵۴)

امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے دس سال امام محمد کی مجالست کی اور ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر ان کے افادات علمیہ لکھے وہ اگر اپنی عقل وفہم کے اندازہ سے ہمیں افادہ کرتے تو ہم ان کے علوم کو سمجھ بھی نہ سکتے تھے لیکن چونکہ وہ ہماری عقول وافہام کی رعایت سے سمجھاتے تھے اسی لئے ہم نے فائدہ اٹھایا (کردری ص ۱۵۵ ج ۲)

ایک دفعہ فرمایا کہ حلال وحرام کے مسائل اور ناسخ ومنسوخ احادیث کا سب سے بڑا عالم میں نے امام محمد کو پایا۔ (کردری ص ۱۵۵ ج ۲) اسی قسم کے کلمات امام اعظم واستاد امام محمد) کے بارے میں امام صاحب کو دیکھنے جاننے والے کبار محدثین نے بھی فرمائے ہیں۔

ایک دفعہ امام محمد اور امام شافعی نے ایک ہی مکان میں رات گذاری، امام شافعی تو رات بھر نفل پڑھتے رہے لیکن امام محمد ساری رات لیٹے رہے، امام شافعی کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی، صبح کی نماز کے لئے اپنے استاذ کے وضو کے واسطے پانی رکھا، امام محمد نے بغیر جدید وضو کے صبح کی نماز پڑھی تو اور بھی تعجب ہوا، پوچھا تو امام محمد نے فرمایا کہ تم نے تو اپنی ذات کے فائدے کے لئے ساری رات نفلیں پڑھیں مگر میں نے امت محمدیہ کے لئے ساری رات جاگ کر کتاب اللہ سے، ایک ہزار سے زیادہ مسائل نکالے ہیں، امام شافعی نے فرمایا یہ سن کر میں اپنی ساری رات کی عبادت و بیداری کو بھول گیا کیونکہ عبادت کرتے ہوئے جاگنا آسان ہے اور امام محمد کے لیٹ کر جاگنے پر تعجب کرنے لگا۔ (کردری ص ۱۵۹ ج ۲)

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ ساری رات لیٹتے ہوئے جاگتے رہنا بہت مشکل ہے اور وہ بھی امام محمد جیسے لحیم شحیم کے لئے مگر ان حضرات کی زندگیوں کے سارے حالات عجیب ہی ہیں، اسی لئے امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی موٹے آدمی کو ذہین وذکی نہیں پایا، سواء امام محمد کے ایک شخص نے امام شافعی سے کوئی مسئلہ پوچھا، جواب سن کر وہ کہنے لگا کہ اس کے خلاف تو دوسرے فقہاء کہتے ہیں، امام شافعی نے فرمایا کیا تم نے بھی کبھی کسی فقیہ کو دیکھا ہے؟ ہاں! امام محمد کو دیکھا ہو تو وہ تو واقعی فقیہ تھے اور ایسے فقیہ کو ان کو دیکھ کر بھی اور باتیں سن کر بھی آنکھیں سیر ہوتی تھیں اور دل نورانیت سے معمور ہو جاتا تھا۔ (کردری ص ۱۵۷ ج ۲)

حمیدی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ امام شافعی اور امام محمد مکہ معظمہ میں تھے اور شدت گرمی کے وقت عادت تھی کہ دونوں ایک ساتھ ابطح کی طرف چلے جایا کرتے تھے، ایک روز ایک شخص سامنے سے گذرا تو دونوں نے ذکاوت سے معلوم کیا کہ یہ شخص کیا پیشہ کرتا ہے، امام محمد نے تین بار تاکید سے کہا کہ یہ درزی ہے، امام شافعی نے کہا بڑھئی ہے، میں نے جا کر اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں پہلے درزی تھا مگر اب بڑھئی بن گیا ہوں۔ (کردری ص ۱۵۷ ج ۲)

محدث محمد بن عبدالسلام کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو یوسف سے ایک مسئلہ پوچھا، جواب دیا، پھر امام محمد سے وہی مسئلہ پوچھا تو دوسرا جواب دیا اور دلائل سے سمجھایا، میں نے کہا امام ابو یوسف نے تو آپ کے خلاف جواب دیا ہے اگر آپ دونوں مل کر فیصلہ کر دیں تو اچھا ہے وہ مسجد میں جمع ہوئے اور دونوں میں بحث ہونے لگی ابتداء میں میں نے کچھ باتیں سمجھیں مگر پھر ایسی باریک باتیں ہونے لگیں کہ میں کچھ نہ سمجھ سکا (کردری ص ۱۵۷ ج ۲) یہاں سے چند باتیں معلوم ہوئیں امام صاحب یا امام ابو یوسف وامام محمد کے مدارک اجتہاد واستنباط بہت بلند تھے ان کو پوری طرح سمجھنا بڑوں بڑوں کے لئے بھی آسان نہ تھا، بقول علامہ کوثری رحمہ اللہ، ان کے باہم تعلقات نہایت خوشگوار تھے جس طرح ایک کنبہ کے افراد آپس میں ہوتے ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ امام شافعی کا تعلق تلمذ امام محمد سے دس سال تک رہا ہے جس کی ابتداء مکہ معظمہ سے ہوئی اور پھر ۱۸۴ھ میں امام شافعی بغداد پہنچے تو غالباً امام محمد کی آخر عمر تک ان کی خدمت میں رہے، امام مزنی امام شافعی کے تلمیذ خاص بھی امام محمد کی بہت زیادہ تعریف کیا کرتے تھے اور اگر کوئی اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتا تو فرمایا کرتے تھے کہ میں تو کم بیان کرتا ہوں امام شافعی کو تو میں نے اس سے بہت زیادہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ (ملاحظہ ہو کردری ص ۱۵۴ ج ۲)

یہ اس لئے لکھا گیا کہ بعد کو امام مزنی میں بھی دوسروں کے اثر سے کچھ فرق ہو گیا تھا جس طرح نضر بن شمیل، اسحٰق بن راہویہ اور نعیم بن حماد خزاعی وغیرہ چند حضرات میں بھی کچھ فرق پڑ گیا تھا، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

بعد وفات امام شافعیؒ کو ربیع بن سلیمان مرادی نے خواب میں دیکھا، پوچھا اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا، فرمایا "مجھے ایک سنہری کرسی پر بٹھا کر میرے اوپر تازہ بتازہ موتیوں کی بکھیر کی"۔ (رحمه الله رحمة واسعة الیٰ ابدالآباد)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۶۴ھ، وفات ۲۴۱ھ، عمر ۷۷ سال

اسم ونسب

الامام الحافظ ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی المروزی رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی، اول بغداد کے علماء و شیوخ سے علم حاصل کیا، پھر کوفہ، بصرہ، یمن، شام وغیرہ اور حرمین شریفین کا بھی سفر کیا، شیخ تاج الدین سبکی نے امام ابو یوسف، امام شافعی، امام وکیع، یحییٰ بن ابی زائدہ وغیرہم کو آپ کے اساتذہ میں اور امام بخاری و مسلم وابوداؤد وغیرہ کو تلامذہ میں شمار کیا ہے۔

صاحب مشکوٰۃ نے اکمال میں اساتذہ یزید بن ہارون، یحییٰ القطان، سفیان بن عیینہ، امام شافعی، عبدالرزاق بن الہمام کے نام لکھ کر وخلق کثیر سواہم لکھ دیا اور امام ابو یوسف کا نام ذکر نہیں کیا، امام بخاری کو تلامذہ میں لکھنے کے بعد یہ بھی لکھا کہ انہوں نے اپنی صحیح میں امام احمد سے بجز ایک حدیث کے کوئی روایت نہیں کی جو آخری کتاب العقوبات میں تعلیقاً لی ہے۔

امام ابو یوسف سے تلمذ

امام احمد فرمایا کرتے تھے کہ سب سے پہلے مجھے حدیث کا علم امام ابو یوسف ہی کی خدمت میں رہ کر حاصل ہوا پھر اسی میں ترقی کی، ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے سوال کیا کہ یہ دقیق مسائل آپ نے کہاں سے حاصل کئے؟ تو فرمایا امام محمد کی کتابوں سے۔ (موفق ۱۶۰ ج ۲)

حافظ ابن سید الناس نے شرح السیرۃ وغیرہ میں لکھا ہے کہ امام احمد نے ابتدا میں امام ابو یوسف کے پاس فقہ وحدیث کا علم حاصل کیا، تین سال تک ان سے پڑھتے رہے اور ان سے بقدر تین الماریوں کے کتابیں لکھیں اور امام محمد کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا، حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ نے التعلیق الممجد میں انساب سمعانی سے یہ بھی نقل کیا کہ امام احمد فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی مسئلہ میں تین حضرات کی رائے جمع ہو جائے تو پھر کسی کی بھی مخالفت کی پرواہ نہ کی جائے، پوچھا گیا وہ کون ہیں؟ تو فرمایا- ابو حنیفہ، ابو یوسف اور محمد بن الحسن، کیونکہ ابو حنیفہ قیاس کی بصیرت میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں، ابو یوسف کا علم آثار سے متعلق بہت وسیع ہے اور محمد عربیت کے امام ہیں۔

اسی طرح وکیع، یحییٰ بن ابی زائدہ، یحییٰ القطان، سفیان بن عیینہ، عبدالرزاق اور یزید بن ہارون بھی امام اعظم کے فن حدیث کے تلامذہ میں سے تھے، لیکن تحریر حالات کے وقت بڑے بڑے حضرات بھی حقائق سے چشم پوشی کر جاتے ہیں۔

امام یحییٰ القطان امام اعظم سے خاص مستفیدین میں تھے اور امام صاحب ہی کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے، ان کی خدمت میں امام احمد، علی بن مدینی اور یحییٰ بن معین تینوں ایک ساتھ حاضر ہوا کرتے تھے ان کے درس کا وقت عصر سے مغرب تک تھا اور یہ تینوں ہاتھ باندھے ان کے سامنے کھڑے ہو کر احادیث سنتے تھے اور رجال کا علم حاصل کرتے تھے، ان کے رعب وجلال کا یہ عالم تھا کہ نہ ان کو خود بیٹھنے کی جرأت تھی نہ وہ فرماتے تھے، یہ تینوں بھی اپنے وقت کے حدیث ورجال کے بلند پایہ عالم ہوئے ہیں، اور تینوں حضرات کی شاگردی کا فخر امام بخاری کو حاصل ہے بلکہ علی بن مدینی اور ابن معین کے بارے میں تو فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے آپ کو صرف ان ہی کی سامنے علمی اعتبار سے حقیر وکمتر پایا ہے یزید بن ہارون کو علامہ ذہبی نے امام صاحب کے تلامذہ حدیث میں شمار کیا ہے، یہ ایک مدت تک امام صاحب کی خدمت میں رہے اور امام صاحب سے روایت حدیث بھی کرتے ہیں سفیان بن عیینہ بھی فن حدیث میں امام صاحب کے شاگرد ہیں اور جامع مسانید امام اعظم میں امام صاحب سے روایت حدیث بھی کرتے ہیں اسی طرح دوسرے مذکورہ حضرات ہیں۔

امام شافعی سے بھی امام احمد کو خصوصی تلمذ کا فخر حاصل تھا اور جب تک امام شافعی بغداد میں رہے وہ ان سے جدا نہیں ہوئے۔

امام شافعی بھی امام احمد سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور ان کے ورع وتقویٰ کی تعریف فرمایا کرتے تھے، امام شافعی نے قیام مصر کے زمانہ میں خواب دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ نے امام احمد کو سلام کہلایا اور خلق قرآن کے مسئلہ میں امتحان پر ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی امام شافعی نے اس خواب کو لکھ کر امام احمد کے پاس بھیج دیا، امام احمد اس کو پڑھ کر بے حد مسرور ہوئے اور اپنے نیچے کا کرتہ اتار کر قاصد کو بطور انعام بخشا وہ شخص واپس مصر پہنچا تو امام شافعی نے فرمایا کہ یہ تکلیف تو میں تمہیں نہیں دیتا کہ وہ کرتا ہی مجھے دے دو، البتہ یہ چاہتا ہوں کہ اس کو پانی میں بھگو کر نچوڑ کر اس کا پانی مجھے دیدو تا کہ میں اس کو بطور تبرک اپنے پاس رکھ لوں۔ (طبقات)

اس واقعہ ابتلا کی تفصیل طبقات شافعیہ وغیرہ میں مذکور ہے جس کو بطور اختصار یہاں ذکر کیا جاتا ہے، خلق قرآن کے مسئلہ کی وجہ سے لوگوں پر ظلم وستم کا آغاز خلیفہ مامون کے عہد میں ہوا پھر معتصم باللہ اور واثق باللہ کے عہد میں مامون کی وصیت کے باعث اس کی تکمیل ہوئی سب سے پہلے جس شخص نے یہ کہا کہ "قرآن مخلوق ہے" وہ جعد بن درہم تھا جو عہد اموی کا ایک فرد تھا جس کو خالد بن عبداللہ القسری نے قتل کر دیا تھا، پھر جہم بن صفوان نے بھی صفت کلام کی خدا سے کھلم کھلا نفی کا اظہار کیا اور "قرآن قدیم نہیں مخلوق ہے" کا نعرہ لگایا، پھر معتزلہ کا دور شروع ہوا جنہوں نے پہلے صفات باری کا انکار کیا پھر خدا کے کلام سے انکار کیا او **کلم اللہ موسیٰ تکلیماً** کی تاویل کی کہ خدا نے صفت کلام پیدا کی اور کہا کہ خدا نے جس طرح اور تمام چیزیں پیدا کی ہیں اسی طرح صفت کلام بھی پیدا کی ہے لہذا قرآن مخلوق ہے معتزلہ نے مامون پر اس سلسلہ میں کافی اثر ڈال دیا تھا اور اس کے دماغ میں یہ بات بھی اتار دی تھی کہ نصاریٰ نے حضرت مسیح کو کلمۃ اللہ کہہ کر ہی خدا کا شریک قرار دیا تھا لہٰذا قرآن کو کلام اللہ غیر مخلوق کہنے سے بھی لوگ خدائی میں شریک کرنے لگیں گے، مصری علماء میں سے بشر بن غیاث بھی ان کی طرف مائل ہو گئے تھے جو امام ابو یوسف کے شاگرد تھے اور امام ابو یوسف نے ان کو سمجھانے کی سعی کی جب وہ نہ مانے تو اپنی مجلس سے نکلوا دیا تھا۔

معتزلہ کی تحریک اگر چہ ہارون رشید ہی کے زمانہ میں شروع ہو گئی تھی مگر وہ ان سے متاثر نہ ہوا تھا بلکہ بشر کے بارے میں شکایت پہنچی تو اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ اس کے دور میں وہ روپوش ہو گیا تھا۔

علماء میں سے احمد بن ابی داؤد معتزلی پر بھی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس نے ہی مامون کو خلق قرآن کے مسئلہ میں زیادہ تشدد پسند بنا دیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ سب احکام بھی اسی کے اشارے پر دیئے جاتے تھے اسی کو مامون نے اپنا وزیر و مشیر بھی بنا لیا تھا، مامون نے تمام علماء محدثین پر دارو گیر کا سلسلہ اپنے نائب اسحٰق بن ابراہیم کے ذریعہ قائم کیا تھا جو بغداد میں رہتا تھا، اس نے امام احمد کو بلا کر پوچھا کہ قرآن کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ امام احمد نے کہا قرآن کلام الٰہی ہے، اسحٰق نے کہا کیا وہ مخلوق ہے؟ امام احمد نے کہا وہ کلام الٰہی ہے اور میں اس سے زیادہ کچھ کہنے کو تیار نہیں ہوں، اسحٰق نے کہا کہ خدا کے مشابہ تو کوئی نہیں ہو سکتا، امام احمد نے کہا کہ میں بھی **لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر** مانتا ہوں، اسحٰق نے کہا کہ خدا کے سمیع وبصیر ہونے کے کیا معنی ہیں امام احمد نے کہا اس نے جیسا اپنا وصف بیان کیا ہے ویسا ہی ہے، اسحٰق نے کہا اس کے کیا معنی ہوئے؟ امام احمد نے کہا میں نہیں جانتا بس وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے اپنا وصف بیان کیا۔

اسحٰق نے اور لوگوں کے جوابات کے ساتھ امام احمد کا بیان بھی قلمبند کر کے مامون کے پاس بھیج دیا جس کے جواب میں مامون نے لکھا کہ احمد کو بتا دو کہ امیر المومنین اس کے مفہوم ومنشاء سے پوری طرح واقف ہیں، اس مسئلہ میں وہ اس کے جاہلانہ عقیدہ سے مطلع ہوئے اس کا خمیازہ بہر حال اسے اٹھانا پڑے گا اور اسی طرح دوسرے علماء کو بھی تخویف وتہدید کی جنہوں نے خلق قرآن کا عقیدہ تسلیم نہیں کیا تھا، ان کے لئے تعذیب کا حکم بھیج دیا چنانچہ ایسے سب حضرات پر خوب ظلم وستم کئے اور جو لوگ ضعیف جسم کے تھے وہ ان کی مظالم کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے، امام احمد باقی رہے جو برابر کوڑے کھاتے رہے اور محبوس رہے، مامون کے بعد معتصم باللہ کا دور آیا جو علم سے بھی کورا تھا اس نے تمام اختیارات احمد بن ابی داؤد کے سپرد کر دیئے، معتصم نے دربار میں بلا کر امام احمد کو سمجھانے کی سعی کی مگر لا حاصل سختیاں بھی کیں، جب دیکھا کہ امام احمد کسی

طرح نہیں مانتے تو جیل سے رہا کر کے بھیج دیا گیا، معتصم کے بعد واثق باللہ کا دور آیا تو امام احمد کے پاس لوگوں کے آنے جانے کی ممانعت کر دی گئی اور وہ گھر میں ہی بطور نظر بند رہنے لگے، حتیٰ کے نماز وغیرہ کے لئے بھی گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے۔

واثق کا بعد امام احمد کا ابتلائی دور ختم ہو گیا جو تقریباً پانچ سال یعنی ۲۳۲ھ تک جاری تھا اور وہ درس وتحدیث کی مسند پر رونق افروز ہوئے، پہلے بھی اشارہ ہوا کہ اس ابتلاء میں نہ صرف امام احمد ہی ماخوذ تھے، بلکہ دوسرے علماء حق بھی تھے، متعدد شہروں سے فقہاء ومحدثین گرفتار ہو کر آتے اور سختیاں جھیلتے تھے، چنانچہ فقیہ مصر بویطی تلمیذ امام شافعی بھی انکار خلق قرآن کے باعث قید ہوئے اور حالت قید ہی میں وفات پائی، نعیم بن حماد بھی قید ہوئے اور جیل خانہ میں وفات پائی اور بہت سے ابتدائی دور میں امام احمد کے ساتھ ہی جو گرفتار ہوئے تھے مظالم کی تاب نہ لا کر شہید ہو چکے تھے، بہر حال امام احمد نے بھی صبر واستقلال وعزیمت کا جو کردار ادا کیا وہ قابل تقلید شاہکار ہے۔

تصانیف

امام احمدؒ کی مشہور ومقبول ترین تالیف آپ کی مسند ہے جس میں کچھ زیادات آپ کے صاحبزادے عبداللہ نے اور کچھ راوی مسند مذکور ابوبکر قطیعی نے کئے ہیں، مسند مذکور ۱۸ مسندوں پر مشتمل ہے، مسند مذکور کو امام صاحب نے بطور بیاض جمع کیا تھا، ترتیب نہیں دی تھی، یہ خدمت شیخ عبداللہ مذکور نے انجام دی جس میں بہت سی اغلاط بھی ہو گئیں، اصفہان کے بعد ث محدثین نے اس کو ترتیب ابواب پر بھی مرتب کیا تھا مگر وہ شائع نہ ہو سکا، البتہ اب مصر سے "الفتح الربانی" کے نام سے فقہی ابواب کی ترتیب سے مع حواشی کے تقریباً ۲۳-۲۴ سال سے زیر طبع ہے ۲۳ حصے طبع ہو چکے ہیں اور ۲-۳ حصے مزید طبع ہو کر کتاب مکمل ہو جائیگی ان شاء اللہ، امام احمد نے اس مسند کو ساڑھے سات لاکھ احادیث سے منتخب کر کے تالیف کیا ہے جس میں مکررات کے ساتھ چالیس ہزار ورنہ تیس ہزار احادیث ہیں، امام محمد نے یہ بھی فرمایا کہ اس کتاب کو معیار و مرجع بنایا جائے کہ جو حدیث اس میں نہ ہو اس کو غیر معتبر سمجھا جائے گا مگر شاہ عبدالعزیز نے بستان میں فرمایا کہ اس سے مراد وہی احادیث ہو سکتی ہیں جو درجہ شہرت یا تواتر معنی کو نہیں پہنچیں ورنہ ایسی احادیث مشہورہ صحیحہ بہت ہیں جو مسند میں نہیں ہیں، ابوزرعہ کا بیان ہے کہ امام احمد کو دس لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں، امام احمد کی دوسری تصانیف یہ ہیں۔

ایک مبسوط تفسیر، کتاب الزہد، کتاب الناسخ والمنسوخ، کتاب المنسک الکبیر، کتاب المنسک الصغیر، کتاب حدیث شعبہ، کتاب فضائل صحابہ، کتاب مناقب صدیق اکبر وحسنین، رضی اللہ عنہم، ایک کتاب تاریخ میں، کتاب الاشربہ۔

ثناء اماثل

اسحق بن راہویہ کا قول ہے کہ امام احمد اس زمین پر اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان بطور حجت ہیں، امام شافعی نے فرمایا کہ میں بغداد سے نکلا تو اس میں امام احمد سے زیادہ اورع، اتقی، افقہ واعلم نہیں چھوڑا، ابوداؤد سجستانی نے فرمایا کہ امام احمد کی مجلس آخرت کی مجلس تھی اس میں کوئی بات دنیا کی نہیں ہوتی تھی۔

حسن بن العزیز کے پاس ورثہ میں ایک لاکھ اشرفی مصر سے آئیں، انہوں نے تین تھیلیاں ایک ایک ہزار کی امام احمد کی خدمت میں بھیجیں اور کہا کہ یہ حلال وطیب مال ہے اس سے اپنی ضرورتوں میں مدد لیجئے، امام احمد نے ان کو واپس کر دیا کہ میرے پاس بقدر ضرورت کافی ہے، عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کو اکثر یہ دعا کرتے ہوئے سنتا تھا کہ یا اللہ! جس طرح آپ نے میری پیشانی کو اپنے غیر کے سجدہ سے بچایا، اسی طرح اپنے غیر کے سوال سے بھی اس کو بچایئے۔

فقہ حنبلی کے پانچ اصول

۱-کسی مسئلہ کے متعلق نص صریح موجود ہو تو کسی کی مخالفت کی پرواہ کئے بغیر اس نص پر عمل کرنا، چنانچہ متبوتہ کے لئے امام احمد کے نزدیک فاطمہ بنت قیس کی حدیث کی وجہ سے نفقہ وسکنی دونوں واجب نہیں امام مالک وامام شافعی کے نزدیک سکنی ہے، امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نفقہ وسکنی دونوں واجب ہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ کی مرویہ حدیث کو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کی مخالفت کی وجہ سے رد کر دیا تھا، معلوم ہوا کہ ایسی جگہ خبر واحد پر عمل درست نہ ہوگا، جہاں اس کی وجہ سے کتاب اللہ وسنت مشہورہ کا ترک لازم آئے اور یہی اصول حنفیہ کا ہے جس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول مذکور سے بھی ہو رہی ہے۔

۲-فتاویٰ صحابہ کی حجیت حتیٰ کہ حافظ ابن قیم نے تصریح کی کہ امام احمد کے نزدیک فتاویٰ صحابہ کی اہمیت حدیث مرسل سے بھی زیادہ تھی اسحاق بن ابراہیم نے امام احمد سے دریافت کیا کہ آپ کو صحیح مرسل حدیث زیادہ محبوب ہے یا صحابی کا اثر؟ فرمایا صحابی کا صحیح اثر۔

۳-جس مسئلہ میں صحابہ کو اختلاف ہوا اس میں جس کا قول کتاب وسنت سے قریب ہو اسی کو اختیار کرنا، یہی مسلک امام ابوحنیفہ کا ہے۔

۴-ضعیف ومرسل حدیث کو قیاس پر مقدم رکھنا، یہی اصول احناف کا بھی ہے۔

۵-قیاس کا استعمال صرف اس وقت کرنا جب کسی مسئلہ میں کوئی منصوص حکم نہ ملے، یہی اصول احناف کا بھی ہے۔

امام احمد اور ائمہ احناف

جیسا کہ ابتداء میں ذکر ہوا امام احمد ائمہ احناف کی طرف میلان رکھتے تھے اور ان کی شاگردی کی ہے مگر پھر جب وہ فقہ واستنباط احکام سے کچھ زیادہ خوش نہ رہے اور اپنے مسائل سے بھی رجوع کیا بلکہ روایت حدیث سے بھی تورع اختیار کر لیا تھا، نیز ابتلاء کے دور میں حنفی قضاۃ کے رویہ کی وجہ سے بددلی پیدا ہوئی ہوگی اس لئے اس دور میں ائمہ احناف کے بارے میں بھی کچھ باتیں ایسی فرمائیں جو ابتدائی دور کے اقوال سے مختلف تھیں مگر پھر آخر میں بھی امام ابوحنیفہ وغیرہ کے بارے میں اچھی رائے کا اظہار فرماتے تھے، جیسا کہ ائمہ حنابلہ میں سے ابوالورد نے اپنی کتاب اصول الدین میں ذکر کیا اور اسی کو علامہ سلیمان بن عبدالقوی الطوفی حنبلی نے بھی شرح مختصر الروضہ میں نقل کیا یہ کتاب مکتبہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔ (بلوغ الامانی ص ۵۲)

ترجمہ کتاب استاد محمد ابوزہرہؒ "امام احمد بن حنبل" (شائع کردہ مکتبہ سلفیہ لاہور) پر جو یہ لکھا گیا ہے کہ "امام احمد باوجود غیر معمولی فقہی شغف کے فقہاء عراق مثلاً امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ کے نتائج فکر سے متفق نہیں تھے" اس سے ہمیں اتفاق نہیں کیونکہ امام احمد فرماتے تھے کہ جس قول پر امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف وامام محمد متفق ہو جائیں تو پھر کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کرنی چاہیے۔

اسی طرح کتاب مذکور میں امام محمد کے اساتذہ میں امام ابویوسف کو کوئی خاص مقام نہیں دیا گیا حالانکہ سب سے پہلے امام احمد ان ہی کی خدمت میں رہ کر تین سال حدیث وفقہ حاصل کرتے رہے اور بقدر تین الماریوں کے ان کے پاس سے کتابیں لکھیں اور امام ابویوسف کو آثار وحدیث کا سب سے بڑا عالم بھی کہتے تھے، ص ۳۴۸ میں امام حنیفہ کی طرف خبر واحد پر قیاس کو ترجیح دینے کی نسبت بھی صحیح نہیں ہے، اسی طرح اور بھی قابل تنقید امور ہیں۔ والذکر ہا محل آخر ان شاء اللہ۔

فقہ حنبلی کے تفردات

بطور نمونہ بعض تفردات بھی ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو بصیرت ہو۔

۱- جس برتن میں کتا منہ ڈالے اس کو سات مرتبہ دھو کر آٹھویں مرتبہ مٹی سے مانجھا جائے، دوسرے ائمہ اس کے قائل ہیں ۲- دوسری نجاستوں کو پاک کرنے میں بھی امام احمد کا راجح قول یہی ہے کہ سات مرتبہ دھونا ضروری ہے، دوسرے ائمہ تین بار کافی سمجھتے ہیں ۳- اگر کسی شخص کے پاس ایک برتن میں پاک پانی ہو اور دوسرے میں نجس پھر اس میں شک ہو جائے کہ کون سا پاک ہے تو دونوں پانی پھینک کر تیمم کرنا چاہئے، امام ابوحنیفہ و شافعی تحری کراتے ہیں، مالکی کہتے ہیں کہ دونوں سے وضو کر کے نماز پڑھے ۴- مشرکوں کے برتن نجس ہیں بغیر پاک کئے ان کا استعمال جائز نہیں، دوسرے ائمہ نجس نہیں سمجھتے ۵- نیند سے اٹھ کر ہاتھ دھونا واجب ہے دوسرے ائمہ مستحب کہتے ہیں ۶- وضو میں مضمضہ و استنشاق فرض ہے، دوسرے ائمہ مستحب کہتے ہیں ۷- اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، خواہ کچا کھائے یا پکا ہوا، دوسرے ائمہ اس کو کسی حال میں بھی ناقص وضو نہیں کہتے۔

ائمہ اربعہ کے ابتلاؤں پر ایک نظر

امام اعظم ابوحنیفہ نے سب سے پہلے ابتلائی میدان میں قدم رکھا اور ہم ان کے حالات بتلا چکے ہیں کہ جو کچھ سختیاں اور مصائب ان پر عباسی حکومت نے نازل کئے وہ سیاسی نظریہ کے اختلاف ہی کا نتیجہ تھا اول امام صاحب کا فطری میلان حضرت علی اور آل بیت رسول اکرم ﷺ کی طرف تھا، پھر عباسی دور حکومت کی بعض غلط کاریوں کے باعث آل بیت کی در پردہ امداد و اعانت وغیرہ اسباب تھے کہ امام صاحب ان کی نظروں میں کھٹکتے تھے، لیکن امام صاحب کا بلند علمی و دینی منصب اور علماء و عوام میں غیر معمولی مقبولیت بھی ایسی نہ تھی کہ آسانی سے ان پر ہاتھ ڈالا جا سکتا، اس لئے قضاء کے مسئلہ کو بہانہ بنایا گیا، امام صاحب نے کوڑے کھائے، قید و بند کی مصیبت سہی، تکالیف اٹھائیں مگر اس دنیوی منصب کو اختیار نہ کیا۔

موفق ص ۲۱۵ ج ا میں ہے کہ منصور نے قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا اور کہا کہ قاضیوں کو آپ کے علم کی ضرورت ہے، امام صاحب نے فرمایا اس عہدہ کے لئے وہ شخص موزوں ہو سکتا ہے جس کا اتنا بڑا قلب و حوصلہ ہو کہ آپ پر، شہزادوں پر اور فوج کے سرداروں پر بھی بے تامل شرعی احکام نافذ کر سکے اور میں ایسا نہیں کر سکتا، خلیفہ نے کہا کہ اگر یہی بات ہے تو آپ میرے عطایا کیوں قبول نہیں کرتے؟ مطلب یہ تھا کہ اس بات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے زیادہ جری اور باحوصلہ کوئی بھی نہیں، کیونکہ کوئی دوسرا ایسا نہیں کر سکتا تو امام صاحب نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ بیت المال سے دیتے ہیں جس کا میں کسی اعتبار سے بھی مستحق نہیں ہوں، اس پر خلیفہ لاجواب ہو کر غضبناک ہو گیا اور امام صاحب کے کپڑے اتروا کر سر دربار کوڑے لگوائے گئے جس کی وجہ سے آپ کے بدن سے خون بہا اور پیروں کی ایڑیوں تک پہنچا لیکن امام صاحب نے پھر یہی فرمایا کہ میں اس عہدہ کے لائق نہیں ہوں، خلیفہ کو اور غصہ آیا کہنے لگا کہ آپ جھوٹ کہتے ہیں، امام صاحب نے فرمایا کہ اب تو آپ نے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ میں اہل نہیں ہوں کیونکہ جھوٹے کو ایسا اہم شرعی منصب سپرد کر دینا جائز نہیں، اس پر خلیفہ نے حلف اٹھایا کہ آپ کو یہ عہدہ ضرور قبول کرنا پڑے گا، امام صاحب نے فوراً ہی جوابی حلف اٹھایا کہ میں ہرگز قبول نہیں کروں گا، وزیر دربار نے امام صاحب کو توجہ دلائی کہ آپ امیر المومنین کے مقابلہ میں ان کے حلف پر حلف اٹھا رہے ہیں، ایسا تو نہ کیجئے، امام صاحب نے بڑے اطمینان قلب کے ساتھ فرمایا کہ میں نے غلطی نہیں کی، اگر امیر المومنین چاہیں تو وہ مجھ سے زیادہ سہولت سے کفارۂ حنث ادا کرنے پر قادر ہیں، گویا سر دربار ہی یہ بھی کہہ ڈالا کہ اگر خلیفہ چاہے تو حلف کے خلاف کرے، میں اپنے حلف کے خلاف کرنے والا نہیں ہوں۔

اللہ اکبر! یہ تھی جرأت ایمان اور قوت قلب جس کی نظیر مشکل سے ملے گی، کتب تاریخ میں ہے کہ امام صاحب کی اس جرأت و بیباکی پر تمام درباری حیرت زدہ تھے، چنانچہ اسی مجلس میں اسی وقت خلیفہ کے چچا عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے خلیفہ کو آگے قدم بڑھانے سے

روکا اور کہا کہ یہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں؟ ابھی آپ کے مقابلہ پر ایک لاکھ تلواریں میانوں سے نکل کر آ جائیں گی، یہ معمولی شخص نہیں ہے، یہ فقیہ عراق ہے یہ تمام اہل مشرق کا پیشوا ہے، اس پر خلیفہ نے بھی معاملہ کی نزاکت کا احساس کیا، اس کی تلافی کے لئے ہر کوڑے کے مقابلہ میں ایک ہزار درہم کا حساب کر کے تیس ہزار درہم امام صاحب کی خدمت میں بطور معذرت و اظہار افسوس پیش کئے، عبدالعزیز کہتے ہیں کہ اس وقت روپیہ بہت کم تھا اور گویا اس وقت کا ایک روپیہ آج کے ایک سو روپیہ کے برابر تھا یعنی تیس ہزار تیس لاکھ کے برابر تھے مگر جس وقت یہ عظیم القدر رقم امام صاحب کے سامنے لائی گئی تو اس کو ٹھکرا دیا، کسی نے عرض کیا کہ لیکر صدقہ کر دیجئے گا تو ناراض ہو کر فرمایا کیا ان لوگوں کے پاس حلال کی کمائی ہے، کیا ان کے پاس کچھ حلال طیب مال ہے کہ میں اس کو لیکر فقراء کو دیدوں یعنی ایسے مال کا صدقہ بھی درست نہیں۔

ملوک و امراء کے ہدایا و تحائف ہمیشہ اسی جرأت سے رد کر دیتے تھے اور اسی طرح عہدہ قضاء کو بھی بار بار ٹھکرایا ہے اور بالآخر قید و بند کو بھی گوارا کیا جیل میں حکم تھا کہ ہر روز دس کوڑے آپ کے مارے جائیں مگر آپ نے انکار کیا، پھر ایک سو کوڑوں کا حکم ہوا، اس پر بھی وہی انکار رہا، دس روز تک کھانے پینے سے روکا گیا، یہ بھی ایک روایت ہے کہ زہر کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ نے پہچان کر پینے سے انکار کیا کہ خودکشی کا شائبہ ارتکاب نہ ہو مگر اس کے پینے پر مجبور کیا گیا اور منہ میں ڈال دیا گیا، جب وفات کا وقت قریب ہوا تو سجدہ میں گر گئے اور تقریباً تین سال کی قید کے بعد اسی جیل کی چار دیواری میں واصل بحق ہوئے۔

قاضی حسن بن عمارہ نے (جو آپ کے عاشق و محب صادق تھے، آپ کو غسل دیا اور انہوں نے ہی نماز جنازہ پڑھائی، خطیب نے نقل کیا ہے کہ لوگ بیس روز تک آتے اور نماز پڑھتے رہے، خلیفہ بھی نماز جنازہ میں حاضر ہوا اور اپنے کئے پر سخت افسوس کرنے لگا، پہلی بار نمازیوں کی تعداد پچاس ہزار تھی، لیکن لوگ آتے رہے، یہاں تک کہ چھ بار نماز ہوئی۔

درحقیقت انہوں نے حکومت سے باہر رہ کر بادشاہوں سے زیادہ بادشاہی کی، پھر ان کی آنکھیں دیکھنے والے تربیت یافتہ حضرات نے بھی اسی طرح بادشاہی کی جیسا کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے واقعات اس پر شاہد ہیں، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

یہ وہ دور تھا کہ منصب قضا وغیرہ کے لئے بہت سے لوگ دل و جان سے آرزو کرتے تھے ایک تنہا امام صاحب ہیں جو بار بار مناصب خلافت کو ٹھکرا کر مصیبتوں کا پہاڑ سر پر اٹھاتے ہیں، امراء و ملوک کے ہدایا و تحائف کو بھی قبول نہیں کرتے تھے اور اگر کبھی کسی مصلحت یا اصحاب کے زور دینے پر قبول کیا تو بدستور امانت رکھوا دیئے کہ مرنے کے بعد واپس کر دیئے جائیں، اور واپس کئے گئے۔

کہا گیا ہے کہ امام صاحب مالدار تھے اس لئے ان کے ہدایا قبول نہ کرتے تھے اور امام احمد نادار ہونے کے باوجود قبول نہ کرتے تھے لیکن اس طرح موازنہ کرنے والوں نے یہ نہیں دیکھا کہ امام صاحب نے قید و بند کے زمانہ میں بھی اپنی خورد و نوش کے لئے ایک پیسہ حکومت یا کسی مالدار سے نہیں لیا بلکہ اس ناداری کے وقت بھی کوفہ سے خرچ کے لئے اپنے گھر سے منگواتے تھے حتیٰ کے ایک دفعہ روپیہ پہنچنے میں دیر ہوئی تو اپنے صاحبزادہ کو شکایت کہلائی کہ میرا خرچ معمولی ستو وغیرہ کا ہے اور اس کے بھیجنے میں بھی تم بخل کرتے ہو، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام صاحب بہت کم خوراک اور معمولی خوراک کے عادی تھے۔

غرض امام صاحب نے گھر کی راحت و عیش اور عزت کی زندگی چھوڑ کر مناصب حکومت کو ٹھکرایا اور مصائب و ذلتیں برداشت کیں مال و دولت کو چھوڑ کر اولاد کے چند دراہم بھیجنے پر زندگی بسر کی جس پر امام احمد خود فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے وہ مقام حاصل کیا جس کو حاصل کرنے کی دوسرے ہوس نہیں کر سکتے، امام احمد کا ابتلاء یقیناً بہت بڑا ہے اور ان کی ثابت قدمی بھی بے نظیر ہیں مگر ان کے ساتھ اور بہت سے علماء و مشائخ شریک ابتلا تھے اور نہ صرف امام احمد اس وقت مصائب کا شکار ہوئے تھے بلکہ دوسرے بعض وہ بھی تھے جو کہ مصائب کی تاب نہ لا کر شہید ہوئے اور کچھ جیل میں فوت ہوئے۔

دوسرے خلق قرآن کا مسئلہ تھا بھی اسی قدر اہم کے معتزلہ کے غلط نظریہ کے مقابلہ پر تمام اہل حق کو ایک صف میں کھڑا ہونا ہی چاہئے تھا، اس لئے امام احمد اور دوسرے حضرات نے جو کچھ قربانیاں دیں وہ وقت کے اہم فریضہ کی ادائیگی کے مترادف ہیں، البتہ امام صاحب نے جن نظریات کے ماتحت ایک جائز امر سے قبول اباء کر کے بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں اور پھر جیل ہی کی زندگی میں وفات پائی اور تنہا میدان میں آئے اس لئے ان کی قربانی نمبر اول پر آجاتی ہے دوسرے درجہ میں امام احمد اور ان کے ساتھ دوسرے شریک ابتلاء ہیں تیسرے نمبر پر امام مالک ہیں کہ انہوں نے بھی حکومت وقت کی ناراضی کی پرواہ کئے بغیر کلمۂ حق کہا اور تکالیف برداشت کیں، چوتھے نمبر پر امام شافعی کا ابتلاء ہے کہ یمن سے گرفتار ہو کر بغداد لائے گئے مگر امام محمد وغیرہ کی سعی سے بری ہو گئے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

امام احمد کے واقعہ ابتلاء کو بعض اہل قلم نے بہت بڑھا چڑھا کر اور وقائع نگاری کا مرقع بنا کر نہایت دلکش و موثر انداز میں پیش کیا ہے، اس طرز سے امام صاحب کے واقعہ ابتلا کو آج تک کسی نے پیش کرنے کا حوصلہ نہیں کیا اور ہم نے بھی یہی بات زیادہ پسند کی کہ سادے مختصر انداز میں دونوں بزرگوں کے حالات لکھنے پر اکتفا کریں، موازنہ ومحاکمہ کی ذمہ داریاں ناظرین کی طبائع سنبھالیں گی تو زیادہ اچھا ہے۔ واللہ المستعان

تدوین فقہ حنفی

امام اعمش سے اگر کوئی مسئلہ پوچھتا تو فرماتے کہ ابوحنیفہ کے حلقہ میں جاؤ، وہاں جو مسئلہ پیش ہوتا ہے اس پر وہ لوگ یہاں تک غور کرتے ہیں کہ وہ روشن ہو جاتا ہے، اس موقعہ پر اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ جتنی حدیثیں ممالک اسلامیہ میں پہنچی تھیں وہ سب امام صاحب کے اجتہاد کے وقت موجود تھیں تو بے موقع نہیں بلکہ بعض محدثین نے تو صاف کہہ دیا کہ صحابہ کا کل علم امام صاحب اور ان کے اصحاب میں موجود تھا جس سے ثابت ہوا کہ فقہ حنفی سے کوئی حدیث خارج نہیں رہی۔

حضرت شاہ صاحب کی رائے گرامی

حضرت علامہ کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ "حنفیہ کی اکثر جزئیات احادیث کے ماتحت نکلیں گی بخلاف دیگر مذاہب کے کہ ان کے یہاں تخصیصات زیادہ ہیں اسی لئے حنفیہ کا مذہب زیادہ اسعد ہے"۔ اسی وجہ سے اکابر محدثین نے ان کے اقوال پر فتاویٰ دیئے ہیں اور ان کے فقہ کی توثیق کی، علامہ کردری نے مناقب میں ابن جریج کا قول نقل کیا ہے کہ **ما افتی الامام الامن اصل محکم** امام صاحب کا ہر فتویٰ ایک اصل محکم پر مبنی ہے یعنی قرآن و حدیث پر۔

امام صاحب کے شیوخ

امام اعظم نے چار ہزار شیوخ سے احادیث حاصل کیں اور عبداللہ بن مبارک نے بھی چار ہزار شیوخ سے حاصل کیں جو امام صاحب کی مجلس کے بڑے رکن تھے اور آخر تک امام صاحب ہی کے پاس حاضر باش رہے، پھر اصحاب امام میں سے جو حضرات تدوین فقہ کی مجلس کے ارکان خصوصی تھے، ان میں سے بقول امام وکیع، حفص بن غیاث، یحییٰ بن ابی زائدہ، حبان بن علی، اور مندل تو خاص طور پر حدیث میں ممتاز تھے، پھر صدہا محدثین ہر ملک سے حدیث کے ذخائر حاصل کر کے آتے تھے اور امام صاحب کی خدمت میں حدیث و فقہ وغیرہ کی تحصیل کے لئے موجود رہتے تھے۔

امام صاحب کے دور میں حدیث

اس طرح خیال کیجئے کہ امام صاحب کے پاس تدوین فقہ کے طویل زمانہ میں لاکھوں احادیث رسول و آثار صحابہ و تابعین کا ذخیرہ بہترین اسناد سے ہر وقت موجود رہتا تھا، یہ بھی واضح ہو کہ جتنا زمانہ گذرتا گیا اور عہد رسالت سے بعد ہوتا گیا علم میں کمی آگئی، صحابہ کے زمانہ

میں جس قدر علم تھا وہ تابعین کے عہد میں نہ رہا اور اسی طرح انحطاط ہوا۔

امام صاحب کے زمانہ کا علم

امام صاحب کے زمانہ میں جس درجہ کا علم تھا اور جیسے جیسے جلیل القدر محدثین وفقہاء تھے وہ بعد کو نہیں ہوئے دیکھئے! امام احمد کو محدثین نے آٹھویں طبقہ میں لکھا ہے ان کو ساڑھے دس لاکھ احادیث پہنچی تھیں، امام بخاری نویں طبقے میں ہیں اور ان کو صرف چھ لاکھ پہنچیں صرف ایک طبقہ کی ہے تقدم وتاخر سے اتنا فرق ہوگیا ہو کہ چار لاکھ احادیث کم ہوگئیں، یہ اس کے باوجود ہے کہ امام بخاری امام احمد کے شاگرد ہیں جنہوں نے ساڑھے سات لاکھ احادیث سے مسند احمد کو مرتب کیا ہے اور امام احمد کے علاوہ ایک ہزار شیوخ امام بخاری کے اور تھے تو گویا ان سب سے حاصل شدہ احادیث امام بخاری کے پاس صرف چھ لاکھ تھیں، اس سے قیاس کر لیجئے کہ امام صاحب پانچویں طبقہ میں تھے ان کو خود کتنی احادیث چار ہزار اساتذہ سے پہنچی ہوں گی، جبکہ امام بخاری کو ایک ہزار اسی اساتذہ سے ۶ لاکھ پہنچیں۔

تعصب سے قطع نظر

اب تعصب سے دور ہو کر امام صاحب اور امام بخاری کے علم کا موازنہ کیا جائے تو صاف واضح ہوگا کہ خود امام صاحب کے پاس اپنی ذاتی سعی سے احادیث کا ذخیرہ اور وہ بھی بدرجہا زیادہ صحت وقوت کے ساتھ امام احمد اور امام بخاری وغیرہ سے بہت زیادہ تھا او جو ان کے پاس محدثین کبار کے اجتماع عظیم کے باعث جمع ہوگیا تھا اس کو بھی ملا لیا جائے تو کتنی عظیم القدر چیز بن جاتی ہے پھر جب کہ یہ بھی دیکھا جائے کہ وہ حضرات جو امام صاحب کے گرد جمع ہوئے تھے وہ مابعد کے تمام محدثین، امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ وغیرہ کے شیوخ حدیث بھی تھے۔

حضرت ابن مبارک

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مبارک نے جن کو سب ہی محدثین نے بالاتفاق امیر المومنین فی الحدیث کا لقب دیا امام صاحب کو امام اعظم کا لقب حدیث دانی کی وجہ سے دیا تھا۔

امام صاحب کے مناظرے

امام صاحب نے اپنے وقت کے بڑے بڑے محدثین سے مناظرے کئے اور غالب آئے یہ بھی ان کی غیر معمولی طور پر حدیث دانی پر دلیل ہے، اسی طرح دور، دور سے بڑی بڑی تعداد میں محدثین کرام آکر امام صاحب کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے اس سے بھی ان کا محدث اعظم ہونا عیاں ہے، اس زمانہ میں بڑی اہمیت علم حدیث ہی کی تھی اور جو اس میں ناقص ہوتا وہ محدثین کا مرجع نہیں بن سکتا تھا۔

مجلس تدوین فقہ کا طریقہ کار

تدوین فقہ کی مجلس میں جب مسائل پر بحث ہوتی تھی تو سب شرکاء حصہ لیتے تھے جن میں بڑے بڑے محدثین بھی تھے اور سب سے آخر میں امام صاحب ہی محاکمہ کر کے قول فیصل ارشاد فرماتے تھے یہ بات بھی آپ کے ہر علم میں اور خصوصاً حدیث میں امتیاز خاص بتلاتی ہے۔
پھر امام صاحب اپنے وقت کے مفتی اعظم تھے اور مشکلات نوازل میں ان ہی کا قول آخر تھا، بغیر عظیم الشان سرمایۂ حدیث کے فتویٰ دینا اور وہ بھی اس دور میں کہ قدم قدم پر جلیل القدر محدثین بیٹھے ہوئے تھے، ناممکن تھا۔

افتاء کا حق

امام احمد سے کسی نے سوال کیا تھا کہ فتویٰ دینے کے لئے ایک ایک لاکھ حدیثیں کافی ہیں؟ فرمایا نہیں! وہ شخص بڑھاتا گیا، یہاں تک کہ اس نے پانچ لاکھ کہا تو فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اتنی حدیثیں کافی ہو جائیں گی، اس اعتبار سے امام صاحب کے فتویٰ کیلئے بھی کم سے کم پانچ لاکھ احادیث تو بقول امام احمد ضرور ہوں گی جبکہ ان کے اقوال وفتاویٰ اس بہترین زمانہ کے محدثین میں بھی مقبول ومتداول تھے۔

اہم نقطہ فکر

ایک بہت ضروری واہم بات یہاں یہ بھی کہنی ہے کہ یہ پانچ لاکھ یا سات لاکھ کی تعداد امام احمد کے وقت میں حدیث کے تعدد وطرق وکثرت اسناد کے باعث ہوگئی تھی کہ حسب تصریح حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ ان کے وقت میں ایک ایک حدیث کے سو سو طریقے متن و سند کے اختلاف سے ہوگئے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ چیز امام صاحب وغیرہ کے سابق ادوار میں نہ تھی جتنا زمانہ بڑھتا گیا طرق حدیث بھی بڑھتے گئے یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت صدیق اکبر کا دور چونکہ عہد رسالت سے قریب تھا وہ جمع حدیث کو پسند نہ کرتے تھے کہ مبادا پہلی امتوں کی طرح اصل کتاب کی اہمیت کم ہو جائے، پھر حضرت عمر کا دور آیا اور اسلام دور، دور تک پھیلا تو ضرورت قانون اسلام کی بڑی شدت کے ساتھ سامنے آنی شروع ہوئی اور اس کی تکمیل بغیر احادیث وآثار ناممکن تھی اس لئے حضرت عمر نے ضرورت حدیث کا احساس کیا تاہم اس خیال سے کہ لوگ روایت میں بے احتیاطی نہ کریں اس پر سختی کی کہ کوئی شخص بغیر پورے اطمینان ویقین کے کوئی روایت بیان نہ کرے، اسی لئے بعض اوقات گواہ تک طلب کرتے تھے۔

اس روک تھام کے ساتھ اور اس لئے بھی کہ وہ دور اخیار واتقیاء کا تھا، روایات کا سلسلہ محتاط اور کم رہا، پھر تابعین کا دور آیا اور اسلامی فقہ کی ضرورت کا احساس بڑھا تو روایات میں اور اضافہ ہوا اور لوگوں میں اخذ ونقل روایات کا رجحان ترقی پذیر ہوا تاہم یہ دور بھی خیر القرون میں تھا اور لوگ صدق ودیانت کے شیدائی تھے اس لئے روایات کا دائرہ عدول وثقات تک ہی رہا۔

لہذا امام احمد کے زمانہ کی پانچ لاکھ احادیث کو امام صاحب کے زمانہ کی پانچ ہزار کے برابر سمجھنا چاہئے اس سے اس زمانہ کے بعض جاہل عالموں کی اس بات کا جواب ہو گیا جو کہا کرتے ہیں کہ متاخرین کو لاکھوں احادیث پہنچی ہیں جو مجتہدین کو نصیب نہیں ہوئیں اس لئے کہ لاکھوں حدیثیں پہنچنا تو مسلم ہے مگر وہ حدیثیں وہی تھیں جو مجتہدین کے پاس بھی تھیں، وہی اسنادوں کی کثرت اور متون کے اختلاف سے لاکھوں بنگئیں ورنہ ان کو موضوعات کہنا پڑے گا کہ پہلوں کے پاس نہ تھیں اور بعد کو وضع کر لی گئیں۔

اصح ترین متون حدیث

بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ جس قدر صحیح متون احادیث کے قدماء کو ملے تھے وہ سب متاخرین کو قوی وصحیح طریقوں سے نہ پہنچ سکے اور برابر ان میں کمی ہوتی گئی اور کمی ہوتی رہے گی، اندازہ کیجئے کہ امام احمد کو ساڑھے سات لاکھ حدیثیں پہنچیں مگر ان کے ارشد تلامذہ امام بخاری کو صرف ۶ لاکھ پہنچیں جب کہ ان کا حافظہ بے نظیر اور سعی حصول حدیث بھی غیر معمولی تھی، اسی طرح پانچویں طبقہ سے نویں طبقہ تک سوچئے!

اسی سے یہ بھی کہنا بجا ہے کہ جو ذخیرہ صحیح حدیثوں کا امام صاحب کے پاس تھا وہ امام بخاری تک نہیں پہنچا۔

اور جو ذخیرہ امام بخاری وغیرہ محدثین مابعد کے پاس پہنچا ہے اس سے کہیں زیادہ امام صاحب کے پاس تھا۔

تدوین فقہ کے شرکاء کی تعداد

اسی دور میں امام اعظم کے گرد دنیائے اسلام کے بہترین محدثین جمع ہوگئے اور امام صاحب نے اپنی غیر معمولی قابلیت وصلاحیت سے کام لے کر تدوین فقہ کی مجلس ترتیب دی جس کے متعین اراکین تو چالیس ہی تھے مگر دوسرے صدہا محدثین بھی اس سلسلہ میں برابر اعانت کرتے رہتے تھے جس کو میں نے دوسری جگہ نقل کیا ہے اس کے بعد حسب تصریح حدیث صحیح وہ دور آیا جس میں جھوٹ کو فروغ ہونا شروع ہوا لوگوں نے احادیث تک وضع کرنی شروع کر دیں اور اسی لئے جرح وتعدیل کے فن کی ضرورت ہوئی، صحیح روایات بیان کرنے والوں میں بھی کثرت روایات کا رجحان بڑھا اور یہی چیز رفتہ رفتہ ترقی کر کے اس حد تک پہنچی کہ بقول حضرت شاہ ولی اللہ صاحب امام احمد کے وقت میں ایک ایک حدیث کی روایت سو سو طریقوں سے ہونے لگی اور محدثین کی اصطلاح میں ایک ہی حدیث الفاظ حدیث کے اختلاف اور روایت کرنے والوں کی کثرت سے بڑھ جاتی ہے .... مثلاً ایک حدیث کے ایک سو راوی ہوں تو ان کو ایک سو احادیث گنا جائے گا اور اسی طرح ایک حدیث کا متن والفاظ دس راوی الگ الگ بیان کریں تو وہ ایک نہیں دس حدیث گنی جائیں گی، اسی سے بعد کے محدثین کے پاس یہ کہا جانے لگا کہ مثلاً امام احمد کے پاس دس لاکھ احادیث تھیں امام بخاری کے پاس چھ لاکھ احادیث تھیں حالانکہ یہ تعداد حدیث کے ابتدائی طبقات کے لحاظ سے بہت کم تھی کیونکہ وہاں نہ تو اتنے زیادہ ایک ایک حدیث کے روایت کرنے والے تھے اور نہ متون کا اس قدر اختلاف تھا۔

اسی لئے جو احادیث مجتہدین امت کو پہنچی تھیں وہ بہ نسبت دور مابعد کے زیادہ قوی اور باوثوق تھیں اور کیا عجب ہے کہ اسی لئے حق تعالیٰ نے تقدم وقوت ہی کے لحاظ سے مذاہب اربعہ کو رواج وقبول بخشا ہو اور ان کے بعد کے جو مذاہب ہوئے وہ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ختم ہوگئے، یہاں سے مذہب حنفی کی برتری بھی مفہوم ہوتی ہے کہ حسب اعتراف امام سیوطی شافعی وغیرہ امت محمدیہ کا نصف یا دو تہائی حصہ ہر دور میں اسی کا متبع رہا ہے، اس کے بعد درجہ بدرجہ باقی تینوں مذاہب حقہ کا رواج وقبول ہوا۔

امام اعظم کی جامع المسانید: ائرۃ المعارف حیدرآباد سے دو ضخیم جلدوں میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے اس کے رواۃ بیشتر وہ کبار محدثین ہیں جو اصحاب صحاح ستہ کے بھی شیوخ ہیں، جامع مسانید میں علامہ خوارزمیؒ نے آخر میں رجال کے تذکرہ میں جا بجا اس پر تنبیہ کی ہے۔

امام اعظم اور رجال حدیث

پھر امام اعظم نہ صرف محدث اعظم تھے بلکہ ان کے اقوال رجال حدیث کی جرح وتعدیل میں بھی بطور سند مانے جاتے تھے چنانچہ امام ترمذی وحافظ ابن حجر وغیرہ نے کتب حدیث ورجال میں ان کے اقوال پیش کئے ہیں۔

غرض تدوین فقہ کے بانی اعظم امام صاحب کا خود بھی علم حدیث میں نہایت بلند مرتبہ تھا اور فقہی مسائل کے استنباط میں بھی انہوں نے حدیث کی رعایت سب سے زیادہ کی ہے، چنانچہ فخر الاسلام بزدوی نے لکھا ہے کہ "امام صاحب اور آپ کے اصحاب (شرکاء تدوین فقہ) حدیث سے بھی بہت زیادہ قریب ہیں کیونکہ انہوں نے اولاً نسخ کتاب سنت سے جائز رکھا، ثانیاً مراسیل پر عمل کیا اور ان کو رائے وقیاس پر مقدم کیا، ثالثاً روایت مجہول کو بھی قیاس پر مقدم کیا، رابعاً قول صحابی کو بھی قیاس پر مقدم کیا (یہ سمجھ کر قول صحابی بھی غیر مدرک بالقیاس میں حدیث ہی کے قریب درجہ رکھتا ہے)

امام محمد نے کتاب ادب القاضی میں فرمایا کہ "حدیث بغیر استعمال رائے کے مستقیم نہیں ہو سکتی اور نہ رائے بغیر حدیث کی مطابقت کے مستقیم ہو سکتی ہے اسی لئے امام محمدؒ نے اپنی کتابوں کو احادیث وآثار سے بھر دیا ہے، ہاں جن لوگوں نے سہولت اور راحت پسندی سے کام لیا اور صرف ظاہر احادیث پر کفایت کی معانی کا کھوج نہ لگایا ترتیب فروع علی الاصول اور استنباط وغیرہ کی تکلیف برداشت نہ کی وہ ظاہر حدیث کی

طرف منسوب ہو گئے اور احناف اصحاب رائے کہلائے کیونکہ وہ حلال وحرام کی معرفت میں حاذق اور متقن تھے، استخراج مسائل نصوص سے کرنے میں اور وقت نظر و کثرت تفریع میں ممتاز تھے اور ان سب امور سے اکثر اہل زمانہ عاجز تھے''۔ (مقدمہ فتح الملہم ص ۲۷)

اجتہاد کی اجازت شارع علیہ السلام سے

واضح ہو کہ اجتہاد کرنے کا حکم خود شارع علیہ السلام نے دیا ہے اور خود بھی اس پر عمل کیا چنانچہ ترمذی، ابو داؤد اور دارمی میں حدیث موجود ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذ کو قاضی یمن بنا کر بھیجا تو ان سے پوچھا کہ جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے گا تو کس طرح فیصلہ کرو گے انہوں نے کہا کہ کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ میں اس کا حکم نہ ملے تو کیا کرو گے؟ کہا سنت رسول خدا کی روشنی میں اس کا حکم دیکھوں گا فرمایا کہ اگر اس میں بھی نہ ملے تو کیا کرو گے، کہا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس حکم کو نکالنے کی پوری سعی کروں گا، حضرت معاذ ہی کا بیان ہے کہ اس کو سن کر رسول اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مار کر فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے رسول کے رسول کو اس امر کی توفیق دی جس سے خدا کا رسول راضی ہوا۔

اسی طرح کی دوسری احادیث بھی کتب حدیث میں موجود ہیں امام اعظم اور آپ کے شرکاء تدوین فقہ نے تدوین فقہ کی ضرورت محسوس کر کے وہ کارنامہ انجام دیا جس کا مثل دوسرے مذاہب پیش نہیں کر سکتے۔

نقشہ تدوین فقہ

شامی میں لکھا ہے کہ فقہائے نے فقہ کی تدوین کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے کہ فقہ کا کھیت حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے بویا، علقمہ نے اس کو سینچا، ابراہیم نخعی نے اس کو کاٹا، حماد نے اس کو مانڈا یعنی اناج کو بھوسی سے الگ کیا، ابو حنیفہ نے اس کو پیسا، ابو یوسف نے اس کو گوندھا، محمد بن الحسن نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی سب اس کے کھانے والے ہیں۔

تشریح: یعنی اجتہاد و استنباط کا طریقہ حضرت ابن مسعود سے شروع ہوا، سراج الامۃ امام الائمہ امام اعظم نے اس کو کمال پر پہنچا کر تدوین فقہ کی مہم سر کرائی، تقریباً ساڑھے بارہ لاکھ مسائل و جزئیات کو منقح کرا کر ان کو ابواب پر مرتب کرایا جن سے کتاب الفرائض، کتاب الشروط وغیرہ تصنیف ہوئیں، پھر آپ ہی کے نقش قدم پر چل کر امام مالک، امام محمد، امام ابو یوسف، امام زفر، امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کبار ائمہ مجتہدین نے اصول تفقیہ و تفریع وغیرہ مرتب کر کے ترقیات کیں اور فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث و رجال وغیرہ پر بہترین کتابیں وجود میں آئیں۔

بانی علم اصول فقہ

موفق ص ۲۲۵ ج ۲ میں تصریح ہے کہ سب سے پہلے علم اصول فقہ میں امام ابو یوسف نے امام اعظم کے مذہب پر کتابیں لکھیں اس لئے امام شافعی کے بارے میں جو کسی نے لکھا ہے کہ اصول فقہ پر سب سے پہلے کتاب لکھی وہ خود امام شافعی کے اصول فقہ سے متعلق سمجھنا چاہئے۔

سب سے پہلے تدوین شریعت

مسند خوارزمی میں ہے کہ امام صاحب نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کیا کیونکہ صحابہ و تابعین نے علم شریعت میں ابواب فقہیہ کی ترتیب پر کوئی تصنیف نہیں کی، ان کو اپنی یاد پر اطمینان تھا لیکن امام صاحب نے صحابہ و تابعین کے بلاد اسلامیہ میں منتشر ہونے کی وجہ سے علم شریعت کو منتشر پایا اور متاخرین کے سوء حفظ کا خیال کر کے تدوین شریعت کی ضرورت محسوس کی روایت ہے کہ آپ کے مذہب کو چار ہزار شخصوں نے نقل کیا ہے اور پھر ہر ایک کے اصحاب و تلامذہ کی تعداد ملا کر لاکھوں تک پہنچتی ہے، ملا علی قاری نے اپنے رسالہ میں جو قفال مروزی کے جواب میں

لکھا ہے، تصریح کی کہ امام صاحب کے مقلدین بلاشبہ ہر دور میں دو تہائی رہے ہیں جن میں بڑے بڑے اہل علم، اتقیاء اور سلاطین ہوئے ہیں۔

فقہ حنفی کی تاریخی حیثیت

خلف بن ایوب کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ سے علم سرور انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو پہنچا حضور اکرم ﷺ سے صحابہ کرام کو، صحابہ کرام سے تابعین کو اور تابعین سے امام ابوحنیفہ کو حافظ ابن قیم نے بھی علام الموقعین میں اس موضوع پر پوری بحث کی ہے، صحابہ کا ذکر کیا پھر محدثین و فقہاء کے فرائض، ان کے مناقب و فضائل لکھے اور اسی سلسلہ میں امام صاحب اور ان کے اصحاب کا بھی وقیع طور پر ذکر کیا ہے، شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی حجۃ اللہ میں یہ بحث لکھی ہے اور حافظ ابن قیم اور شاہ صاحب کی بحث میں صرف تفصیل و اجمال کا فرق ہے، دونوں جگہوں کو دیکھ لیا جائے، ہم نے بخوف طوالت ان کو یہاں نقل نہیں کیا۔

امام اعظم اور آپ کے ۴۰ شرکاء تدوین فقہ

موفق ص ۳۹ میں ہے کہ امام صاحب نے چار ہزار اساتذہ سے علم فقہ و حدیث حاصل کیا اور تکمیل کے بعد مسند درس پر بیٹھے تو ایک ہزار شاگرد جمع ہوگئے ان میں سے ۴۰ کو منتخب کیا، تدوین فقہ کے لئے جو سب مجتہد تھے، یہ چالیس حضرات تو وہ تھے جو باقاعدہ تدوین فقہ کے کام میں ذمہ دارانہ حصہ لیتے تھے، ان کے علاوہ دوسرے محدثین و فقہاء بھی اکثر اوقات حدیثی و فقہی بحثوں کو سنتے اور ان میں اپنے اپنے علم و صوابدید کے موافق کہنے سننے کا برابر حق رکھتے تھے۔

امام صاحب کا مقام مجلس تدوین میں

ابو ہاشم الکوفی الہمدانی (جنہوں نے امام صاحب اور دوسرے مشائخ کوفہ کی صحبت پائی ہے) نے روایت کی کہ امام صاحب جب مسند علم پر بیٹھتے تھے تو ان کے اردگرد آپ کے اصحاب قاسم بن معن، عافیہ ابن یزید، داؤد طائی، زفر بن ہذیل جیسے خصوصی ارکان مجلس بیٹھ جاتے تھے اور کسی مسئلہ پر بحث شروع ہوجاتی تھی اور اثناء بحث میں آوازیں بھی بلند ہوجاتی تھیں لیکن جب امام صاحب تقریر فرماتے تھے تو سب خاموش ہوجاتے تھے اور امام صاحب پوری تحقیق فرمالیتے تو سب مل کر اس کو منضبط کر لیتے تھے پھر اس کو مکمل کرنے کے بعد دوسرے مسئلے کو شروع کرتے تھے۔

یہ بھی انہوں نے بیان کیا کہ جب امام صاحب کے اصحاب آپ کی خدمت میں جمع ہوتے تھے تو پوری طرح مستعد ہو کر شاگردوں کے طریق پر بیٹھتے تھے اور جب امام صاحب تقریر فرماتے تھے تو ان کی تقریر صرف قوی استعداد کے لوگ سمجھ سکتے تھے۔ (مناقب کردری ص ۱۰۳ ج ۱)

مجلس وضع قوانین کی تاسیس

حرمین شریفین میں تقریباً ۶ سال گذارنے کے بعد جب امام صاحب کوفہ واپس آئے تو مجلس مذکورہ قائم کرنے کا منصوبہ ذہن میں تھا اور یہ ایسا عظیم الشان تاریخی کارنامہ تھا جس کی نظیر اسلام تو اسلام، غیر اسلامی تاریخوں میں بھی نظر نہیں آتی، امام صاحب جن کی دو خصوصیتیں اس وقت زیادہ نمایاں ہو چکی تھیں، ایک تو احادیث و آثار کی تاریخی جستجو کی اہمیت ان کے ناسخ و منسوخ، تقدم و تاخر کی معلومات میں غیر معمولی امتیاز حاصل کر لیا تھا اور ان کے حالات میں بڑے بڑے لوگوں نے امام صاحب کے اس امتیاز کو نمایاں کیا ہے کہ ناسخ و منسوخ احادیث و آثار کے آپ بہت بڑے عالم تھے، دوسری خصوصیت مسائل و نوازل کے وقوع سے پہلے ان کے احکام کتاب و سنت کی روشنی میں ان کی غیر موجودگی میں قیاس و رائے سے متعین کرنا، ان دونوں وصف کے وہ شہرت یافتہ امام تھے۔

قیس بن ربیع حفاظ حدیث میں تھے ان سے جب کوئی امام صاحب کی خصوصیت دریافت کرتا تو جواب میں فرماتے "اعلم الناس بما لم یکن" یعنی جو حوادث ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے، ان کے متعلقہ احکام کے وہ سب سے بڑے عالم تھے۔ (مناقب موفق ص ۱۰۴ ج ۲)

تدوین فقہ کا طرز خاص

امام صاحب نے جس طرز پر تدوین فقہ کا کام کیا در حقیقت وہ رسول اکرم ﷺ کے فرمان کی تعمیل تھی جو طبرانی نے اوسط میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے۔ قال قلت یا رسول اللہ ان ینزل بنا امر لیس فیہ بیان امر و لا نھی فما تامرنی؟ قال تشاور و الفقھاء والعابدین و لا تمضوا فیہ رای خاصۃ[1] اس لئے یہ مذہب حنفی جو دراصل ایک جماعت شوریٰ کا مذہب تھا اور حضور اکرم ﷺ کے ارشاد ید اللہ علی الجماعۃ سے مؤید تھا ہر زمانہ میں مقبول خواص و عوام رہا اور اسی لئے امام مالک جیسے امام و مجتہد ان کی جماعت کے تدوین کردہ مذہب سے مستفید ہوتے تھے، موفق میں ہے کہ امام مالک اکثر امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق حکم دیتے تھے اور ان کے فیصلوں کو تلاش کرتے تھے خواہ ظاہر نہ کریں۔ (موفق ص ۳۳ ج ۲) یہ روایت اسحٰق بن ابی اسرائیل سے جو شیوخ ابو داؤد و نسائی میں ہیں اور محمد بن عمر واقدی سے ہے جو امام مالک کے شاگرد تھے۔

فقہ حنفی اور امام شافعی

امام اعظم کے بعد ائمہ متبوعین میں سے فقہی نقطۂ نظر سے امام شافعی کا درجہ مانا گیا ہے، اس لئے ان کی رائے فقہ حنفی میں یہاں خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ ۱- فرمایا کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں میں نے کوئی شخص بھی ابو حنیفہ سے افقہ نہیں دیکھا۔ (خیرات حسان ص ۳۱)

۲- جس شخص نے ابو حنیفہ کی کتابوں میں نظر نہیں کی وہ علم و فقہ میں تبحر حاصل نہیں کر سکتا۔ (خیرات ص ۳۱)

۳- جو شخص فقہ میں تبحر ہونا چاہے وہ امام ابو حنیفہ کا نمک خوار بنے کیونکہ وہ ان میں سے تھے جن کو فقہ میں کامل توفیق ملی ہے (ایضاً)

۴- دیلمی نے امام شافعی سے نقل کیا کہ میں امام محمد کی خدمت میں دس سال رہا اور ان کی تصانیف اس قدر پڑھیں جس کو ایک اونٹ اٹھا سکے، اگر امام محمد اپنی عقل و فہم کے مطابق ہم سے کلام کرتے تو ہم ان کا کلام کبھی نہ سمجھ سکتے لیکن وہ ہم سے ہماری عقل و فہم کے مطابق کلام

---

[1] کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر کوئی ایسا امر پیش آئے جس میں امر و نہی منصوص نہ ملے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ فرمایا "فقہاء و عابدین سے معلوم کرو اور کسی ایک کی رائے پر مت چلو"۔

کرتے تھے (کردری ص ۱۵۵ ج ۲)

۵- فرمایا مجھے خدا نے علم میں دو شخصوں سے امداد دی حدیث میں ابن عیینہ سے اور فقہ میں امام محمد سے (کردری ص ۱۵۰ ج ۲)

۶- جو فقہ حاصل کرنا چاہے وہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب و تلامذہ کی صحبت کو لازم سمجھے کیونکہ معانی ان کو ہی میسر ہوئے ہیں، بخدا میں امام احمد کی کتابیں ہی پڑھ کر فقیہ بنا ہوں۔ (درمختار ص ۳۵)

خصوصیات فقہ حنفی

بے شمار خصوصیات میں سے چند بطور مثال ملاحظہ کیجئے۔

۱- باقی فقہ حنفی کا نظریہ یہ تھا کہ نہ صرف اپنے وقت کے موجودہ مسائل کو طے کیا جائے بلکہ جو حوادث و نوازل آئندہ بھی تا قیام قیامت پیش آسکتے ہیں، ان سب کا فیصلہ کیا جائے، برخلاف اس کے اس زمانہ کے دوسرے محدثین و اکابرین حتیٰ کے امام مالک وغیرہ کا بھی نظریہ یہ تھا کہ صرف ان مسائل کی تحقیق کی جائے جو پیش آچکے ہیں، وہ فرضی مسائل کے جوابات بھی نہیں دیتے تھے اس لئے یہ فقہ حنفی کی بڑی خصوصیت و فضیلت ہے جو مذکور ہوئی اور اسی سے امام اعظم کی بھی عظیم منقبت نکلتی ہے کیونکہ بنی آدم کے استحقاق خلافت کا بڑا سبب علم ہے اور علمی کمالات کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کو سردار اولین و آخرین کہتے ہیں پھر وہ علم جو معاملات متعلقہ بالغیر کے انصرام سے متعلق ہو سب سے زیادہ نافع قرار دیا گیا ہے اور حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بعد جن لوگوں کے علم سے امت کو زیادہ فائدہ پہنچا وہ بہ نسبت دوسروں کے افضل ہوں گے، چنانچہ حامل علوم صحابہ و تابعین میں سے امام اعظم کے علم اور علمی خدمات سے جو نفع دوسری صدی سے چودھویں صدی تک پہنچا ہے وہ دوسروں کے علمی افادات سے ہزاروں حصہ زیادہ ہے اور ان شاء اللہ اسی شان سے اس کی افادیت آخر زمانہ تک رہے گی۔ وما ذلک علی اللہ العزیز.

۲- فقہ حنفی کی تدوین کسی ایک دو فرد نے نہیں کی بلکہ ایک بڑی جماعت نے کی ہے جس کی ابتدائی تشکیل ہی میں کم سے کم چالیس افراد کے نام آتے ہیں جو اپنے وقت کے بڑے بڑے مجتہد اور بعد کے اجلۂ محدثین امام احمد، امام بخاری، امام مسلم وغیرہ کے شیوخ کے شیوخ اور استادوں کے استاد تھے اور اسی لئے بعض مصنفین نے تصریح کی ہے کہ اگر صحاح ستہ اور دوسری مشہور کتب حدیث میں سے امام اعظم کے تلامذہ کے سلسلہ کی احادیث و آثار کو الگ کر لیا جائے تو ان میں باقی حصہ بمنزلۂ صفر رہ جائے گا۔

پھر اس دور کے بعد سے اب تک فقہ حنفی کی خدمت ہر زمانہ میں بڑے بڑے فقہا و محدثین کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ سب بھی امام صاحب ہی کا مذکورہ نظریہ رکھتے ہوں گے اور ہر دور میں لاکھوں لاکھ مسائل کا فیصلہ قرآن و حدیث، آثار صحابہ و تابعین، اجماع و قیاس سے ہوتا رہا تو اب تک کتنی تعداد ہوئی ہوگی، دوسرے فقہ میں نہ اتنی وسعت تھی اور نہ کام کرنے والوں نے اس وسعت حوصلہ سے کام کیا تو ظاہر ہے کہ فقہ حنفی کے مقابلہ میں ان کی پوزیشن کیا ہے۔

۳- عامر بن الفرات نسائی امام اعظم کے خاص تلامذۂ اہل نسا میں سے تھے، محمد بن یزید کا بیان ہے کہ میں ان کی خدمت میں آتا جاتا تھا، ایک روز فرمانے لگے تم نے امام صاحب کی کتابیں بھی دیکھی ہیں؟ میں نے عرض کیا میں تو حدیث کا طالب ہوں، ان کی کتابوں کا مطالعہ کر کے میں کیا کروں گا؟ فرمایا کہ میں ستر سال سے برابر آثار کا علم حاصل کر رہا ہوں لیکن امام صاحب کی کتابوں کے مطالعہ سے پہلے میں اچھی طرح استنجاء بھی نہیں جانتا تھا۔ (کردری ص ۲۴۷ ج ۲)

۴- فقہ حنفی سے دوسرے فقہوں نے بھی مدد لی جس کی تفصیل بلوغ الامانی میں ملاحظہ کی جائے اور امام شافعی وغیرہ کے اقوال اس پر گواہ ہیں۔

۵- فقہ حنفی جس طرح خواص اہل علم و فضل اور سلاطین اسلام کی نظروں میں بوجہ اپنی جامعیت و معقولیت کے مقبول و محبوب ہوا، عوام

میں بھی بوجہ سہولت عمل وتشریح جزئیات میں فروع کثیرہ پسند کیا گیا، نیز مذہب حنفی میں ہر زمانہ کی ضروریات اور جدید سے جدید ترقیات کے ساتھ چلنے کی پوری صلاحیت موجود ہے، اسی لئے ابتداء ہی سے اس کا نفوذ وشیوع دور، دراز بلاد وممالک میں ہو گیا تھا، چنانچہ ذیل کا ایک واقعہ بطور مثال پڑھ لیجئے۔

خیر القرون میں اسلام اور حنفی مذہب کا چین تک پہنچنا

نواب صدیق حسن خان نے کتاب ریاض المرتاض وغیاض الاریاض میں ص ۳۱۶ پر سد سکندری کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''کتاب مسالک الممالک میں لکھا ہے کہ واثق باللہ (خلیفہ عباسی) نے چاہا کہ سد سکندری کا حال معلوم کرے چنانچہ اس نے اس کے تفحص کے لئے ۲۲۸ھ میں سلام نامی کو جو چند زبانوں کا واقف تھا پچاس آدمیوں کے ساتھ سامان رسد دیکر روانہ کیا، یہ لوگ بلاد آرمینیہ، سامرہ، ترخان وغیرہ سے گذر کر ایسی سرزمین پر پہنچے جہاں سے سخت بدبو نکلتی تھی، پھر دو روز مزید چل کر ایسی سرزمین پر پہنچے جہاں ان کو ایک پہاڑ نظر آیا وہاں ایک قلعہ بھی تھا اور کچھ لوگ اس میں تھے مگر آس پاس آبادکاری کے نشانات نہ تھے ۲۷ منزل وہاں سے آگے اور طے کیں اور ایک قلعہ پر پہنچے جہاں سے ایک پہاڑ قریب تھا اور اس کی گھاٹیوں میں سد یاجوج ماجوج تھی اگرچہ اس کے قریب بستیاں کم تھیں مگر صحرا اور متفرق مکانات بہت تھے، سد مذکور کے محافظ جو اس جگہ تھے وہ سب مسلمان تھے اور ان کا مذہب حنفی تھا زبان عربی وفارسی بولتے تھے۔

وجہ اختلاف

امام صاحب کی بلند شخصیت اور وسیع حلقہ درس استنباط احکام کے نئے مستحکم اسالیب کی شہرت دور، دور تک پہنچ گئی تھی اور دور سے لوگ صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے تھے، اس لئے خلاف کرتے تھے اور آپ کے وسیع علم، غیر معمولی ورع وتقویٰ اور جلالت قدر کا اندازہ نہ کر کے نئی بات سن کر منکر سمجھتے تھے چنانچہ جو لوگ واقف ہو جاتے تھے وہ تعظیم کرتے تھے اور موافقت کرتے تھے مثلاً امام اوزاعی نے جو فقیہ شام اور آپ کے معاصر تھے، عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ یہ کون مبتدع کوفہ میں پیدا ہوا ہے ابوحنیفہ؟ انہوں نے جواب نہ دیا بلکہ مشکل مشکل مسائل بیان کئے اور ان کے جوابات فتاویٰ امام صاحب کے بتائے ہوئے، انہوں نے دریافت کیا کہ یہ جوابات وفتاویٰ کس کے ہیں؟ کہا کہ ایک شخص کے ہیں جن سے میں عراق میں ملا تھا، اوزاعی نے کہا کہ یہ تو مشائخ میں بڑی قابل قدر شخصیت معلوم ہوتے ہیں، تم جاؤ اور ان سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو، اس پر انہوں نے کہا کہ وہی تو ابوحنیفہ ہیں، پھر امام اوزاعی اور امام صاحب مکہ میں جمع بھی ہوئے اور مسائل کا مذاکرہ کیا جن کو حل کیا (ابن المبارک ذکر کرتے ہیں کہ) جب جدا ہوئے تو امام اوزاعی نے ان سے فرمایا'' مجھے تو اس شخص کے کثرت علم اور وفور عقل پر غبطہ ہوا اور میں خدا سے استغفار کرتا ہوں کہ ان کے بارے میں جو کچھ کہا میں تو کھلی غلطی پر تھا، جاؤ ان کی صحبت کو لازم کرلو کسی طرح ساتھ نہ چھوڑو کیونکہ ان کے بارے میں جو چیزیں مجھ کو پہنچی تھیں میں نے ان کو ان کے بالکل خلاف پایا (الخیرات الحسان ص ۳۳)

امام صاحب کی بلند ترین شخصیت علمی کے گہرے اثرات نئے طریق فکر، افتاء وتخریج مسائل کے نئے اسلوب، فہم معانی حدیث و استنباط احکام کے گرانقدر اصول، شورائی طرز کی فقہی مجالس کی دھاک دور دور تک بیٹھی ہوئی تھی اور یہ دنیا کی بے نظیر علمی مہم دو چار دس سال تک بھی نہیں تقریباً تیس سال بلکہ زیادہ تک پورے شدومد سے جاری رہی، اتنے بڑے عظیم الشان کام کو انجام دینے والی عظیم شخصیت کے ایسے غیر معمولی کارنامہ کو دیکھ کر دنیائے علم محو حیرت وتماشہ تھی، قریب سے دیکھنے والوں نے اچھے اثرات لئے دور سے اندازہ کرنے والوں میں صحیح و غلط دونوں ہوئے، کچھ رشک وحسد کا شکار ہوئے کچھ اور آگے بڑھے اور مخالفانہ پروپیگنڈے شروع کئے جیسے نعیم بن حماد کہ امام ذہبی میزان جلد سوم ص ۲۳۹ پر ازدی سے نقل کرتے ہیں کہ نعیم تقویت سنت کے لئے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے اور امام ابوحنیفہ کے معائب میں جھوٹی

حکایتیں گھڑا کرتے تھے جو سب کی سب جھوٹ ہوتی تھیں۔

افسوس ہے کہ امام بخاری نے ان نعیم کی بھی ایک غلط روایت اپنی تاریخ صغیر میں نقل کردی ہے جو امام اعظم کے بارے میں حضرت سفیان ثوری کی طرف منسوب کی گئی ہے اور وہ حضرت سفیان پر بھی افتراء ہے کیونکہ شیخ ابن حجر مکی شافعی نے خیرات حسان میں حضرت سے امام اعظم کی توثیق نقل کی ہے۔

امام صاحب اور سفیان ثوری

امام سفیان ثوری ان لوگوں میں سے تھے جن کو امام صاحب سے ہمسری کا دعویٰ تھا پھر بھی وہ امام صاحب کے علوم سے بے نیاز نہ تھے، انہوں نے بڑے لطائف الحیل سے کتاب الرہن کی نقل حاصل کی اور اس کو اکثر پیش نظر رکھتے تھے، زائدہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن سفیان کے سرہانے ایک کتاب دیکھی جس کا وہ مطالعہ کر رہے تھے ان سے اجازت لے کر میں اس کو دیکھنے لگا تو امام ابوحنیفہ کی کتاب الرہن نکلی، میں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ ابوحنیفہ کی کتابیں دیکھتے ہیں؟ بولے، کاش ان کی سب کتابیں میرے پاس ہوتیں۔ (عقود الجمان باب عاشر)

حسن بن مالک کا قول ہے کہ امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے، سفیان ثوری مجھ سے زیادہ امام ابوحنیفہ کا اتباع کرنے والے ہیں، حضرت علامہ عثمانیؒ نے لکھا کہ اس امر کا ثبوت جامع ترمذی کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے۔ (مقدمہ فتح الملہم ص ۶۹)

اس کے علاوہ حضرت ابونعیم اصبہانی نے بھی کچھ روایات امام اعظم کی شان کے خلاف نقل فرمادی ہیں جن کے راوی درجہ اعتبار سے ساقط ہیں، کیا اچھا ہوتا کہ ایسے بڑے لوگ جو روایت حدیث کے وقت بال کی کھال نکالتے ہیں اور کسی طرح شک وشبہ کے پاس بھی نہیں پھٹکتے ایک ایک لفظ کو جانچ تول کر اور کسوٹی پر کس کر نقل کرتے ہیں امام اعظم ایسی عظیم وجلیل شخصیتوں کے بارے میں بھی اپنی محتاط روش کو بے داغ رکھتے تاکہ جواب دینے والے بضرورت جواب بھی اپنے محبوب ومحترم امام بخاری یا محدث ابونعیم کے متعلق کسی ادنیٰ سے ادنیٰ شکوہٴ بے احتیاطی وغیرہ پر بھی مجبور نہ ہوتے، یہ ظاہر ہے کہ امام اعظمؒ کی جلالت قدر کو وہ حضرات ہم سے بھی زیادہ جانتے پہنچانتے تھے اور ہم سے زیادہ ان کے دلوں میں ان کی قدر ومنزلت تھی یہی وجہ ہے کہ محدث ابونعیم اصبہانی نے امام اعظم کی مسانید کے ۱۷ یا ۲۱ روایت کرنے والوں میں سے ایک ہیں، اور امام بخاری امام اعظمؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں (اس کی تفصیل امام بخاری کے تذکرہ میں آئے گی) اور پھر اس شان سے کہ امام بخاری حضرت علی بن المدینی کے شاگرد ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے علمی اعتبار سے اپنے آپ کو کسی سے حقیر وکمتر نہیں سمجھا بجز علی بن مدینی کے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۷)

اور یہ علی بن مدینی حضرت یحییٰ بن سعید القطان کے شاگرد ہیں اس طرح کے جواہر مضیہ میں ہے، حضرت یحییٰ نماز عصر کے بعد مینارہٴ مسجد سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے تھے اور امام احمد، یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی ان کے سامنے کھڑے ہوکر حدیثی سوالات کیا کرتے تھے اور نماز مغرب تک اسی طرح کھڑے کھڑے جوابات سنتے تھے نہ وہ ان سے بیٹھنے کے لئے فرماتے تھے اور نہ یہ ان کی عظمت وہیبت کی وجہ سے بیٹھتے تھے، یہ حضرت یحییٰ القطان باوجود اس فضل وکمال کے امام اعظم کے حلقہ درس میں اکثر شریک ہوتے تھے اور ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے اور اکثر مسائل میں امام صاحب کی ہی تقلید کی ہے خود کہتے ہیں قد اخذنا باکثر اقوالہ (تہذیب التہذیب ترجمہ امام ابوحنیفہ) تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے وکیع بن الجراح کے ذکر میں لکھا ہے کہ وہ اور یحییٰ القطان دونوں امام ابوحنیفہ کے اقوال پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور یحییٰ بن معین نے بھی اسی طرح لکھا ہے پھر امام اعظم کے بعد بواسطہ ابن مبارک بھی امام اعظم کے شاگرد رہے ہیں، نیز علی بن المدینی معلی بن منصور کے بھی شاگرد ہیں اور وہ امام اعظم کے شاگرد ہیں اسی طرح اور بہت سے اساتذہ وشیوخ ہیں کہ ان کے واسطوں سے امام بخاری کو امام اعظم

کے علمی فیوض و برکات پہنچے ہیں اور امام بخاری نے بیسیوں مسائل میں امام اعظم کی موافقت بھی فرمائی ہے۔

اس کے بعد تیسرے نمبر پر خطیب بغدادی کا ذکر بھی مناسب ہے کہ انہوں نے تاریخ بغداد میں سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر امام اعظم کی شان رفیع کے خلاف بے سروپا روایات کا ایک ڈھیر لگا دیا ہے جن کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو تک پہنچا دی ہے، اس کے جواب میں ملک معظم عیسیٰ بن ابی بکر ایوبی نے السہم المصیب فی کبد الخطیب لکھا، اور ہمارے استاذ محترم حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کو بڑی تمنا تھی کہ وہ چھپ جائے لیکن جب طبع ہو کر آیا تو اس کو جیسا خیال تھا نہ پایا، اس کے علاوہ سبط ابن الجوزی نے الانتصار لام ائمة الامصار دو جلدوں میں تالیف کی اور خطیب کا پورا رد کیا اور ابوالمؤید الخوارزمی نے مقدمہ جامع المسانید میں بھی اچھا رد کیا ہے لیکن آخر میں حضرت الاستاذ المحترم شیخ محمد زاہد الکوثری قدس سرہ نے جو کافی وشافی رد لکھا وہ یقیناً سب پر فائق ہے اس کا نام تانیب الخطیب علی ما ساقه فی ترجمة ابی حنیفة من الاکاذیب" ہے یہ لاجواب کتاب قابل دید ہے جس میں ایک ایک چیز کا روایت و درایت سے جواب لکھا ہے اور تحقیق و تدقیق کی پوری پوری داد دی ہے اور الحمدللہ امت پر جو خطیب کے جواب کا قرض تھا اس کو انہوں نے پورا پورا ادا کر دیا ہے۔ جزاهم الله عن سائر الامة خير الجزاء۔

ضروری و اہم گذارش

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حالات کے ساتھ ہی موزوں ہوتا کہ ان کے ۴۰ شرکاء تدوین فقہ کے حالات بھی متصلاً آ جاتے لیکن ائمہ متبوعین کو ایک جگہ کرنے اور ائمہ ثلاثہ کی جلالت قدر و اہمیت شان کے پیش نظر امام صاحب کے بعد ان تینوں اکابر ائمہ مجتہدین، امام مالک، امام شافعی، امام احمد کے حالات پیش کر دیئے گئے، دوسرے اس لئے بھی یہ ترتیب غیر موزوں نہیں رہی کہ یہ تینوں حضرات بھی امام صاحب کے سلسلۂ تلامیذ میں داخل ہیں۔

اب ان چالیس حضرات اکابر مجتہدین محدثین و فقہاء عظام کے حالات پیش کئے جاتے ہیں جو امام صاحب کے ساتھ تدوین فقہ کی تاریخی مہم میں شریک تھے ان کی تعیین و تلاش اور حالات جمع کرنے میں مجھے کافی صعوبت اس لئے ہوئی کہ اب تک کسی تصنیف میں یکجا ان کے حالات تعیین و تشخیص کے ساتھ نہیں ملے، کتابوں میں بھی تلاش بلیغ کی گئی اور موجودہ اکابر اہل علم سے بھی رجوع کیا گیا مگر کہیں سے رہنمائی نہ ہوئی، علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے سیرۃ النعمان میں لکھا ہے کہ مجھے بڑی تمنا تھی کہ ان چالیس شرکاء تدوین فقہ کے حالات جمع کروں مگر نہ مل سکے اس لئے انہوں نے بھی صرف ۱۲-۱۳ حضرات کی تعیین کی۔

چونکہ اوپر سے ہی برابر نقول میں یہ چیز ملتی ہے کہ امام صاحب نے اپنے بے شمار تلامذہ اصحاب میں سے ۴۰ افراد منتخب کر کے ان کو تدوین فقہ کے کام پر لگا دیا تھا اور وہ تب مجتہدین کے درجہ کے تھے اس کے بعد تفصیل ندارد ہو جاتی تھی، اس لئے راقم الحروف کو بھی بڑی تمنا تھی کہ ان سب کی تعیین ہو کر حالات بھی یک جا ہو جائیں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس میں کامیابی ہوئی۔

پھر جمع حالات کے سلسلے میں یہ بھی دقت ہوئی کہ رجال حدیث کے حالات لکھنے والے قلم غیروں کے ہاتھ میں تھے انہوں نے شروع سے ہی کاٹ چھانٹ اور اپنے پرائے کی تفریق کے نظریہ سے کام لیا تھا، حافظ ابن حجر کا تو کہنا ہی کیا کہ بقول حضرت شاہ صاحبؒ ان سے زیادہ رجال حنفیہ کو کسی اور سے نقصان نہیں پہنچا انہوں تو امام اعظم کے تلامذہ کا ذکر کرتے وقت ہی سب کچھ آئندہ کا نقشہ سوچ لیا ہوگا کہ حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں اگر ایک سو تلامذہ کبار کا ذکر کیا تھا تو انہوں نے تہذیب التہذیب میں ان کو گھٹا کر صرف ۲۳ ذکر کئے اور حضرت عبداللہ بن مبارک، امام حسن بن زیادہ، حضرت داؤد طائی، شیخ الاسلام یزید بن ہارون، امام حدیث سعد بن الصلت، محدث کبیر عبیداللہ بن موسیٰ، محدث و فقیہ جلیل ابو مطیع بلخی جیسے حضرات تلامذہ و اصحاب امام اعظم کا ذکر ہی نہیں کیا، حالانکہ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں بھی ان

حضرات کو امام صاحب کے تلامذہ میں گنایا ہے۔

پھر حافظ ذہبی نے ان چالیس حضرات میں سے اکثر کو حفاظ میں شامل نہیں کیا کیونکہ تعصب وہاں بھی کم نہیں ہے اگرچہ دوسرے طرز کا اور حافظ سے نسبتاً کم ہے اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ امام محمد کو حفاظ میں ذکر نہیں کیا جبکہ علامہ ابن عبد البر اور ان سے پہلے محدث دار قطنی نے بھی امام محمد کو کبار حفاظ و ثقات میں تسلیم کیا ہے جس کا ذکر ہم امام محمد کے حالات میں کریں گے۔

غرض حافظ ذہبی نے بھی زیادہ تو یوں نکال دیئے اس کے بعد حافظ کبیر عبدالرزاق (صاحب مصنف) شیخ الاسلام حافظ ابو عاصم ضحاک بن مخلد الامام الحافظ مکی بن ابراہیم، الحافظ الامام فضل بن موسیٰ سینانی، الامام الحافظ حفص بن غیاث، سید الحفاظ یحییٰ القطان، الامام الحافظ الثبت محدث العراق احد الائمۃ الاعلام وکیع بن الجراح، الامام الحافظ احد الاعلام مسعر بن کدام، الاعلام الحافظ ابراہیم بن طہمان، الامام العلام قاضی الکوفہ احد الاعلام قاسم بن معن، الامام القدوہ شیخ الاسلام شیخ الحرم فضیل بن عیاض، الحافظ الحجہ محدث البصرہ یزید بن زریع، الامام الحافظ العلام شیخ الاسلام فخر المجاہدین قدوۃ الزاہدین عبداللہ بن مبارک، الامام القدوۃ الحجہ عبداللہ بن ادریس، الامام الحافظ علی بن مسہر، ان سب کو مذکورہ بالا القاب و آداب کے ساتھ بڑی عظمت سے ذکر کیا مگر یہ نہیں بتلایا کہ ان کا کچھ تعلق امام اعظم سے بھی تھا یا نہیں صرف امام ابو یوسف کو الامام العلامہ فقیہ العراقیین لکھ کر صاحب ابی حنیفہ اور یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ کو الحافظ المتقن الفقیہ لکھ کر صاحب ابی حنیفہ لکھا۔

یہاں اس تفصیل سے مجھے یہ بھی دکھانا تھا کہ امام صاحب کے تلامذہ واصحاب کتنے بڑے پایہ کے ائمہ وحفاظ تھے جن کے لئے حافظ ذہبی نے مذکورہ بالا القاب لکھے ہیں۔

غرض اپنے سلسلہ کے اکابر کی تصانیف نابود ہیں نہ حافظ عینی کی تاریخ ہے نہ سبط ابن الجوزی کی مرآۃ الزمان نہ امام طحاوی کی تاریخ کبیر نہ کفوی کی طبقات الحنفیہ ملتی ہے نہ قاسم بن قطلو بغا کی تالیفات، فوائد بہیہ دیکھئے تو وہاں بھی نقول غیروں سے ہی ہیں اپنی بہت کم اور بہت سے علمائے کبار حنفیہ کے تذکرہ سے خالی، بستان المحدثین وغیرہ کا مطالعہ کیجئے تو اس میں بھی اپنے حضرات کا تذکرہ بہت کم اور کسی کا ہے تو وہ بھی بغایت اختصار، حد ہے کہ حافظ کا ذکر فتح الباری شرح بخاری کی وجہ سے ہے مگر حافظ عینی کا ذکر باوجود عمدۃ القاری شرح بخاری کے نہ آسکا، اسی طرح علامہ عینی نے معانی الآثار امام طحاوی کی دو شرحیں لکھیں ایک نخب الافکار فی شرح معانی الآثار ۸ ضخیم جلدوں میں دوسری مبانی الاخبار ۶ ضخیم جلدوں میں جس کے ساتھ دو جلدوں میں رجال معانی الآثار کی تاریخ لکھی مغانی الاخبار، باوجود ان سب حدیثی خدمات کے بھی چونکہ وہ حنفی تھے ان کے ذکر کو غیروں نے نظر انداز کیا تو ہم نے بھی ان کی ہی تقلید کر لی۔

امام طحاوی کا ذکر معانی الآثار کی وجہ سے ہوا مگر ان کی مشکل الآثار، سنن الشافعی اور شرح المغنی وغیرہ کا نام تک بھی نہیں آپایا، امام طحاوی کے حالات میں ہم نے ان سب کو لیا ہے، بستان المحدثین میں تاریخ بغداد کے ذکر کے لئے بھی کئی صفحات ہیں مگر ان میں کہیں ایک کلمہ اس بارے میں نہیں کہ اکابر امت کے خلاف اس میں کیا کچھ زہر موجود ہے، حافظ حدیث جمال الدین زیلعی حنفی کی نصب الرایہ جیسی عظیم وجلیل کتاب کا کہیں ذکر نہیں جب کہ دوسری چھوٹی چھوٹی کتابوں کا بھی ذکر موجود ہے۔

مختصر یہ کہ دوسروں نے اگر تعصب وعناد کی وجہ سے ہمارے اکابر کا ذکر مٹایا تھا تو ہم اپنی سادگی یا بے اعتنائی سے اسی راہ پر چل پڑے حتیٰ کے آج نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ کچھ اہل حدیث یہ کہنے کو بھی تیار ہو گئے کہ حنفیہ کے پاس نہ حدیث ہے نہ محدثین، اور بعض حضرات نے تو حضرت سفیان بن عیینہ کے بارے میں یہ بھی کہہ دیا کہ وہ امام اعظم کے فن حدیث میں شاگرد نہ تھے، جس پر علامہ کوثری کو تانیب الخطیب میں لکھنا پڑا کہ جامع المسانید امام اعظم کی مراجعت کی جائے اس سے معلوم ہو جائے گا کہ سفیان بن عیینہ نے کس قدر کثرت سے امام اعظم سے احادیث کی روایت کی ہیں، اسی وجہ سے راقم الحروف نے بھی تلامیذ واصحاب امام اعظم کے تذکروں میں جا بجا اس تصریح

کی ہے کہ یہ حضرات نہ صرف فقہ میں امام صاحب کے شاگرد تھے بلکہ حدیث میں بھی شاگرد ہیں اور جامع مسانید میں ان کی روایات موجود ہیں ان کی مراجعت کی جاسکتی ہے کیا یہ انصاف ہے کہ جب تک ایک شخص کا ذکر شیوخ بخاری و مسلم میں ہے تو وہ خود محدث ہیں اور اس کے شیوخ و تلامذہ بھی محدثین لیکن اگر وہ شخص امام اعظم یا ان کے اصحاب سے روایت کرے تو نہ اس کے شیوخ محدث کہلائیں نہ اس کے تلامذہ، غرض اس قسم کی تمام ناانصافیوں اور تعصباتی نظریات کی ہم ہر موقع پر نشاندہی کریں گے اور ان کی تردید احقاق حق و ابطال باطل کے لئے اپنا فریضہ سمجھیں گے۔ واللہ الموفق ومنہ الہدایہ۔

۲۱- امام زفر رضی اللہ عنہ (ولادت ۱۱۰ھ وفات ۱۵۸ھ عمر ۴۸ سال)

اسم و نسب

امام العصر مجتہد مطلق ابو الہذیل زفر عنبری بصری ابن الہذیل بن (زفر الہذیل بن) قیس بن سلیم بن مکمل بن قیس بن عدنان رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (وفیات الاعیان لابن خلکان وغیرہ) آپ کا ترجمہ ابو الشیخ کی "طبقات المحدثین با صبہان" میں ہے جس کا قلمی نسخہ ظاہریہ دمشق میں ہے اور ابو نعیم کی تاریخ اصبہان میں بھی ہے جو لیڈن سے طبع ہوئی ہے۔

ولادت و تعلیم

۱۱۰ھ میں بمقام اصبہان پیدا ہوئے جہاں ان کے والد حاکم تھے اور شعبان ۱۵۸ھ میں وفات ہوئی، صیمری نے لکھا کہ پہلے امام زفر نے حدیث میں زیادہ اشتغال رکھا پھر رائے کی طرف متوجہ ہوئے۔

محمد بن وہب کا بیان ہے کہ امام زفر اصحاب حدیث میں سے تھے، ایک دفعہ ایک مسئلہ پیش آیا کہ اس کے حل کرنے سے وہ خود اور ان کے دوسرے اصحاب حدیث عاجز ہوئے تو امام زفر امام ابو حنیفہ کی خدمت میں پہنچے امام صاحب نے جواب دیا، پوچھا آپ نے یہ جواب کہاں سے دیا؟ فرمایا فلاں حدیث اور فلاں قیاس و استنباط کی وجہ سے، پھر امام صاحب نے مسئلہ کی نوعیت بدل کر فرمایا کہ تم بتاؤ! اس میں کیا جواب ہوگا؟ امام زفر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو اس کے جواب سے پہلے سے بھی زیادہ عاجز پایا، امام صاحب نے ایک اور مسئلہ بیان کیا اور اس کا جواب مع دلیل بتایا، میں ان کے پاس سے اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے بھی وہ مسائل پوچھے تو وہ بھی جواب سے عاجز ہوئے میں نے جوابات دیئے اور دلائل سنائے وہ سب کہنے لگے کہ یہ جوابات و دلائل آپ کو کہاں سے حاصل ہوئے؟ میں نے کہا امام ابو حنیفہ سے پھر تو میں ان ہی تین مسائل کی بدولت اپنے حلقۂ اصحاب کا سردار بن گیا۔

اس کے بعد امام زفر مستقل طور سے امام ابو حنیفہ سے وابستہ ہوگئے اور ان دس اکابر میں سے ہوگئے جنہوں نے امام صاحب کے ساتھ تدوین کتب کی ہے، یہی واقعہ مسالک الابصار میں بھی امام طحاوی کے ذریعہ سے نقل ہوا ہے (لمحات النظر فی سیرۃ الامام زفرؒ الکوثریؒ)

صیمری کی روایت ہے کہ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے کہا میں نے اپنے والد عثمان بن ابی شیبہ اور چچا ابو بکر ابن ابی شیبہ (صاحب مصنف ما دحین امام زفر مشہور) سے امام زفر کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام زفر اپنے زمانہ کے اکابر فقہاء میں سے تھے اور والد صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ابو نعیم (فضل بن دکین شیخ اصحاب ستہ) امام زفر کو فقیہ نبیل کہتے تھے اور ان کی بڑائیاں بیان کرتے تھے، عمرو بن سلیمان عطار کہتے ہیں کہ میں کوفہ میں تھا اور امام اعظم کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا، امام زفر کی تقریب نکاح منعقد ہوئی تو امام صاحب بھی شریک ہوئے انہوں نے امام صاحب سے عرض کیا کہ آپ نکاح پڑھائیں؟ امام صاحب نے خطبہ نکاح پڑھا اور اسی میں فرمایا کہ یہ زفر بن ہذیل ائمۃ المسلمین میں سے بڑے امام ہیں اور دین کے نشانوں میں سے ایک نشان ہیں، اپنے حسب و شرف و علم کے اعتبار سے ممتاز ہیں،

امام زفر کی قوم کے کچھ لوگوں نے تو امام صاحب کے ان مدحیہ کلمات پر اظہار مسرت کیا اور کہا کہ امام صاحب کے سوا کوئی دوسرا خطبہ پڑھتا تو ہمیں اتنی خوشی نہ ہوتی مگر کچھ لوگوں نے اپنی خاندانی تعلیٰ کا اظہار کرتے ہوئے امام زفر سے کہا کہ آپ کے بنوعم اور شرفاء قوم یہاں جمع تھے ایسے موقع پر کیا مناسب تھا کہ (غیر خاندان کے شخص) ابوحنیفہ سے خطبہ نکاح پڑھنے کو آپ نے کہا؟ امام زفر نے جواب میں فرمایا کہ یہ آپ لوگ کیا کہہ رہے ہیں (امام صاحب کی موجودگی میں) تو اگر میرے والد ماجد بھی موجود ہوتے تو ان پر بھی میں امام صاحب کو مقدم کرتا۔

امام صاحب نے جو تعریفی کلمات امام زفر کے لئے ارشاد فرمائے وہ ان کے فضل و تقدم کے لئے بہت بڑی شہادت ہیں اور امام زفر جو پہلے اصحاب حدیث میں سے تھے اور جن کے مداح ابوبکر ابن ابی شیبہ جیسے محدثین بھی تھے جو امام صاحب پر معترضین میں سے تھے ان کا امام صاحب کی انتہائی تعظیم و توقیر کرنا اور تلمذ اختیار کرنا بھی کچھ کم اہم نہیں ہے۔

امام حسن بن زیادہ فرماتے ہیں کہ امام زفر اور امام داؤد طائی میں حقیقی بھائیوں جیسا تعلق تھا پھر داؤد طائی نے تو فقہ کو چھوڑ کر عبادت گزاری اختیار کی اور امام زفر نے فقہ کے ساتھ عبادت کو جمع کیا اور امام زفر داؤد طائی سے ملاقات کے لئے بصرہ جایا کرتے تھے (لمحات النظر ص ۶، ۷) امام وکیع کا قول ہے کہ امام زفر بڑے متورع، اچھا قیاس کرنے والے، کم لکھنے والے تھے اور جو کچھ لکھتے تھے وہ ان کو یاد رہتا تھا، امام یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ امام زفر صاحب رائے، ثقہ اور مامون تھے، میں نے فضل بن دکین کو دیکھا کہ جب ان کے سامنے امام زفر کا ذکر ہوتا تو ان کی عظمت وجلالت قدر کے حالات بیان کرتے اور ثقہ، مامون بتلاتے کبھی ان کو خیار ناس میں سے فرماتے تھے، یحییٰ بن اکثم کا بیان ہے کہ میں نے امام وکیع (شیخ اصحاب ستہ) کو آخر عمر میں دیکھا کہ وہ صبح کو امام زفر اور شام کو امام ابویوسف کے پاس آتے تھے، مگر پھر انہوں نے دونوں وقت امام زفر کے پاس آنا شروع کر دیا۔

امام وکیع سے کسی نے بطور اعتراض کہا کہ آپ زفر کے پاس آتے جاتے ہیں" فرمایا تم لوگوں نے مغالطہ آمیزیاں کر کے ہمیں امام ابو حنیفہ سے چھڑانا چاہا حتیٰ کے وہ دنیا سے رخصت ہوئے اب تم اسی طرح امام زفر سے چھڑانے کی سعی کرتے ہو تا کہ ہم ابواسید اور ان کے اصحاب کے محتاج ہو جائیں۔

یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام وکیع امام اعظم سے آخر وقت تک وابستہ رہے اور کسی مغالطہ آمیزی سے بھی متاثر نہ ہوئے، امام صاحب ہی کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے جیسا کہ انتقاء میں علامہ ابن عبدالبر نے تصریح کی ہے اور خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ کے ص ۳۴۷ ج ۱۴ میں ذکر کیا کہ کسی نے وکیع سے کہا "امام ابوحنیفہ نے خطا کی" تو فرمایا کہ وہ کیسے خطا کر سکتے ہیں حالانکہ ان کے ساتھ ابویوسف وزفر جیسے قیاس کرنے والے یحییٰ بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، حبان، مندل ایسے حفاظ حدیث، قاسم بن معن لغت وعربیہ کے ماہر، داؤد طائی و فضیل بن عیاض جیسے زاہد ومتورع ہیں اور جس کے ہم مجلس ایسے لوگ ہوں وہ خطا نہیں کر سکتا، کیونکہ اگر خطا کرے تب بھی اس کو صواب کی طرف لوٹا دیں گے۔

ایک مشہور روایت ترمذی شریف باب الاشعار میں ہے کہ وکیع کے سامنے امام صاحب کا قول ذکر کیا گیا تو ان کو نہایت غصہ آیا، اس کی نسبت بھی ازروئے درایت امام وکیع کی طرف صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ وکیع امام صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے اور امام صاحب کے بہت بڑے مداح تھے اور اس واقعہ کی روایت ابوالسائب سلم بن جنادہ سے ہے جو امام صاحب سے منحرف ومعاند تھے اور وہی وکیع کی طرف بہت سی غیر صحیح حکایات کی طرف نسبت کرتے ہیں جو تاریخ بغداد وغیرہ میں منقول ہیں اور روایات حدیث میں بھی وہ متقن نہیں تھے ابواحمد حاکم کبیر نے کہا کہ وہ بعض احادیث میں مخالفت کرتے تھے، غرض وکیع سے کوئی برائی کا کلمہ امام صاحب کے بارے میں صحیح وقوی سند سے مروی نہیں ہے۔ (حاشیہ دراسات اللبیب ص ۲۰)

محدث ابونعیم فضیل بن دکین نے فرمایا کہ مجھ سے امام زفر نے کہا "میرے پاس اپنی حدیثیں لاؤ تا کہ تمہارے لئے ان کی چھان پھوڑ کر دوں، حافظ ذہبی نے کہا کہ امام زفر فقہاء وزہاد میں سے تھے، صدوق تھے بہت لوگوں نے ان کی توثیق کی ہے اور ابن معین نے بھی

حافظ ابن حجر نے کہا کہ ابن حبان نے امام زفر کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ وہ متقن حافظ حدیث تھے، اپنے صاحبین کے طریقہ سے نہیں چلے اور اپنے اصحاب میں سب سے زیادہ قیاس کرنے والے اور حق کی طرف رجوع کرنے والے تھے، حافظ ابن عبدالبر نے انتقاء میں لکھا کہ امام زفر صاحب عقل و دین و ورع تھے اور روایت حدیث میں ثقہ تھے۔

موازنہ امام ابو یوسفؒ و زفرؒ

حدیث و فقہ و استنباط میں یہ دونوں امام تقریباً یکساں درجہ کے تھے دونوں کے باہم علمی مناظرے مشہور ہیں خود امام صاحب کی موجودگی میں ہوتے تھے اور امام صاحب فیصلہ فرمایا کرتے تھے اور بعض مرتبہ امام صاحب نے امام ابو یوسف کو ترجیح بھی دی ہے یہ بھی روایت ہے کہ امام ابو یوسف کثرت روایت میں غالب ہو جاتے تھے اور امام زفر میدان قیاس میں آگے بڑھ جاتے تھے۔

محدث خالد بن صبیح کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے سفر کیا تو راستہ میں ہی امام صاحب کے انتقال کی خبر ملی، جب مسجد کوفہ میں پہنچا تو دیکھا کہ سب لوگ امام زفر کے گرد جمع ہیں اور امام ابو یوسف کے پاس صرف دو چار آدمی ہیں خیال ہے کہ یہ ابتداء زمانہ کی بات ہے ورنہ پھر تو امام ابو یوسف سے حدیث و فقہ حاصل کرنے والے کثرت سے ہو گئے تھے کہ کوئی ان کے مقابل نہ تھا اور درس کے کسی وقت نہ اکتانا اور کمال وسعت صدر تو ان کا بڑا امتیاز شمار ہوا ہے، غرض امام زفر بھی امام ابو یوسف کی طرح مجتہد مطلق کے درجہ میں تھے ایک دفعہ امام صاحب نے فرمایا کہ ۳۶ آدمی ہیں ان میں سے ۲۸ قاضی و جج بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ۶ فتویٰ دینے کے اہل ہیں دو ایسے ہیں جو ارباب قضا و اصحاب فتویٰ کی تربیت و سرپرستی کر سکتے ہیں اور امام ابو یوسف و امام زفر کی طرف اشارہ فرمایا۔

خدا کی شان کے امام ابو یوسف امام صاحب کے اشارہ کے موافق قاضی القضاۃ اور چیف جسٹس ہوئے اور امام زفر کو حکومت نے قضاء کے لئے مجبور کیا مگر انہوں نے امام صاحب کی طرح صاف انکار کر دیا کسی طرح بھی راضی نہ ہوئے، پھر چھپ گئے اور آپ کا مکان گرا دیا گیا آپ نے آکر مکان بنایا اور پھر قضاء کے لئے مجبور کئے گئے اور آپ چھپ گئے دوبارہ مکان گرایا گیا، حتیٰ کہ آپ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا اور سمجھ لیا گیا کہ کسی طرح راضی نہ ہوں گے۔

کسی نے حسن بن زیاد سے پوچھا کہ آپ نے امام ابو یوسف اور امام زفر کو امام صاحب کی خدمت میں کیسا دیکھا ہے؟ فرمایا کہ جیسے دو چڑیاں باز کے مقابلہ میں، غرض جاننے والے یہی جانتے تھے کہ یہ دونوں ایک درجہ کے تھے، اگرچہ امام صاحب کے مقابلہ میں کچھ نہ تھے اور نہ کچھ اپنے کو سمجھتے تھے، امام زفر جب بصرہ پہنچے اور علماء نے ملاقاتیں کیں، ان سے مشکل مشکل سوالات کئے اور جوابات سن کر متحیر ہوئے ان کو بصرہ کے قیام پر مجبور کیا اور ہر طرف تعریفیں ہونے لگیں لوگوں نے کہا کہ ہم نے فقہ میں زفر جیسا نہیں دیکھا، وہ سب سے بڑے عالم ہیں وغیرہ!، امام زفر کو خبر ہوئی کہ تعریف ہو رہی ہے تو فرمایا تم میری تعریف کرتے ہو اگر ابو یوسف کو دیکھتے تو کیا کہتے! ایک دفعہ فرمایا کہ ابو یوسف سب سے بڑے فقیہ ہیں، باہم معاصرین کی اس قدر بے نفسی اور اقران کے ساتھ ایسی وسعت حوصلہ کے ساتھ مدح و ثناء کی مثالیں خیر القرون کی خیریت کا بڑا ثبوت و امتیاز ہیں اور خصوصیت سے امام صاحب کے اصحاب تلامذہ میں یہ بات خاص طور سے دیکھی گئی کہ ان میں تحاسد و تباغض نہیں تھا اور جو بعض قصے ایسے نقل ہوئے ہیں وہ مخالفین کے چلائے ہوئے بے ثبوت ہیں علامہ کوثری نے جابجا ایسی چیزوں کی تردید کی ہے، جزاہ اللہ خیرا۔

امام زفر کے اساتذہ

علم فقہ میں امام صاحب کے شاگرد ہیں خود فرماتے ہیں کہ میں بیس سال سے زیادہ امام صاحب کی خدمت میں رہا میں نے کسی کو ان سے زیادہ خیر خواہ، ناصح و مشفق نہیں دیکھا وہ محض اللہ کے لئے اپنی جان کو صرف کرتے تھے، سارا دن تو مسائل کے حل و تعلیم اور نئے حوادث

کے جوابات دینے میں صرف کرتے، جس وقت مجلس سے اٹھتے تو کسی مریض کی عیادت کے لئے جاتے، جنازہ کی تشییع کرتے، کسی ضرورت مند کی حاجت روائی کرتے، کسی فقیر کی امداد کرتے یا کسی بچھڑے ہوئے سے رشتۂ اخوت تازہ کرتے تھے، رات ہوتی تو خلوت میں تلاوت، عبادت و نماز کا شغل رہتا، وقت وفات تک یہی معمول رہا، تفقہ کے ساتھ ہی امام صاحب سے روایت حدیث بھی بکثرت کرتے ہیں، امام سمعانی وغیرہ نے امام زفر کی کتاب الآثار کا ذکر کیا ہے جس میں امام صاحب کے واسطہ سے احادیث کی روایات ہیں۔

امام صاب کے علاوہ دوسرے شیوخ امام زفر کے یہ ہیں، اعمش، یحییٰ بن سعید الانصاری، محمد بن اسحٰق (صاحب المغازی) زکریا بن ابی زائدہ، سعید بن ابی عروبہ، ایوب سختیانی، وغیرہ۔

امام زفر کے تلامذہ

امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک (شیخ اصحاب ستہ) شفیق بن ابراہیم، محمد بن الحسن، وکیع ابن الجراح (شیخ اصحاب ستہ) سفیان بن عیینہ (شیخ اصحاب ستہ) ابو عاصم النبیل (شیخ اصحاب ستہ) ابو نعیم فضل بن دکین (شیخ اصحاب ستہ وغیرہ) حضرت عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا کہ امام زفر فرمایا کرتے تھے "ہم رائے کا استعمال اس وقت تک نہیں کرتے جب تک کہ اثر موجود ہو، اسی طرح جب اثر مل گیا رائے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ (کردری)

امام وکیع امام زفر کو خطاب کر کے فرمایا کرتے تھے کہ خدا کا شکر ہے کہ جس نے آپ کو امام صاحب کا جانشین کیا لیکن امام صاحب کے دنیا سے تشریف لے جانے کا صدمہ دل سے نہیں نکلتا، فضل بن دکین کہتے ہیں کہ جب امام صاحب کی وفات ہوئی تو میں امام زفر کا ہوگیا کیونکہ امام صاحب کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ فقیہ اور متورع وہی تھے۔

امام زفر اور نشر مذہب حنفی

حسین بن ولید کہتے تھے کہ امام صاحب کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ متصلب اور دقیق النظر امام زفر تھے، صیمری نے روایت کی کہ یوسف بن خالد سمتی بصرہ سے کوفہ گئے اور امام صاحب سے تفقہ کیا فارغ ہوئے تو بصرہ کا ارادہ کیا امام صاحب نے فرمایا کہ اب تم بصرہ جاؤ گے تو ایسے لوگوں سے واسطہ ہوگا جو تم سے پہلے مسند علم پر متمکن ہو چکے ہوں گے، لہٰذا تم مسند درس سنبھالنے کی جلدی نہ کرنا کہ بیٹھ کر کہنے لگو، ابوحنیفہ نے ایسا کیا اور یہ کہا، اگر ایسا کرو گے تو تم وہاں جم نہ سکو گے بلکہ نکال دیئے جاؤ گے، یوسف گئے اور چونکہ علم وافر لے کر پہنچے تھے صبر نہ ہو سکا، مسند سنبھال کر لگے کہنے کے امام ابوحنیفہ نے یہ کہا اور وہ کہا، عثمان بتی بصرہ کے امام اور مشہور فقیہ و محدث تھے، یوسف نے ان کے اصحاب و تلامذہ سے مسائل میں بحثیں کیں اور امام صاحب کے دلائل سے مغلوب کرنا چاہا جس پر وہ لوگ خلاف و عناد پر اتر آئے، ان کو برداشت نہ کر سکے حتیٰ کہ ان کو مسجد سے اٹھا دیا، یہ خاموش ہو گئے اور پھر امام زفر تک کسی اور کو بھی جرأت نہ ہوئی کہ امام صاحب کا ذکر وہاں کر سکتا۔

جب امام زفر وہاں پہنچے تو چونکہ سیاسی دماغ رکھتے تھے دوسرا طریقہ اختیار کیا، وہاں کے شیوخ کی مجلس میں جاتے تھے، ان کے مسائل سنتے اور ان کی اصل کے خلاف کچھ فروعی مسائل نکال کر سوال کرتے کہ آپ نے ان مسائل میں اپنی اصل کو کیوں چھوڑ دیا، عثمان بتی اور ان کے اصحاب و تلامذہ جواب سے عاجز ہوتے تو کہتے کہ اس باب میں دوسری اصل اس اصل سے بہتر ہے اور دلائل سے اس کی برتری و جامعیت وغیرہ ان ہی سے منوا لیتے جب وہ پوری طرح تسلیم کر لیتے تو کہتے یہ اصل امام ابوحنیفہ کی قائم کی ہوئی ہے۔

کبھی ایسا کرتے کہ ان ہی مشائخ بصرہ کے اقوال کے اثبات میں ایسے دلائل پیش کرتے جو ان کے دلائل سے زیادہ قوی ہوتے وہ بہت خوش ہوتے پھر کہتے کہ یہاں ایک دوسرا قول بھی ہے جو تمہارے اقوال کے علاوہ ہے اور اس کو بیان کر کے اسکے لئے اور بھی اعلیٰ و قوی

دلائل دیتے جب وہ تسلیم کر لیتے تو بتلاتے کہ یہ قول امام ابوحنیفہ کا ہے، وہ کہتے کہ یہ قول واقعی بہت ہی اچھا ہے خواہ وہ کسی کا بھی ہو، اسی طرح امام زفر کرتے رہے اور امام صاحب کے اقوال سے مانوس بناتے رہے، کچھ ہی روز میں شیخ عثمان بتی جیسے شیخ وقت تک کے اصحاب بھی ان کو چھوڑ کر امام زفر کے حلقہ درس میں آشامل ہوئے اور شیخ عثمان بتی تنہا رہ گئے۔

معلوم ہوا کہ عالم کی سوء سیاست و تدبیری سے اس کے علوم کی نشر و اشاعت پر بھی برا اثر پڑتا ہے، اگر یوسف امام صاحب کی نصیحت پر عمل کرتے تو وہ بھی ضرور کامیاب ہوتے بہت بڑے جلیل القدر عالم تھے، امام شافعی کے شیوخ میں سے ہیں، ابن ماجہ میں ان سے احادیث مروی ہیں اور تاریخ اصبہان لابی نعیم میں بھی ان سے بہ کثرت احادیث روایت کی گئی ہیں کوئی عیب ان میں نہیں تھا مگر لوگوں نے تنافس و تحاسد کی وجہ سے ان کو بری طرح مطعون کیا طرح طرح کے الزامات لگائے یہاں تک کہ ان کے متعلق مشہور کیا کہ وہ قیامت و میزان کے منکر ہیں، دیکھئے تہذیب التہذیب۔

پہلے امام زفر کی توثیق اور وسعت علم حدیث و فقہ کے بارے میں علماء کے اقوال نقل ہو چکے ہیں لیکن کوئی کوئی قول ان کے خلاف بھی نقل ہوا ہے اگرچہ اس کی تاویل ہو سکتی ہے مثلاً ابن سعد کا قول کے امام زفر حدیث میں کچھ نہیں تھے، اول تو بقول علامہ زماں مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ کے یہ ریمارک فقد ابن سعد کے علم کے اعتبار سے ہے ورنہ ان کو بڑے بڑے علماء نے مجتہد اور حافظ حدیث تسلیم کیا ہے اور ابن حبان وغیرہ نے اتقان کی بھی شہادت دی ہے۔ (الرفع والتکمیل)

دوسرے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابن سعد نے بطور مبالغہ فرمایا ہو کہ جیسے بڑے امام و مجتہد و فقیہ تھے اس کی نسبت سے حدیث میں بہت کم تھے اور یہ کوئی تنقیص نہیں ہے کیونکہ بڑے بڑے مجتہدین ائمہ متبوعین سب ہی استنباط و تخریج مسائل وغیرہ میں زیادہ مشغول رہے اور روایت حدیث کی طرف متوجہ نہ ہو سکے اور چونکہ روایت حدیث کرنے والوں کی بڑی کثرت تھی، اس لئے بھی اس کی ضرورت نہ سمجھی ہو گی تفقہ کی کمی تھی اس لئے پوری توجہ ادھر ہی صرف کی۔ واللہ اعلم۔

یہ پہلے لکھا گیا کہ امام زفر نے قضا قبول نہیں کی اور بصرہ میں ان کا قیام بسلسلہ درس و افادہ تھا کیونکہ بصرہ والوں نے ان کو اصرار کر کے روک لیا تھا علامہ ابن عبدالبر نے انتقاء میں جو لکھا ہے کہ بصرہ کے قاضی بھی رہے یہ ان کو مغالطہ ہوا ہے وہ مغرب میں تھے اور مشرق کے بعض حالات بیان کرنے میں ان سے تسامحات ہو گئے ہیں، انہوں نے اس طرح لکھا ہے۔

امام زفر امام ابوحنیفہ کے کبار اصحاب و فقہاء میں سے تھے، علامہ کوثری نے لمحات النظر فی سیر الامام زفر میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ امام زفر مجتہد مطلق کے درجہ میں تھے اگرچہ انتساب انہوں نے امام اعظم کے برابر قائم رکھا ہے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام ابوحنیفہ کی کسی مسئلہ میں مخالفت نہیں کی جس میں ان کا کوئی نہ کوئی قول اس کے موافق موجود نہ ہو، یہ بھی فرماتے تھے کہ میں نے یہ جرأت نہیں کی امام صاحب کی مخالفت کسی مسئلہ میں ان کی وفات کے بعد بھی کروں کیونکہ اگر میں ان کی زندگی میں مخالفت کرتا اور دلیل اس پر قائم کرتا تو وہ بھی مجھے اسی وقت اپنے حق بات کی طرف دلائل کی قوت سے مجبور کر کے لوٹا دیتے لہذا بعد وفات بھی مخالفت میرے لئے موزوں نہیں ہوئی یہ بات امام زفر کے کمال ادب کی تھی ورنہ کچھ اصول و فروع میں جزوی خلاف بھی ضرور ملتا ہے، جس سے ان کا مجتہد مطلق ہونا ثابت ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان میں سب سے اچھے قیاس کرنے والے تھے، بصرہ کے قاضی ہو کر جب امام صاحب سے رخصت ہو کر جانے لگے تو امام صاحب نے ان سے فرمایا "تم جانتے ہو جو کچھ ہمارے متعلق اہل بصرہ کے دلوں میں جذبات عداوت، حسد و منافست ہیں مجھے امید نہیں کہ تم بھی ان سے بچ سکو گے" بصرہ پہنچے تو اہل علم ان کے پاس جمع ہوئے مناظرے کئے وغیرہ تفصیل اوپر گذر چکی۔

امام زفر کا زہد و ورع

ابراہیم بن سلیمان کا بیان ہے کہ ہم لوگ جب امام زفر کی مجلس میں ہوتے تھے تو ہم میں سے کوئی بھی ان کے سامنے دنیا کی باتیں نہ

کرسکتا تھا، اور اگر کبھی ایسا ہوا بھی تو وہ مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے اور ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ ان کی موت اسی لئے جلدی ہوئی کہ خدا کا خوف ان پر سخت غالب تھا، بصرہ ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۲۲-امام مالک بن مغول البجلی الحنفی (م ۱۵۹ھ)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب وشرکاء تدوین فقہ حنفی میں سے اور ان حضرات اکابر میں سے تھے جن کو امام صاحب نے خطاب فرما کر ارشاد کیا تھا کہ "تم لوگ میرے قلب کا سرور اور میرے غم کو مٹانے والے ہو" محدث ابواسحٰق سبیعی، امام اعظم، معن بن ابی جحیفہ، سماک ابن حرب اور نافع مولی ابن عمر وغیرہ اس کے اساتذہ شیوخ میں ہیں، حافظ نے تہذیب میں امام صاحب کے تعلق وتملذ وغیرہ کا ذکر خیر حذف کر دیا، امام حدیث وحجت تھے حضرت شعبہ، ابونعیم، قبیصہ، امام محمد، حضرت ابن مبارک، مسعر، ثوری، زائدۃ، ابن عیینہ، اسماعیل بن زکریا، یحییٰ بن سعید القطان، وکیع، عبدالرحمٰن بن مہدی اور یحییٰ بن آدم وغیرہ ان کے شاگردوں میں ہیں، بخاری ومسلم اور اصحاب سنن کے شیخ ہیں اور سب نے ان سے روایت حدیث کی ہے۔ (جواہر مضیہ ص ۱۵۰ ج ۲)

امام احمد نے ان کو ثقہ، ثبت فی الحدیث کہا، امام یحییٰ بن معین، ابوحاتم اور نسائی نے ثقہ کہا، ابونعیم نے کہا کہ ہم سے مالک بن مغول نے حدیث بیان کی اور وہ ثقہ تھے عجلی نے رجل صالح، علم وفضل میں نمایاں مقام ومرتبہ رکھنے والا بتلایا، طبرانی نے خیار مسلمین سے کہا، ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مالک بن مغول سے کہا کہ خدا تو ڈر تو مالک نے فوراً اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا ابن سعد نے کہا کہ مالک ثقہ، مامون، کثیر الحدیث، صاحب خیر وفضل تھے، امام بخاری نے فرمایا کہ عبداللہ بن سعید نے کہا کہ میں نے ابن مہدی سے سنا فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی کوفی کو دیکھو کہ وہ ایسے کوفی کا ذکر کرتا ہے جس کو مالک بن مغول بھلائی سے یاد کرتے ہیں تو تم ضرور اس کا اطمینان کرلو، ابن حبان نے "ثقات" میں لکھا کہ مالک اہل کوفہ کی بڑے عبادت گذاروں اور نقل متثبت اور متقن تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (تہذیب التہذیب ص ۲۲ ج ۱)

۲۳-امام داؤد طائی حنفیؒ (م ۱۶۰ھ)

امام ربانی امام حدیث ابوسلیمان داؤد بن نصیر الطائی الکوفی، محدث ثقہ، زاہد اعلم، افضل واورع زمانہ تھا، ضروری علوم حاصل کرنے کے بعد امام اعمش اور ابن ابی لیلیٰ سے حدیث پڑھی پھر امام اعظم کی خدمت میں باریاب ہوئے، بیس برس تک ان سے استفادہ کرتے رہے اور ان کے کبار اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے ایک یہ بھی ہیں۔

بعض اوقات صاحبین کے اختلاف کو اپنی رائے صائب سے فیصلہ کر کے ختم کر دیتے تھے، امام ابویوسف سے بوجہ قبول قضا اپنی غایت زہد واستغناء کے باعث کچھ منقبض رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے استاذ امام اعظم نے تازیانے کھا کھا کر اپنے آپ کو ہلاک کرالیا مگر قضا کو قبول نہ کیا اس لئے ہمیں بھی ان کا اتباع کرنا چاہئے، حضرت سفیان بن عیینہ اور ابن علیہ وغیرہ آپ کے حدیث میں شاگرد ہیں، امام یحییٰ بن معین وغیرہ نے آپ کی توثیق کی اور نسائی میں آپ سے روایت کی گئی ہے۔

محدث محارب بن دثار فرماتے تھے کہ اگر داؤد طائی پہلی امتوں میں ہوتے تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرماتا، محدث ابن حبان نے لکھا کہ داؤد فقہاء میں سے تھے اور امام ابوحنیفہ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے پھر رات دن عبادت میں صرف کرنے لگے تھے، آپ کو ورثہ میں بیس اشرفیاں ملیں تھیں جن سے بیس سال گذر کی اور وفات پائی، کبھی کسی بھائی، دوست یا بادشاہ کا عطیہ قبول نہیں کیا، حضرت عبداللہ ابن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ بس دنیا سے اتنا ہی سروکار رکھنا چاہئے جتنا داؤد طائی نے رکھا، روٹی کو پانی میں بھگو دیتے تھے جب وہ گھل جاتی تو اس کو شربت کی طرح پی لیتے اور فرماتے کہ جب تک میں روٹی کو ایک ایک لقمہ کر کے کھاؤں اتنے عرصہ میں پچاس آیات قرآن

مجید کی پڑھ سکتا ہوں لہذا روٹی کھانے میں عمر کو کیوں ضائع کروں؟

نقل ہے کہ ایک روز قبرستان سے گذرے تو ایک عورت رو رو کر ایک صاحب قبر کو یہ شعر پڑھ کر خطاب کر رہی تھی کہ اے یحییٰ، کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تیرے دونوں گلگوں رخساروں میں پہلے کون سا رخسار بوسیدہ ہوا اور کون سی آنکھ پہلے مٹی کی نذر ہوئی؟ اس کو سن کر دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ ان کے دل پر ایسا گہرا ہوا کہ بیقرار ہو کر امام اعظم کی خدمت میں دوڑے ہوئے پہنچے امام صاحب نے وجہ پوچھی آپ نے سب حال بتلایا امام صاحب نے فرمایا کہ آپ لوگوں سے منہ پھیر لیں چنانچہ آپ دنیا سے الگ ایک گوشہ میں جا بیٹھے، کچھ مدت کے بعد امام صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا "یہ کام کی بات نہیں ہے جو آپ نے کی ہے بلکہ مناسب یہ ہے کہ آپ ائمہ کے درمیان بیٹھیں اور انکی گفتگو سنیں اور منہ سے کچھ نہ کہیں، چنانچہ آپ نے اپنے استاد اعظم کے ارشاد پر ایک برس تک عمل کیا اور فرمایا کہ اس ایک سال کے صبر نے تین برس کا کام کیا ہے۔

امام محمد کا بیان ہے کہ میں ان کی خدمت میں گھر حاضر ہو کر کسی مسئلہ میں رجوع کرتا تھا تو اگر ان کے دل میں انشراح ہوا کہ اس مسئلہ کی مجھے اپنے دین کی اصلاح کے لئے ضرورت ہے تو جواب دیتے ورنہ تبسم فرما کر مجھے ٹال دیتے تھے کہ ہمیں کام ہے ہمیں کام ہے (جواہر مضیئہ و حدائق حنفیہ) رحمه الله رحمة واسعة كما يحب ربنا و يرضى۔

۲۴- امام مندل بن علی عزی کوفی حنفیؒ ولادت ۱۰۲ھ، وفات ۱۶۸ھ

محدث، صدوق، فقیہ فاضل طبقہ کبار تبع تابعین میں سے ہیں، امام اعظم کے اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے ایک ہیں محمد ث معاذ ابن معاذ عنبری کا قول ہے کہ میں کوفہ پہنچا تو کسی کو آپ سے زیادہ اورع نہیں پایا، محدث عثمان دارمی نے امام یحییٰ بن معین سے ان کے بارے میں لا بأس بہ نقل کیا، لا بأس بہ لفظ ثقہ کے قائم مقام ہے، امام اعمش، ہشام بن عروہ، لیث، عاصم احول اور ابن ابی یعلی وغیرہ آپ کے اساتذہ میں ہیں اور آپ سے یحییٰ بن آدم، ابو الولید طیالسی، فضل بن دکین، یحییٰ الحمانی اور ابوداؤد وابن ماجہ نے حدیث روایت کی، سمعانی نے ذکر کیا کہ مندل اور ان کے بھائی حبان دونوں سب لوگوں سے زیادہ امام اعظم کی مجلس میں حاضر رہا کرتے تھے (کردری ص ۲۱۵ ج ۲) اور علامہ کردری نے ہی یہ بھی نقل کیا کہ مندل نے امام اعظم کی خدمت میں رہ کر فقہ کی تکمیل کی اور امام صاحب دونوں کے ساتھ نہایت تلطف اور محبت و تقرب کا معاملہ فرماتے تھے۔ علامہ صیمری نے بھی دونوں بھائیوں کو امام صاحب کے تلامذہ واصحاب میں لکھا ہے۔

مسند خوارزمی میں ہے کہ امام وکیع سے کسی نے کہا امام صاحب نے فلاں مسئلہ میں خطا کی ہے، فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کیسے خطا کر سکتے تھے حالانکہ ان کے پاس قیاس و اجتہاد میں امام ابو یوسف امام محمد، امام زفر جیسے معرفت وحفظ حدیث میں یحییٰ بن ذکریا، حفص بن غیاث، حبان ومندل جیسے لغت وعربیت میں قاسم بن معن جیسے اور زہد و ورع میں داؤد طائی وفضیل جیسے تھے جس کے اصحاب و شاگرد اس قسم کے ہوں وہ ہرگز خطا نہیں کر سکتا جو شخص امام صاحب کے بارے میں ایسی بات کہتا ہے وہ چوپایہ بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ ہے اور جو یہ گمان کرے کہ حق بات امام صاحب کی مخالفت میں ہے اس نے تنہا ایک مذہب اور نکالا اور میں اس کے حق میں وہ شعر کہتا ہوں جو فرزدق نے جریر سے کہا تھا۔

اولئک ابائی فجئنی بمثلهم ...... اذا جمعتنا یا جریر المجامع (حدائق)

جامع المسانید میں امام اعظم صاحب سے ان کی روایات موجود ہیں، (جامع ص ۵۵۶ ج ۲) لیکن حافظ نے حسب عادت تہذیب میں امام صاحب سے تلمذ وغیرہ کا ذکر حذف کر دیا، رحمۃ اللہ علیہ

۲۵- امام نصر بن عبد الکریم (وفات ۱۶۹ھ)

محدث، فقیہ تھے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ پڑھی اور ان کی مجلس تدوین فقہ کے شریک تھے امام صاحب سے احادیث واحکام

بکثرت روایت کئے، امام صاحب کے بعد امام ابو یوسف کی خدمت میں رہے اور ان ہی کے پاس وفات ہوئی، ان سے سفیان ثوری اور موسیٰ بن عبیدہ وغیرہ نے روایت کی (جواہر مضیہ) رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۲۶-امام عمرو بن میمون بلخی حنفیؒ (م ۱۷۱ھ)

محدث فقیہ، صاحب علم وفہم وورع تھے، بغداد آکر امام اعظم کی خدمت میں رہے، فقہ وحدیث ان سے حاصل کی، امام یحییٰ بن معین نے توثیق کی، بیس سال تک بلخ کے قاضی رہے، آپ سے آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمرو قاضی نیشاپور نے روایت حدیث کی، امام ترمذی کے شیوخ میں ہیں، جامع ترمذی میں روایت موجود ہے، علامہ مزی نے تہذیب الکمال میں آپ کا ذکر کیا، شریک مجلس تدوین تھے، رحمہ اللہ

۲۷-امام حبان بن علی (م ۱۷۲ھ)

اپنے بڑے بھائی مندل کی طرح محدث، فقیہ فاضل تھے امام اعظم سے فقہ وحدیث میں تلمذ کیا اور تدوین فقہ کے شرکاء مجتہدین میں سے، امام اعمش سے بھی روایت حدیث کی، حجر بن عبدالجبار کا قول ہے کہ میں نے کوفہ میں حبان سے بہتر فقیہ نہیں دیکھا، ابن معین نے فرمایا کہ حدیث میں مندل سے زیادہ قوی ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ دونوں بھائیوں کی روایت حدیث میں کوئی مضائقہ نہیں، حبان کا قول ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی دین یا دنیا کے معاملہ میں امام ابو حنیفہ کی طرف رجوع کیا گیا ہو اور ان سے بہتری کی بات نہ ملی ہو حفاظ ذہبی نے میزان، الاعتدال میں حبان کا ذکر کیا اور مدح وتضعیف کے اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں فیصلہ کیا کہ وہ متروک الحدیث نہیں تھے، ابن ماجہ میں ان سے روایت کی گئی خطیب نے صالح متدین کہا، تہذیب الکمال اور تبییض الصحیفہ میں امام صاحب کے تلامذہ میں ذکر کیا ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (جواہر مضیہ)

۲۸-امام ابو عصمہ نوح بن ابی مریم "جامع" حنفی (م ۱۷۳ھ)

مشہور محدث وفقیہ تھے امام اعظم، ابن ابی لیلیٰ، حجاج بن ارطاۃ، زہری، محمد بن اسحٰق وغیرہ کے شاگرد تھے جامع علوم تھے اسی لئے جامع کے لقب سے مشہور ہوئے، امام اعظم کی مجلس تدوین فقہ کے خاص رکن تھے اور بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے آپ نے امام صاحب کی فقہ کو جمع کرنا شروع کیا تھا اس لئے جامع کہلائے درس کے زمانہ میں چار مجلس منعقد کرتے تھے ایک میں احادیث وآثار بیان کرتے، دوسرے میں امام اعظم کے اقوال نقل کرتے تیسری میں نحو کے اہم مسائل اور چوتھی میں شعروادب کے متعلق بیان کرتے تھے، جب مرو کے قاضی ہوئے تو امام صاحب نے ان کو نصائح وشروط قضاء لکھیں، پھر مدت تک خراسان کے قاضی القضاۃ رہے، اہل مرو اور عراقیوں نے آپ سے استفادہ کیا، ابن ماجہ نے باب تفسیر میں آپ سے تخریج کی ہے، اور نعیم بن حماد (شیخ امام بخاری) نے بھی آپ سے روایت کی ہے امام احمد نے فرمایا کہ فرقہ جہمیہ کے سخت مخالف تھے۔

نوح فرماتے ہیں کہ ایک دن میں امام صاحب کی مجلس میں تھا کہ کسی نے آکر سوال کیا کہ اے ابو حنیفہ! آپ کیا فرماتے ہیں ایک شخص نے صاف ستھرے لطیف پانی سے وضو کیا، کیا دوسرا بھی اس پانی سے وضو کر سکتا ہے؟ فرمایا نہیں! میں نے عرض کیا کیوں جائز نہیں؟ فرمایا اس لئے کہ مستعمل پانی ہے کہتے ہیں پھر میں امام سفیان ثوری کے پاس گیا اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا انہوں نے فرمایا کہ اس سے وضو کرنا جائز ہے، میں نے کہا امام صاحب نے تو ناجائز بتلایا تھا انہوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں بتلایا میں نے کہا کہ ماء مستعمل کی وجہ سے نوح کا بیان ہے کہ ایک جمعہ نہ گذرا تھا کہ میں پھر امام سفیان کی خدمت میں حاضر تھا اور ایک شخص نے یہی مسئلہ ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ ماء مستعمل ہے۔ (جواہر مضیہ)

۲۹-امام زہیر بن معاویہ (ولادت ۱۰۰ھ، م ۱۷۳ھ)

امام اعظم کے اصحاب میں سے مشہور محدث، ثقہ، فقیہ فاضل اور تدوین فقہ کے شریک ہیں امام اعمش وغیرہ سے حدیث حاصل کی اور یحییٰ القطان وغیرہ کے شیخ ہیں، حضرت سفیان ثوری کا قول ہے کہ آپ کے زمانہ میں آپ جیسا کوئی اور کوفہ میں نہیں تھا، امام یحییٰ بن معین وغیرہ محدثین نے آپ کی توثیق کی، اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں اور سب نے آپ سے تخریج کی، محدث علی بن الجعد کا بیان ہے کہ ایک شخص زہیر کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے آتا جاتا تھا، چند روز نہ آیا تو انہوں نے پوچھا کہاں رہے؟ کہا امام ابوحنیفہ کی خدمت میں چلا گیا تھا، فرمایا کہ تم نے اچھا کیا میرے پاس ایک ماہ رہ کر جو تم حاصل کرتے اس سے یہ بہتر ہے کہ امام صاحب کی صرف ایک مجلس کی شرکت ہی تم کرلو۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (جواہر مضیہ، حدائق الحنفیہ)

۳۰-امام قاسم بن معنؒ (متوفی ۱۷۵ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں محدث ثقہ، فقیہ فاضل، عربیت ولغت کے امام، سخاء ومروت اور زہد و ورع میں بینظیر تھے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ان اصحاب وشرکاء وتدوین فقہ میں سے ہیں جن کے بارے میں امام صاحب مسار قلب وجلاء حزن فرمایا کرتے تھے ابوحاتم نے ثقہ صدوق اور کثیر الروایت کہا، حدیث وفقہ میں امام اعظم، اعمش، عاصم بن احول، ہشام بن عروہ اور یحییٰ بن سعید وغیرہ کے شاگرد اور ابن مہدی، علی بن نصر ابو نعیم بن دکین اور اصحاب سنن وغیرہ کے استاذ ہیں، شریک کے بعد آپ کوفہ کے قاضی ہوئے لیکن غایت تورع وتقویٰ کے باعث بغیر تنخواہ کے قضاء کا کام انجام دیا، لغت میں کتاب النوادر اور غریب المصنف لکھیں (حدائق و جواہر مضیہ) حافظ ذہبی نے حفاظ حدیث کے طبقات میں شمار کیا ہے۔

۳۱-امام حماد بن الامام الاعظمؒ (متوفی ۱۷۶ھ)

محدث، فقیہ اور بڑے زاہد وعابد تھے حدیث وفقہ میں آپ کے بڑے استاذ خود امام اعظم ہیں اور امام صاحب کی زندگی ہی میں بوجہ کمال مہارت فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا، امام ابویوسف، امام محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیاد وغیرہ کے طبقہ میں تھے اور تدوین فقہ میں شریک رہے، امام صاحب کی وفات پر ان کی ساری امانتیں (جن لوگوں کی بھی تھیں جو مفقود تھے) قاضی شہر کو سپرد کر دیں، قاضی صاحب نے بہت اصرار کیا کہ آپ بڑے امین ہیں خود اپنے پاس رہنے دیں مگر آپ نے اس بار کو پسند نہ کیا، آپ سے آپ کے بیٹے اسمٰعیل نے بھی حدیث وفقہ حاصل کی اور وہ بھی بڑے عالم ہوئے، حضرت قاسم بن معن کے بعد آپ کوفہ کے قاضی ہوئے (حدائق) پھر سارے بغداد کے پھر بصرہ کے قاضی ہوئے، مرض فالج سے معذور ہو کر استعفیٰ دیدیا تھا، علامہ صیمری نے ذکر کیا کہ امام حماد پر دین، فقہ اور ورع غالب تھا اور اکثری مشغلہ کتابت حدیث تھا، حسن بن قحطبہ نے امام اعظم کے پاس ایک ہزار روپے امانت رکھے کسی نے امام صاحب سے کہا کہ آپ امانتیں کیوں رکھتے ہیں، ان کو رکھنا خطرہ سے خالی نہیں، فرمایا جس کا بیٹا حماد جیسا ہو اس کو امانت رکھنے میں کوئی حرج نہیں امام صاحب کی وفات کے بعد حسن آئے اور امانت طلب کی، حماد نے خزانہ کی کوٹھڑی کھول کر علامات سے متعین کر کے کہا کہ اپنی امانت اٹھالو، حسن نے کہا کہ آپ اب اپنے پاس رہنے دیں، حماد نے انکار کیا وہ کہنے لگے کہ آپ کے والد تو امانتیں قبول کر لیتے تھے آپ کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا ابا جان کو اپنے بیٹے پر اعتماد تھا، مجھے اپنے بیٹے پر نہیں ہے۔

شریک بن الولید کا بیان ہے کہ حماد اہل ہواء وبدعت کے مقابلہ میں بہت متشدد تھے، ان کے دلائل توڑنے اور حق کی حمایت میں ایسے

پختہ دلائل قائم کرتے تھے جو بڑے بڑے حارق اہل کلام کو بھی نہ سوجھتے تھے۔(کردری ص ۲۱۳ ج ۲)

۳۲-امام هیاج بن بسطام (متوفی ۱۷۷ھ)

محدث، فقیہ امام اعظم کے اصحاب و تلامذہ میں سے ہیں، امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں، (جامع المسانید ۵۶۹ ج ۲ ابوحاتم نے کہا کہ ان کی حدیث لکھی جاتی ہے، سعید بن ہناد کا قول ہے کہ میں نے ہیاج سے زیادہ افصح نہیں دیکھا، بغداد میں آئے حدیث کا درس شروع کیا تو ایک لاکھ آدمی جمع ہو گئے جو آپ سے حدیث لکھتے اور آپ کی فصاحت سے متعجب ہوتے تھے، مالک بن سلیمان سے مروی ہے کہ ہیاج بن بسطام اعلم الناس، احلم الناس، افقہ الناس، اشجع الناس، اسخی الناس اور ارحم الناس تھے (میزان الاعتدال علی بن ابراہیم کا قول ہے کہ ہمارے علم میں ہیاج ثقہ، صادق و عالم ہیں، حاکم نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ ابوحاتم محمد بن سعید بن ہناد نے کہا کہ میں نے محمد بن یحییٰ ذہلی سے ان کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ ہیاج ہمارے نزدیک ثقہ ہیں اور یحییٰ بن احمد بن زیاد بروی نے کہا کہ جس نے بھی ہیاج پر کچھ نکیر کی ہے وہ بوجہ ان کے صاحبزادے خالد کے کی ہے ورنہ ہیاج فی ذاتہ ثقہ ہیں، خالد سے روایت میں بے احتیاطی ہوئی ہے۔(تہذیب ص ۸۸ ج ۱۱)

۳۳-امام شریک بن عبداللہ الکوفی (م ۱۷۸ھ)

محدث، فقیہ، امام اعظم کی خدمت میں بہت رہے، ان سے روایت حدیث بھی کی، آپ کے مخصوص اصحاب اور شرکاء تدوین فقہ میں تھے، امام صاحب آپ کو کثیر العقل فرمایا کرتے تھے، آپ نے اعمش اور ابن شیبہ سے بھی حدیث پڑھی ہے اور آپ سے حضرت عبداللہ بن مبارک اور یحییٰ بن سعید نے روایت کی امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ نے بھی آپ سے تخریج کی پہلے شہر واسط کے پھر کوفہ کے قاضی ہوئے، بڑے عابد، عادل، صدوق اور اہل بدعت و ہوا پر سخت گیر تھے (حدائق) باوجودیکہ امام بخاری و مسلم کے شیوخ کی ایک جماعت کے فن حدیث میں شیخ ہیں امام اعظم سے مسانید میں روایت کرتے ہیں (جامع المسانید ص ۴۷۸ ج ۲)

۳۴-امام عافیۃ بن یزید القاضیؒ (متوفی ۱۸۰ھ)

بڑے پایہ کے محدث صدوق اور فقیہ فاضل تھے امام اعظم کے اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے خاص امتیازی مقام پر فائز ہوئے، امام صاحب ان کے علم و فضل پر بڑا اعتماد کرتے اور فرماتے تھے کہ جب تک کافیہ کسی مسئلہ پر اپنی رائے ظاہر نہ کر دیں اس وقت تک اس کو فیصلہ شدہ سمجھ کر قلمبند کرنے میں جلدی مت کیا کرو آپ نے امام اعمش اور ہشام بن عروہ وغیرہ سے بھی حدیث حاصل کی، نسائی نے آپ سے روایت کی تخریج کی ہے، مدت تک کوفہ میں قاضی رہے، حافظ ذہبی نے ان کو بہترین کردار کے قضاۃ میں شمار کیا ہے۔(حدائق)

۳۵-امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ)

صحاح ستہ کے ائمہ رواۃ و اجلۂ شیوخ میں جلیل القدر امام حدیث ہیں، ابن مہدی (شیخ امام بخاری) نے چار کبار ائمہ حدیث میں سے ایک ان کو قرار دیا، ایک دفعہ ان سے ابن مبارک اور سفیان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو کہا کہ اگر سفیان پوری کوشش کریں کہ ان کا ایک دن ابن مبارک جیسا ہو جائے تو یہ بھی نہیں کر سکتے، یہ بھی فرمایا کہ جس حدیث کو ابن مبارک نہ جانتے ہوں اس کو ہم بھی نہیں پہچانتے، امام احمد نے فرمایا کہ اپنے زمانہ میں ان سے زیادہ علم کو جمع کرنے والا کوئی نہیں ہوا، بہت بڑا ذخیرہ علم کا جمع کیا، کوئی بات ان سے کم رہی ہوگی وہ صاحب حدیث حافظ تھے، ان کی کتابوں میں بیس ہزار احادیث موجود ہیں اور ابن مہدی ان کو امام ثوری پر ترجیح دیتے تھے، امام صاحب کے اخص اصحاب سے تھے، بعض رواۃ نے ان کی طرف امام صاحب کے بارے میں وہ اقوال منسوب کئے ہیں جو انہوں نے ہرگز نہیں کہے

جیسا کہ بہت سے دوسرے حضرات کی طرف بھی ایسی نسبتیں کی گئی ہیں (تقدمہ نصب الرایہ) حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ میں نے صحابہ کے حالات میں غور کیا اگر صحابہ کو حضور اکرم ﷺ کی صحبت مبارکہ اور آپ کے ساتھ غزوات میں شرکت کی فضیلت حاصل نہ ہوتی تو ابن مبارک ان کے برابر ہی ہوتے، یہ بھی فرمایا کہ ابن مبارک فقیہ، عالم، عابد، زاہد، شیخ، شجاع اور ادیب وشاعر تھے، فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ انہوں نے اپنا مثل نہیں چھوڑا، ابن معین نے فرمایا ابن مبارک بہت سمجھدار، پختہ کار، ثقہ، عالم، صحیح الحدیث تھے، چھوٹی بڑی سب کتابوں کی تعداد جو انہوں نے جمع کی تھیں بیس اکیس ہزار تک بیان کی جاتی ہے، یحیٰی اندلسی کا بیان ہے کہ امام مالکؒ کو ہم نے کسی کے لئے اپنی جگہ سے تعظیماً اٹھتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن ابن مبارک کے لئے انہوں نے ایسا کیا اور بالکل اپنے قریب ملا کر بٹھلایا، قاری امام مالکؒ کو پڑھ کر سنا تا رہا، بعض جگہ امام مالکؒ روک کر پوچھتے کیا تم لوگوں کے پاس بھی اس بارے میں کچھ ہے؟ تو ابن مبارکؒ ہی جواب دیتے تھے اور بڑے ادب و آہستگی سے بولتے تھے، جب مجلس ختم ہوئی تو امام مالک ان کے حسن ادب سے بھی بہت متاثر تھے اور ہم سے فرمایا کہ "یہ ابن مبارک فقیہ خراسان ہیں"، خلیلی کا قول ہے کہ ابن مبارکؒ کی امامت پر سب کا اتفاق ہے اور ان کی کرامات شمار سے باہر ہیں، اسود بن سالم نے فرمایا کہ جو شخص ابن مبارک کو مطعون کرے اس کے اسلام میں شک ہے، امام نسائی کا قول ہے کہ ابن مبارک کے زمانہ میں ان سے زیادہ جلیل القدر، بلند مرتبہ اور تمام بہتر خصائل کا جامع ہمارے علم میں نہیں ہوا، حسن بن عیسیٰ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ اصحاب ابن مبارک نے جمع ہو کر ان کے فضائل شمار کئے تو سب نے طے کیا کہ ان میں حسب ذیل کمالات مجتمع تھے ا علم، ۲ فقہ، ۳ ادب، ۴ نحو، ۵ لغت، ۶ شعر، ۷ فصاحت، ۸ زہد، ۹ ورع، ۱۰ انصاف، ۱۱ قیام لیل، ۱۲ عبادت، ۱۳ حج، ۱۴ غزوہ و جہاد، ۱۵ شہسواری، ۱۶ شجاعت، ۱۷ جسمانی قوت، ۱۸ ترک لایعنی، ۱۹ کمی اختلاف اپنے اصحاب سے، عباس نے یہ امور بھی اضافہ کئے ۲۰ سخاوت، ۲۱ تجارت، ۲۲ محبت باوجود مفارقت ان کے علاوہ بھی آپ کے مناقب وفضائل بہت زیادہ ہیں، ایک جہاد سے واپسی ہے، ۱۸۱ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور باوجود ان مناقب جلیلہ کے وہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب وتلامذہ میں سے تھے اور حسب تصریح تاریخ خطیب وبستان المحدثین وغیرہ امام صاحب کی وفات تک ان کی خدمت سے جدا نہ ہوئے، امام صاحب کے تلمذ پر فخر کرتے ان کی مدح فرماتے مخالفین کو امام صاحب کی طرف سے جواب دیتے تھے، وغیرہ ذلک ابن مبارک سے کہا گیا کہ آخر کب تک حدیثیں لکھتے رہیں گے؟ فرمایا "جس کلمہ سے مجھے نفع پہنچا شاید وہ اب تک نہ لکھا" اکثر اوقات اپنے گھر میں تنہا بیٹھے رہتے، کسی نے کہا آپ کو وحشت نہیں ہوتی؟ فرمایا وحشت کیسی؟ جب کہ میں حضرت اقدس ﷺ کے ساتھ ہوتا ہوں یعنی آپ کی حدیث میں مشغول ہوتا ہوں، علوم نبوت سے انتہائی شغف رکھتے تھے اور اشعار ذیل کا بہترین مصداق تھے۔

حدیثہ وحدیث عنہ یعجبنی ...... ہذا اذا غاب او ہذا اذا حضرا ...... کلاہما حسنٌ عندی اسر بہ ...... لکن احلاہما ماوفق النظرا

امام اعظم سے مسانید امام میں بہ کثرت روایات کی ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (مناقب کردری جلد دوم و جامع المسانید)

۳۶- الامام الحجہ حافظ الحدیث ابو یوسف

ولادت ۹۳ھ، وفات ۱۸۲ھ عمر ۸۹ سال

نام ونسب

الامام الحافظ المتقن المجتہد المطلق ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب سعد بن بحیر بن معاویۃ بن قحافہ بن نفیل الانصاری البجلی رضی اللہ عنہ۔

حضرت سعد (والد حبیب) صحابی تھے، غزوہ احد میں شرکت کے متمنی تھے، مگر چھوٹے تھے، حضرت رافع بن خدیج اور ابن عمر کے ساتھ ساتھ حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کو چھوٹا بتلایا اس لئے شریک نہ ہو سکے، پھر غزوۂ خندق اور بعد کے غزوات میں شرکت فرمائی پھر کوفہ میں سکونت کی اور وہیں وفات ہوئی، حضرت زید بن ارقم نے نماز جنازہ پڑھائی۔

علامہ ابن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوۂ خندق میں ملاحظہ فرمایا کہ میدان قتال میں سعد، بڑی بے جگری سے جاں بازی و جاں سپاری میں منہمک ہیں، حالانکہ بہت ہی کم عمر تھے، یہ ادا حضور ﷺ کو بے انتہا پسند ہوئی، محبت سے اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ اے عزیز نوجوان تو کون ہے؟ کہا سعد بن حبیب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا خدا تجھ کو نیک بخت کرے، مجھ سے اور قریب ہو جا، وہ قریب ہوئے تو آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا، اور امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے کہ دادا جان کے سر پر حضور ﷺ کے ہاتھ پھیرنے کی برکات میں برابر محسوس کرتا ہوں، اس سے زیادہ تفصیل نسب و تحقیق سن ولادت وغیرہ محدث کبیر علامہ کوثری کی کتاب "حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی" میں دیکھی جا سکتی ہے۔

صحیح سنہ ولادت

کوثری صاحب نے تاریخی دلائل سے امام موصوف کا سنہ ولادت ۹۳ھ ہی قرار دیا ہے، نہ وہ جو عام طور سے مشہور ہے، یعنی ۱۱۳ھ، وہ ان لوگوں نے ظن و تخمین سے ۹۳ھ سے تصحیف کر کے سمجھا اور لکھا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام مالک سے دو سال بڑے تھے، چنانچہ امام ابو یوسف امام مالک سے معاملہ بھی اقران ہی کا سا کرتے تھے اور امام اعظم کے شرکاء تدوین فقہ میں بھی ان کو سب "عشرہ متقدمین" میں ذکر کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اول سے آخر تک شریک رہے ہیں اور تصفیہ شدہ مسائل و احکام کو دفاتر میں لکھنے کی خدمت بھی ان سے متعلق رہی ہے، وغیرہ۔

تحصیل علم

امام ابو یوسف خود فرماتے ہیں کہ میں پہلے ابن ابی لیلیٰ کی خدمت میں آیا جایا کرتا تھا اور وہ میری بڑی قدر کرتے تھے، جب کوئی علمی اشکال ان کو پیش آتا تھا تو امام ابوحنیفہ کے ذریعہ اس کو حل کرتے تھے، اسی لئے میرے دل میں خواہش تھی کہ میں بھی امام صاحب کے پاس آنے جانے لگوں، مگر مجھے خیال ہوتا کہ ابن ابی لیلیٰ کو ناگوار ہوگا، اس لئے رکتا تھا۔

ایک دفعہ ایک مسئلہ کی بحث کے دوران ان کو گرانی ہوئی (اس کی تفصیل بھی کوثری صاحب نے لکھی ہے) اور میں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر امام صاحب کی خدمت میں حاضری کا سلسلہ شروع کر دیا۔

مالی امداد

والد صاحب کو اس کا علم ہوا تو کہا کہ "امام صاحب، مالدار مستغنی آدمی ہیں، تو محتاج مفلس ہے۔ تیرا ان سے کیا جوڑ؟ تجھے فکر معاش کرنی چاہئے" والد کی اطاعت بھی ضروری تھی، میں فکر معاش میں لگ گیا، امام صاحب نے میری غیر حاضری محسوس کی اور بلایا، سبب پوچھا، میں نے پوری بات عرض کی، درس میں شرکت کی، جب سب چلے گئے تو امام صاحب نے مجھے ایک تھیلی دی کہ اس سے اپنے گھر کی ضرورتیں پوری کرو اور جب ختم ہو جائے، مجھے بتلانا، اس تھیلی میں ایک سو درہم تھے، میں التزام کے ساتھ درس میں شریک رہنے لگا، چند ہی دن گذرے کہ امام صاحب نے خود ہی مجھے دوسری تھیلی دی، اور پھر اسی طرح میری امداد فرماتے رہے جیسے ان کو پہلے روپوں کے ختم ہونے کی اطلاع خود بخود ہو جاتی تھی کیونکہ مجھے ایک دفعہ کے بعد پھر کبھی عرض کرنے کا موقع نہیں ہوا۔

امام صاحب کی توجہ سے نہ صرف میرے گھر والے فکر معاش سے بے نیاز ہو گئے، بلکہ ہمیں ایک قسم کا تمول حاصل ہو گیا اور امام صاحب کی خدمت میں رہ کر مجھ پر علوم کے دروازے بھی کھل گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ والد نے کچھ کہا تو ان کی والدہ درس سے اٹھا کر لیجاتی تھیں، امام صاحب نے ایک دن کہا! نیک بخت! جا! یہ

علم پڑھ کر فالودہ اور روغن پستہ کے ساتھ کھائے گا، یہ سن کر وہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں۔

جب قاضی القضاۃ ہوئے تو ایک بار خلیفہ ہارون رشید کے دسترخوان پر فالدہ مذکور پیش ہوا، خلیفہ نے کہا کہ یہ کھانا یہ روز روز نہیں تیار ہوتا، پوچھا کیا ہے؟ خلیفہ نے کہا فالودہ اور روغن پستہ، اس پر امام ابو یوسف مسکرائے، خلیفہ نے بااصرار سبب دریافت کیا تو امام صاحب کا واقعہ بالا سنایا، خلیفہ کو سن کر حیرت ہوئی اور کہا۔ ''علم دین و دنیا میں عزت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ پر رحمت فرمائے، وہ عقل کی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھتے تھے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا''۔

سترہ برس تک امام صاحب کی خدمت میں رہے، ایک بار سخت بیمار ہو گئے، امام صاحب نے آ کر دیکھا تو واپسی میں ان کے دروازہ پر متفکر کھڑے ہو گئے، کسی نے پوچھا تو کہا '' یہ جوان مر گیا تو زمین کا سب سے بڑا عالم اٹھ جائے گا''۔

امام ابو یوسف کا قول ہے کہ دنیا میں کوئی چیز مجھ کو ابو حنیفہؒ اور ابن ابی لیلیٰ کی مجلس سے زیادہ محبوب نہ تھی، امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر فقیہ اور ابن ابی لیلیٰ سے اچھا قاضی میں نے نہیں دیکھا۔

امام ابو یوسف پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہ کا علم زمین کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا، اصول فقہ کی کتابیں لکھیں۔ ۲ مسائل کا نشر املاء کے ذریعہ کیا، سترہ برس تک قاضی القضاۃ رہے، ابن عبد البر کا قول ہے کہ میرے علم میں کوئی قاضی سواء ابو یوسف کے نہیں، جس کا حکم مشرق سے مغرب تک سارے آفاق میں رواں ہوا ہو۔ (شذرات الذہب)

قاضی ہونے کے زمانہ میں ایک بار خلیفۂ وقت ہادی کے ایک باغ پر کسی نے ان کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا، بظاہر بادشاہ وقت کا پہلو زبردست تھا مگر واقعہ اس کے خلاف تھا، خلیفہ نے کسی موقع پر ان سے پوچھا کہ تم نے فلاں باغ کے معاملہ میں کیا کیا؟ جواب دیا مدگی کی درخواست ہے کہ امیر المؤمنین کی حلفیہ شہادت اس امر پر لیجائے کہ ان کے گواہوں کا بیان سچا ہے، ہادی نے پوچھا کیا ان کو اس مطالبہ کا حق ہے؟ جواب دیا کہ ابن ابی لیلیٰ کے فیصلہ کے مطابق صحیح ہے، خلیفہ نے کہا اس صورت میں باغ مدعی کو دلا دو یہ امام ابو یوسف کی ایک تدبیر تھی۔

ہلال بن یحییٰ کا قول ہے کہ ابو یوسف، تفسیر، مغازی اور ایام عرب کے حافظ تھے، فقہ ان کے علوم میں اقل العلوم تھی، ایک بار امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں کی بابت کہا۔

'' یہ چھتیس مرد ہیں، ان میں سے اٹھارہ عہدۂ قضا کی اہلیت رکھتے ہیں، چند فتویٰ دینے کی ود ۱۲ ایسے ہیں جو قاضیوں کو پڑھا سکتے ہیں، یہ کہہ کر امام ابو یوسف اور زفر کی طرف اشارہ کیا۔

ایک بار امام ابو حنیفہ نے داؤد طائی سے کہا کہ تم عبادت کے لئے پیدا ہوئے، ابو یوسف سے کہا تم دنیا کی طرف مائل ہو گئے، اسی طرح زفر وغیرہ کی نسبت رائے ظاہر کی، جو کہا تھا، واقعات نے وہی ثابت کیا۔

وفات سے پہلے کہتے تھے کہ سترہ برس دنیا کے کام میں رہ چکا، میرا گمان ہے کہ اب میری موت قریب ہے، اس قول کے چھ ماہ بعد وفات پائی۔

غیر معمولی علمی شغف اور امام صاحب سے خصوصی استفادہ

امام ابو یوسفؒ امام صاحب کے علوم کے اس قدر گرویدہ تھے کہ خود ہی بیان کیا کہ ایک دفعہ میرے بیٹے کا انتقال ہوا تو میں نے اس وقت بھی امام صاحب کی مجلس سے غیر حاضری پسند نہیں کی، بلکہ اپنے احباب اعزہ اور پڑوسیوں ہی کو تجہیز و تدفین کی خدمت پر مامور کر دیا، اس ڈر سے کہ امام صاحب کے علمی ارشادات و فیوض سے محروم نہ ہو جاؤں اور اس کی حسرت و افسوس میرے دل میں ہمیشہ رہے۔

امام ابو یوسف کا یہ ارشاد مبالغہ نہیں ہے، کیونکہ امام صاحب کے انتقال کے بعد بعض اوقات بڑی حسرت سے فرمایا کرتے تھے کہ

''کاش امام صاحب کی ایک علمی صحبت مجھے پھر مل جاتی اور میں ان سے اپنے علمی اشکال حل کر لیتا، خواہ مجھے اس ایک مجلس پر اپنی آدھی دولت قربان کرنی پڑتی'' لکھا ہے کہ اس وقت، امام صاحب بیس لاکھ روپے کے مالک تھے، گویا دس لاکھ روپے صرف کر کے ایک مجلس کی تمنا کرتے تھے در حقیقت علم اور صحیح علم کی قدر و قیمت ایسی ہی ہے۔ **من لم یذق لم یدر**''۔

نقل ہے کہ امام ابو یوسف اپنے دونوں شیخ ابن ابی لیلیٰ اور امام صاحب دونوں کی انتہائی تعظیم کیا کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان کو علمی برکات سے حظ وافر حاصل ہوا۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ

قاضی ابن ابی لیلیٰ عہد اموی وعباسی میں کافی مدت تک قاضی رہے، جن کو حضرت قاضی شریح کے قضایا سے پوری واقفیت تھی جو حضرت عمرؓ کے زمانہ سے حجاج کے زمانہ تک قاضی رہے اور حضرت علیؓ کے قضایا بھی ان کے معمول بہا رہے تھے۔

اسی طرح امام ابو یوسف نے امام صاحب کے علوم فقہ وحدیث کے ساتھ قضایائے صحابہ وتابعین کا پورا علم جمع کر لیا تھا، یہی وجہ ہے کہ امام ابو یوسف نے سب سے پہلے قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہو کر پوری اسلامی دنیا کے قاضیوں پر وہ علمی اثرات ڈالے کہ ان کی نظیر اول وآخر میں نہیں ملتی۔

بے نظیر حافظہ

علامہ ابن الجوزی نے باوجود اپنی شدت وعصبیت خاصہ کے امام ابو یوسف کو قوۃ حفظ کے اعتبار سے ان سو ۱۰۰ افراد میں شمار کیا ہے جو اس امت کے مخصوص و بے نظیر صاحب حفظ ہوئے ہیں (اخبار الحفاظ، قلمی نسخہ ظاہریہ دمشق)

علامہ ابن عبدالبر نے انتقاء میں لکھا کہ امام ابو یوسف بڑے حافظ حدیث تھے ملکئہ حفظ ایسا تھا کہ کسی محدث کی ملاقات کو جاتے دوران گفتگو میں ۵۰، ۶۰ حدیثیں سنتے باہر آ کر ان سب کو پورے حفظ وضبط کے ساتھ بے کم وکاست بیان کر دیتے تھے۔

امام ابو یوسف کے حج کا واقعہ

امام حدیث حسن بن زیاد نے بیان کیا کہ ایک دفعہ امام ابو یوسف کے ساتھ حج کو گئے، راستے میں وہ علیل ہو گئے، ہم بیئر میمون پر اتر گئے، حضرت سفیان بن عیینہ عیادت کو آئے، امام ابو یوسف نے (جو عاشق حدیث تھے) ہم سے فرمایا، ابو محمد سے حدیثیں سن لو، انہوں نے اشارہ پا کر چالیس حدیثیں سنائیں، جب سفیان چلے گئے تو فرمایا۔ لو مجھ سے پھر سن کر ان حدیثوں کو محفوظ کر لو اور باوجود اپنی کبرسنی، ضعف، حالت سفر اور بیماری کے وہ سب حدیثیں اپنی یاد سے ہمارے سامنے دہرادیں۔

اس واقعہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو یوسف کی وفات کبرسن میں ہوئی ہے، کیونکہ پچاس پچپن سال کے آدمی کو کبیر السن نہیں کہا جاتا۔

ذکر محدث ابو معاویہ

موفق میں حسن بن ابی مالک سے نقل کیا کہ ہم لوگ محدث ابو معاویہ کے پاس آتے جاتے تھے تا کہ ان سے حجاج بن ارطاۃ کی احادیث میں سے احادیث احکام فقیہ حاصل کریں تو وہ، ہم سے فرماتے تھے'' کیا تمہارے پاس قاضی ابو یوسف نہیں ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ ہیں، فرماتے۔ تم لوگ بھی عجیب ہو تم ابو یوسف کو چھوڑ کر میرے پاس آتے ہو، ہم لوگ جب حجاج بن ارطاۃ کے پاس جاتے تھے تو جس وقت وہ املاء حدیث کرتے تھے تو ابو یوسف سب حدیثیں یاد رکھتے تھے، پھر جب ان کی مجلس سے نکل آتے تھے تو ابو یوسف کے حافظہ سے ہی وہ سب احادیث لکھ لیا کرتے تھے۔

علامہ موفق نے اپنی سند سے یحیٰی بن آدم سے نقل کیا کہ ہارون رشید سے، جو خود بھی بڑے فقیہ عالم تھے کہا گیا کہ آپ نے ابو یوسف کو ان کے علم و مرتبہ سے زیادہ بلند کر دیا، اور بہت اونچے مقام پر فائز کر دیا، اس کی وجہ کیا ہے؟ خلیفہ ہارون رشید نے جواب دیا "میں ان کو خوب جانتا ہوں اور کافی تجربہ کے بعد ایسا کیا ہے، واللہ! میں نے جس علمی مسئلہ میں بھی ان کی جانچ کی، اس میں ان کو کامل ہی پایا، ہمارے ان کے حدیثی مذاکرات بھی طویل طویل ہوتے تھے، اور ہم لکھتے تھے، وہ بغیر لکھے یاد رکھتے تھے، پھر جب مجلس سے اٹھتے تھے، تو ان کے پاس محدثین و رواۃ جمع ہو جاتے تھے، اور وہ اپنے پاس کی لکھی ہوئی احادیث ان کی یاداشت سے صحیح کر لیا کرتے تھے اور فقہ میں تو وہ ایسے درجہ پر پہنچے ہیں کہ اس تک کوئی دوسرا ان کے طبقہ کا پہنچا ہی نہیں۔

بڑے بڑے اہل علم ان کے سامنے چھوٹے ہیں، اور بڑے بڑے فقیہ ان کے مقابلہ میں کم حیثیت ہیں لوگوں کو درس دیں تو بغیر کتاب اور یادداشت کے، دن کو ہمارے کاموں میں مشغولی (یعنی قضا کی خدمات) کے ساتھ رات کو درس کے لئے تیار، آنے والوں لوگوں سے پوچھتے ہیں، کیا چاہتے ہو؟ وہ کہتے کہ فلاں فلاں فقہی ابواب واحکام میں افادہ کیجئے! بس فوراً بالبداہت ایسے جوابات بتاتے ہیں، جن سے علماء، زمانہ عاجز ہیں اور ان سب کمالات علمی کے ساتھ عملی طور سے مذہبی استقامت اور دینی پرہیز گاری کا اعلیٰ نمونہ ہیں، اب ان جیسا کوئی لا کر مجھے دکھلاؤ!")

خلیفہ ہارون رشید نے واقعی امام ابو یوسفؒ کے خاص خاص کمالات بہت موزوں پیرایہ میں جمع کر دیئے، داؤد بن رشید کا قول ہے کہ۔ "اگر امام اعظم کا کوئی شاگرد بھی امام ابو یوسفؒ کے سوا نہ ہوتا تو یہی ان کے فخر کے لئے کافی تھے، میں جب کبھی ان کو کسی علمی موضوع پر بحث کرتے ہوئے دیکھتا تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی بڑے سمندر میں سے نکال نکال کر علم کے دریا بہار ہے ہیں، علم حدیث، علم فقہ اور علم کلام سب ان کے روبرو تھے، ان علوم کی تمام مشکلات ان کے لئے آسان ہو چکی تھیں")

ہلال بن یحیٰی بصری کا قول ہے کہ امام ابو یوسف، تفسیر، مغازی، ایام العرب کے حافظ تھے اور ان کے علوم متعارفہ میں سے ایک فقہ بھی تھا، بروایت ذہبی یحیٰی بن خالد کا قول ہے کہ "ہمارے یہاں امام ابو یوسف تشریف لائے، جب کہ بہ نسبت دوسرے علم کے ان کا فقہی امتیاز نمایاں نہ تھا، حالانکہ اس وقت بھی ان کا نقہ زمین کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچ چکی تھی"۔

ابن ابی العوام نے بواسطہ امام طحاوی امام یحیٰی بن معین کا قول نقل کیا کہ "اصحاب الری میں امام ابو یوسف سے زیادہ اثبت فی الحدیث اور ان سے بڑا حافظ حدیث اور زیادہ صحت کے ساتھ حدیث کی روایت کرنے والا میں نے نہیں دیکھا"۔

امام ابو یوسف کے ذکاوت و دقت نظر کے واقعات بہت ہیں، علامہ کوثریؒ "حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی" میں امام موصوف کے علمی و عملی کمالات و واقعات کا بہترین مرقع پیش کیا ہے جو ہر حنفی عالم کو حرز جان بنانا چاہئے، کوثری صاحب کی تمام تصانیف اعلیٰ علمی جواہر و نوادر کا ذخیرہ اور حقائق و واقعات کا بے مثل خزینہ ہیں۔

شیوخ فقہ وحدیث

امام ابو یوسف نے احکام قضا میں زیادہ تر قاضی ابن ابی لیلیٰ سے استفادہ کیا اور فقہ وحدیث میں امام اعظم سے کلی استفادہ کیا، رات دن امام صاحب ہی کی خدمت میں گذارتے تھے، خود فرماتے ہیں کہ میں انتیس ۲۹ سال برابر امام صاحب کی خدمت میں رہا کہ صبح کی نماز ہمیشہ ان کے ساتھ ہی پڑھی۔ (منیہ وتاریخ کبیر)

دوسری روایت صیمری کی ہے کہ ۱۷ سال امام صاحب کے ساتھ اس طرح گذارے کے بجز حالت مرض کے عید فطر اور عید الضحیٰ میں بھی ان ہی کے پاس حاضر رہا، فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دنیا کی کوئی مجلس امام ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کی مجلس علمی سے زیادہ محبوب نہ تھی، دوسرے چند شیوخ یہ ہیں۔

ابان بن ابی عیاش، احوص بن حکیم، ابواسحاق شیبانی، اسماعیل بن امیہ، اسماعیل بن علیہ، اسماعیل بن مسلم (وغیرہ رجال ترمذی میں سے) ابن جریج عبدالملک، حجاج بن ارطاۃ، حسن بن دینار، اعمش، عبدالرحمٰن بن ثابت، عطاء بن السائب، عطاء بن عجلان، عمرو بن دینار، عمرو بن میمون، عمر بن نافع، قیس بن الربیع، لیث بن سعد، مالک بن انس، مالک بن مغول، مجالد بن سعید، محمد بن اسحاق (صاحب مغازی) مسعر بن کدام، نافع مولیٰ ابن عمر، یحییٰ بن سعید انصاری وغیرہ حجاز، عراق و دیگر شہروں کے مشاہیر اہل فضل و کمال، علامہ کوثری نے زیادہ نام تحریر کئے ہیں، اور یہ بھی تنبیہ کی ہے کہ بعض "ناقدین راوۃ حدیث نے اپنی قلت علم اور کمی درک مدارج اجتہاد یا تعصب وغیرہ سے اور بعض نے کسی غلط فہمی سے ان میں سے بعض اکابر شیوخ پر نقد و جرح بھی کی ہے جو بوجوہ مذکورہ قابل اعتناء نہیں۔

امام ابو یوسف کا تعلیمی و تدریسی شغف

امام صاحب باوجودیکہ علم و فضل کے اعلیٰ مراتب پر فائض تھے، دنیوی وجاہت کا بھی طرۂ امتیاز اوج پر تھا، خلفاء عباسیہ کا جاہ و جلال، عظمت و رعب دنیا پر چھایا ہوا تھا، لیکن دربار خلافت کے وزراء کی تو امام ابو یوسف کے سامنے ہی کیا تھی، خود خلیفہ ہارون رشید امام صاحب موصوف کا انتہائی ادب و احترام کرتا تھا۔

امام صاحب قصر شاہی میں نہ صرف یہ کہ بے روک ٹوک ہر وقت جاسکتے تھے، بلکہ اپنے گھوڑے پر سوار ہی خلیفہ کے دربار خاص تک جایا کرتے تھے اور خلیفہ دربار خاص کا پردہ ہٹا کر خود کھڑے ہو کر مسکراتے ہوئے امام موصوف کا استقبال کرتا، اور پہلے خود سلام کرتا اور اسی طرح ہمیشہ ہوتا تھا، کتب تاریخ میں ایک عربی کا شعر بھی آتا ہے جو ہارون رشید امام موصوف کی آمد پر بصد اظہار مسرت و اعزاز پڑھا کرتا تھا، آج کے حالات میں کون یقین کرے گا کہ ہمارے دین کے پیشواؤں کی ایسی آن بان بھی رہی ہے، پھر کتب تاریخ میں کچھ ایسے غلط و بے اصل جھوٹے راویوں کے چلائے ہوئے قصے بھی لکھے گئے، جن کی وجہ سے بڑوں بڑوں کی صحیح پوزیشن نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

امام ابو یوسف کے قبول عہدۂ قضا کو ان کی دنیا طلبی سے تعبیر کیا گیا اور ایسے قصے بھی گھڑے گئے کہ امام صاحب نے خدانخواستہ خلفاء کی رضا جوئی اور انعامات کی خاطر شرعی مسائل بتائے، ہمارے اہل مناقب نے بھی بے تحقیق ایسے چند واقعات[1] نقل کر دیئے جن سے امام موصوف کی ذہانت و ذکاوت و وسعت علم ہی ثابت ہو۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے علامہ کوثری صاحب کو کہ حسن التقاضی میں ایسے واقعات کی بھی تاریخی دلائل سے تغلیط کر دی، اگرچہ امام صاحب کے مجموعی حالات سے بھی ایسے قصے مشکوک معلوم ہوتے تھے، یہاں عرض کرنا یہ تھا کہ امام موصوف اتنی مشغولیتوں کے ساتھ بھی آخر وقت تک درس و تعلیم کا کام کرتے رہے، اور اس سے کبھی سیر نہ ہوتے تھے، نہ کسی وقت پڑھانے، سمجھانے اور علمی مذاکرہ سے اکتاتے تھے۔

حسن بن زیاد کا بیان ہے کہ میں تحصیل علم کے زمانہ میں امام زفر کے پاس بھی جاتا تھا اور امام ابو یوسف کے پاس بھی، لیکن میں نے امام ابو یوسف کو زیادہ باحوصلہ پایا، اکثر ایسا ہوتا کہ میں پہلے امام زفر کے پاس پہنچتا اور مشکل مسائل پوچھتا وہ مجھے سمجھاتے میں نہ سمجھتا اور بار بار سوال کر کے ان کو عاجز کر دیتا وہ کہتے۔ کم بخت جا! تجھے کیا علم آئے گا؟ کوئی پیشہ دیکھ، کھیتی وغیرہ کر" ان کے اس طرح فرمانے سے مجھے بڑا

---

[1] ابن خلکان نے امام ابو یوسف کے تذکرہ میں ان کے ہارون رشید کے دربار میں عروج کا سبب بھی ایک جھوٹا واقعہ نقل کر دیا ہے، اسی طرح عیسیٰ بن جعفر کے لونڈی نہ دینے اور امام ابو یوسف کا شرعی طریقہ بتا کر انعام پانے کا قصہ بھی مستند نہیں ہے، جس کو ہمارے علامہ شامی وغیرہ نے بھی ذہانت کی تعریف کے خیال سے نقل کر دیا اور علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں بھی ایسے ہی چند قصے نقل کر دیئے ہیں اور سلفی سے طیوریات میں ابن مبارک کی طرف منسوب کر کے ایک بے سروپا قصہ نقل کر دیا، امام ابو یوسف و امام محمد کے باہمی تعلقات میں خرابی اور اس کے بھی ایک دو قصے یوں ہی بے سند نقل ہوئے اور ہمارے علامہ سرخسی وغیرہ نے بھی بے تحقیق ان کی روایت کر دی ہے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

غم ہوتا اور بڑی مایوسی ہوتی (کیونکہ مجھے بغیر علم کے کسی چیز کی پیاس نہ تھی) امام ابو یوسف کے پاس جاتا اور وہی مسائل مشکلہ پیش کرتا وہ ان کے جوابات فرماتے اور سمجھانے کی کوشش فرماتے، پھر بھی میری پوری طرح تشفی نہ ہوتی تو فرماتے - اچھا ٹھہرو! ذرا صبر کرو، پھر فرماتے تم کچھ تھوڑا بہت سمجھے بھی یا ابھی ابتدائی حالت ہی ہے؟ میں کہتا کہ کچھ فائدہ تو مجھے ہوا ہے مگر جس طرح میں چاہتا ہوں تسلی نہیں ہوئی، فرماتے، کچھ حرج نہیں، ہر ناقص چیز کامل ہو سکتی ہے ٹھہرو! ان شاء اللہ تعالیٰ تم سمجھ لو گے۔

حسن فرماتے ہیں کہ میں ان کے اس قدر صبر و تحمل پر بڑی حیرت کرتا تھا، وہ اپنے تلامذہ واصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے یہ قدرت ہوتی کہ اپنے دل کی ساری باتیں تمہارے دلوں میں اتار دوں تو مجھے ایسا کرنے میں بڑی خوشی ہوتی۔

یہ واقعہ میں نے اس لئے بھی ذکر کیا کہ آجکل کے طلبہ واساتذہ دونوں اس سے سبق حاصل کریں اور اپنی زندگی کے رخ کو بدلیں تاکہ ان کو بھی علم وحکمت کے وہی سابقہ انوار وبرکات حاصل ہوں پہلے ہارون رشید کے قول سے بھی معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف عہدۂ قاضی القضاۃ کی غیر معمولی مصروفیتوں کے باوجود راتوں میں درس وتعلیم دیا کرتے تھے اور تاریخ نے ہی یہ بھی بتایا کہ آخری وقت وصال میں بھی علمی مسائل کی تحقیق ہی فرماتے رہے۔

ابراہیم بن الجراح کا بیان ہے کہ مرض موت میں عیادت کے لئے حاضر تھا، اس وقت بھی علمی گفتگو تھی، کچھ دیر غشی رہی، افاقہ ہوا تو مجھ سے کہنے لگے ابراہیم! رمی جمار سوار کر کرنا افضل ہے یا پیدل! میں کہا پیدل! فرمایا غلط، میں نے کہا سوار! فرمایا غلط، پھر خود فرمانے لگے کہ جس جمرہ کے پاس دعا کرے گا وہاں پیدل افضل ہے اور جہاں نہیں وہاں سوار ہو کر، ابراہیم کہتے ہیں کہ میں اٹھ کر دروازہ تک ہی آیا تھا کہ ان کی وفات کی خبر سن لی۔ (کتاب ابن ابی العوام)

مناقب صیمری میں اتنا اضافہ اور بھی ہے کہ میں نے عرض کیا آپ اس حالت میں بھی مسائل بیان کر رہے ہیں؟ فرمایا کیا حرج ہے؟ کیا عجب ہے خدا اسی درس مسائل کے صدقہ میں نجات بخش دے پھر دونوں جگہ کے فرق کی بھی توجیہ فرمائی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ورضی عنہ وارضاہ۔

امام ابو یوسف کے تلامذہ

علامہ کوثری نے بہت لوگوں کے نام تحریر فرمائے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں امام احمد بن حنبل[1] (صاحب مذہب) احمد بن منیع (شیخ امام بخاری) اسد بن فرات (مدون مذہب امام مالک) اسماعیل بن حماد (ابن الامام الاعظم) بشر بن غیاث[2]، جعفر بن یحییٰ البرمکی حسن بن زیاد لولوی حماد بن دلیل، خالد بن صبیح، خلف بن ایوب بلخی، شجاع بن مخلد، شقیق بن ابراہیم بلخی، علی بن الجعد (صاحب الجعدیات) علی بن حرملہ، علی بن المدینی (شیخ بخاری) فضیل بن عیاض، امام محمدؒ، محمد بن سماعہ، معلیٰ بن منصور، وکیع بن الجراح، ہشام ابن عبدالملک الوالولید الطیالسی، ہلال بن یحییٰ الرائی (صاحب احکام الوقف) یحییٰ بن آدم، یحییٰ بن معین (شیخ البخاری) امام شافعی بواسطہ امام محمد، امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں اور

---

[1] امام احمد فرماتے ہیں کہ میرے سب سے پہلے استاد حدیث امام ابو یوسف ہیں اور ان سے میں نے تین سال ان کے پاس رہ کر تین قماطر (الماریاں) علم کی لکھی ہیں

[2] مشہور فقیہ تھے، نقض الدارمی سے ان کے علومرتبت علمی کا پتہ چلتا ہے، ان کی بہت سی علمی تصانیف اور امام ابو یوسف سے روایات کثیرہ ہیں، اہل زہد وورع سے تھے، مسئلہ خلق قرآن میں معتزلہ کی طرف میلان ہو گیا تھا، اگرچہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی مراد ما بین الدفتین تھی، علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ ص ۲۵۶ ج ۱ میں ان کو مرجی کہا ہے، اور بھی کچھ چیزیں ان کی طرف منسوب ہوئیں، واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہیں، خلق قرآن کے مسئلہ میں امام ابو یوسف نے ان کو تنبیہ کی تھی، شاید اس سے کچھ اصلاح بھی ہوئی، کیونکہ امام احمد نے فرمایا: میں اس مجلس میں موجود تھا جب بشر مریسی کو امام ابو یوسف کے حکم سے پاؤں کھینچ کر نکالا گیا، پھر میں نے اگلے روز دیکھا کہ آئے میں نے کہا کہ آپ کو اس طرح نکلوایا گیا پھر بھی آپ آگئے؟ کہا کہ اس بات کی وجہ سے میں علم سے محرومی کو گوارا نہیں کر سکتا۔

یہ بھی امام ابو یوسف نے ان سے فرمایا تھا کہ "تم بہت قابل قدر آدمی ہو، اگر تمہارے اندر وہ بری رائے نہ ہو" لیکن امام صاحب موصوف نے پھر ان کو مجلس میں آنے دیا اس سے خیال ہوتا ہے کہ ان کی کچھ اصلاح ضرور ہو گئی ہوگی۔

کتاب الامام اور اپنی مسند میں امام ابو یوسف سے بواسطہ امام محمد روایت بھی کی ہے، جیسے حدیث بیع الولاء میں۔

امام ابو یوسف اور امام شافعی کا اجتماع ایک جگہ نہیں ہوا، جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن حجر اور حافظ سخاوی نے بھی تصریح کی ہے، باقی بعض مسانید امام اعظم میں جو امام شافعی کی روایات امام ابو یوسف سے منقول ہے وہ غلط ہے کہ یوسف کی جگہ ابو یوسف تحریر ہو گیا ہے اور وہ یوسف بن خالد سمتی ہیں، واللہ اعلم (حسن التقاضی)

امام ابو یوسف نے اگرچہ اپنا انتساب اپنے استاد محترم امام اعظم کے ساتھ ہمیشہ باقی رکھا، مگر ان کے علمی کمالات اور قوت اجتہاد و استنباط وجمع شروط اجتہاد کے پیش نظر ان کو مجتہد مطلق ماننا ضروری ہے، وہ امام صاحب کی مجلس تدوین فقہ کے رکن رکین اور فرد اعظم تھے اور امام صاحب کی وفات تک تقریباً ۲۹ سال تدوین کے کام میں مشغول رہے۔

چنانچہ امام اعظم نے خود بھی ان کو ان کے طبقہ کے اعلم اہل الارض فرمایا تھا جیسا کہ تاریخ خطیب میں بواسطہ امام طحاوی اسد بن فرات سے منقول ہے اور ابن ابی عمران شیخ امام طحاوی نے فرمایا کہ حافظ فقیہ علی بن الجعد (صاحب الجعدیات المشہور) ایک روز درس حدیث دے رہے تھے اور مجلس لوگوں سے بھری ہوئی تھی، آپ نے اخبرنا ابو یوسف ہی کہا تھا کہ ایک شخص بولا کیا آپ ابو یوسف کا ذکر فرما رہے ہیں؟ حضرت الاستاذ نے اس طرح کے سوال سے امام کی تحقیر محسوس کی اور بارعب وجلال لہجہ میں فرمایا کہ جب تم امام ابو یوسف کا ذکر مبارک کرنا چاہو تو پہلے اپنے منہ کو اشنان اور گرم پانی سے اچھی طرح پاک وصاف کر لینا، پھر فرمایا کہ واللہ میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا"۔ جبکہ وہ امام ثوری، امام مالک، حسن صالح، ابن ابی ذئب، لیث بن سعد، اور شعبہ بن الحجاج جیسے اکابر ائمہ ومجتہدین کو دیکھ چکے تھے، لہٰذا وہ امام صاحب موصوف کو ان سب پر فضیلت دیتے تھے اور امام اعظم نے امام ابو یوسف کی شرح معانی حدیث بریرہ پر "انتم الاطباء و نحن الصیادلة" فرمایا تھا۔ (حسن التقاضی) علامہ کوثری نے اس موقع پر مجتہدین کی اس تقسیم کو راجح ثابت کیا ہے جو ابن حجر مکی نے "شن الغارہ" میں درج کی ہے جس کو مولانا عبدالحی مرحوم لکھنوی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی نقل واختیار کیا ہے اور ابن کمال الوزیر کی تسیم کو غیر صحیح ومرجوح قرار دیا ہے، یہ بحث اہم وقابل مطالعہ ہے اور ابو یوسف کی مدح میں علاوہ مذکورہ بالا اقوال کے چند اقوال اور بھی ملاحظہ کیجئے! یحییٰ بن معین نے یہ بھی فرمایا کہ امام ابو یوسف صاحب حدیث تھے، صاحب سنت تھے الخ، ابو حاتم نے کہا کہ ان کی حدیث لکھی جاتی ہے الخ (الجرح والتعدیل ص ۲۰۱ ج ۴)

عبداللہ بن داؤد خریبی کا قول ہے کہ امام ابو یوسف تمام فقہی مسائل پر ایسا عبور کامل رکھتے تھے کہ وہ سب ان کے سامنے کف دست تھے عمرو بن محمد ناقد (جو اہل رائے محدثین سے تعصب رکھتے تھے) فرماتے کہ میں اصحاب رائے میں سے کسی سے روایت حدیث پسند نہیں کرتا، مگر ابو یوسف سے، کیونکہ وہ صاحب سنت تھے۔

محمد بن سماعہ کا بیان ہے کہ امام ابو یوسف قاضی القضاۃ ہو جانے پر بھی ہر روز دوسو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، علی بن المدینی نے فرمایا کہ ۱۸۰ھ میں امام ابو یوسف بصرہ آئے تو ہم ان کی خدمت میں جایا کرتے تھے، ان کا طریقہ یہ تھا کہ دس احادیث روایت کرتے، پھر دس فقہی آراء ساتھ بیان کرتے، اس عرصہ میں مجھے صرف ایک حدیث میں وہ منفرد معلوم ہوئے جو ہشام بن عروہ سے حجر میں روایت کی اور وہ صدوق تھے۔

علامہ کوثری نے اس مقام پر تحریر فرمایا کہ جو شخص "تلخیص الحبیر" ص ۲۴۹ اور سنن بیہقی ص ۶۱ ج ۲ مطالعہ کرے گا وہ معلوم کرے گا کہ اس حدیث میں بھی امام ابو یوسف منفرد نہ تھے کیونکہ متابع موجود ہے۔

یہ تمام اقوال علامہ ذہبی کی کتاب مناقب الامام ابی یوسف سے "حسن التقاضی" میں لکھے گئے ہیں، حارثی نے اپنی سند سے حسین بن ولید سے یہ نقل کیا کہ امام ابو یوسف جب کسی مسئلہ پر کلام کرتے تھے تو سننے والے ان کی وقت کلام سے متحیر ہو جاتے تھے اور ایک روز میں نے ایسا بھی دیکھا کہ وہ کسی غامض مسئلہ پر تقریر کرنے لگے تو تیر کی طرح تیزی سے اس مسئلہ کے تمام متعلقات بیان کر گئے جس کی وجہ سے اور بھی زیادہ حاضرین کو اس

مسلک کی باریکیاں مفہوم نہ ہوسکیں اور؟ سب متحیر ہوئے کہ حق تعالیٰ نے ان کو کس قدر قدرت کلام اور فہم معانی دقیقہ کا ملکہ عطا فرمایا ہے۔

چونکہ امام ابو یوسف کو یہ سارے مناقب ومحامد اور کمالات امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کے وسیلہ سے حاصل ہوئے تھے، اسی لئے یہ بھی "قلائد عقود العقیان" میں امام ابو یوسف سے ہی منقول ہوا ہے کہ میں نے کبھی کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس کے بعد امام اعظم کے حق میں دعا اور استغفار نہ کی ہو۔

حضرت علی بن صالح جب کبھی امام ابو یوسف سے روایت کرتے تو اس طرح کہتے "میں نے یہ حدیث افقہ الفقہاء قاضی القضاۃ سید العلماء امام ابو یوسف سے سنی ہے" محدث بشر بن الولید کے سامنے ایک شاگرد نے امام ابو یوسف کا نام بغیر القاب کے لیا تو اس کو تنبیہ فرمائی کہ تم ان کی تعظیم نہیں کرتے، ان کی توقیر نہیں کرتے، میں نے تو ان کا مثل اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا (حالانکہ انہوں نے ابن ابی ذئب اور شعبہ وغیرہ اکابر محدثین کو دیکھا تھا۔

امام نسائی نے بھی جو نقد رجال میں بہت متشدد تھے، امام ابو یوسف کی توثیق کی ہے اور احمد بن کامل شجری (مولف اخبار القضاۃ اور صاحب ابن جریر) نے کہا کہ امام یحیی بن معین، امام احمد اور علی بن مدینی تینوں نے بالاتفاق امام ابو یوسف کو ثقہ قرار دیا ہے، یہ تینوں امام بخاری کے کبار شیوخ میں تھے۔

اسی طرح شیخ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کو شیخ متقن کہا پھر کہا کہ ہم کسی کے فضل وشرف کو چھپانا نہیں چاہتے، ہمارے نزدیک امام ابو یوسف اور امام زفر کی عدالت وثقاہت ثابت ہو چکی ہے، ملاحظہ کیجئے یہ ابن حبان وہ ہیں جو بہت سے محدثین احناف بلکہ اکابر ائمہ احناف کے خلاف بھی بہت کچھ لکھنے کے عادی ہیں، مگر امام ابو یوسف وزفر کی یہ بھی مدح کر گئے اور بقول خود حق انصاف ادا کر گئے مگر اس کے باوجود بھی حیرت اس پر بالکل نہ کیجئے کہ امام بخاری اپنے استاذ الاستاذ امام ابو یوسف کے بھی متروک فرما گئے، آپ نے دیکھا کہ امام بخاری جن بزرگوں کے اقوال سے جابجا اپنی کتاب الضعفاء وغیرہ میں استدلال کرتے ہیں وہ سب تو امام موصوف کو ثقہ فرما گئے، ثقہ وہ ہے جس کی حدیث لینی چاہئے، مگر امام بخاری کا فیصلہ ہے وہ متروک الحدیث تھے جس کی احادیث لوگوں نے ترک کیں، معلوم نہیں اس بارے میں وہ کن بزرگوں سے متاثر ہو، شائد وہ شیخ حمیدی وغیرہ ہوں جن کی وجہ سے انہوں نے امام اعظمؒ سے بھی سوءظن اختیار کر لیا تھا، مگر شیخ حمیدی کا قول تو وہ ساری کتاب الضعفاء میں کہیں بغیر سند ذکر بھی نہیں کرتے، غرض یہ معمہ ہمارے لئے تو ابھی تک "کس نکشود ونکشاید" ہی کے مرحلہ میں ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

مؤلفات امام ابو یوسفؒ

امام صاحب کی تالیفات کتب تاریخ ومناقب میں بہت بڑی تعداد میں مذکور ہیں، مگر ہم تک ان میں سے بہت کم پہنچی ہیں مثلاً۔

۱-"کتاب الآثار" اور فقہ میں نہایت قیمتی ذخیرہ ہے جس کا اکثر حصہ امام اعظم سے مروی ہے، حضرت مولانا العلام ابو الوفاء صاحب نعمانی دامت مآثرہم کے حواشی قیمہ نے اس کو بہت زیادہ مفید بنا دیا ہے، یہ کتاب مدارس عربیہ کے درس حدیث کا جزو ہونی چاہئے، ورنہ کم سے کم زائد مطالعہ میں لازمی ہونی چاہئے "ادارہ احیاء المعارف النعمانیہ" حیدرآباد سے شائع ہوئی ہے، اس کے علاوہ امام صاحب موصوف کا ایک مسند بھی ہے مگر وہ ہم تک نہیں پہنچا، ضخامت ۲۶۸ صفحات مطبوعہ مصر۔

۲-"اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلی"- یہ کتاب بھی ادارہ مذکور سے شائع ہوگئی ہے، اس میں امام ابو یوسف نے اپنے دونوں اساتذہ کے مختلف فیہ مسائل کو جمع کر دیا ہے اور دلائل سے اپنے اجتہاد کی روشنی میں کسی ایک قول کو ترجیح دی ہے، حاشیہ میں تحقیق رجال تخریج احادیث وحل لغات وغیرہ کی گئی ہے، ضخامت ۲۳۰ صفحات مطبوعہ مصر۔

۳-" الرد علی سیر الاوزاعی "-امام اوزاعی نے اپنی کتاب مسائل جہاد میں امام اعظم کی کتاب الجہاد کے بعض مسائل پر اعتراض کیا تھا ان مسائل پر امام ابو یوسف نے دونوں کے اقوال جمع کر کے ہر ایک کی دلیل بیان کی ہے اور پھر محاکمہ کیا ہے، یعنی کتاب وسنت کی روشنی میں اپنی بصیرت کے موافق کسی ایک قول کو ترجیح دی ہے ادارہ مذکور ہی سے ۱۳۵۷ھ میں مفید حواشی کے ساتھ مصر میں طبع ہو کر شائع ہوئی صفحات ۱۴۸۔

۴-"کتاب الخراج" -خلیفہ ہارون رشید کی طلب پر احکام اموال میں رسالہ تصنیف فرمایا تھا، اس کے مقدمہ میں یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امام ابو یوسف حق بات کہنے میں کسی سے نہیں چوکتے تھے، ان کے طبقہ میں کسی نے ایسی کتاب نہیں لکھی، بلکہ یہ کہنے میں بھی مبالغہ نہیں کہ ایسی کتاب لکھی ہی نہیں گئی، اس باب میں جو کتابیں دوسروں نے لکھی ہیں ان کے ساتھ موازنہ کرنے پر یہ بات بالکل واضح ہوگی، اس کتاب کی شروح بھی لکھی گئیں جن سے ان کی خوبیاں اور بھی نمایاں ہوگئیں۔

۵-کتاب المخارج والحیل - یہ بھی امام ابو یوسف کی طرف منسوب ہے، اس کا قلمی نسخہ دار الکتب المصریہ میں اور المکتبہ علی پاشا آستانہ میں موجود ہے اور اس کو جوزف شخت مستشرق المانی نے امام محمد کے نام سے طبع کر دیا ہے۔

ابن ندیم نے لکھا کہ امام ابو یوسف کی کتاب اصول والامالی میں سے حسب ذیل ہیں۔

۶-کتاب الصلوٰۃ ۷-کتاب الزکوٰۃ ۸-کتاب الصیام ۹-کتاب الفرائض ۱۰-کتاب البیوع ۱۱-کتاب الحدود ۱۲-کتاب الوکالۃ ۱۳-کتاب الوصایا ۱۴-کتاب الصید والذباح ۱۵-کتاب الغصب ۱۶-کتاب الاستبراء ۱۷-مجموعہ امالی، مرتبہ ومرویہ قاضی بشر بن الولید جو ۳۶ کتابوں پر مشتمل ہے جو سب امام ابو یوسف کی اپنی تفریع کردہ ہیں۔

۵۳-کتاب اختلاف علماء الامصار ۵۴-کتاب الرد علی مالک بن انس ۵۵-کتاب الجوامع جو آپ نے یحییٰ بن خالد کے لئے لکھی تھی جو چالیس کتابوں پر مشتمل تھی ان میں آپ نے لوگوں کے اختلاف کی تفصیل اور رائے مختار کی نشاندہی کی ہے طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد نے کہا کہ امام ابو یوسف کے حالات مشہور ہیں، ان کا فضل و برتری ظاہر ہے، وہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے تھے اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں سے سب سے بڑے فقیہ تھے کہ ان سے آگے کوئی نہ ہو-کا علم وحلم، ریاست اور قدر ومنزلت کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچے تھے امام ابو حنیفہ کے مذہب و اصول فقہ کو سب سے پہلے تصنیف کیا، مسائل احکام کا املاء کرایا اور امام صاحب کے علوم اجتہادیہ کو زمین کے تمام حصوں میں پھیلا دیا اور نشر کیا جیسا کہ خطیب نے بھی تنوخی سے اسی کی تصریح نقل کی ہے۔

لہٰذا امام ابو یوسف کی اولیت تصنیف اصول فقہ حنفی، امام شافعی کی اولیت تصنیف اصول فقہ شافعی کے منافی نہیں، بلکہ امام شافعی کا جو طریقہ مناقشہ سابقہ مسائل اصول پر ہے، وہ خود اس امر کی بہت بڑی دلیل ہے کہ ان کی اولیت صرف ان کے اپنے مذہب کے اعتبار سے ہے، حافظ ذہبی نے ابو یعلی موصلی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ-ابو علی کا قول ہے کہ اگر ابو یعلی بشر بن ولید کے پاس ٹھہر کر امام ابو یوسف کی کتابوں کو نقل کرنے میں مصروف نہ ہوتے تو بصرہ پہنچ کر سلیمان بن حرب اور ابو الولید عباسی کو ضرور پا لیتے، (جس سے ان کی سند عالی ہو جاتی) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف کی تصانیف بہت ہی زیادہ تھیں کہ ان کو لکھنے میں کافی وقت صرف ہو گیا اور ان کو بشر تلمیذ امام موصوف کے پاس رکنا پڑا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف کے علوم کی اس وقت بڑی شہرت تھی ورنہ علو سند کو ہر زمانہ میں بڑی اہمیت رہی ہے اور لوگ اس کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے، مگر ابو یعلی جیسے مشہور محدث کبیر نے نقل کتب امام موصوف میں وقت صرف کر کے بتصریح ذہبی علو سند کی فضیلت کو نظر انداز کر دیا۔

واضح ہو کہ ابو یعلی کی مسند ومعجم مشہور ہیں، وہ جزیرہ کے بڑے پایہ کے محدث تھے، محدث علی بن الجعد اور امام یحییٰ بن معین کے واسطہ سے امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں، محدث ابن حبان اور اسماعیلی جیسے محدث ان کے شاگرد ہیں، اس زمانہ میں محدثین تیز لکھنے کے بڑے

مشتاق ہوتے تھے، اسی طرح تلقی کتب اور سماع میں سرعت کے واقعات بہ کثرت منقول ہیں، چنانچہ بہت سے محدثین ایسے گزرے ہیں جنہوں نے صرف تین روز میں بخاری شریف پوری کر لی ہے ایسے حالات میں محدث ابویعلی کا زیادہ قوت صرف اس لئے صرف ہوا ہوگا کہ امام کی تصانیف بہت زیادہ تھیں اور امام احمد کا قول پہلے گذر چکا ہے کہ میں نے تین سال میں امام ابو یوسف کے پاس رہ کر بقدر تین الماریوں کے کتابیں نقل کیں، قماطر کا ترجمہ بستوں سے ٹھیک نہیں، قاموس وغیرہ میں ہے کہ قمطرہ وہ ہے جس میں کتابیں محفوظ کی جائیں پھر یوں بھی امام احمد ایسے مشہور و معروف محدث نے تین سال کی مدت میں بڑی مقدار نقل کی ہوگی۔

صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کے امالی تین سو مجلد میں تھے۔

علامہ ابوالقاسم شرف الدین بن عبدالعلیم القرتبی (بالتاء) مولف ''قلائد العقیان فی مناقب ابی حنفیۃ النعمان'' نے دوسری فصل کتاب مذکور میں (جو امام ابو یوسف کے مناقب میں ہے) فرمایا - امام ابو یوسف کے مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے بڑی بڑی مبسوط کتابیں تصنیف کیں جن میں سے املاء امالی، ادب القاضی (جو بشر بن الولید کو املاء کرائی تھی) المناسک وغیرہ تھیں، علامہ شیخ یحیٰ غزنی نے ۸-۹ھ میں زبید پہنچ کر بیان کیا تھا کہ انہوں نے امام ابو یوسف کی امالی کو خود دیکھا ہے جو تین سو مجلد میں تھیں اور شام کے شہر غزہ کے مدرسہ میں ایک مستقل الماری میں محفوظ تھیں، افسوس ہے کہ اب اس عظیم و جلیل کتاب کا کہیں وجود نہیں اور غالباً وہ دسویں صدی کی مشہور جنگ میں ضائع ہوئی ہے (حسن التقاضی)

اس وقت کے متنازعہ فیہ مسائل کلامیہ میں امام ابو یوسف کی آراء بہت ہی جچی تلی، متوازن اور معتدل تھیں اور اس زمانہ کے فرق باطلہ کے زیغ والحاد کا امام موصوف نے بڑی حکمت و دانائی سے مقابلہ کیا، امام اعظم کے مناظرے اہل زیغ کے ساتھ مشہور ہیں۔

امام ابو یوسف چونکہ برسر اقتدار بھی تھے اور حکومت کے سب سے بڑے مذہبی عہدہ قاضی القضاۃ پر فائز تھے، پھر اپنی جلالت علمی و امتیازات خاصہ کے باعث خلفاء وقت کے بھی مرعوب و متاثر ہونے والے نہ تھے، اس لئے ان کی خدمات اور بھی زیادہ نمایاں ہوئیں۔

خلیفہ ہارون رشید پر ان کے اثرات کا کچھ ذکر ہو چکا ہے اور امام اعظمؒ کے تذکرہ میں قضاۃ کے سلسلہ میں بھی ان کے بے جھجک فیصلوں اور اہم اقدامات کا تذکرہ آ چکا ہے، یہاں اہل زیغ کے بارے میں ان کے طرز فکر و طریق عمل کے ایک دو نمونے ملاحظہ کیجئے -

۱- برسر اقتدار حضرات میں سے کسی کے صاحبزادے جہمی خیال کے ہو گئے تھے، امام موصوف نے بلوا کر ۳۵ کوڑے لگوائے تا کہ اس کو تنبیہ ہو اور دوسروں کو حوصلہ نہ ہو۔

۲- خلیفہ ہارون رشید کے سامنے ایک زندیق پیش ہوا، خلیفہ نے امام یوسف کو بلوایا تا کہ دلائل سے قائل معقول کریں، امام صاحب پہنچے تو خلیفہ نے کہا کہ اس سے بات کیجئے اور مناظرہ کر کے اس کی اصلاح کیجئے، امام صاحب نے فرمایا، امیر المؤمنین! ابھی ابھی تلوار اور چمڑا منگوایئے اور اس پر اسلام پیش کیجئے! اگر اسلام کو صحیح طور سے مانے تو خیر، ورنہ اس کا قصہ ختم کیجئے، ایسے ملحد زندیق مناظروں سے درست ہونے والے نہیں (تاریخ خطیب و مناقب موفق)

ایک دفعہ دشمنوں اور حاسدوں نے مشہور کر دیا کہ امام ابو یوسف خود ہی ''القرآن المخلوق'' کے قائل ہیں، امام صاحب کے خاص تعلق والے پہنچے اور عرض کیا کہ آپ ہمیں تو اس چیز سے روکتے ہیں او دوسروں کو اس طرح بتلاتے ہیں، پھر سارا قصہ ذکر کیا کہ اس طرح شہرت ہے، امام صاحب نے فرمایا، آپ لوگ بھی بڑے سادہ لوح ہیں کہ ان کی باتوں میں آ گئے وہ پاگل دیوانے تو خدا پر جھوٹ بولتے ہیں، مجھ پر جھوٹ لگانا ان کے لئے کیا مشکل ہے؟ پھر فرمایا کہ اہل بدعت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے دل کی باتیں دوسروں پر رکھ کر چلاتے ہیں، حالانکہ وہ لوگ ان کے جھوٹ سے بری ہوتے ہیں، ایک دفعہ لوگوں نے آ کر عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ایسے شخص کی شہادت بھی قبول کر لیتے ہیں جو کہے کہ خدا کو واقعات کے ظہور پذیر ہونے سے قبل تک ان کا علم نہیں ہوتا، (اس زمانہ کے بعد اہل زیغ فلسفی مزاج لوگوں کی طرف اشارہ

تھا) امام نے فرمایا، بالکل غلط ہے ایسا شخص میرے سامنے آجائے تو اس سے فوراً توبہ کراؤں، اگر توبہ نہ کرے تو حکم قتل کروں۔

ایک بار امام صاحب کے کسی جلیس نے کہا کہ آپ کے بارے میں عام لوگ یہ شہرت کر رہے ہیں کہ آپ ایسے شخص کی شہادت قبول کر لیتے ہیں جو کسی تاویل کے ساتھ صحابہ کو سب وشتم کرتا ہو، فرمایا، افسوس لوگ ایسی بات کہتے ہیں میں تو ایسے شخص کو قید کردوں اور تازیانوں کی سزا مقرر کروں، یہاں تک کہ توبہ کرے۔ (حسن التقاضی)

سینکڑوں واقعات میں سے یہ چند واقعات ذکر ہوئے ہیں، ان حضرات کے اس قسم کے واقعات روح ایمان کو تازہ کرنے والے ہیں، جی چاہتا ہے کہ لکھے جایئے مگر یہاں گنجائش کم ہے، اس لئے معذرت کی جاتی ہے مگر اتنا ضرور یاد رکھئے کہ یہ امام ابو یوسف اسی ذات مکرم تربیت یافتہ اور تلمیذ خاص ہیں جو حسب تحقیق امام بخاریؒ یری السیف فی الامۃ کا نظریہ رکھتے تھے، آپ نے دیکھا کہ برسر اقتدار ہو کر بھی اگر سیف کا استعمال کرنا چاہا تو صرف ان اعضاء فاسدہ پر جن کی اصلاح ناممکن کے درجہ میں پہنچی ہو اور جن سے دوسروں کو گمراہی کا ظن غالب ہوا۔

ایک طرف اگر امام اعظم ایسے علم والے جن کے علم سے بقول ابن ندیم، مشرق سے مغرب تک ساری فضا معمور منور ہوگئی اور جن کی ایک عقل سارے عقلاء روزگار کے ہم پلہ سمجھی گئی، اگر وہ چاہتے تو اپنے علم وعقل کے زور سے دوسروں کو کس کس طرح مجروح نہ کر جاتے اور ابن حزم وغیرہ کی طرح قلمی سیف وسنان کا استعمال دل کھول کر کرتے، مگر وہ خوب جانتے تھے کہ بڑے اور اہل علم وتقویٰ تو ایک طرف معمولی کم از کم درجہ کے مومن کی عزت بھی لائق صد احترام ہے، اسی لئے ان کی اور ان کے تمام اصحاب وتلامذہ کی غیر معمولی احتیاط ونزاہت لسان قابل تقلید ہے، دوسری طرف امام ابو یوسف اگر اپنے اقتدار سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تو اپنے مخالفین سے کیا کچھ انتقام نہ لے سکتے تھے، جورات دن ان کو بدنام کرتے تھے۔

پھر یہ بھی دیکھئے کہ سب صحابہ تک کو بھی وہ کسی تاویل کے ساتھ برداشت کرنے کو تیار نہ تھے، جب کہ دوسری طرف یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ حافظ ابن حجر مروان بن الحکم کے ''رجال بخاری'' میں سے ہونے کی وجہ سے اس کے حضرت طلحہؓ کو قتل کرنے کو بھی تاویل کے ساتھ وجہ جواز دینے کو تیار ہیں جو نہ صرف بلند پایہ صحابی تھے، بلکہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور الزام پھر بھی یری السیف کا ہم غریبوں کے سر۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

یہ تو امام ابو یوسف کی رائے تھی، اور جو کلمات انہوں نے عقائد حقہ اور عقائد زائغہ کے سلسلہ میں ارشاد فرمائے ہیں وہ تو آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں، علامہ کوثری نے حسن التقاضی میں وہ بھی کچھ نقل کئے ہیں، ان کا یہاں ترجمہ ہم خوف طوالت سے ترک کرتے ہیں درحقیقت پوری کتاب ایک ایک صفحہ کی علمی جواہر پاروں کا گنجینہ ہے، خدا نے توفیق دی تو کسی وقت اس کا مکمل اردو ترجمہ شائع کیا جائے گا۔

امام صاحب اور ان کے اصحاب کے حالات زندگی پڑھنے سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان ابتدائی حالات میں جب کہ نئے نئے علمی و مذہبی فتنے سر اٹھا رہے تھے، ان حضرات نے کن کن تدابیر سے ان کی روک تھام کی ہے، علمی مناظرے، مباحثے بھی کئے، حکومت کے اثرات سے بھی کام لیا، اور تدوین فقہ کی مہتم بالشان مہم سر کرکے مسلمانوں اور اسلامی حکومتوں کے واسطے اسلامی قوانین پر چلنے کا میدان بھی ہموار کیا۔

امام ابو یوسف نے جہاں ملحدوں، زندیقوں پر سخت گرفت کی، وہاں ان کو بے گناہ عام مسلمانوں کی حفاظت جان ومال کی فکر بھی ہمہ وقت اپنے استاذ معظم امام اعظم ہی کی طرح رہتی تھی، اس کا بھی ایک واقعہ پیش ہے۔

ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، ایک شخص نے کہا واللہ! نہ تم نے تقسیم میں انصاف کیا اور نہ رعیت کے ساتھ عدل کیا اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ سے سخت تنقید کی، خلیفہ کو غصہ آیا، اس شخص کو گرفتار کرنے کا حکم دیا، نماز کے بعد اس کو پیش کیا گیا تو خلیفہ نے امام ابو یوسف کو بلوایا، آگے خود امام ابو یوسف کے ہی الفاظ میں قصہ سنئے! فرمایا میں گیا تو دیکھا کہ خلیفہ بیٹھے ہیں، سامنے ایک شخص بطور مجرم جلادوں اور سزا دینے والوں کے درمیان کھڑا ہے، خلیفہ نے مجھے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس شخص نے مجھے ایسی سخت باتیں کہیں جو آج

تک کسی نے نہیں کہی تھیں، میں نے کہا امیر المؤمنین! نبی کریم علیہ السلام کو ایسے ہی ایک موقع پر کہ آپ نے خود تقسیم فرمائی تھی کہا گیا تھا کہ اس تقسیم سے خدا کی رضا جوئی کا ارادہ نہیں کیا گیا، لیکن حضور علیہ السلام نے یہ سن کر بھی اس کو معاف فرمادیا اور کوئی سزا نہیں دی، ایک دوسرے موقع پر آپ نے تقسیم فرمائی تو کہا گیا کہ آپ نے عدل نہیں کیا، حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں بھی عدل نہ کروں تو کون کرے گا؟ اس کو بھی حضور اکرم علیہ السلام نے معاف فرمادیا اور درگذر کی، اور اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ حضور علیہ السلام کو اس وقت کہے گئے کہ حضرت زبیر اور ایک شخص انصاری کا جھگڑا آپ کے سامنے پیش ہوا، غلطی چونکہ اس کی تھی، اس لئے حضور اکرم علیہ السلام نے زبیر کے حق میں فیصلہ کیا، انصاری نے کہا، یا رسول اللہ علیہ السلام! کیا یہ فیصلہ ان کے حق میں اس لئے ہوا کہ وہ آپ کے پھوپھی کے لڑکے ہیں؟ ان کو بھی حضور اکرم نے کچھ نہ فرمایا اور معاف کردیا، امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اتنا سننے کے بعد خلیفہ کا غصہ ختم ہوگیا اور شخص کو چھوڑنے کا حکم دیدیا۔ (ابن ابی العوام بسندہ)

امام ابو یوسف اور امام مالک کا اجتماع ہوا ہے اور بعض مسائل میں مذاکرہ بھی ہوا ہے مگر جو واقعہ سہمی سے نماز نفل نہ پڑھنے پر حلف کا منقول ہے اور ایسی ہی سلمی سے اشتراء جاریہ کے حلف والا قصہ نا قابل اعتبار ہے کیونکہ سہمی وسلمی اور کابلی وعبدالعزیز غیر ثقہ تھے (حسن التقاضی)

امام ابو یوسف نے مغازی وسیر محمد بن اسحاق سے بھی حاصل کئے مگر جہاں تک خیال ہے ان کا بڑا اور اہم حصہ امام اعظم سے ہی حاصل کیا ہوگا کیونکہ امام صاحب نے مغازی کا علم امام شعبی سے حاصل کیا، جن کی وسعت علم مغازی وسیر کا اعتراف حضرت عمرؓ وغیرہ اکابر اصحاب نے بھی کیا تھا۔

اس سلسلہ میں مورخ ابن خلکان نے "الجلیس الصالح" معافی جزیری سے بغیر نقل سند کے ایک قصہ نقل کردیا ہے جو قطعاً جھوٹ ہے اس میں اس طرح ہے کہ امام ابو یوسف محمد بن اسحاق سے مغازی وسیر کا علم حاصل کرنے کے لئے کچھ دن امام صاحب کی مجلس سے غیر حاضر رہے، واپسی پر امام صاحب نے گویا بطور طنز وتجہیل کے کہا کہ ابو یوسف! ذرا بتلاؤ تو کہ جالوت کے لشکر میں جھنڈا کس کے ہاتھ میں تھا؟ امام ابو یوسف نے کہا، آپ امام ہیں (اس لئے لحاظ ہے) لیکن اگر آپ[1] اس (طنز) سے نہ رکیں گے تو میں بڑے مجمع میں آپ سے پوچھوں گا کہ بدر کی لڑائی پہلے تھی یا احد کی؟ اور آپ نے بتلا سکیں گے، کہ کون سی اول تھی، اس پر امام صاحب خاموش ہوگئے۔

---

[1] یہاں یہ بھی بتادینا ضروری ہے کہ اسی سلسلہ کی ایک صورت واقعہ دوسری بھی ہے جو علامہ موفق نے روایت کی ہے وہ اگر صحیح ہے تب بھی دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اس میں یہ ہے کہ امام ابو یوسف کا بیان ہے، میں تعلیم کے زمانہ میں (جو غالباً ابتدائی دور کا واقعہ ہے ورنہ پھر تو وہ امام صاحب کے پاس ہمہ وقت رہے ہیں) میں امام صاحب کے علاوہ دوسرے محدثین وغیرہ کی خدمت میں جایا کرتا تھا (اور اس چیز سے امام خود بھی نہیں روکتے تھے بلکہ خود بھیجا کرتے تھے کہ کسی محدث کے پاس سے کسی نئی حدیث کا پتہ لگے) محمد بن اسحاق کوفہ میں آئے تو ان کے پاس میں بھی گیا، اور چند ماہ جم کر رہا، یہاں تک کہ ان کی پوری کتاب سن لی اور اس عرصہ میں امام صاحب کے پاس نہ جاسکا، فارغ ہوکر امام صاحب کی خدمت میں پہنچا تو مجھ سے فرمایا کہ یعقوب! یہ کیسی بے مروتی (کہ اتنے دن تک صورت نہ دکھائی) میں نے عرض کیا کہ حضرت ایسا نہیں ہے بلکہ محمد بن اسحٰق مدنی یہاں آگئے تھے، میں نے ان سے کتاب المغازی سنی ہے، امام صاحب نے فرمایا، اب اگر پھر جانا ہو تو اتنا سوال کرلینا کہ طالوت کے مقدمہ لشکر پر کون تھا؟ اور جالوت کے لشکر کا جھنڈا کس کے ہاتھ میں تھا؟ میں نے کہا حضرت! اس بات کو جانے دیجئے، واللہ! مجھے تو خود حیرت ہے کہ ایک شخص علم (مغازی) کا دعویٰ کرتا ہے اور جب اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ بدر کی لڑائی پہلے تھی یا احد کی؟ تو اس کو نہیں بتلا سکتا" واللہ اعلم اس واقعہ میں بھی کچھ صحیح غلط ہو مگر کسی قدر قرین قیاس ضرور ہے، کیونکہ امام ابو یوسف میں یہ بات خاص طور سے تھی کہ سب محدثین وعلماء زمانہ سے استفادہ کرتے تھے اور معلومات کی کھوج کرتے رہتے تھے، خلیفہ ہارون رشید کے ساتھ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے ایک شام کو پروگرام طے ہوا کہ کل آثار نبوی کی زیارت کریں گے تو امام ابو یوسف نے وہاں کے ایک عالم ماہر آثار کو ساتھ لے کر اسی رات میں سب جگہ جا کر ان آثار کی معلومات کرلی، صبح کو خلیفہ کے ساتھ نکلے، تو وہ عالم بھی ساتھ تھے، ان کا ہی بیان ہے کہ امام ابو یوسف خلیفہ کو ہر اثر کا اس طرح تعارف کراتے تھے کہ جیسے مدت سے اس کی پوری معلومات ان کے ذہن نشین ہو، تو یہاں بھی محمد بن اسحاق کے مبلغ علم سے گو واقف پہلے سے بھی ہوں مگر پورا وقت دے کر پوری کتاب سنی اور اس کا بھی خیال نہیں کیا کہ امام صاحب محمد بن اسحٰق کے بارے میں خوش عقیدہ نہیں ہیں ان کو ناگوار ہوگی، اب امام صاحب کے سوال کرنے کے لئے ارشاد فرمانا ممکن ہے کہ اس وجہ سے ناگواری کے نتیجہ میں ہو کہ ان کے علم سے مطمئن نہ تھے، یا ممکن ہے یوں ہی بطور مزاح فرمایا ہو اور امام ابو یوسف نے جواب بھی ممکن ہے بطور مبالغہ بدر واحد سے دیا ہو کہ بعض چھوٹی موٹی باتیں بھی ان کے پاس صحیح نہیں، ورنہ ظاہر ہے کہ بدر واحد کے تقدم وتاخر سے تو اس زمانے کا بچہ بچہ واقف ہوگا، اب اگر اسی واقعہ کو توڑ موڑ کر اس طرح بنالیا جو ابن خلکان وغیرہ نے کذاب راویوں سے نقل کردیا تو یہ اور بھی زیادہ تکلیف دہ ہے۔ واللہ اعلم

اس روایت کونقل کرنے والا محمد بن الحسن بن زیادہ المقری جھوٹ گھڑنے میں مشہور تھا، تاریخ خطیب میزان الاعتدال، لسان المیزان وغیرہ میں اس کا ترجمہ مذکورہ، کسی نے کذاب کہا، کسی نے منکرالاحادیث، اس کے علاوہ یہ قصہ درایت کے بھی خلاف ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کے مسانید میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ فرض عطایا میں شرکاء غزوہ بدر کو دوسرے صحابہ پر ترجیح دیتے تھے جو بعد کے غزوات میں شریک ہوئے اور امام صاحب روزانہ ختم قرآن مجید میں آیت ولقد نصر کم اللہ ببدر و انتم اذلۃ بھی ضرور پڑھتے تھے، جس کا نزول غزوۂ احد کے بارے میں مشہور ومعروف ہے، ادنیٰ لوگ بھی واقف تھے، کہ کونسا غزوہ پہلے تھا اور کون بعد، تو کیا امام الائمہ شیخ فقہاء الامۃ اس کو بھی نہ جانتے تھے۔

پھر امام صاحب نے اپنے اصحاب کو کتاب ''السیر الصغیر'' لکھائی جس پر امام اوزاعی نے ردلکھا اور آپ کے تلامذہ میں سے امام ابو یوسف ہی نے اس کے رد میں الرد علی سیر الاوزاعی مشہور عالم کتاب لکھی، ایسی حالت میں کوئی سمجھدار آدمی یہ تصور کرسکتا ہے کہ امام ابویوسف ہی کی نظر میں امام صاحب اس بات سے بھی جاہل تھے کہ بدر پہلے ہے یا احد؟ وہ امام ابویوسف جو اپنے محسن اعظم اور مربی اکرم استاد کا بے نظیر ادب کرتے تھے اور جو زندگی بھر امام صاحب کی علمی مجالس میں حاضر رہ کر علوم امام کے لاتعداد روحانی ساغر نوش فرما کر بھی ایسے بے نظیر عاشق امام نکلے کہ جب کبھی وصال امام کے بعد کسی علمی مشکل میں مبتلا ہوئے تمنا ہی کی کہ کاش امام کی ایک مجلس مجھے پھر نصیب ہوجائے کہ اپنی علمی پیاس کو ایک بار پھر بجھالوں اور بعض اوقات اس کے لئے آدھی دولت بھی نثار کرنے کو آمادہ ہوئے، جس کا اندازہ دس لاکھ روپیہ کیا گیا ہے، یہاں اس قصہ کو پوری تفصیل سے بیان صرف اس لئے کیا گیا کہ ابن خلکان جیسے بلند پایہ مورخ کی مثال سامنے رکھ کر آپ اندازہ کرسکیں گے کہ بعداوقات کسی کدوعصبیت کی وجہ سے بڑے بڑے لوگ بہک جاتے ہیں ورنہ موصوف کی کتاب وفیات الاعیان کا ہم سب پر بڑا احسان ہے اور ان کی اس علمی تاریخی تصنیف کی بڑی قدر ہے، نہ ایسے چند واقعات کی وجہ سے کتاب کو درجۂ اعتبار سے ساقط کہہ سکتے ہیں، البتہ خطاء وغلطی سے انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی معصوم نہیں، اس لئے جو بات بھی جس کی غلط ہو خواہ وہ کتنا ہی بڑا امام اور علامہ بھی ہو، اس کی چند غلطیوں کو الگ کرکے ہمیں چاہئے کہ اس کی باقی پوری خدمت کو بنظر استحسان دیکھیں، قدر کریں اور فائدہ اٹھائیں۔

علامہ ابن خلکان بھی دوسرے بعض اکابر کی طرح امام صاحبؒ کے بارے میں تعصب کی روش پر چل گئے، صلوٰۃ قفال کو بھی وہ اسی نزغہ سے نقل کرگئے، حالانکہ وہ بھی اسی طرح کذب محض ہے، یہاں ایسے واقعات کا ذکر اس لئے بھی ضروری ہوا کہ بہت سے اپنے حضرات بھی ان کتابوں کی عظمت وقدر سے متاثر ہوجاتے ہیں، چنانچہ ہمارے ایک بزرگ علامہ شبلی نے سیرۃ النعمان میں امام صاحبؒ کے بارے میں ص ۱۳۴ (مطبوعہ مجتبائی) میں تحریر کیا۔

''اس قدر ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مغازی، قصص، سیر وغیرہ میں ان کی (امام صاحب کی) نظر چنداں وسیع نہ تھی، امام مالک وامام شافعی کا بھی یہی حال تھا لیکن احکام وعقائد کے متعلق امام ابوحنیفہ کو واقفیت اور تحقیق حاصل تھی اس سے انکار کرنا صرف کم نظری وظاہر بینی کا نتیجہ ہے ان کی تصنیفات یا روایتوں کا مدون نہ ہونا قلت نظر کی دلیل نہیں ہوسکتا۔

بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ علامہ شبلی مرحوم کا مطالعہ امام صاحبؒ کے بارے میں بہت ناقص تھا، خیال فرمایئے! جس نے مغازی وسیر کا علم امام شعبی ایسے اہل نظر سے حاصل کیا ہو جن کے بارے میں صحابہ کرامؓ کو اعتراف تھا کہ صحابہؓ سے زیادہ وہ مغازی وسیر کے عالم تھے، اس کو مغازی وسیر میں کم نظر کہنا کتنا بڑا ظلم ہے اور پھر وغیرہ کا اضافہ بھی ساتھ رکھئے تو بات کچھ بھی نہ رہی، امام صاحبؒ تو خیر امام تھے جن کے بارے میں ہمیں پورا یقین ہے کہ مغازی، سیر اور قصص دور نبوت وصحابہ میں سے شاید ہی کوئی چیز ان سے مخفی رہی ہو اور ان شاء اللہ کسی موقع پر ہم اس کو دلائل وواقعات سے ثابت بھی کریں گے، مگر ہمیں تو امام مالک وامام شافعی کے بارے میں بھی ان علوم میں کم نظری کا تصور کرنے سے وحشت ہورہی ہے، درحقیقت ابن خلکان اور صاحب جلیس جیسے صالح لوگوں کی کتابیں پڑھنے سے علامہ شبلی کو خیال ہوگیا ہوگا کہ

جس طرح انہوں نے غیروں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر امام صاحب کی تصنیفات یا روایتوں کا مدون نہ ہونا بھی تسلیم کر لیا حالانکہ تحقیق سے یہ امر بھی کسی طرح قابل تسلیم نہیں چنانچہ امام صاحب کے حالات میں آپ پڑھ چکے کہ علاوہ مسانید کثیرہ امام کے امام ابو یوسف اور امام محمد کی کتاب الآثار میں کس قدر روایات، ان سے ثابت ہیں اور وہ کتنے زمانہ سے مدون ہیں۔

امام شافعیؒ کی ملاقات امام ابو یوسفؒ سے اگرچہ معاصرت کی وجہ سے ممکن تھی مگر واقعات سے ثابت نہیں ہوتی اور جامع المسانید خوارزمی میں جو امام شافعی کے امام موصوف سے نبیذ کے بارے میں سوال کا ذکر ہے وہ سند سے خالی ہے دوسرے حسن بن ابی مالک (جو اس روایت کے لئے بطور راوی ہیں) ان کا ذکر کتب مناقب امام شافعی میں ان کے تلامذہ میں نہیں ہے اور امام شافعی کے شیوخ روایت بھی ان دونوں کے عدم اجتماع پر یقین کا اظہار کرتے ہیں، کوئی سند بھی قابل اعتماد اگر واقعہ مذکور کی ہوتی، تو ہم امکان لقاء کو دوسرے مواقع میں بھی تسلیم کر لیتے، اس لئے بظاہر سوال مذکور امام ابو یوسف سے نہیں بلکہ یوسف سے ہوگا، غلطی سے ابو کا اضافہ ہو گیا اور یوسف سے مراد یوسف بن خالد سمتی ہوں گے، جو بالاتفاق شیوخ شافعی میں سے ہیں۔

باقی امام الحرمین ابن جوینی شافعی کا یہ دعویٰ کرنا کہ امام شافعی کا مناظرہ امام ابو یوسف سے خلیفہ ہارون رشید کی موجودگی میں چند مسائل میں مدینہ منورہ کے قیام میں، اور ایک مسئلہ پر مکہ معظمہ میں ہوا، جس کا ذکر انہوں نے مغیث الخلق اور مستظہری دونوں کتابوں میں کیا ہے وہ دونوں مناظرے اور اجتماع بے اصل اور جھوٹ ہیں جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام ابو یوسف کا اجتماع ثابت نہیں ہے، دوسرے یہ کہ امام شافعیؒ کا ۱۸۴ھ میں زمانہ طلب و تحصیل کا تھا ۱۹۵ھ تک انہوں نے فقہ عراق اور فقہ حجاز کے موازنہ و ممارست سے اپنے مذہب قدیم کا آغاز کیا جو پانچ سال تک ان کا معمول رہا، اس کے بعد وہ مصر کے قیام میں مذہب جدید پر عامل ہوئے اور پانچ سال اس پر قائم رہ کر ۲۰۴ھ میں راہی دار البقاء ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً، لہذا ہر دو مناظروں مذکورہ کے افسانے من گھڑت ہیں۔

اس کے علاوہ ایک رحلۃ مکذوبہ عبداللہ بن محمد بلوی اور احمد بن موسیٰ النجار کی روایت سے کتابوں میں گھوم رہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعیؒ ۱۸۴ھ میں عراق آئے تو خلیفہ ہارون رشید کی مجلس میں امام ابو یوسف اور ان کا اجتماع ہوا اور بعض نے یہ ہذیان بھی چلتا کر دیا کہ امام ابو یوسف کو دربار سے نکلوایا گیا اور توہین کی گئی، حالانکہ امام ابو یوسفؒ کی وفات ۱۸۲ھ میں امام شافعی کے عراق آنے سے بھی دو سال قبل ہو چکی تھی۔

اسی سفر کے سلسلہ میں ایک قصہ یہ بھی گھڑا گیا کہ امام محمد اور امام ابو یوسف نے مل کر سازش کی کہ امام شافعی کو قتل کرایا جائے، حالانکہ ۱۸۴ھ میں امام محمد بھی بغداد میں نہ تھے، بلکہ رقہ کے قاضی تھے اور امام شافعی اس وقت متہم ہو کر لائے گئے تھے، امام محمدؒ ہی نے ان کو خلیفہ سے سفارش کر کے بری کرایا، اس کے مقابلہ میں یہ الٹی بات گھڑی گئی اس کے علاوہ امام شافعیؒ نے امام محمد کے پاس رہ کر خود اپنے اعتراف سے بقدر ایک اونٹ کے بوجھ کتابیں پڑھیں، چنانچہ امام شافعیؒ نے امام محمدؒ کے احسانات کا ہمیشہ اعتراف کیا ہے اور نہایت تعظیم کی ہے یہ زمانہ امام شافعی کے طلب علم کا تھا امامت و سیادت کا نہ تھا کہ ان پر حسد کر کے کوئی سازش ان کے خلاف کی جاتی، بلکہ امام شافعی کے اجتہاد و امامت کا دور امام محمدؒ کی وفات سے بھی چھ سال کے بعد شروع ہوا ہے جب کہ وہ ۱۹۵ھ میں دوبارہ عراق آئے ہیں، غرض یہ روایت اول درایت کے بالکل خلاف، پھر راویوں کا یہ حال کہ حافظ ذہبی نے لکھا کہ دارقطنی نے عبداللہ بن محمد بلوی کو واضع حدیث کہا ہے اور ابو عوانہ نے اس کے واسطہ سے اپنی صحیح میں استسقاء کے بارے میں موضوع حدیث نقل کر دی ہے، حافظ ابن حجر نے لسان میں کہا کہ وہ رحلۃ شافعی کا مصنف ہے جس کا اکثر حصہ جھوٹ ہے، توالی التاسیس میں کہا کہ جو رحلۃ امام شافعی کی طرف منسوب کر کے عبداللہ بن محمد بلوی نے بیان کی ہے اور اس کو آبری و بیہقی وغیرہ نے بھی نقل کر دیا ہے کسی نے مختصر اور فخر الدین رازی نے بھی پہلوں پر اعتماد کر کے بغیر ذکر سند ہی مناقب امام شافعی میں ذکر دیا وہ جھوٹ

ہے اس کا اکثر حصہ تو گھڑا ہوا ہے اور بعض حصے دوسری روایات کے ٹکڑے جوڑ کر بنا لیے گئے ہیں، حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں (ص ۱۸۶ ج ۱۰) میں فرمایا کہ جس نے یہ دعویٰ کیا کہ امام شافعی امام ابو یوسف کے ساتھ مجتمع ہوئے وہ جھوٹ ہے، البتہ امام محمد کے پاس پہنچے ہیں اور انہوں نے امام شافعی پر بڑی توجہ کی اور احسانات کئے اور ان دونوں میں کبھی کوئی رنجش بھی پیش نہیں آئی ایسا کہنے والے بے خبر ہیں۔

افسوس ہے کہ اس رحلۃ مکذوبہ کو بے تحقیق اول تو آبری بیہقی اور ابو نعیم اصفہانی نے پھر، امام الحرمین عبدالملک بن الجوینی شافعی اور ابو حامد طوسی اور فخر رازی وغیرہ نے بھی نقل کر دیا اور اسی سے ترجیح مذہب شافعی پر استدلال کو قوی کرنے کی سعی کی ہے اور غالباً یہ حضرات اکابر یہی سمجھے بھی ہوں گے کہ یہ واقعات صحیح ہیں ورنہ کیوں نقل کرتے اور یہ ان کی غلطی احوال رجال سے کم واقفی اور جدلی و عقلی مباحث میں زیادہ مشغول رہنے کے باعث ہوئی یا بوجہ شدت عصبیت اعتدال سے ہٹ گئے۔

اسی طرح بڑی حیرت ہے کہ امام نووی نے بھی المجموع میں اس رحلۃ کو ذکر کر دیا (ص ۸ ج ۱) اور تہذیب الاسماء واللغات میں یہ بھی نقل کر دیا کہ جب امام شافعی ہارون رشید کی مجلس سے نکلے تو امام ابو یوسف نے ان کے پاس سلام و پیام بھیجا کہ آپ تصنیف کریں کیونکہ آپ اس زمانہ میں سب سے بہتر تصنیف کر سکتے ہیں (ص ۵۹ ج ۱)

امام سخاوی نے بھی مقاصد حسنہ ص ۲۲۲ میں کہا ہے کہ جن لوگوں نے اما ابو یوسف و شافعی کا مجلس رشید میں اجتماع نقل کیا ہے، غلطی کی کیونکہ امام شافعی رشید کے پاس امام ابو یوسف کی وفات کے بعد پہنچے اور ایسے ہی وہ رحلت بھی جھوٹ ہے جس میں امام محمد کی طرف سے رشید کو قتل امام شافعی پر ترغیب دینے کی نسبت کی گئی ہے۔

بظاہر جن اکابر نے ان روایات کاذبہ کو بے تحقیق نقل کر دیا ان کا مقصد امام شافعی کی تنویہ شان ہے، حالانکہ امام شافعی کی شان اپنے علم و فضل جلالت قدر اور امامت کے باعث ایسی بے بنیاد باتوں سے بالکل بے نیاز بھی اور ہے، دوسرا مقصد حنفیہ و شافعیہ دو جماعتوں کے رجال میں عداوت و بغض کے جراثیم پیدا کرنا ہو سکتا ہے جو ممکن ہے جھوٹے رواۃ کا مقصد ہو اور دوسرے حضرات نے لاعلمی یا سادگی سے ان کو نقل کر دیا ہو۔

امام ابو یوسف جب قاضی القضاۃ ہونے کی وجہ سے دربار خلیفہ کے مصاحبین خاص میں شامل ہوئے تو دربار کے وزیر خاص یحییٰ بن خالد نے معلوم کرنا چاہا کہ امام کو دینی معلومات کی مہارت و حذاقت کے ساتھ دنیوی تاریخ و علوم سے بھی واقفیت ہے یا نہیں، جو شاہی درباریوں کے لئے ضروری ہیں، مثلاً علم سیر ملوک ماضیہ، پہلی امتوں کے ابناء الملوک کے حالات، ایام عرب اور سابقین کے احوال وغیرہ۔

ظاہر تھا کہ امام ابو یوسف اگر ان علوم و معارف سے بے خبر ہوتے تو شاہی درباریوں میں ان کی وقعت صحیح نہ ہوتی، اور گو آپ کے دینی وقار و عظمت سے مرعوب رہتے مگر دل میں عزت و وقار کم ہوتا۔

امام ابو یوسف نے اس ضرورت کو فوراً ہی محسوس کر کے ابتداء میں چند روز درباری آمد و رفت کم سے کم رکھ کر زیادہ سے زیادہ وقت مطالعہ کتب پر صرف کیا اور اس خصوصی مطالعہ سے بھی اپنی خداداد ذہانت اور بے نظیر قوت حافظہ کے ذریعے ان خاص علوم مذکورہ میں بھی وزراء دربار کی اعلیٰ سطح پر پہنچ گئے چنانچہ یحییٰ بن خالد سے کسی موضوع پر بات ہوئی تو وہ آپ کی وسعت معلومات سے بہت حیران و متاثر ہوا، یہی وجہ ہے کہ امام ابو یوسف جب دربار شاہی میں اپیلوں کی سماعت کے لئے بیٹھتے تو خلیفہ اور سب وزراء ان کے رعب و جلال سے متاثر ہوتے تھے۔

محدث ابن کبیر اسد بن فرات کا بیان ہے کہ ایک روز امام ابو یوسف ہارون رشید کی موجودگی میں کوئی اپیل سن رہے تھے خلیفہ وقت نے جس وقت دیکھا کہ امام کسی ایک فریق پر آخری حکم کرنے کو تیار ہیں تو امام ابو یوسف کے پاس آ کر دو زانو باادب ہو کر ان کی طرف پوری طرح متوجہ ہو کر بیٹھ گئے یہاں تک کہ امام نے بحیثیت چیف جسٹس اپنا فیصلہ دیدیا اور خلیفہ نے سب کو سنا کر کہا کہ جس طرح میں نے کیا اسی طرح میرے سب ساتھیوں (وزراء و ارکان دربار) کو بھی کرنا چاہئے تاکہ امام صاحب کا فیصلہ پوری قوت کے ساتھ نافذ ہو۔

یہ واقعہ بظاہر معمولی ہے مگر ذرا اس سے اندازہ یہ کیجئے کہ اس وقت اسلامی قانون کی عزت وشوکت عام مسلمانوں کے قلوب سے گذر کر خود بادشاہوں شہنشاہوں اور وزراء وارکان دولت کے دلوں میں کیا تھی، پھر کیا عدل وانصاف کو اتنا اونچا مقام عطا کرنے کا تصور آج اس دور تنور میں بھی کسی متنور کے دماغ میں آسکتا ہے؟ علامہ کوثری نے اس سلسلہ کے کچھ واقعات اور بھی لکھے ہیں جو ہم بخوف طوالت ترک کرتے ہیں، ہم نے بھی بعض واقعات امام اعظم کے تذکرہ میں لکھے ہیں۔

امام ابو یوسف کا زہد وورع، تقویٰ اور کثرت عبادت تمام کتب مناقب میں مذکور ہیں، حتیٰ کہ حافظ ذہبی نے مستقل رسالہ میں بھی امام موصوف کے ان اوصاف اور دوسرے کمالات کی دل کھول کر مدح کی ہے حالانکہ وہ کسی کی تعریف میں بہت محتاط ہیں بلکہ باعتراف ان کے تلمیذ خاص شیخ تاج سبکی کے بہت سے ائمہ حنیفہ وشافعیہ کے خلاف درازلسانی بھی کر گئے ہیں۔ (طبقات کبریٰ ص ۱۹۷ ج ۱)

امام ابو یوسف ؒ کی وفات کا واقعہ پہلے ضمناً گذر چکا کہ آخر وقت میں بھی مناسک حج پر ہدایات دیتے ہوئے رخصت ہوئے علامہ ابن عبدالبر، خطیب صیمری اور ابن ابی العوام وغیرہ سب نے ابن رجاء کا خواب بھی نقل کیا ہے کہ امام محمد کو دیکھا پوچھا کیسی گذری؟ فرمایا بخشدیا پوچھا امام ابو یوسف کا کیا حال ہے؟ فرمایا وہ مجھ سے درجہ میں اونچے ہیں، پوچھا امام اعظم؟ فرمایا ان کا کیا کہنا وہ تو اعلیٰ علیین میں ہیں۔

علامہ کوثری نے امام ابو یوسف کے حالات تحریر فرمانے کے بعد اس طویل وصیت کو بھی درج کیا ہے جو آپ کو امام اعظم نے کی تھی جو گرانقدر معلومات وہدایات کا مجموعہ ہے اس کا ترجمہ بخوف طوالت ترک کیا جاتا ہے، ہم نے امام ابو یوسف کی زندگی کے اہم واقعات حسن التقاضی اور دوسری کتابوں کی مدد سے کوشش کر کے زیادہ سے زیادہ جمع کئے لیکن خلاصہ کر کے کم سے کم لکھے ہیں، خدا کرے کسی وقت مفصل مکمل سوانح لکھنے کی بھی توفیق ملے۔ **وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔**

وفات کے وقت کہا کاش میں اس فقر کی حالت میں مرتا جو شروع میں تھی اور قضا کے کام میں نہ پھنستا، خدا کا شکر ہے اور اس کی یہ نعمت ہے کہ میں نے قصداً کسی پر ظلم نہیں کیا اور نہ ایک فریق کی رعایت کی خواہ وہ بادشاہ تھا یا بازاری، بارالٰہا! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فیصلوں میں خود رائی سے کام نہیں لیا، ہمیشہ تیری کتاب اور تیرے رسول کی سنت کو مقدم رکھا، جہاں مجھے اشکال پیش آیا، ابوحنیفہ کو اپنے اور تیرے درمیان میں واسطہ کیا، واللہ! وہ میرے نزدیک تیرے احکام کو پہچاننے والے تھے اور کبھی حق کے دائرے سے نہیں نکلتے تھے، یہ بھی فرمایا، بار الٰہا! تو جانتا ہے کہ میں نے جان کر حرام نہیں کیا اور نہ جان کر کوئی درہم حرام کا کھایا۔

ان کی آخری علالت کے دوران معروف کرخی نے ایک رفیق سے کہا کہ ابو یوسف زیادہ علیل ہیں تم مجھ کو وفات کی خبر دینا، راوی کا بیان ہے کہ میں واپس آیا تو دیکھا کہ جنازہ نکل رہا تھا، سوچا کہ نماز جاتی رہے گی اور نماز پڑھ کر اطلاع کی، معروف کرخی نے سنا تو ان کو سخت صدمہ ہوا بار بار انا للہ پڑھتے تھے میں نے کہا نماز میں عدم شرکت کا اس قدر رنج کیوں ہے؟ کہا میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ جنت میں داخل ہوا دیکھا کہ ایک محل تیار ہے اس کا بالائی حصہ مکمل ہو چکا ہے پردے آویزاں کئے گئے اور بالکل مکمل ہو گیا میں نے پوچھا کس کے لئے تیار ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ابو یوسف کے واسطے میں نے کہا یہ مرتبہ انہوں نے کیوں پایا! جواب ملا اچھی تعلیم دینے اور اس کے شوق کے صلہ میں اور لوگوں نے جو اذیت پہنچائی اس کے صلہ میں شجاع بن مخلد کا قول ہے کہ ہم ابو یوسف کے جنازہ میں شریک تھے عباد بن العوام بھی ساتھ تھے، میں نے ان کو یہ کہتے سنا کہ اہل اسلام کو چاہئے کہ ابو یوسف کی وفات پر ایک دوسرے کے ساتھ تعزیت کریں، خلیفہ ہارون رشید جنازہ کے آگے آگے چلتے تھے، نماز خود اس نے پڑھائی، مقابر قریش میں دفن کرایا۔

ابن کامل کا قول ہے کہ یحیٰ بن معین، احمد بن حنبل اور علی بن المدینی ان کے ثقہ فی النقل ہونے پر متفق ہیں، یحیٰ بن معین نے کہا کہ ابو یوسف اصحاب حدیث کی طرف مائل تھے اور ان کو دوست رکھتے تھے، اور میں نے ان سے حدیثیں لکھی ہیں، امام احمد کا قول ہے کہ حدیث میں

میرے پہلے استاد ابو یوسف ہیں ان کے بعد میں نے اوروں سے حدیث لکھیں، علی بن مدینی کا قول ہے کہ ابو یوسف صدوق تھے۔
خطیب نے حسب عادت امام ابو یوسف پر بھی جرح نقل کی ہے لیکن اثنائے جرح میں جواب دیا ہے، جرحیں سب غیر مفسر ہیں، مواد جرح وہی ہے جو امام صاحب اور امام محمد کی نسبت ہے یعنی مرجی ہونا وغیرہ، متاخرین ائمۂ رجال نے امام ابو یوسف کے متعلق بھی جرح متروک کردی ہے، صرف مناقب و تعدیل لکھی ہے۔
متقدمین میں سے امام ابن قتیبہ نے معارف میں نہ امام اعظم پر جرح کی ہے اور نہ ابو یوسف پر حالانکہ دوسرے رجال پر جرح کرتے ہیں۔

۳۷- امام ابو محمد نوح بن دراج نخعی کوفی رحمہ اللہ (م ۱۸۲ھ)

محدث، فقیہ، امام اعظم، امام زفر، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، امام اعمش اور سعید بن منصور کے تلمیذ اور تدوین فقہ حنفی کے شریک کار تھے، امام ابن ماجہ نے باب التفسیر میں آپ سے تخریج کی۔ کوفہ اور بغداد کے قاضی رہے، فقہ امام صاحب سے متخصص ہوئے۔ (حدائق) جامع المسانید میں امام صاحب سے روایت بھی کرتے ہیں۔ (ص ۵۶۳ ج ۲)

۳۸- امام ہشیم بن بشیر السلمی الواسطی (متوفی ۱۸۳ھ)

رجال صحاح ستہ میں سے محدث و فقیہ، نیز امام اعظم کے اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے تھے، امام مالک نے فرمایا کہ اہل عراق میں سے ہشیم حدیث کے بہت اچھے جاننے والے ہیں، حماد بن زید نے فرمایا کہ محدثین میں ان سے اونچے مرتبہ کا میں نے نہیں دیکھا، عبدالرحمٰن ابن مہدی کا قول ہے کہ ہشیم سفیان ثوری سے زیادہ حافظ حدیث ہیں، ابو حاتم کہتے ہیں کہ ہشیم کی نماز، صدق و امانت کا پوچھنا ہی کیا؟ امام احمد نے فرمایا کہ ہشیم کثیر التسبیح تھے، میں چار پانچ سال ان کی خدمت میں رہا، ان کے رعب و ہیبت کی وجہ سے صرف دو مرتبہ سوال کر سکا (امانی الاحبار (ص ۴۸ ج ۱)

۳۹- امام ابو سعید یحییٰ بن زکریا ابن ابی زائدہ ہمدانی کوفی رحمہ اللہ (م ۱۸۴ھ)

حافظ حدیث، فقیہ، ثقہ متدین، متورع اور ان اکابر اہل علم و فضل سے تھے جنہوں نے فقہ و حدیث کو بہت نمایاں طور پر جمع کیا امام طحاوی نے فرمایا کہ وہ امام اعظم کے ان چالیس اصحاب میں سے تھے جو تدوین کتب فقہ میں مشغول تھے اور تیس سال تک مسلسل وہ ہی مسائل مدونہ کو لکھتے رہے، بلکہ ان میں سے بھی عشرہ متقدمین میں ان کا شمار کیا گیا ہے، حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں ابن مدینی کا قول نقل کیا ہے کہ امام سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) کے بعد کوفہ میں آپ سے زیادہ کوئی اثبت نہ تھا، نسائی نے بھی آپ کو ثقہ، حجت کہا ہے، خطیب نے نقل کیا ہے کہ آپ نے بیس سال تک روزانہ ایک قرآن مجید ختم کیا، بغداد میں رہ کر ایک مدت تک درس حدیث دیتے رہے آپ کے تلامذہ حدیث میں امام احمد، ابن معین، قتیبہ، حسن بن عرفہ اور ابو بکر بن ابی شیبہ (صاحب مصنف) وغیرہ ہیں، خلیفہ ہارون رشید نے آپ کو مدینہ طیبہ کا قاضی مقرر کیا تھا، علاوہ دوسری تصانیف کے ایک ایک مسند بھی آپ نے جمع کی تھی ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (حدائق)
فقہ میں امام صاحب سے درجہ تخصص پایا، یحییٰ بن سعید کا قول ہے کہ کوفہ میں یحییٰ بن زکریا سے زیادہ کسی کی مخالفت مجھ پر بھاری نہیں ہے (بوجہ ان کے کمال تفقہ اور علم حدیث کے) امام وکیع نے اپنی کتابیں ان ہی کے طرز و طریق پر لکھیں، صالح بن سہل کا قول ہے کہ یحییٰ بن زکریا اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حافظ حدیث اور فقیہ تھے جن کو امام اعظم کی مجالس میں بہ کثرت حاضری کا شرف اور دین و ورع کا امتیاز بھی حاصل تھا، امام اعظم کے پوتے اسماعیل نے فرمایا کہ یحییٰ بن زکریا حدیث میں ایسے تھے جیسے عطر میں بسی ہوئی دولہن۔
حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں ابن مبارک اور یحییٰ بن زکریا بہت بڑے مرتبہ کے تھے کوئی ان کے مشابہ

نہیں ہوا (مناقب کردری جلد۲) حافظ ذہبی نے ان کو الحافظ، المتقن الفقیہ صاحب ابی حنیفہ رضی اللہ عنہما لکھا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

۴۰-فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ (م ۱۸۷ھ)

عالم ربانی، فقیہ ومحدث، زاہد، عابد صاحب کرامات باہرہ تھے، مدت تک کوفہ میں رہ کر امام اعظم سے فقہ وحدیث میں تلمذ کیا، آپ کے تلامذہ میں امام شافعی، یحیٰ القطان اور ابن مہدی وغیرہ ہیں پہلے قطاع الطریق تھے پھر ہادی الطریق ومقتدا بنے اور ایسے باخدا ہوئے کہ ابوعلی رازی نے فرمایا کہ میں تیس سال آپ کی صحبت میں رہا مگر اس عرصہ میں کبھی ہنستے نہیں دیکھا البتہ اس روز کہ آپ کے صاحبزادے علی فوت ہوئے میں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ خدا نے ایک بات پسند کی لہٰذا میں نے بھی اسی کو پسند کیا، اصحاب صحاح ستہ کے شیخ ہیں، سب نے آپ سے تخریج کی، ابن جوزی نے مستقل کتاب آپ کے مناقب میں تصنیف کی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۱-امام اسد بن عمرو بن عامر البجلی الکوفی (متوفی ۱۸۸ھ، ۱۹۰ھ)

مشہور محدث وفقیہ اور امام صاحب کے ان چالیس فقہاء واصحاب میں سے تھے جو کتب وقواعد فقہ کی تدوین میں مشغول ہوئے بلکہ عشرہ متقدمین میں شمار کئے گئے، تیس سال تک انہوں نے بھی مسائل فقہ حنفی لکھے، امام صاحب کی خدمت میں طویل مدت رہے اور آپ سے حدیث وفقہ میں درجہ تخصص حاصل کیا، سب سے پہلے امام صاحب کی کتابوں کو لکھنے والے یہی تھے، امام ابو یوسف کی وفات پر خلیفہ ہارون رشید نے آپ کو بغداد اور واسط کی قضا سپرد کی اور اپنی بیٹی سے آپ کا عقد کر دیا، ہارون رشید کے ساتھ حج کو گئے اور سواری میں ان کے برابر بیٹھتے تھے، امام طحاوی نے ہلال بن یحیٰ رازی سے نقل کیا کہ میں ابھی بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا دیکھا کہ ہارون رشید بھی آ کر لوگوں کے ساتھ طواف کرنے لگا پھر کعبہ کے اندر داخل ہوا اور اس کے ساتھ خاندان شاہی کے اور افراد بھی اندر گئے میں نے ان سب کو دیکھا کہ کھڑے رہے صرف ہارون رشید بیٹھا اور ایک شیخ اس کے ساتھ آگے بیٹھا رہا، میں نے معلوم کیا کہ یہ شیخ کون ہیں تو بتایا گیا کہ یہ اسد بن عمرو خلیفہ کے قاضی ہیں، اس میں میں سمجھا کہ خلافت کے بعد قضا سے بڑا کوئی عہدہ نہیں ہے۔

آپ سے امام احمد، محمد بن بکار او احمد بن منیع وغیرہ نے حدیث روایت کی اور آپ کو صدوق بتلایا، ابن معین بھی توثیق کرتے تھے (حدائق حنفیہ وجواہر مضیۃ) بعض لوگوں نے اسد بن عمرو کو ضعیف کہا ہے لیکن امام احمد کا ان سے روایت کرنا ان کی توثیق کے لئے کافی ہے کیونکہ علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں علامہ سبکی نے شفاء الاسقام میں، حافظ سخاوی نے فتح المغیث میں تصریح کی ہے کہ امام احمد غیر ثقہ سے روایت نہیں کرتے، روایت ہے کہ اسد بن عمرو کے مرض وفات میں امام احمد صبح وشام عیادت کے لئے جاتے تھے (فوائد بہیہ) سنن ابن ماجہ میں ان سے روایت کی گئی ہے اور انہوں نے مسانید امام اعظم میں امام صاحب سے روایت کی ہے۔

۴۲-الامام المجتہد الجلیل محمد بن الحسن الشیبانیؒ ولادت ۱۳۲ھ وفات ۱۸۹ھ عمر ۵۷ سال

نام ونسب: ابو عبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی، اصل مسکن جزیرہ (شام) ولادت واسط میں ہوئی پھر والدین وغیرہ مستقل طور سے کوفہ منتقل ہو گئے کوفہ ہی میں امام محمد کی تربیت وتعلیم ہوئی۔

جلالت قدر: تاریخ فقہ شاہد ہے کہ کتب مشہورہ مؤلفہ مذاہب ائمہ متبوعین مدونہ، حجۃ اور ام وغیرہ سب امام محمد کی کتابوں کی روشنی میں تالیف ہوئیں اور ایک عرصہ دراز تک ان کی کتابیں تمام مذاہب کے فقہاء کے ہاتھوں میں متداول رہیں اور بے تکلف سب ان سے مستفید ہوتے رہے کیونکہ ان کے دلائل، وضوح بیان، دقت نظر اور تفریع مسائل کا بہترین اسلوب ان کے اپنے زمانہ کے بھی اکثر فقہاء اعلام کے

اعتبار سے اعلیٰ و فائق تھا چہ جائیکہ اس کا موازنہ بعد کے زمانہ سے کیا جائے؟

پھر باوجود اس علمی و وسعت معلومات و دقت نظر کے امام موصوف کے کمال اخلاص و غایت تواضع و انکسار کا یہ بھی ثمرہ ہے کہ ان کے یا ان کے قریبی طبقات کے کسی فقیہ کی اس قدر کتابیں ہمارے اس دور تک نہیں پہنچیں جس قدر کہ ان کی پہنچی ہیں و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

تعلیم: ۱۴سال کی عمر میں حضرت امام اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کیا ۴ سال تک حاضر خدمت رہے پھر تکمیل امام ابو یوسف سے کی اور ان کے علاوہ امام اوزاعی، ثوری، امام مالک وغیرہ سے بھی علم حدیث وغیرہ میں استفادہ فرمایا حتیٰ کے باتفاق اہل علم فقہ کے بلند پایہ امام ہوئے، تفسیر و حدیث کے ماہر و حاذق اور لغت و ادب کے نازش روزگار مسلم استاد، خود فرمایا کہ مجھے آبائی ترکہ سے تیس ہزار درہم یا دنانیر ملے تھے جن میں سے آدھے میں کے علم لغت و شعر کی تحصیل میں صرف کئے اور آدھے فقہ و حدیث کی تحصیل میں صرف کر دیئے، بیس سال کی عمر میں درس دینا شروع کر دیا تھا۔

تصنیف: تمام عمر گھر میں گوشہ گیر ہو کر لکھنے پڑھنے میں گذاری، ان کے نواسہ کا بیان ہے کہ گھر میں کتابوں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھے لکھا کرتے تھے اور گھر کے لوگوں سے فرما دیا تھا کہ مجھ سے کسی ضرورت کا سوال نہ کرنا جو کچھ کام ہو میرے وکیل سے کہو وہ پورا کر دے گا تاکہ میں فراغ قلب سے کام کرتا رہوں، فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو گھر والوں سے بات کرتے کبھی نہیں دیکھا البتہ کبھی ابروئے مبارک یا انگلی کے اشارہ سے کچھ فرما دیتے تھے۔

امام محمد کے شیوخ حدیث

اہل کوفہ میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام زفر بن الہذیل، سفیان ثوری، مسعر بن کدام، مالک بن مغول، حسن بن عمارہ وغیرہ (علامہ کوثریؒ نے تیس اکابر کے نام گنائے ہیں)

اہل مدینہ میں سے امام مالک، ابراہیم، ضحاک بن عثمان وغیرہ (۱۷- اکابر کے نام گنائے ہیں)

اہل مکہ میں سے حضرت سفیان بن عیینہ، حضرت طلحہ بن عمرو، زمعہ بن صالح وغیرہ (۸- اکابر کے نام گنائے ہیں)

اہل بصرہ میں سے حضرت ابو العوام وغیرہ (۷- اکابر کے نام گنائے ہیں)

اہل واسط میں سے حضرت عباد بن العوام، حضرت شیبہ بن الحجاج، حضرت ابو مالک عبدالملک النخعی۔

اہل شام سے حضرت ابو عمرو عبدالرحمٰن الاوزاعی وغیرہ، اہل خراسان سے حضرت عبداللہ بن المبارک، اہل یمامہ سے حضرت ایوب بن عتبۃ التیمی وغیرہ۔

امام محمد کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے اور علامہ کوثری نے ۱۴۰ اکابر کے اسماء گرامی درج کئے ہیں، یہاں صرف چند اعلام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اصحاب و تلامذہ

۱- حضرت ابو حفص الکبیر البخاری احمد بن حفص العجلی (جن سے امام بخاری نے حضرت امام اعظم اور ان کے اصحاب کا فقہ حاصل کیا) ۲- حضرت ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی (جن سے صحاح ستہ کا سلسلہ مشرق و مغرب تک پہنچا) ۳- امام ہمام حضرت امام شافعی ۴- حضرت ابو عبید قاسم بن سلام الہروی (مشہور مجتہد کبیر ۵- حضرت علی بن معبد (جامع کبیر و جامع صغیر کے راویوں میں سے) اصحاب صحاح ستہ کے استاد ہیں ۶- حضرت اسد بن الفرات القیروانی (مدون مذہب امام مالک و شیخ سحنونؒ) ۷- حضرت محمد بن مقاتل الرازی (شیخ ابن جریرؒ) ۸- حضرت یحییٰ بن معین الغطفانی (مشہور امام جرح و تعدیل) ۹- حضرت ابو جعفر (راوی موطا امام محمدؒ) ۱۰- حضرت علی بن صالح الجرجانی (راوی الجرجانیات) ۱۱- حضرت شعیب بن سلیمان الکیسانی (راوی الکیسانیات) ۱۲- حضرت اسمٰعیل بن توبۃ القزوینی راوی السیر الکبیر) ۱۳- حضرت ابو بکر ابراہیم المروزی (راوی النوادر) ۱۴- حضرت ابو موسیٰ عیسیٰ بن ابان البصری (راوی الحج علی اہل المدینہ و

مؤلف کتاب الجح الکبیر والجح الصغیر) ۱۵-حضرت ابوزکریا یحییٰ بن صالح الوحاظی الحمصی (جو حضرت امام بخاری کے شیوخ شام میں سے ہیں ۱۶-حضرت سفیان بن سحبان المصری (صاحب کتاب العلل)

امام محمد بواسطہ امام شافعی وامام احمد، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابوزرعہ اور محدث ابن ابی الدنیا کے استاد ہیں اور بواسطہ علی بن معبد یحییٰ بن معین، ابویعلی، ابن عدی، ابن حبان، ابوالشیخ اصفہانی، حافظ ابونعیم، ابوعوانہ، امام طحاوی، طبرانی، ابن مردویہ، ابوحاتم، قاسم بن سلام، محمد بن اسحق (صاحب المغازی) اور اسحق بن منصور کے استاد ہیں۔

موطا امام محمدؒ

امام محمد نے مدینہ منورہ میں حضرت امام مالکؒ کی خدمت اقدس میں تین سال رہ کر استفادہ کیا اور موطا محمد ترتیب دیا جو امام مالک کی ۲۲ روایات ونسخ میں سے ممتاز ترین روایت ہے کیونکہ اس میں امام محمد نے یہ التزام کیا کہ ہر باب کی احادیث ذکر کرنے کے بعد یہ بھی بتلایا کہ کن احادیث کو فقہاء عراق نے اخذ کیا اور کن کو دوسری احادیث کی وجہ سے ترک کیا اور ہر جگہ ان دوسری احادیث کو بھی ذکر فرمایا، اس گرانقدر علمی امتیاز کی وجہ سے موطا امام محمد دوسری تمام مؤطاؤں سے بڑھ جاتی ہے جس طرح موطا امام یحییٰ اللیثیؒ اس امتیاز کے باعث دوسرے مؤطاؤں سے بڑھ کر ہے کہ انہوں نے ہر باب کی احادیث کے بعد حضرت امام مالکؒ کی رائے بھی ذکر کی ہے۔

امام محمدؒ کی ذہانت وحاضر جوابی

خطیب نے مجاشع سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز امام مالک کی خدمت میں حاضر تھا اور وہ لوگوں کو فتویٰ دے رہے تھے کہ امام محمد آئے اور وہ اس وقت کم عمر تھے (یہ واقعہ اس سے پہلے کا ہے کہ امام محمد نے امام مالک کی خدمت میں جا کر موطا ان سے سنا ہے) سوال کیا کہ اس جنبی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ جس کو غسل کے لئے پانی نہ ملے سواء مسجد کے؟ امام مالک نے فرمایا کہ جنبی مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا! امام محمد نے کہا پھر کیا کرے جب کہ نماز کا وقت ہوگیا اور وہ مسجد میں پانی کو دیکھ بھی رہا ہے؟ امام مالک نے پھر وہی فرمایا کہ مسجد میں جنبی داخل نہیں ہوسکتا اور بار بار یہی فرمایا، امام مالک نے دیکھا کہ امام محمد جواب سے مطمئن نہیں ہوئے تو فرمایا کہ تم اس صورت میں کیا سمجھتے ہو؟ آپ نے کہا کہ تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو اور پانی باہر لا کر غسل کرلے، امام مالک نے فرمایا تم کہاں کے ہو؟ امام محمد نے فرمایا اسی کا (اور زمین کی طرف اشارہ کیا) اور اٹھ کر چلے گئے، لوگوں نے کہا یہ محمد بن حسن صاحب ابی حنیفہ تھے، امام مالک نے حیرت سے کہا اچھا! محمد بن حسن تھے اور جھوٹ کیسے بول گئے؟ کہہ گئے کہ میں اسی شہر کا ہوں، لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں! انہوں تو زمین کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا کہ میں اسی کا ہوں، اس پر امام مالک نے فرمایا یہ بات تو پہلی بات سے بھی بڑھ گئی یعنی امام محمد کی ذہانت اور حاضر جوابی پر مزید حیرت کا اظہار فرمایا۔

تحقیق مسائل میں فرق مراتب

یہ بھی مروی ہے کہ امام محمد فرماتے تھے میں نے امام مالک کو دیکھا اور بہت سے مسائل دریافت کئے، میرا یہ تاثر ہے کہ انہیں فتویٰ نہیں دینا چاہئے کیونکہ ان کے جواب سے قلبی اطمینان حاصل نہیں ہوتا تھا۔

ایک وجہ امام مالک کے تفقہ میں کمی کی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ان کا نظریہ یہ تھا کہ جو واقعات وحوادث ابھی پیش نہیں آئے نہ ان کا جواب دیا جائے نہ ان کے بارے میں غور وخوض کیا جائے، برخلاف اس کے امام اعظم اور ان کے اصحاب کا طریقہ یہ تھا کہ ہر قسم کے احتمالات اور امکانی صورتوں پر بھی غور کیا جائے اور ہر سوال کا جواب دیا جائے، یہی وجہ ہے کہ یحییٰ اللیثی کی روایت سے جو موطا ماثور ہے اس میں امام

مالک کی تمام آراء کا شمار تین ہزار مسائل سے آگے نہیں بڑھتا، حالانکہ اس سے بہت زیادہ مسائل، امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی مجالس میں صرف تین ماہ میں حل ہو جاتے تھے، پھر یہ فرق الگ رہا کہ ان حضرات کے یہاں اکثریت ان جوابات کی ہے جو تسلی بخش اور ایقان افروز ہیں اور امام مالک کے اکثر مسائل کی تحقیق نا قابل اطمینان ہے۔

حضرت حافظ ابوالقاسم بن ابی العوام السعدی نے فرمایا کہ میں نے امام طحاوی سے سنا جنہوں نے محمد بن سنان سے اور محمد بن سنان نے عیسیٰ بن سلیمان سے سنا وہ کہتے تھے کہ جب یحییٰ بن اکثم خلیفہ مامون رشید کے ساتھ مصر آئے تو یحییٰ بن صالح الوحاظی سے ملے (جو امام بخاری کے مشائخ شام میں سے ہیں) اور دریافت کیا اے زکریا! علمی مسائل و مشکلات میں تیقظ کس میں زیادہ تھا امام مالک یا امام محمد میں؟ تو انہوں نے فرمایا- امام مالک جب کہ جواب مسائل کے لئے تیار و مستعد بیٹھے ہوئے ہوتے تھے، ان سے امام محمد نے اپنے بھاری بھرکم جسم کے ساتھ لیٹے ہوئے لاپروائی کے ساتھ (کہ اس کے وقت جواب مسائل کے لئے تیار بھی نہ ہوتے تھے، زیادہ بیدار مغز ہوتے تھے اور زیادہ تسلی بخش و اطمینان افزاء جواب دے سکتے تھے۔

خطیب نے یحییٰ بن صالح موصوف سے اس طرح نقل کیا کہ مجھ سے ابن اکثم نے کہا تم نے امام مالک کو دیکھا ہے کہ اور ان سے احادیث سنی ہیں اور امام محمد کے ساتھ بھی رہے ہو تو ان دونوں میں سے کون زیادہ فقیہ تھا؟ میں نے کہا محمد بن الحسن زیادہ افقہ ہیں امام مالک سے، امام ذہبی نے فرمایا کہ امام ابو یوسف کے بعد ملک عراق میں فقہ کی امامت امام محمد پر ختم ہوئی انہوں نے بہت سی تصانیف چھوڑیں اور ان سے ائمہ حدیث وفقہ نے فقہ حاصل کیا اور وہ اذکیاء عالم میں سے تھے۔

امام شافعی کے واسطہ سے نقل ہے کہ امام محمد نے فرمایا کہ میں نے امام مالک سے بعض مسائل دریافت کئے میں سمجھتا ہوں کہ ان کو فتویٰ دینا درست نہیں تھا، علامہ ابن عبدالبر نے انتقاء میں یہ الفاظ نقل کئے کہ تمہارے صاحب (امام مالک) کو جواب مسائل وفتویٰ کی ضرورت نہ تھی اور ہمارے صاحب (امام ابوحنیفہ) کو سکوت یعنی فتویٰ نہ دینا درست نہ تھا، مقصد یہ تھا کہ امام مالک سے دوسرے زیادہ احق بالجواب و الافتاء موجود تھے اور امام صاحب کے زمانہ میں کوئی شخص زیادہ اہل فتویٰ کے لئے نہ تھا، اس لئے ان پر فتویٰ دینا واجب و ضروری تھا۔

علامہ کوثری نے بلوغ الامانی ص ۱۲ پر قول مذکور نقل کر کے فرمایا کہ بر تقدیر صحت اس قول کی واقعیت و صداقت اس شخص پر روشن ہے جو امام مالک کے زمانہ کے علماء مدینہ کے مراتب و مدارج علمیہ سے اور امام اعظم کے زمانہ کے علماء عراق کے مراتب سے واقف ہے کیونکہ امام محمد امام مالک کی جلالت وقدر و منزلت حدیث کے علم و اعتراف کے باوجود ان کی نسبۃً تفقہ میں کمی کو بھی محسوس کرتے تھے جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ امام مالک صرف واقع شدہ حوادث کا جواب دیتے تھے اور تقدیری (غیر واقع) حوادث میں نہ غور کرتے تھے نہ ان کا جواب دیا کرتے تھے اس لئے بروایت یحییٰ اللیثی جو امام مالک کے مؤطا میں ان کی آراء و مسائل مذکور ہیں وہ سب تین ہزار سے زیادہ نہیں جب کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے مسائل مستخرجہ سے اتنی مقدار صرف تین ماہ کی ہوتی ہے، باقی متاخرین نے جو کثیر مسائل امام مالک سے روایت کئے ہیں وہ ان کی آراء نہیں بلکہ ان کی آراء پر تخریجات ہیں اس لئے ان سے وہ اطمینان قلب نہیں ہوتا جو امام مالک کی ذاتی آراء سے ہوتا ہے۔

امام محمد نے اسی کمی تفقہ کے احساس کے باعث کتاب الحج تالیف کی جو الاحتجاج علی اهل المدینه کے نام سے بھی معروف ہے، یہ کتاب ہندوستان میں بھی طبع ہوئی تھی اب نادر ہے اور حضرت علامہ عصر مولانا مفتی سید محمد مہدی حسن صاحب شاہجہانپوری شیخ الافتاء دارالعلوم دیوبند اس پر نہایت مہتم بالشان گرانقدر تعلیقات تحریر فرما رہے ہیں جس میں خاص طور سے علامہ ابن حزم اندلسی کی دراز دستیوں کے بھی جوابات ہوں گے جو محلی میں انہوں نے کی ہیں، تین ربع سے کچھ زائد اس کا کام ہو چکا ہے اور ادارہ الجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن سے اس کی اشاعت ہو گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جیسا کہ علامہ کوثری نے بھی تحریر فرمایا یہ کتاب اپنی طرز تحقیق اور مبحث رد میں بے نظیر ہے جس کا رنگ امام شافعی نے بھی امام مالک کے رد میں اختیار کیا چنانچہ وہ خوبی وقوت استدلال ان کو امام محمد کے بعض مسائل کے رد میں حاصل نہ ہوئی (بلوغ الامانی ص ۱۳) یہی وجہ ہے کہ امام محمد کو فقہ حدیث میں ان کے بہت سے مشائخ پر بھی فضیلت دی گئی ہے جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

امام محمد کے تلامذۂ خصوصی

امام محمد کے خصوصی تلامذہ واصحاب میں سے امام شافعی تھے جن کو عام اوقات درس کے علاوہ بھی امام محمد نے خاص طور سے تعلیم دی ہے اور قسم قسم کے احسانات سے نوازا ہے، جن کا مختصر تذکرہ امام شافعی کے حالات میں ہو چکا ہے۔

دوسرے اسد بن الفرات قیروانی ہیں ان کی بھی امام محمد نے مخصوص اوقات میں تعلیم وتربیت کی ہے ساری ساری رات ان کو تنہا لے کر بیٹھتے اور پڑھاتے تھے اور مالی امداد بھی کرتے تھے، اسد جب عراق سے وطن کو واپس ہوئے تو مدینہ طیبہ میں اصحاب امام مالک سے ملے اور ان مسائل میں بحث کی جو امام محمد سے حاصل کئے تھے مگر وہ تشفی نہ کر سکے پھر مصر پہنچے عبداللہ بن وہب مالکی سے ملے اور کہا کہ یہ امام ابوحنیفہ کی کتابیں ہیں ان مسائل میں امام مالک کے مذہب سے جواب دیں وہ جواب نہ دے سکے تو عبدالرحمٰن بن القاسم مالکی کے پاس پہنچے جو امام مالک کی خدمت میں بیس سال رہ چکے تھے اور پورے تیقظ وانتباہ کے ساتھ ان سے فقہ وحدیث حاصل کی تھی اس لئے مالکیہ ان کو دوسرے اصحاب مالک پر فقہ میں فوقیت دیتے ہیں انہوں نے کچھ جوابات تو یقین کے ساتھ دیئے اور کچھ میں شک وشبہ ظاہر کیا۔

غرض اسد بن الفرات نے امام محمد سے امام ابوحنیفہ کے مسائل اور ابن القاسم سے امام مالک کے مسائل حاصل کر کے ۶۰ کتابوں کا ایک مجموعہ مرتب کیا جس کا نام اسدیہ رکھا، اس مجموعہ کی علماء مصر نے نقل لینی چاہی اور قاضی مصر کے ذریعہ سفارش کی، اسد نے اجازت دی اور چمڑے کے تین سو ٹکڑوں پر اس کی نقل کرائی گئی جو ابن القاسم کے پاس رہی، مدونہ سحنون کی اصل بھی یہی اسدیہ ہے، پھر ان ہی اسد بن الفرات نے افریقہ میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مذہب پھیلایا اور یہی اسد فاتح صقلیہ ہیں اور انہوں نے ہی وہاں اسلام پھیلایا ہے ۲۱۳ ہجری میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (بلوغ ص ۲۰)

امام محمد اور امام ابویوسف

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد امام محمد نے امام ابویوسف کی صحبت اختیار کی فقہ وحدیث وغیرہ علوم میں ان سے تکمیل کی اور ان دونوں کے علوم کی اشاعت میں لگ گئے، مبسوط، جامع صغیر، سیر کبیر لکھیں۔

امام طحاوی اپنے استاد ابن ابی عمران سے وہ طبری سے وہ اسماعیل بن حماد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم لوگ تو صبح سویرے امام ابویوسف کی مجلس درس میں پہنچ جاتے تھے لیکن امام محمد کا معمول یہ تھا کہ وہ صبح اول وقت دوسرے ائمۂ حدیث کی خدمت میں اخذ حدیث کے لئے جاتے اور پھر امام ابویوسف کے پاس آتے اتنے وقت میں بہت سے علمی مباحث گذر چکے ہوتے تھے اور امام ابویوسف ان کی رعائت سے پھر ان کا اعادہ فرمایا کرتے تھے، ایک روز ایسا ہوا کہ اسی طرح امام محمد دیر سے پہنچے اور ہم کسی علمی حدیثی بحث میں مشغول تھے، امام ابویوسف نے امام محمد سے کوئی سوال کیا، جس کا جواب انہوں نے اسکے خلاف دیا جو اس روز امام ابویوسف بیان کر چکے تھے، بظاہر اختلاف امام اعظمؒ کی رائے کے بارے میں تھا کہ وہی ہے جو امام ابویوسف فرما چکے تھے یا وہ جواب امام محمد نے بیان کی، مختصر گفتگو کے بعد ہونہار شاگرد نے وہ کتاب منگوائی جس میں غالباً امام صاحب کے اقوال وارشادات محفوظ ہوں گے اور اس کو دیکھنے پر بات وہی صحیح ہوئی جو شاگرد نے بتائی تھی، اب بھری مجلس میں استاد اعظم کا اعتراف حق بھی ملاحظہ فرمایئے کہ فوراً بے تکلف سب شاگردوں کے سامنے اپنے ایک چھوٹے شاگرد امام محمد

کی نہ صرف تصویب اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں بلکہ یہ بھی فرمارہے ہیں کہ "حافظہ ایسا ہوتا ہے"۔ (بلوغ ص ۳۵)

ایسے واقعات پڑھ کر کیسی آنکھیں کھلتی ہیں اور دلوں میں نورانیت آتی ہے، خیال ہونے لگتا ہے کہ انسانوں کی صورت میں یہ کیسے فرشتے اترے تھے کسی بات سے بھی تو نفسانیت، انانیت، برتری و کبر، مشیخت و بڑائی کی نمود نہیں ہوتی، پھر بد اندیشوں کی ریشہ دوانیاں بھی دیکھی جائیں کہ ان ہی دونوں استاد شاگرد کے درمیان تعلقات کی خرابی کے واقعات گھڑے گئے اور ان کا پروپیگنڈہ کیا گیا اور بات صرف اتنی تھی کہ حسب روایت ابن ابی العوام و امام طحاوی محمد بن سماعہ کا بیان ہے کہ امام ابو یوسف سے ارباب حکومت نے کسی کو قاضی رقہ مقرر کرنے کا مشورہ کیا، رقہ عباسی سلطنت کا گرمائی دار السلطنت تھا، امام ابو یوسف نے فرمایا کہ محمد بن الحسن سے بہتر وموزوں کوئی شخص میرے سامنے نہیں ہے، امام محمد کوفہ میں تھے، حکومت نے ان کو بلوا بھیجا، امام محمد امام ابو یوسف سے ملے اور بلانے کا سبب پوچھا انہوں نے واقعہ بتلایا اور یہ بھی فرمایا کہ تمہارے بارے میں مشورہ دینے سے میرا مقصد یہ ہے کہ خدا کے فضل سے ہمارے سلسلہ کے علوم کی اشاعت کوفہ، بصرہ اور تمام مشرقی بلاد میں ہو چکی ہے اب اگر تم اس طرف آ جاؤ گے تو امید ہے کہ خدائے عزوجل تمہاری وجہ سے ہمارے علوم کی اشاعت یہاں اور قریب و بعید کے شامی علاقوں میں بھی ہو سکے گی، امام محمد نے بطور شکایت کہا کہ سبحان اللہ! اگر یہی بات تھی تو کم سے کم میرا اتنا تو لحاظ آپ فرماتے کہ مجھے فوری طور پر بلوانے سے قبل اس پوری بات سے مطلع ہی فرما دیتے، امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ہاں ان لوگوں نے بلانے میں عجلت کی، مطلب یہ کہ مجھے اطلاع کرنے کا موقع و وقت نہیں ملا، بات اتنی ہی تھی اور یہیں ختم ہوگئی اور یہ ظاہر ہے کہ امام محمد امام اعظم کی طرح حکومت کے مناصب سے دور رہنا اور صرف تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف کے مشغلہ میں منہمک رہنا پسند کرتے تھے اور امام ابو یوسف کا اس طرح بغیر باہمی سابق مشورہ کے قضاء کی تحریک کرنے کا ان کو رنج و ملال ہوا اور بہت ہوا، ایک طرف اپنی افتاد طبع اور طے شدہ عملی پروگرام کے خلاف زندگی کا موڑ شروع ہو رہا تھا، جس سے ناگواری کے اثرات مدۃ العمران پر رہے، دوسری طرف اپنے نہایت شفیق و محسن استاذ اور جانشین امام اعظم کے حکم کی تعمیل اور خصوصیت سے اس مقصد عظیم کے تحت ضروری تھی، ان دونوں کے اثر سے ایک سوء مزاج کی کیفیت بنی جس کا دونوں کے تعلقات پر بھی شریفانہ اثر ضرور ہوا، مگر اس سے آگے جو جھوٹے قصے دونوں کی منافرت اور تحاسد و غیر شریفانہ برتاؤ کے گھڑے گئے وہ سب بے اصل ہیں۔

افسوس ہے کہ علامہ سرخسی جیسے بابصیرت، پختہ کار، متیقظ، فقیہ بے مثل نے بلا تحقیق ایک بے سند قصہ نقل کر دیا جس کو مخالفوں نے خوب ہوا دی حالانکہ اس کی کوئی اصلیت ہوتی تو سرخسی سے پہلے بھی مخالف اس کو ذکر کرتے اور اس سے ضرور فائدہ اٹھاتے، بقول علامہ کوثری کے علامہ سرخسی کی شرح کبیر جیسی عظیم المرتبت کتاب کو ایسے بے وقعت قصہ سے داغدار ہونا تھا کیونکہ امام شافعیؒ نے فرمایا تھا، خدا کی مشیت یہ نہیں کہ اس کی کتاب کے سوا دنیا کی کوئی بھی کتاب غلطی سے مبرا و منزہ ہو۔ (بلوغ الامانی ص ۳۹)

اس سلسلہ میں ایک تکوینی وجہ یہ بھی نقل ہوئی ہے کہ امام محمد نے ایک مرتبہ امام ابو یوسف کو قبول قضاء پر عار دلائی تھی جس پر امام ابو یوسف کو غصہ آ گیا اور بد دعا کر دی کہ امام محمد بھی اپنی وفات سے پہلے ضرور اس میں مبتلا ہوں، چنانچہ یہ صورت مذکورہ پیش آئی اور امام محمد طوعاً و کرہاً قبول قضا پر مجبور ہوئے تا آنکہ امان طالبی کے مشہور واقعہ کی وجہ سے وہ رقہ کی قضاء القضاۃ سے معزول ہوئے بلکہ کچھ عرصہ تک فتویٰ سے بھی روک دیئے گئے۔

قصہ امان طالبی

تاریخ ابن جریر اور کتاب ابن ابی العوام وصیمری وغیرہ میں ہے کہ امام محمد نے خود بیان فرمایا کہ ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید رقہ آیا اور مجھے دربار میں بلوایا، میں پہنچا اور حسن بن زیادہ اور ابو البختری وہب بن وہب بھی (جو امام ابو یوسف کی وفات کے بعد قاضی القضاۃ ممالک اسلامیہ بن گئے تھے) دربار میں خلیفہ تخت شاہی پر بیٹھا تھا اور سامنے فرش پر حسب دستور مجرموں کی طرح ایک چمڑے پر یحییٰ بن عبداللہ الحسن

(بن الحسن بن علی کرم اللہ وجہہ) تھے جن کے سر پر جلاد تلوار لئے ہوئے حکم کا منتظر کھڑا تھا، وہ علوی طالبی خلیفہ کو قسمیں دیکر اپنے امان نامہ کی طرف متوجہ کر رہا تھا کیونکہ خود ہارون نے اس کو امان دیا تھا، خلیفہ نے وہ قرطاس امان نکالا جو شخص مذکور کے لئے لکھا تھا اور مجھے دیا، میں نے اس کو پڑھا صورتحال کا اندازہ لگایا اور دل میں طے کیا کہ صرف خدا لگتی اور آخرت کی بھلائی کی بات کہوں گا خواہ انجام کچھ بھی ہو، میں نے کہا یہ امان موکد ہے اور اس کو توڑنے کا کوئی حیلہ درست نہیں، خلیفہ یہ سن کر غضب ناک ہوگیا، میرے ہاتھ سے وہ دستاویز چھین کر حسن بن زیاد کو دی انہوں نے پڑھ کر کمزور آواز سے کہا یہ امان ہے خلیفہ نے وہ کاغذ ان سے بھی چھین کر ابوالبختری کو دیا، انہوں نے پڑھ کر کہا میں تو اس شخص کو ذرا سی دیر کی بھی مہلت دینے کو تیار نہیں ہوں اس شخص نے لوگوں میں پھوٹ ڈالی ہے، مسلمانوں کے خون بہائے ہیں اور ایسا ایسا کیا ہے، اس کے لئے کوئی امان نہیں ہوسکتا پھر خود ہی چاقو نکال کر اس دستاویز کے دو ٹکڑے کر دیئے اور ہارون رشید سے کہا کہ آپ بے تامل اس کو قتل کا حکم کریں اس کے خون کا میں ذمہ دار ہوں، ایک روایت ہے کہ ہارون رشید نے قتل کا حکم بھی کر دیا تھا جس پر طالبی نے کہا، اے ہارون! محمد بن الحسن اور حسن بن زیاد تو کہتے ہیں کہ یہ امان صحیح ہے اور یہ دونوں ساری دنیا کے مسلم فقیہ ہیں مگر آپ ان کی بات قبول نہیں کرتے اور یہ شخص جس کو فتویٰ دینے کا کوئی حق نہیں، امان کو فاسد کہتا ہے تو آپ مجھے قتل کا حکم کرتے ہیں، اس پر پھر ایک دفعہ خلیفہ نے امام محمد کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اس امان کو میں نے خود اپنے ہاتھ سے نہیں لکھا بلکہ دوسرے سے لکھوایا ہے تو آپ بتلائیں کہ اگر ایک شخص حلف کرے کہ وہ نہیں لکھے گا؟ اور دوسرے سے کچھ لکھوادے تو کیا اس کی قسم ٹوٹ جائے گی؟ امام محمد نے فرمایا کہ اگر ایسا کوئی عام آدمی کرے تو حانث نہ ہوگا لیکن اگر بادشاہ ایسا کرے تو ضرور حانث ہوگا کیونکہ بادشاہ کے حکم سے جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ بھی اسی کا لکھا ہوا سمجھا جاتا ہے۔

منقول ہے کہ اس پر خلیفہ اور بھی جھنجھلا گیا اور غصہ سے مغلوب ہو کر دوات اٹھا کر امام محمد کے منہ پر پھینک ماری جس سے آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوگیا اور خون کپڑوں پر بہنے لگا، خلیفہ نے یہ بھی کہا کہ آپ جیسے لوگ ہی ہمارے خلاف بغاوت کرنے والوں کے حوصلے بڑھاتے ہیں، امام محمد واپس ہوئے تو رونے لگے، کہا گیا کہ کیا اس زخم کی تکلیف سے روتے ہیں؟ فرمایا نہیں بلکہ اپنی کوتاہی کی وجہ سے، کہا آپ سے کیا تقصیر ہوئی حالانکہ آپ نے تو وہ کام کیا کہ روئے زمین پر اس کی نظیر نہیں مل سکتی، فرمایا مجھ سے یہ کوتاہی ہوئی کہ اس وقت ابوالبختری سے یہ نہ پوچھا کہ تم کس دلیل شرعی سے یہ فتویٰ دے رہے ہو تا کہ اس کی غلطی کا پردہ فاش کرتا اور اس کے دلائل کو بھی توڑ پھوڑ دیتا۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم دربار سے اٹھ آئے تو میرے پاس خلیفہ کا قاصد پیغام لے کر آیا کہ آج سے آپ نہ مقدمات کا فیصلہ کریں اور نہ فتویٰ دیں، میں سب کام چھوڑ چھاڑ کر سبکدوش ہوگیا، جب ام جعفر نے ایک جائداد وقف کرنے کا ارادہ کیا تو مجھے مشورہ کیلئے بلوایا، میں نے کہلا دیا کہ مجھے فتویٰ سے روک دیا گیا ہے، اس نے خلیفہ سے گفتگو کی اور اجازت لے کر پھر بلوایا، امام محمد ہی کا بیان ہے کہ واقعہ مذکورہ سے خلیفہ کے درباری اور سارے ہی محلات شاہی کے لوگ متعجب تھے خصوصاً ابوالبختری کی بے جا جسارت وغیرہ سے اور خلیفہ نے باوجود ابوالبختری کے فتویٰ و ذمہ داری کے بھی یحییٰ مذکور کو قتل نہیں کرایا بلکہ وہ ایک مدت کے بعد قید خانہ ہی میں فوت ہوئے۔

اس کے بعد پھر خلیفہ نے امام محمد کو اپنا مقرب بنایا اور قاضی القضاۃ بھی بنایا اور اپنے ساتھ "رے" بھی لے گیا جہاں ان کا اور امام نحو کسائی کا ایک ہی دن انتقال ہوا، خلیفہ افسوس کے ساتھ کہا کرتا تھا کہ میں نے فقہ و نحو دونوں کو "رے" میں دفن کر دیا۔

امام محمد اور علم حدیث

محدث صیمری محمد بن سماعہ سے روایت کرتے ہیں کہ محدث عیسیٰ محمد بن سماعہ سے روایت کرتے ہیں کہ محدث عیسیٰ بن ابان ہمارے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ لیکن ہمارے ساتھ امام محمد کی مجلس میں نہیں بیٹھتے تھے میں ان کو بلاتا تو کہہ دیتے کہ یہ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں،

درحقیقت عیسیٰ بہت اچھے حافظ حدیث تھے، ایک دن ہمارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی اور وہ دن امام محمد کی مجلس کا تھا، میں عیسیٰ کے سر ہوگیا کہ آج تو ضرور بیٹھنا پڑے گا، جب امام محمد فارغ ہوئے تو میں عیسیٰ کو ان کے قریب لے گیا اور کہا یہ آپ کے بھائی ابان کے بیٹے ہیں، یہ اچھے ذہین اور عالم حدیث ہیں میں ان کو آپ کے پاس بلاتا ہو تو انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں تم حدیث کی مخالفت کرتے ہو، امام محمد نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، برخوردار! تمہارے خیال میں ہم کن احادیث کی مخالفت کرتے ہیں، ہمارے خلاف تمہیں بغیر ہمارے جواب کے فیصلہ نہ کرنا چاہئے، عیسیٰ نے اس وقت ۲۵ ابواب حدیث میں سوالات کئے اور امام محمد برابر جوابات دیتے رہے اور جو احادیث منسوخ تھیں ان کے نسخ پر دلائل و شواہد بتاتے رہے۔

عیسیٰ اس مجلس سے اٹھ کر باہر نکلے تو مجھ سے کہنے لگا کہ میرے اور نور کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا تھا جو آج ہٹ گیا، مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ خدا کی خدائی میں اس جیسا شخص بھی لوگوں میں موجود ہوگا اور اس کے بعد امام محمد کی مجلس کے دلدادہ ہوگئے کہ پھر کبھی جدا ہونا گوارنہ کیا حتیٰ کہ بڑے فقیہ بن گئے، یہ عیسیٰ ایک بڑے پہاڑ تھے علم کے پہاڑوں میں سے اور یہی پھر راوی بنے امام محمد کی کتاب الحج علی اہل المدینہ کے اور خود بھی الحج الصغیر عیسیٰ بن ہارون ہاشمی کے رد میں لکھی وہ مامون کے ہم درس تھے اور ایک کتاب لکھی تھی جس میں دعویٰ کیا تھا کہ امام ابوحنیفہ نے احادیث صحیحہ کی مخالفت کی ہے، خلیفہ مامون نے علماء کو دعوت دی کہ اپنی اپنی معلومات کے مطابق اس کتاب کا جواب لکھیں، خلیفہ کو نہ اسمٰعیل بن حماد کا جواب پسند آیا نہ بشر کا نہ یحییٰ بن اکثم کا بلکہ سب سے زیادہ عیسیٰ بن ابان ہی کا جواب پسند آیا جس سے ہاشمی کی کتاب کی حیثیت بالکل ختم ہوگئی، ان ہی عیسیٰ بن ابان کی ایک کتاب "الحج الکبیر" امام شافعی کے قدیم اقوال کے رد میں مشہور ہے جس کی وجہ سے کہا جاتا ہے امام شافعی نے اپنے آخری سفر عراق میں نہایت مختصر قیام عراق میں کیا کیونکہ عیسیٰ کی کتاب مذکور کی وجہ سے ان کے قدیم اقوال کے لئے قبول عام کے امکانات باقی نہ رہے تھے۔

امام شافعی اور مریسی کے رد میں شروط قبول اخبار کے بارے میں بھی انہوں نے ایک کتاب لکھی تھی اور ان کی کتابوں میں بہت سے اصول امام محمد سے اخذ کئے ہوئے ملتے ہیں، ابوبکر رازی اپنی اصول میں بہت زیادہ ان سے نقول لیتے ہیں، غرض عیسیٰ بن ابان فقہی مباحث کے بحاث کبیر اور علوم حدیث و فقہ کے جبال علم سے ہیں۔ (بلوغ ص ۴۹)

امام محمد کے اقوال عقائد میں

۱- حافظ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن الحسن اللالکائی نے شرح السنۃ میں امام محمد رحمہ اللہ کا حسب ذیل قول نقل کیا ہے "جو شخص قرآن کو مخلوق کہے اس کے پیچھے نماز مت پڑھو" یعنی جو قرآن کلام الٰہی اور خدا تعالیٰ کے ساتھ قائم اور اس کی صفت ہے اس کو مخلوق قرار دینا صحیح نہیں ہے، جس طرح مخلوق کے ساتھ جو چیزیں وابستہ مثلاً کاتب، صوت تالی یا حافظ کے ذہن کی صور ذہنیہ وغیرہ ان کو غیر مخلوق کہنا بھی خلاف بداہت و مشاہدہ ہے لہٰذا جن لوگوں نے غلو کر کے ان لوگوں کی تکفیر کی جنہوں نے قرآن و سنت کے سکوت کی وجہ سے توقف کی راہ اختیار کی اور قرآن کو غیر مخلوق کہنے سے تورع کیا، ان لوگوں کی تکفیر کی جنہوں نے حدوث لفظ و لافظ کے لحاظ سے لفظی بالقرآن مخلوق" کہا، یہ سب غلط طریقے تھے اور افسوس ہے کہ ان غلو کرنے والوں میں ابن ابی حاتم اور بنومندہ جیسے حفاظ حدیث بھی ہیں (بلوغ ص ۵۳) ۲- لالکائی نے ہی امام محمد کا قول حدیث ان اللہ ینزل الی السماء الدنیا اور اس قسم کی دوسری احادیث کے متعلق نقل کیا ہے کہ "یہ احادیث ثقہ راویوں سے مروی ہیں، ہم بھی ان سے روایت کرتے ہیں، ان پر ایمان بھی رکھتے ہیں لیکن ان کی تفصیل و تفسیر میں جانا پسند نہیں کرتے" یہ بھی فرمایا۔

۳- "شرق سے غرب تک کے تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ قرآن مجید پر ایمان رکھنا اور ان احادیث پر بھی جو ثقہ راویوں سے دربارۂ صفات باری عزوجل مروی ہیں بغیر تفسیر، تفصیل و تشبیہ کے ایمان لانا ضروری ہے جو شخص بھی آج ان امور میں سے کسی امر کی تفسیر و تفصیل کرتا ہے وہ اس طریق سے خارج ہوتا ہے جس پر نبی اکرم ﷺ اور جماعت سے الگ ہو جاتا ہے کیونکہ انہوں نے نہ تفصیل کی تھی نہ تفسیر بلکہ

کتاب وسنت کے مطابق جچی تلی بات بنا کر سکوت اختیار فرمایا تھالہذا جوشخص جہم کی طرف بات کہے وہ جماعت سے خارج ہے اس لئے اس نے صفت لاشیء کے ساتھ اس کو متصف کیا تھا''۔

اس قول سے ان لوگوں کی مکمل تردید ہوجاتی ہے جنہوں نے امام محمد کی طرف یہ باتیں منسوب کیں کہ وہ خلق قرآن کے قائل تھے اور اس کی طرف دوسروں کو دعوت دیتے تھے، یہ بھی کہا گیا کہ امام محمد جہم کی رائے رکھتے تھے (افسوس ہے کہ امام بخاری وغیرہ نے بھی اس معاملہ میں احتیاط نہیں فرمائی، اور امام محمد کو جہمی کہا، جیسا کہ ہم دوسری جگہ لکھ چکے ہیں)

۴-محدث صیمری نے نقل کیا کہ امام محمد فرمایا کرتے تھے ''میرا مذہب امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا مذہب وہی ہے جو حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم کا تھا''۔

اسی طرح امام محمد کا قول ایمان کے بارے میں بھی وہی تھا جو امام ابوحنیفہ کا تھا کہ وہ دل کا اعتقاد اور زبان کا اقرار ہے اور دوسرے عقائد کی تفصیل ''کتاب عقیدہ طحاوی'' میں موجود ہے ان تصریحات کے باوجود بھی اگر کوئی تنگ دلی سے امام صاحب یا امام محمد کو جہمی یا مرجیء کہے تو وہ سنت سے اتنا ہی دور ہے جتنی زمین آسمان سے دور ہے۔ (بلوغ الامانی ص ۵۴)

امام محمد دوسرے اہل علم کی نظر میں

حافظ ابن ابی العوام نے اپنی سند سے امام مالک کا یہ قول نقل کیا ہے جو اپنے اصحاب وتلامذہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ ''ہمارے پاس اتنے لوگ مشرق کی طرف سے آتے ہیں مگر معنویت (گہرائی کی بات) کسی میں نہیں دیکھی سوا اس جوان کے'' یہ اشارہ امام محمد کی طرف تھا، حالانکہ امام مالک کے پاس امیر المومنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک، وکیع، عبدالرحمٰن بن مہدی جیسے اعلام وجبال علم آتے تھے، گویا امام مالک نے امام محمد کو ان سب پر فضیلت دی۔

امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ جب بات کرے تو اس کی کمال فصاحت وبلاغت کی وجہ سے ایسا معلوم ہو کہ قرآن مجید اسی کی زبان پر اترا ہے البتہ امام محمد ضرور ایسے تھے میں نے ان سے ایک بختی اونٹ کا بوجھ لکھا ہے اور بختی اس لئے کہتا ہوں کہ وہ دوسرے اونٹوں سے زیادہ بوجھ اٹھا سکتا ہے میں اپنے پر امام مالک کا پھر امام محمد کا بڑا حق استاذیت مانتا ہوں اگر لوگ فقہا کے بارے میں انصاف کرتے تو مانتے کہ انہوں نے امام محمد جیسا نہیں دیکھا وہ تفقہ کے ان اسباب ووسائل پر مطلع تھے جن سے دوسرے اکابر اہل علم عاجز ہیں میں نے امام محمد سے زیادہ عقل والا انسان نہیں دیکھا جب کسی مسئلہ کی تقریر فرماتے تو قرآن مجید کی طرح ایسا منظم کلام بولتے تھے جس میں حرف آگے پیچھے کرنے کی گنجائش نہ ہوتی تھی۔

ایک دفعہ فرمایا کہ خدا نے میری دو شخصوں سے مدد کی، ابن عیینہ[1] سے حدیث میں اور محمد بن الحسن سے فقہ میں، فرمایا جب میں پہلی دفعہ امام محمد کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اپنے حجرہ میں بیٹھے تھے، بہت لوگ ان کے پاس جمع تھے میں نے ان کے چہرہ پر نظر کی تو سب لوگوں سے زیادہ حسین وجمیل پایا، ان کی سفید پیشانی چمک رہی تھی اور لباس بہترین پہنے ہوئے تھے، میں نے اسی مجلس میں ان سے ایک اختلافی مسئلہ دریافت کیا میرا خیال تھا کہ اس کے بیان میں ان سے کمزوری ظاہر ہوگی یا کوئی غلطی نکلے گی لیکن وہ تو کڑی کمان کے تیر کی طرح مسئلہ کے سارے جوانب پر تیزی سے گذر گئے اور اسی میں اپنے مذہب کو بھی قوی کر گئے اور پوری تقریر میں کوئی ایک غلطی بھی نہیں کی۔

ایک بار فرمایا کہ میں نے امام محمد سے زیادہ فتاویٰ کا عالم نہیں دیکھا، گویا ان کو خدا کی جانب سے توفیق ملتی تھی اور میں نے امام محمد جیسا

---

[1] واضح ہو کہ ابن عیینہ جو امام شافعی وامام احمد کے بڑے اساتذہ حدیث میں سے ہیں امام اعظم کے حدیث میں شاگرد ہیں مسانید امام میں امام اعظم سے بکثرت روایت حدیث کرتے ہیں اور فرمایا کرتے تھے کہ میری آنکھوں نے امام ابوحنیفہ جیسا نہیں دیکھا۔

حکمت و دانائی کی باتیں کرنے والا اور دوسروں کی ناسزا باتوں کا علم و بردباری کے ساتھ سننے والا نہیں دیکھا (بلوغ ص ۵۵) دوسرے اقوال ہم امام شافعی کے تذکرہ میں لکھ چکے ہیں۔

امام مزنی کے سامنے کسی نے امام محمد کا کوئی قول ذکر کیا، پوچھا کون محمد؟ بتلایا محمد بن الحسن تو فرمایا مرحبا! خوب ذکر کیا وہ تو کانوں کو اچھی باتوں سے دل اور علم کو علم و سمجھ سے بھر دیتے تھے، پھر فرمایا کہ یہ میں ہی نہیں کہتا امام شافعی بھی ایسا ہی فرماتے تھے۔

حضرت داؤد طائی نے بچپن میں امام محمد کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ "اگر یہ بچہ زندہ رہا تو اس کی بڑی شان ہوگی" امام ابو یوسف نے امام محمد کی ابتداء جوانی میں حافظہ کی تعریف فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ کیسی عمدہ تلوار ہے مگر اس میں ذرا سا زنگ ہے جس کو جلاء کی ضرورت ہے، بعد کو اعلم الناس فرمانے لگے تھے، امام یحییٰ بن معین نے امام محمد کی شاگردی کی اور جامع صغیر پڑھی، محدث حسن بن ابی مالک کے سامنے جب امام محمد کے مسائل پڑھے گئے تو فرمایا کہ امام ابو یوسف بھی اس قدر زیادہ گہرائی میں نہیں جاتے تھے۔

صیمری نے ابو عبید سے یہ بھی قول نقل کیا ہے کہ میں نے امام محمد سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا نہیں دیکھا اور کہا کہ امام محمد عربیت نحو وحساب میں بڑے ماہر تھے، محمد بن سلام فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام محمد کی کتابیں نقل کرانے پر دس ہزار روپے خرچ کئے اور اگر مجھے پہلے سے ان چیزوں کا علم ہوتا جو بعد کو ہوا تو رجل صالح امام محمد کی کتابوں کے سوا دوسروں کی کتابوں پر وقت صرف نہ کرتا۔ (کردری)

محدث محقق کبیر عیسیٰ بن ابان سے پوچھا گیا کہ ابو یوسف افقہ ہیں یا محمد؟ فرمایا دونوں کی کتابوں سے اندازہ لگالو یعنی امام محمد زیادہ فقیہ ہیں۔ (بلوغ ص ۵۷)

امام محمد کے معمولات

محمد بن سلمہ کا بیان ہے کہ امام محمد نے رات کے تین حصے کر دیئے تھے ایک حصہ سونے کے لئے، ایک نماز کے لئے اور ایک درس کیلئے وہ بہت زیادہ جاگتے تھے، کسی نے کہا کہ آپ سوتے کیوں نہیں؟ فرمایا "میں کس طرح سو جاؤں، حالانکہ مسلمانوں کی آنکھیں ہم لوگوں پر بھروسہ کر کے سوئی ہوئی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب ہمیں کوئی مشکل (امور شریعت کی) پیش آتی ہے تو ہم اس کو محمد کے سامنے رکھتے ہیں وہ اس کو ہمارے لئے حل کر دیتا ہے، تو اگر ہم بھی سو جائیں تو اس کی وجہ سے دین ضائع ہوگا"۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد قاضی ابن ابی عمران سے سنا کہ امام محمد رات دن میں تہائی قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے، محدث بکر بن محمد فرمایا کرتے تھے ابن سماعہ اور عیسیٰ بن ابان نے ایسی اچھی نماز پڑھنی امام محمد سے سیکھی تھی۔

امام محمد کی توثیق

خطیب نے علی بن مدینی سے توثیق نقل کی اور اسی طرح منتظم میں ابن جوزی سے اور تعجیل المنفعۃ میں حافظ ابن حجر سے بھی توثیق ثابت ہے حافظ ذہبی نے مناقب میں لکھا کہ امام شافعی نے حدیث میں امام محمد سے حجت پکڑی ہے، اور میزان الاعتدال میں کہا کہ نسائی وغیرہ نے حفظ کے اعتبار سے امام محمد کی تلیین کی حالانکہ وہ علم حدیث وفقہ کے بحور میں سے تھے اور امام مالک سے روایت حدیث میں قوی تھے۔

ظاہر ہے کہ جو شخص امام مالک سے چند روز کے اندر احادیث سن کر ان کی روایت میں قوی مانا گیا ہو وہ ان احادیث کے یاد رکھنے میں کس طرح ضعیف قرار دیا جا سکتا ہے جن کے سننے سنانے میں اس نے ساری عمر صرف کی تھی مگر اہل جرح کا تو عجیب حال ہے وہ تو بقول حافظ ابن دقیق العید کے دوزخ کے کنارے پر بیٹھے ہیں (یعنی کوئی تو جنت کا ٹھیکیدار بنتا ہے انہوں نے دوزخ کا ٹھیکیدار بننا پسند کیا ہے)

سبط ابن الجوزی نے مرآۃ الزمان میں علماء سیر سے امام محمد کا امام، حجت اور تمام علوم میں متبحر ہونا نقل کیا ہے اور حافظ عینی نے رجال معانی الآثار میں ابن جوزی کی کتاب الضعفاء کی اس امر کی روایت و درایت سے تغلیط کی ہے کہ امام احمد اور ابن معین نے امام محمد کی شان میں کوئی تنقیص کی ہو (ص ۵۹ بلوغ)

امام محمد ثقہ حافظ حدیث تھے

اگرچہ حافظ ذہبی نے امام محمد کو تذکرۃ الحفاظ میں نظر انداز کر دیا مگر ان سے کئی سو سال پہلے علامہ ابن عبدالبر نے تمہید میں دارقطنی کی غرائب مالک سے نقل کیا کہ امام مالک نے ''موطأ'' میں رفع یدین وقت رکوع ذکر نہیں کیا البتہ غیر موطأ میں ذکر کیا ہے جس کو بیس ثقات حفاظ نے روایت کیا ہے ان میں سے محمد بن الحسن شیبانی، یحییٰ القطان، عبداللہ ابن مبارک، عبدالرحمٰن بن مہدی، ابن وہب وغیرہم ہیں۔ (نصب الرایہ ص ۴۰۸ ج ۱)

حافظ ابن تیمیہ کا امام شافعی کے تلمذ امام محمدؒ ایسی حقیقت سے انکار

یہاں علامہ ابن عبدالبر اور دارقطنی نے امام محمد کو نہ صرف ثقہ حافظ کہا بلکہ دوسرے اکابر حفاظ حدیث سے ان کو مقدم کیا فافہم و تذکر ولا تکن من الغافلین۔

امام شافعی نے امام ابو یوسفؒ سے بھی بواسطہ امام محمد احادیث کی روایت اپنی کتاب الام میں اور مسند میں کی ہے (الانتقاء لابن عبدالبر ص ۶۹ ج ۱)

علامہ شبلی نے سیرۃ النعمان کے آخر میں امام محمد کے حالات میں لکھا ہے کہ ''ابن تیمیہ نے امام شافعی کی شاگردی سے انکار کیا تھا لیکن حق کو کون دبا سکتا ہے، تاریخ و رجال کی سینکڑوں کتابیں موجود ہیں وہ کیا شہادت دے رہی ہیں؟'' حافظ ابن تیمیہ کے انکار پر ناظرین کو حیرت ہوگی مگر کسی وجہ ہی سے تو بڑے بڑے لوگوں نے اس امر کی کوشش کی تھی کہ امام شافعی کے اس سفر عراق کی روایت ہی کو تاریخ کے اوراق میں سے نکال دیا جائے جس میں انھوں نے ایک دو سال بھی نہیں تقریباً دس سال امام محمد کی خدمت میں رہ کر فقہ و حدیث میں غیر معمولی کمالات حاصل کیے تھے، اگر حافظ ابن تیمیہ جیسے وسیع النظر علامہ امام شافعی کے تلمذ سے انکار کر سکتے ہیں تو آجکل کے کچھ تنگ نظر، کم حوصلہ غیر مقلد بھائی، امام سفیان بن عیینہ (شیخ امام شافعی) کے تلمذ امام اعظمؒ سے انکار کر دیں تو کیا حیرت کی بات ہے؟ اس عجائب زار دنیا میں سب ہی چیزیں تعجب خیز ہیں اگر حقیقت میں کسی بات پر بھی تعجب نہ ہونا چاہئے۔ نعم! ان فی ذلک لعبرۃ لا ولی الابصار۔

تصانیف امام محمدؒ

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کی تعداد بہت زیادہ ہے قریب ایک ہزار تک بھی کہی جاتی ہے دن و رات کتابیں لکھتے تھے، اپنے تصنیف کے کمرہ میں کتابوں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھے رہتے تھے، مشغولیت اس درجہ تھی کہ کھانے کپڑے کا بھی ہوش نہ تھا، دس رومی عورتیں نقل کتب پر مامور تھیں، امام محمد نے ایک ادارہ کی برابر تصنیفی خدمات انجام دیں، گھر والوں سے کہہ دیا تھا کہ جس چیز کی ضرورت ہو میرے وکیل سے کہو، کوئی ضروری بات کہنی ہوتی تو صرف اشارہ فرماتے تھے، لحیم شحیم آدمی تھے لیکن بہت کم سوتے تھے، موٹے آدمی کثیر بلغمی مزاج اور بلید ہوتے ہیں مگر امام محمد بلا کے ذہین و ذکی تھے، ان کی تصانیف میں سے حسب ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں اور یہی کتابیں فقہ حنفی کی اصل اصول خیال کی جاتی ہیں، کیونکہ امام صاحب کے مسائل روایتاً ان میں مذکور ہیں۔

مبسوط: اس میں امام محمد نے اس کو سب سے پہلے تصنیف کیا ہے۔

موطأ امام محمد: حدیث میں امام محمد کی مشہور کتاب ہے جو امام مالک کی دوسری موطاؤں سے علمی و فنی اعتبار سے زیادہ بلند ہے۔

جامع صغیر: اس کتاب میں امام محمد نے امام ابو یوسف کی روایت سے امام اعظمؒ کے تمام اقوال لکھے ہیں کل ۵۳۲ مسائل ہیں جن میں سے ۱۷۰ مسائل میں اختلاف رائے بھی کیا ہے، اس میں تین قسم کے مسائل ہیں۔

۱- جن کا ذکر بجز اس کتاب کے اور کہیں نہیں ملتا ۲- جو دوسری کتب میں بھی ہیں مگر ان کتابوں میں امام محمد نے یہ تصریح نہیں کی تھی کہ

یہ خاص امام صاحب کے مسائل ہیں، اس کتاب میں تصریح کردی ہے ۳- اور کتابوں میں بھی مذکور تھے مگر اس کتاب میں ایسے طرز پر لکھے ہیں کہ ان سے نئے فوائد مستنبط ہوتے ہیں، اس کتاب کی تقریباً چالیس شروح لکھی گئیں، متقدمین کے یہاں فقہ میں یہی کتاب درس میں پڑھائی جاتی تھی، ہندوستان میں بھی طبع ہوئی ہے۔

جامع کبیر: اس میں امام صاحب کے اقوال کے ساتھ امام ابو یوسف و امام زفر کے اقوال بھی لکھے ہیں، ہر مسئلہ کی دلیل لکھتے ہیں یہ جامع صغیر سے زیادہ دشوار اور اس کے معانی دقیق ہیں، بعد کے فقہاء نے اصول فقہ کے مسائل بھی زیادہ تر اسی کتاب کی روشنی میں اخذ کئے ہیں، بڑے بڑے نامور فقہاء نے اس کی شرحیں لکھیں، ان میں ۴۲ کا ذکر کشف الظنون میں ہے جو کہ احیاء المعارف حیدرآباد سے شائع ہوئی ہے۔

مرآۃ الزمان فی تاریخ الاعیان ص ۶۴۴ ج ۸ (طبع حیدرآباد) میں ملک معظم عیسیٰ بن عادل ابی بکر بن ایوب کے ذکر میں علامہ سبط ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ آپ نے علامہ حصیری سے فقہ حنفی حاصل کیا مسعودی کو یاد کیا اور جامع کبیر کو خاص طور سے پڑھا اور یاد کیا، پھر جامع کبیر کی شرح کئی جلدوں میں تصنیف کی جیسا کہ حدائق حنفیہ میں لکھا ہے، بڑے عالم ہوئے متصلب حنفی تھے، ان کے اور ان کے والد کے سوا بنی ایوب میں کوئی حنفی نہیں ہوا، ان کے والد نے ایک روز کہا کہ تم نے امام ابوحنیفہ کا مذہب کیوں اختیار کیا حالانکہ تمہارا سارا خاندان شافعی ہے؟ کہا کیا آپ یہ نہیں چاہتے کہ آپ کے خاندان میں ایک بھی شخص مسلمان ہو، آپ نے فقہاء کو حکم دیا کہ میرے لئے صرف امام ابوحنیفہ کا مذہب صاحبین کے مذہب سے الگ کر دو تو انہوں نے دس مجلدات میں امام صاحب کا مذہب الگ کر دیا آپ نے اس کا نام ''تذکرہ'' رکھا اور سفر حضر میں ہر وقت اس کو ساتھ رکھتے تھے اور مطالعہ کیا کرتے تھے اور تمام مجلدات کو حفظ یاد کیا تھا، ہر جلد کو یاد کر کے آخر میں لکھتے تھے کہ میں نے اس کو حفظ کر کے ختم کیا اور دستخط کرتے تھے۔

صاحب مرآۃ کا بیان ہے کہ میں نے دیکھ کر کہا کہ لوگ اعتراض کریں گے کہ شام کا بڑے سے بڑا مدرس تو باوجود فراغت کے صرف قدوری حفظ کرتا ہے اور آپ نے باوجود ملکی تدابیر و مشاغل مہمہ کثیرہ کے دس ضخیم جلدیں حفظ کر لیں اور آپ سب جلدوں پر اپنے قلم سے دستخط کرتے ہیں لوگوں کو کس طرح اعتبار آئے گا؟ کہا الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا معانی و مطالب کا ہوتا ہے، لاؤ! کہیں سے بھی دس جلدوں میں سے مجھ سے سوال کر لو اگر کوئی غلطی نکلے تو تمہاری بات تسلیم ورنہ میری تحریر پر اطمینان کرو۔ (مرآۃ)

زیادات: جامع کبیر کی تصنیف کے بعد جو فروع یاد آتے رہے وہ اس کتاب میں درج کئے اور اسی لئے اس کو ''زیادات'' کہتے ہیں۔

کتاب الحج: امام محمد، امام اعظم کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور تین برس امام مالک کی خدمت میں رہے، ان سے موطأ بھی پڑھی، اہل مدینہ کا طریق تفقہ جدا تھا، بہت سے مسائل میں وہ لوگ امام ابوحنیفہ سے اختلاف رکھتے تھے، امام محمد نے مدینہ طیبہ سے واپس ہو کر یہ کتاب لکھی اس میں پہلے وہ فقہی باب باندھتے ہیں پھر اہل مدینہ کا قول نقل کرتے ہیں اور احادیث، آثار و قیاس سے ثابت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب راجح و صحیح ہے کہیں کہیں اہل مدینہ کے عمل بالحدیث کے دعویٰ کو بھی چیلنج کیا ہے اور بتلایا ہے کہ ان کا عمل صریح حدیث کے خلاف ہے، علم الخلاف امام محمد کی ایجاد ہے اور کتاب مذکور اس طرز کی پہلی تصنیف ہے جس میں موافق و مخالف احادیث و آثار جمع کر کے محاکمہ کیا گیا ہے عرصہ ہوا مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے ۳۹۲ صفحات پر طبع ہو کر شائع ہوئی تھی اب نادر ہے حضرت علامہ مولانا مفتی مہدی حسن صاحب کے بہترین محققانہ حواشی کے ساتھ پھر ان شاء اللہ عنقریب ادارۂ احیاء المعارف حیدرآباد دکن سے شائع ہوگی۔

سیر صغیر: یہ کتاب سیر پر ہے، امام اوزاعی نے اس کو دیکھا تو تعریف کی مگر بطور طنز کے یہ بھی کہا ''اہل عراق کو فن سیر سے کیا نسبت؟ امام محمد نے یہ جملہ سنا تو سیر کبیر لکھنی شروع کی۔

سیر کبیر: اس کو ۶۰ ضخیم اجزاء میں مرتب کیا اور تیاری کے بعد ایک خچر پر لدوا کر خلیفہ ہارون رشید کے پاس لیجانے کا ارادہ کیا، خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس نے ازراہ قدردانی شہزادوں کو استقبال کے لئے بھیجا اور ان کو ہدایت کی کہ امام محمد سے اس کی سند حاصل کریں، امام اوزاعی نے بھی اس محققانہ کتاب کی بہت تعریف فرمائی۔

رقیات وغیرہ: رقہ کے قیام میں جو فقہ کا مجموعہ تیار کیا وہ رقیات کہلاتا ہے اسی طرح اور کتابیں کیسانیات، جرجانیات، ہارونیات وغیرہ تصنیف کیں لیکن یہ کتابیں اصطلاح فقہاء میں ظاہر الروایۃ میں داخل نہیں بلکہ کتاب الحج بھی اس سلسلہ سے خارج ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

شرف الدین ملک عیسیٰ بن عادل جن کا ذکر ص ۲۰۳ پر ہو چکا، انہوں نے ہی خطیب بغدادی کا مشہور و معروف رد "السہم المصیب فے الرد علی الخطیب"، لکھا جو مکتبہ اعزازیہ دیوبند سے عرصہ ہوا چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور ہر حنفی عالم کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

ملک موصوف ۵۷۶ھ میں قاہرہ (مصر) میں پیدا ہوئے) مصر میں ساڑھے آٹھ سال بادشاہ رہے پھر دمشق (شام) میں سلطنت کی عیسائی حکمرانوں سے بڑے بڑے معرکے جہاد کے انجام دیئے، علماء کی بڑی عزت کرتے تھے، جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہمہ وقت کمر بستہ رہتے تھے بڑے بہادر، مدبر اور سخی سیر چشم تھے ۶۲۴ھ میں وفات پائی اور دمشق میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

السہم المصیب شرف الدین ملک معظم جیسی حنفی موصوف الذکر کی تصنیف ہے ان کے والد سیف الدین ملک عادل ابوبکر بن ایوب شافعی کی تصنیف نہیں ہے جیسا کہ غلطی سے مطبوعہ نسخہ میں ان کی طرف منسوب ہوگئی ہے کیونکہ والد ماجد شافعی تھے، دوسرے ان کا انتقال ۶۱۸ھ میں ہو چکا تھا اور یہ تصنیف ۶۲۱ھ کی ہے واللہ اعلم۔

جامع کبیر کی عظمت وقدر اور امام اعظم کے مجموعۂ اقوال کے ۱۰ مجلدات (تذکرہ) کی اہمیت کے پیش نظر یہاں ملک موصوف اور ان کی مشہور تصنیف السہم المصیب کا ذکر کیا گیا، مرأۃ الزمان فی تاریخ الاعیان علامہ سبط ابن الجوزی حنفی نے (جو پہلے حنبلی تھے پھر متصلب حنفی ہوگئے تھے) چالیس جلدوں میں تصنیف فرمائی تھی مگر اس وقت اس کے صرف دو جز وجلد ثامن کے حیدرآباد سے چھپے ہیں۔

کتب تاریخ میں یہ واقعہ بھی نقل ہوا ہے کہ ایک بڑا نصرانی عالم، علماء اسلام سے مناظرے ومباحثے کیا کرتا تھا، دین اسلام سے خوب واقف تھا مگر مسلمان نہ ہوتا تھا، امام محمد نے جامع کبیر تصنیف کی تو اس کو پڑھ کر وہ مسلمان ہو گیا اور کہا کہ یہ تمہارے چھوٹے محمد کی کتاب جب اس قدر علوم وکمالات کا مجموعہ ہے تو تمہارے بڑے محمد (ﷺ) کے علوم کتنے اونچے ہوں گے یہ بھی کہا کہ اگر جامع کبیر کا مصنف نبوت کا دعویٰ کرتا اور کتاب کو معجزہ قرار دیتا تو کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا اور سب کو اسی پر ایمان لانا پڑتا، بعض نے یہی واقعہ اسلام لانے کا امام محمد کی کتاب مبسوط کے بارے میں بیان کیا ہے، غرض جامع کبیر کے بارے میں تو کوئی شک نہیں کہ وہ دقائق وحقائق سے بھری ہوئی ہے، اسی طرح جامع صغیر اس زمانہ میں بلکہ سینکڑوں سال تک داخل درس رہی ہے، سید الحفاظ امام رجال وحدیث ابن معین کے حالات میں نقل ہوا ہے کہ انہوں نے جامع صغیر امام محمد سے پڑھی اور سید الحفاظ یحییٰ القطان شیخ امام احمد (وعلی بن المدینی) نے جامع صغیر امام ابو یوسف سے پڑھی ہے۔

۴۳- امام علی بن مسہر قریشی کوفیؒ (م ۱۸۹ھ)

مشہور صاحب درایت وروایت جلیل القدر محدث وفقیہ اور امام صاحب کے ان اصحاب وتلامذہ میں سے تھے جو حدیث وفقہ کے جامع اور شریک تدوین فقہ تھے حدیث میں امام اعمش اور ہشام بن عروہ وغیرہ کے بھی تلمیذ ہیں آپ سے ہی سفیان ثوری نے امام ابوحنیفہ کا علم حاصل کیا اور ان کی کتابیں نقل کرائیں، مدت تک موصل کے قاضی رہے، اصحاب صحاح ستہ کے کبار شیوخ میں ہیں۔ (حدائق الحنفیہ)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مسانید میں امام صاحب سے روایت کرتے ہیں (جامع مسانید الامام الاعظم ص ۵۰۸)

۴۴-امام یوسف بن خالد سمتیؒ (م ۱۸۹ھ)

امام اعظم کے تلامذہ واصحاب میں مشہور عالم، فقیہ کامل و محدث ثقہ تھے، تدوین فقہ میں شریک رہے، پہلے بصرہ کے مشہور فقہاء سے فقہ و حدیث حاصل کی، امام صاحب سے مسانید میں روایت کی ہیں، امام صاحب کی خدمت میں کوفہ حاضر ہوئے اور فقہ و حدیث کی تکمیل آپ سے کی، نقل ہے کہ امام صاحب سے چالیس ہزار مسائل مشکلہ حل کئے، امام شافعی کے استاد ہیں، امام طحاوی نے لکھا کہ میں نے مزنی سے سنا انہوں نے امام شافعی سے نقل کیا کہ یوسف بن خالد خیار امت میں سے ہیں۔ (حدائق وجواہر)

جب یہ امام صاحب کی خدمت سے رخصت ہو کر اپنے وطن بصرہ واپس ہوئے تو امام صاحب نے ان کو نصیحت کی تھی کہ بصرہ میں ہمارے حاسد و مخالف بھی ہیں تم ممتاز مسند درس پر بیٹھ کر یہ نہ کہنے لگنا کہ ابو حنیفہ نے یہ کہا اور وہ کہا ورنہ وہ لوگ تمہیں ذلیل کر کے نکال دیں گے، لیکن اپنے کمال علم وفضل پر گھمنڈ کر کے انہوں نے امام صاحب کے فرمانے کا کچھ خیال نہ کیا، چنانچہ لوگوں نے مخالفت کی، الزامات لگائے تہمتیں گھڑیں اور بدنام کر کے مسند درس سے ہٹا دیا، پھر ان ہی اتہامات کی بناء کر کے (اگرچہ وہ غلط تھے) بعض رجال والوں کو بھی آپ کے بارے میں کلام کرنے کا موقعہ ہاتھ آگیا اور کچھ لوگ کثرت سے برائیاں سن کر غلط فہمی میں بھی مبتلا ہوئے ہوں گے کیونکہ امام شافعی کا ان کو اخیار میں سے قرار دینا اور مدح و توثیق کرنا دوسروں کے مقابلے میں راجح ہے خصوصاً جب کہ یہ بھی معلوم ہے کے لوگوں نے ان کے خلاف محض تعصب وعناد کی وجہ سے پروپیگنڈا کیا ہے۔

ان کے بعد جب امام زفر بصرہ گئے ہیں تو انہوں نے بڑی حسن تدبر سے کام لیا اور امام صاحب کے علم وفضل وامامت کا سکہ ساکنین بصرہ کے قلوب پر بٹھا دیا جس کی تفصیل امام زفر کے حالات میں لکھی گئی ہے۔

۴۵-امام عبداللہ بن ادریس کوفیؒ ولادت ۱۱۵ھ، م ۱۹۲ھ)

محدث، ثقہ، حجت، صاحب سنت و جماعت، کثیر الحدیث، اصحاب امام وشرکاء تدوین فقہ میں سے ہیں، امام اعظم، امام مالک، یحییٰ بن سعید انصاری، اعمش، ابن جریج، ثوری، شعبہ کے حدیث میں شاگرد ہیں، ابن مبارک اور امام احمد وغیرہ ان کے شاگرد ہیں، ابن معین نے فرمایا کہ عبداللہ ہر چیز میں ثقہ تھے، ابو حاتم نے کہا کہ حجت تھے، ان کی مرویہ احادیث سے استدلال صحیح ہے اور وہ امام تھے ائمہ مسلمین میں سے، امام نسائی و عجلی نے ثقہ کہا، ابن سعد نے ثقہ، مامون، کثیر الحدیث کہا، صحاح ستہ کے رواۃ ہیں، ان کی وفات کے وقت صاحبزادی رونے لگیں تو فرمایا مت روؤ میں نے اس گھر میں چار ہزار ختم قرآن مجید کے کئے ہیں۔ (جواہر والامانی الاحبار)

امام بخاری نے تاریخ میں ذکر کیا کہ امام مالک نے بھی ان عبداللہ بن ادریس سے روایت کی ہے، محدث خوارزمی نے لکھا کہ اس طرح وہ امام مالک کے شیخ ہوئے اور امام مالک شیخ شیوخ بخاری و مسلم وامام شافعی واحمد ہیں، اس جلالت قدر کے ساتھ امام اعظم رضی اللہ عنہ، سے مسانید میں روایت کرتے ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (جامع المسانید ص ۵۰۸ ج ۲)

۴۶-امام فضل بن موسیٰ السینانیؒ (ولادت ۱۱۵ھ، م ۱۹۲ھ)

مشہور محدث فقیہ حضرت ابن مبارک کے ساتھیوں میں سے امام اعظم کے تلمیذ خاص وشریک تدوین فقہ ہیں، ابن مبارک کے برابر عمر و علم میں سمجھے جاتے تھے، حدیث لیث، اعمش، عبداللہ بن ابی سعید بن ابی ہند وغیرہ سے بھی حاصل کی اور امام اعظم کے مسانید میں امام صاحب سے بہ کثرت روایت کی ہے، اسحٰق بن راہویہ، محمود بن غیلان، یحییٰ بن اکثم، علی بن حجر وغیرہ فن حدیث میں ان کے تلمیذ ہیں۔

ان کی کرامت کا مشہور قصہ ہے کہ ان کی علمی شہرت کی وجہ سے کثرت سے شاگرد جمع ہوئے تو دوسروں کو ان پر حسد ہوگیا اور بدخواہوں نے کسی عورت کو بہکا کر ان پر تہمت رکھوادی، وہ اس بات سے ناراض ہو کر سیستان سے چلے گئے اور اس علاقہ میں قحط سالی ہوگئی لوگ نادم و پریشان ہو کر ان کے پاس گئے اور واپس آنے کی درخواست کی، انہوں نے کہا پہلے اپنے جھوٹ کا اقرار کرو جب اقرار کرلیا تو فرمایا کہ میں جھوٹوں کے ساتھ رہنے سے معذور ہوں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ)

۴۷-امام علی بن ظبیانؒ (متوفی ۱۹۲ھ)

محدث، فقیہ، عالم و عارف، صاحب ورع، وتقویٰ، امام اعظمؒ کے تلمیذ و شریک تدوین فقہ تھے، ابتداء میں مشرقی بغداد کے قاضی رہے پھر ہارون رشید کے عہد میں قاضی القضاۃ ہوگئے تھے، ہمیشہ بوریے پر بیٹھ کر فیصلے دیتے تھے، آپ سے کہا گیا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ سے پہلے قضاۃ مسند پر بیٹھتے تھے، فرمایا "مجھے شرم آتی ہے کہ میرے سامنے دو مسلمان بھائی تو بوریے پر بیٹھیں اور میں مسند پر بیٹھ کر اجلاس کروں"۔

ابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی اور حاکم نے مستدرک میں بھی روایت کی اور صدوق کہا، امام صاحب کے ان بارہ اصحاب میں سے تھے جن کی صلاحیت قضا کی طرف امام صاحب نے اشارہ فرمایا تھا، یعنی ابو یوسف وغیرہ کے طبقہ میں تھے۔ (جواہر وحدائق)

۴۸-امام حفص بن غیاثؒ (م ۱۹۴ھ)

مشہور و معروف عالم، محدث، ثقہ، فقیہ، زاہد و عابد، امام اعظم کے ممتاز کبار اصحاب و شرکاء تدوین فقہ تھے، امام اعظم سے مسانید امام میں بہ کثرت احادیث روایت کی ہیں۔ (جامع المسانید ص ۴۳۰ ج ۲)

امام صاحب نے جن اصحاب کو وجہ سرور اور دافع غم فرمایا تھا یہ بھی ان میں سے ہیں، امام صاحب سے فقہ میں بھی تخصص کا درجہ حاصل کیا اور حدیث امام ابو یوسف، ثوری، اعمش، ابن جریج، اسماعیل بن ابی خالد، عاصم احول، ہشام بن عروہ وغیرہ سے بھی حاصل کی، آپ کے تلامذہ یہ ہیں، عمرو بن حفص، امام احمد، ابن معین، علی بن المدینی، ابن معتق، یحییٰ القطان وغیرہ۔

اصحاب صحاح ستہ نے بھی آپ سے تخریج کی، ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ آپ کوفہ میں تیرہ ۱۳ سال اور بغداد میں دو سال تک دارالقضا کے متولی رہے، رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ (حدائق)

۴۹-امام وکیع بن الجراحؒ (م ۱۹۷ھ) عمر ۷۰ سال

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اس طرح لکھا الامام الحافظ الثبت، محدث العراق، احد الائمۃ الاعلام، وکیع بن الجراح اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ و رواۃ میں ہیں، فقہ و حدیث کے امام، عابد، زاہد، اکابر تبع تابعین سے، امام شافعی و امام احمد کے شیخ، ابو سفیان کنیت تھی، امام اعظم سے فقہ میں درجہ تخصص حاصل کیا اور حدیث امام صاحب، امام ابو یوسف، امام زفر، ابن جریج، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، اوزاعی، اعمش وغیرہ سے حاصل کی، حضرت عبداللہ بن مبارک، امام احمد ابن معین، علی بن مدینی، ابن راہویہ، احمد بن منیع، یحییٰ بن اکثم وغیرہ کبار محدثین آپ کے تلامذہ حدیث ہیں۔

یحییٰ بن اکثم کا بیان ہے کہ میں سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہا ہمیشہ روزہ رکھتے، ہر رات ختم قرآن مجید کرتے، کم از کم ایک ثلث سونے سے پہلے پڑھ لیتے باقی اخیر شب میں پڑھتے ابن معین کہتے تھے کہ میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا، کسی نے کہا کیا ابن مبارک کو بھی نہیں؟ کہا بے شک ان کو فضل ہے لیکن میں نے وکیع سے افضل کوئی نہیں دیکھا، امام احمد کو ان کی شاگردی پر فخر تھا جب ان سے حدیث روایت کرتے تو فرماتے کہ یہ حدیث مجھ سے ایسے شخص نے روایت کی ہے کہ تمہاری آنکھوں نے اس کا مثل نہ دیکھا ہوگا۔

امام صاحب کی خدمت میں بہت رہے اور بہت بڑا حصہ علم کا ان سے حاصل کیا، شرکاء تدوین فقہ میں ہیں، امام صاحب ہی کے قول پر فتویٰ دیتے اور یحییٰ القطان آپ کے اور امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے تھے، امام اعظم سے مسانید امام میں روایت کرتے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیۂ وحدائق الحنفیہ)

۵۰-امام ہشام بن یوسفؒ (م ۱۹۷ھ)

محدث، فقیہ، امام صاحب کے تلمیذ خاص اور اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے تھے، امام صاحب سے مسانید الامام میں روایت کرتے ہیں، بخاری شریف اور سنن اربعہ میں آپ سے تخریج کی گئی ہے آپ نے معمر، ابن جریج، قاسم بن فیاض، ثوری، عبداللہ بن بحیر بن ریسان وغیرہ سے بھی روایت کی اور آپ سے امام شافعی، علی بن مدینی، ابن معین، اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے بھی روایت کی، محدث عبدالرزاق (صاحب مصنف مشہور) کا قول ہے کہ اگر تم سے قاضی یعنی ہشام بن یوسف حدیث بیان کریں تو کوئی مضائقہ نہیں کہ کسی اور سے روایت نہ کرو، ابوحاتم نے آپ کو ثقہ متقن کہا، عجلی نے ثقہ کہا، ابن حبان نے بھی آپ کو ثقات میں ذکر کیا، امام احمد نے فرمایا کہ عبدالرزاق کا علم ہشام سے زیادہ اوسع ہے اور ہشام ان سے منصف میں زیادہ ہیں، حاکم نے ثقہ مامون کہا، خلیلی نے کہا کہ متفق علیہ ثقہ ہیں ان سے تمام ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (تہذیب التہذیب ص ۵۸ ج ۱۱ وجامع المسانید)

۵۱-امام نقد رجال یحییٰ بن سعید القطان البصری (م ۱۹۸ھ عمر ۷۸ سال)

حافظ ذہبی نے الامام العلم، سید الحفاظ کے لقب سے ذکر کیا، ابوسعید کنیت تھی، حدیث کے امام حافظ، ثقہ، متقن، قدوہ تھے، امام مالک سفیان بن عیینہ (تلمیذ امام اعظم فی الحدیث) اور شعبہ وغیرہ سے حدیث حاصل کی، آپ سے امام احمد، ابن المدینی اور ابن معین وغیرہ نے روایت کی، ان کے درس حدیث کا وقت عصر سے مغرب تک تھا، نماز عصر کے بعد منارۂ مسجد سے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے اور سامنے امام احمد، ابن مدینی (شیخ اکبر امام بخاری) عمرو بن خالد، شاذکونی اور یحییٰ بن معین کھڑے ہو کر حدیث کا درس لیتے تھے، مغرب تک نہ وہ کسی سے بیٹھنے کے لئے فرماتے نہ ان کے رعب وعظمت کے سبب خود ان میں سے کسی کو بیٹھنے کی جرأت ہوتی۔

اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی، امام اعظم کے حدیث وفقہ میں شاگرد اور تدوین فقہ کی مجلس کے رکن رکین تھے، تاریخ خطیب میں ابن معین کے حوالہ سے نقل ہے کہ یحییٰ القطان خود فرماتے تھے "واللہ! ہم امام صاحب کی خدمت میں بیٹھے ان سے حدیث سنی اور واللہ! جب بھی میں ان کے چہرۂ مبارک کی طرف نظر کرتا تو مجھے یقین سے معلوم ہوتا کہ وہ خدائے عزوجل سے ڈرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا کہ ہم نے امام صاحب کے اکثر اقوال لیے ہیں اور امام صاحب ہی کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے، بیس سال تک روزانہ ایک ختم قرآن مجید کا کرتے تھے اور چالیس سال تک ظہر کے وقت مسجد سے زوال فوت نہیں ہوا، یعنی ہمیشہ زوال سے قبل مسجد میں پہنچ جاتے تھے اور کسی نماز کے وقت جماعت مسجد سے تخلف نہ کرتے تھے کہ دوسری مساجد میں جماعت کی تلاش کرتے۔

فن رجال کے بہت بڑے عالم تھے، حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال کے مقدمہ میں لکھا کہ فن رجال میں سب سے پہلے انہوں نے لکھا پھر ان کے تلامذہ یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، امام احمد، عمرو بن الفلاس، ابوخثیمہ وغیرہ نے اس فن میں لکھا پھر ان کے تلامذہ امام بخاری ومسلم وغیرہ نے، امام احمد کے قول ہے کہ میں نے یحییٰ القطان کا مثل نہیں دیکھا، رواۃ کی تنقید میں اس قدر کمال تھا کہ ائمہ حدیث کا قول تھا جس کو یحییٰ القطان چھوڑ دیں گے اس کو ہم بھی چھوڑ دیں گے۔

باوجود اس فضل وکمال کے خود امام اعظم کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے (فتح المغیث، جواہر مضیۂ، تہذیب" ترجمہ امام صاحب وترجمہ

یحییٰ القطان' میزان الاعتدال) معلوم ہوا کہ سید الحفاظ یحییٰ القطان کے زمانہ میں اور آپ کے تلامذہ کے دور میں بھی امام صاحب واصحاب امام کے بارے میں کوئی کلام نہ تھا اور بڑے بڑے محدثین وناقدین فن رجال بھی ان کا اتباع کرتے اور ان کے اقوال پر فتویٰ دیتے تھے، بعد کو ان کے تلامذہ کے تلامذہ امام بخاری وغیرہ کے دور میں امام صاحب کے صحیح حالات ومذہب سے ناواقفیت اور غلط پروپیگنڈے کی وجہ سے امام صاحب اور آپ کے بہترین مذہب سے بدگمانیاں شروع ہوئیں، ان باتوں کے جو برے اثرات خودفن حدیث وفقہ کی عظمت ومقبولیت پر پڑے ان کی طرف اشارہ ہم ابتداء میں کر آئے ہیں۔

۵۲-امام شعیب بن اسحٰق دمشقیؒ (م ۱۹۸ عمر ۷۲ سال)

امام اعظم کے اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے بڑے پایہ کے محدث وفقیہ تھے، آپ امام اوزاعی، امام شافعی اور ولید بن مسلم کے طبقہ میں تھے، امام بخاری، مسلم، ابوداؤ د نسائی اور ابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی۔ (حدائق)

امام نسائی نے آپ کو امام اعظم کے ثقہ اصحاب میں شمار کیا، علامہ ابن حزم نے فقہاء شام میں طبقہ امام اوزاعی وغیرہ میں ذکر کیا، امام اعظم، ہشام بن عروہ، اوزاعی، ابن جریج وغیرہ سے حدیث حاصل کی، لیث بن سعد وغیرہ نے آپ سے روایت کی، مسانید امام اعظم میں امام صاحب سے روایت حدیث کرنے والوں میں ہیں۔

۵۳-امام ابوعمرو حفظ بن عبدالرحمٰن بلخی (م ۱۹۹ھ)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں محدث، صدوق، تمام خرسانی تلامذہ امام میں سے افقہ اور شرکاء تدوین فقہ میں سے تھے، اسرائیل حجاج بن ارطاۃ اور ثوری وغیرہ سے روایت کی، نیسا پور کے قاضی ہوئے لیکن پھر نادم ہو کر قضاء کو چھوڑ دیا اور عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے، ابوداؤ د ونسائی نے آپ سے تخریج کی ہے۔

ابوحاتم ونسائی نے آپ کو صدوق کہا، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، حضرت عبداللہ بن مبارک جب نیساپور میں مقیم ہوتے تو آپ کی زیارت وملاقات ان کے معمولات کا جزو ہوتی تھی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیۂ وحدائق الحنفیہ)

۵۴-امام ابومطیع حکیم بن عبداللہ بن سلمہ بلخیؒ (م ۱۹۹ھ)

علامۂ کبیر اور محدث وفقیہ شہیر تھے، امام صاحب کے اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے تھے، امام صاحب سے "فقہ اکبر" کے راوی بھی ہیں، حدیث امام صاحب، امام مالک، ابن عون اور ہشام بن حسان وغیرہ سے روایت کی اور آپ سے احمد بن منیع، خلاد بن اسلم وغیرہ نے روایت کی، حضرت عبداللہ بن مبارک آپ کے علم وفضل اور تدین کی وجہ سے بہت عظمت ومحبت کرتے تھے، مدت تک بلخ کے قاضی رہے، امر بالمعروف اور نہی منکر کا بہت زیادہ اہتمام رکھتے تھے کئی بار بغداد آئے اور درس حدیث دیا۔

محدث ابن رزین (تلمیذ ابی مطیع) کا بیان ہے کہ میں ان کے ساتھ بغداد پہنچا تو امام ابویوسف نے ان کا استقبال کیا، گھوڑے سے اتر گئے اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مسجد میں داخل ہوئے وہاں بیٹھ کر علمی مسائل پر گفتگو وبحث کی، حضرت عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ ابومطیع بلخی کا احسان تمام دنیا والوں پر ہے۔

بظاہر اس کا اشارہ تدوین فقہ کے سلسلہ میں ان کی گرانقدر آراء ومعلومات فقہی حدیثی کی طرف ہوگا اسی لئے تو امام ابویوسف جیسے اول درجہ کے حنفی فقیہ بھی ان کی تعظیم کرتے اور ان کی رائے وعلم سے مستفید ہوتے تھے، افسوس ہے کہ ان چالیس فقہاء شرکاء تدوین فقہ کے الگ

الگ علمی امتیازات کی تفصیلات ابھی تک دستیاب نہ ہوسکیں جو تاریخ فقہ وحدیث کا اہم ترین باب ہے۔ رحمھم اللہ کلھم رحمۃ واسعۃ (جامع المسانید، جواہر مضیئہ وحدائق حنفیہ)

۵۵-امام خالد بن سلیمان بلخی (م ۱۹۹ھ عمر ۸۴ سال)

محدث وفقیہ امام اعظم کے تلامذہ میں سے اہل بلخ کے امام اور شرکاء مجلس تدوین فقہ میں تھے نیز امام صاحب نے ان میں افتاء کی صلاحیت دیکھ کر فتویٰ نویسی میں ان کو متخصص بنایا تھا، محمد بن طلحہ شیخ بخاری کے استاد ہیں، لہٰذا امام بخاری کے شیخ الشیخ ہیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ سے مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جامع المسانید، جواہر وحدائق)

۵۶-امام عبدالمجید بن عبدالرحمٰن الکوفی فی الحمانی (م ۲۰۲ھ)

محدث جلیل القدر، فقیہ عالی مرتبت امام اعظمؒ کے اصحاب وتلامذہ حدیث وفقہ میں سے اور شریک تدوین فقہ تھے، امام صاحب کے علاوہ امام اعمش اور ثوری سے بھی حدیث پڑھی، امام اعظم سے جامع المسانید میں ان کی روایات ہیں (جواہر مضیئہ وجامع المسانید ص ۵۰۹ ج ۲)

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے رجال میں ہیں، ابن معین نے ثقہ کہا، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، ابن عدی نے کہا کہ ان سے اوران کے بیٹے سے حدیث لکھی جاتی ہے۔ (تہذیب)

آپ کے صاحبزادے حافظ کبیر امام یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی الکوفی صاحب المسند ہیں (م ۲۲۸ھ) ابوحاتم کہتے ہیں کہ میں نے ان کے بارے میں سید الحفاظ ابن معین سے سوال کیا تو فرمایا ان کے بارے میں کیا بات ہے کیوں پوچھتے ہو، پھر اچھی رائے ظاہر کی اور فرمایا کہ اپنی مسند کی چار ہزار احادیث بے تکلف مع سندوں کے زبانی پڑھتے چلے جاتے تھے اور تین ہزار احادیث شریک سے روایت کی ہوئی سنا دیتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

۵۷-امام حسن بن زیاد لولویؒ (م ۲۰۴ھ)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ واصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے بڑے بیدار مغز فقیہ ودانشمند اور محدث تھے، یحییٰ بن آدم کا قول ہے کہ میں نے آپ سے بڑا کوئی فقیہ نہیں دیکھا حتیٰ کہ بعض لوگوں نے امام محمد سے بھی زیادہ فقیہ کہا ہے، سنت رسول ﷺ کے بڑے عامل تھے، حدیث میں ہے کہ ''اپنے غلاموں کو بھی اپنا جیسا پہناؤ'' تو امام حسن ہمیشہ اپنے غلاموں کو بھی بالکل اپنے ہی جیسے کپڑے پہناتے تھے، امام ابویوسف اور امام زفر سے فقہی مسائل میں رجوع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ امام ابویوسف امام زفر سے زیادہ طالبین کے حق میں باحوصلہ ہیں۔

محمد بن سماعہ کا بیان ہے کہ امام حسن بن زیادہ فرماتے تھے کہ میں نے ابن جریج سے بارہ ہزار احادیث لکھیں ان سب کی مراد سمجھنے میں فقہاء کی ضرورت ہے، سمعانی نے کہا کہ حسن امام ابوحنیفہ کی حدیثی روایات کے بڑے عالم اور خوش خلق تھے، شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ حسن فن سوال وتفریع مسائل میں سب کے پیشرو تھے، جامع المسانید امام اعظم کی ساتویں مسند ان ہی کی تالیف ہے۔

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ حسن مولیٰ انصار اور امام ابوحنیفہ سے روایت حدیث کرنے والے ہیں، خطیب نے لکھا کہ حفص بن غیاث کی وفات ۱۹۴ھ میں ہوئی تو ان کی جگہ حسن بن زیادہ قاضی بنائے گئے، لیکن قضاء ان کے موافق نہ آئی امام داؤد طائی نے ان کو کہلا کر بھیجا ''تمہارا بھلا ہو! قضاء موافق نہ آئی، مجھے امید ہے کہ خدا نے اس سے ناموافقت سے تمہارے لئے بڑی خیر کا ارادہ کیا ہے، مناسب ہے کہ اس سے استعفیٰ دیدو'' چنانچہ آپ نے استعفاء دے دیا اور راحت پائی۔

اس ناموافقت کی تفصیل بھی عجیب ہے، سمعانی نے لکھا ہے کہ جب قضاء کے لئے بیٹھے تو خدا کی شان، اپنا سارا علم بھول جاتے حتیٰ

کہ اپنے اصحاب سے مسئلہ پوچھ کر حکم دیتے اور جب اجلاس سے اٹھتے تو تمام علوم مستحضر ہو جاتے، چالیس سال تک افتاء کا کام کیا، ایک دفعہ کسی مسئلہ میں غلطی ہوگئی، مستفتی کے واپس ہو جانے کے بعد احساس ہوا تو سخت پریشان ہوئے کیونکہ اس سے واقف نہ تھے، بالآخر منادی کرائی کہ فلاں روز فلاں مسئلہ میں غلطی ہوئی تا کہ وہ شخص آکر صحیح مسئلہ سمجھ لے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر، جامع المسانید وحدائق)

۵۸-امام ابو عاصم النبیل ضحاک بن مخلد بصری (م ۲۱۲ھ عمر ۹۰ سال)

امام اعظم کے تلامذہ واصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے محدث ثقہ، فاضل معتمد، فقیہ کامل تھے، امام شعبہ، ابن جریج، ثوری اور جعفر بن محمد وغیرہ سے روایت کی، اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی، لقب نبیل مشہور ہوا جس کی متعدد وجوہ جواہر مضیہ وغیرہ میں لکھی ہیں، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو حافظ حدیث اور شیخ الاسلام کے لقب سے ذکر کیا اور احد الاثبات کہا اور یہ بھی لکھا کہ ان کے ثقہ ہونے پر سب کا اجماع واتفاق ہے، عمر بن شبہ نے کہا واللہ! میں نے ان جیسا نہیں دیکھا، امام بخاری نے کہا کہ میں نے امام ابو عاصم سے سنا فرماتے تھے "جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ غیبت حرام ہے، کبھی کسی کی غیبت نہیں کی" ابن سعد نے کہا کہ آپ فقیہ ثقہ تھے۔ (جواہر مضیہ)

مسانید امام اعظم میں آپ نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت حدیث کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۵۹-امام مکی بن ابراہیم بلخیؒ (متوفی ۲۱۵ھ)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے جلیل القدر امام حافظ حدیث وفقیہ تھے، خطیب نے لکھا کہ آپ سے امام احمد وغیرہ نے روایت کی اور خلاصہ میں ہے کہ امام بخاری، ابن معین، ابن مثنی اور ابن بشار نے آپ سے روایت کی، امام بخاری کے کبار شیوخ میں تھے اکثر ثلاثیات ان ہی سے روایت کی ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ سے مسانید میں آپ نے کثرت سے روایت کی ہے، امام بخاریؒ نے لکھا کہ مکی بن ابراہیم نے بہز بن حکیم، عبداللہ ابن سعید بن ابی ہند اور ہشام بن حسان سے حدیث سنی۔ (جامع المسانید) امام اعظم سے حدیث سننے کا ذکر نہیں کیا حالانکہ مسانید کے رواۃ میں سے ہیں، اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی، رحمہم اللہ کلہم اجمعین رحمۃ واسعۃ الی ابد الآباد، آمین۔

۶۰-امام حماد بن دلیل قاضی المدائنؒ

امام وفقیہ، محدث، صدوق تھے، امام اعظم کے ان بارہ اصحاب میں سے ہیں جن کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ قضاء کی صلاحیت رکھتے ہیں اور تقریباً سب ہی قضاء کے اعلیٰ عہدوں پر فائز بھی ہوئے جو ان حماد کے علاوہ یہ ہیں۔

قاضی ابو یوسف، قاضی اسد بن عمرو البجلی، قاضی حسن بن زیاد، قاضی نوح بن ابی مریم، قاضی نوح بن دراج، قاضی عافیہ، قاضی علی بن ظبیان، قاضی علی بن حرملہ، قاضی قاسم بن معن، قاضی یحییٰ بن ابی زائدہ۔

آپ کی کنیت ابو زید تھی صغار تبع تابعین میں سے تھے حدیث میں امام اعظم، سفیان ثوری اور حسن بن عمارہ وغیرہ کی شاگردی کی فقہ میں تخصص امام صاحب کی وجہ سے حاصل ہوا، جب کوئی شخص حضرت فضیل بن عیاض سے مسئلہ پوچھتا تو وہ فرماتے کہ ابو زیدؒ سے دریافت کرو، محدث احمد بن ابی الحوار، اسحٰق بن عیسی الطباع اور اسد بن موسی وغیرہ نے ان سے روایت حدیث کی۔

ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا، مزی نے تہذیب میں امام یحییٰ سے بھی توثیق ذکر کی، امام ابوداؤد نے فرمایا کہ ان سے روایت درست ہے اور اپنی سنن میں ان سے روایت بھی کی، محمد بن عبداللہ موصلی نے بھی ان کو ثقات میں گنایا، ایک مدت تک مدائن کے قاضی رہے،

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ وحدائق حنفیہ)

امام اعظم کے ۱۶ شیوخ کبار کے بعد امام صاحب کا تذکرہ ہوا پھر باقی تین ائمہ متبوعین کا تذکرہ ہوا، ان کے بعد امام صاحب کے ۴۰ شرکاء تدوین فقہ کے حالات مذکور ہوئے اور اب دوسرے محدثین کے ضروری علمی حالات درج ہو رہے ہیں، ترتیب "وفیات" کے لحاظ سے رکھی گئی ہے۔

۶۱-امام سعد بن ابراہیم زہریؒ (م ۱۳۵ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے، مجمع علیہ ثقہ، صدوق، کثیر الحدیث تھے، البتہ امام مالک ان سے ناخوش تھے اور روایت بھی نہ کرتے تھے اس لئے کہ انہوں نے امام مالک کے نسب سے کچھ کلام کیا تھا، امام احمد سے کہا گیا کہ امام مالک ان سے روایت نہیں کرتے تو فرمایا "اس بات کی طرف کون التفات کرسکتا ہے جب کہ وہ ثقہ، رجل صالح تھے، محدث معیطی نے ابن معین سے کہا کہ امام مالک سعد میں کلام کرتے ہیں جو سادات قریش سے تھے اور ثور و داؤد بن الحصین سے روایت کرتے ہیں جو خارجی خبیث تھے، یحییٰ سے کہا گیا کہ لوگ سعد میں کلام کرتے ہیں کہ وہ قدری تھے اور امام مالک نے ان سے روایت نہیں کی تو فرمایا کہ غلط ہے وہ قدری نہیں تھے اور امام مالک نے ترک روایت بوجہ نسب مالک میں کلام کرنے کے کیا ہے، حالانکہ وہ ثبت ہیں کوئی شک اس میں نہیں ہے۔ (تہذیب ص ۴۶۳ ج ۳)

جس طرح حضرت سعد کی طرف سے امام احمد اور یحییٰ وغیرہ نے دفاع کیا اور امام مالک جیسے جلیل القدر مسلم امام کی تنقید بھی بے تکلف رد کردی گئی کیا اسی طرح امام اعظم و اصحاب کے بارے میں بے تحقیق و متعصبانہ اقوال کا رد اور ان حضرات کی طرف سے دفاع ضروری نہیں تھا؟ تھا اور ضرور تھا اور اسی لئے ہر مذہب کے ائمہ کبار نے اس ضرورت کا احساس کیا، جزاہم اللہ خیر الجزاء ورحمہم اللہ کلہم رحمۃ واسعۃ۔

صلت بن الحجاج الکوفیؒ (م ــــ ھ)

عطاء بن ابی رباح، یحییٰ کندی، حکم بن عتیبہ وغیرہ سے روایت کی، ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا اور کہا کہ ایک جماعت تابعین سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے اہل کوفہ نے روایت کی ہے، بخاری میں تعلیقاً آپ سے روایت ہے۔ (تہذیب ص ۴۳۴ ج ۴)

محدث خوارزمی نے لکھا کہ امام بخاری نے ذکر کیا کہ آپ نے یحییٰ الکندی سے روایت کی اور آپ سے یحییٰ القطان نے روایت کی، پھر لکھا کہ امام اعظم سے بھی مسانید میں روایت حدیث کی ہے۔ (جامع المسانید) رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱/۶۳-امام ابراہیم بن میمون الصائغ ابواسحق الخراسانی (م ۱۳۱ھ)

مشہور محدث، زاہد و عابد و متورع تھے، امام اعظم، عطا بن ابی رباح، ابواسحاق، ابوالزبیر اور نافع سے حدیث روایت کی اور ان سے داؤد بن ابی الفرات، حسان بن ابراہیم کرمانی اور ابوحمزہ نے روایت کی، ابومسلم خراسانی کو دو بدو سرزنش کی اور بے خوف کلمۂ حق کہا جس کی پاداش میں اس نے شہید کرادیا۔

عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے امام صاحب کو ان کے شہید ہونے کی خبر ملی تو سخت غمگین ہوئے اور بہت روئے حتیٰ کہ ہم لوگوں کو خوف ہوا کہ اس صدمہ سے آپ کی وفات ہوجائے گی، میں نے تنہائی میں سوال کیا تو فرمایا کہ یہ شخص بہت سمجھدار عاقل تھا مگر اس کے انجام سے پہلے ہی ڈرتا تھا، میں نے عرض کیا! کیا صورت ہوئی تو فرمایا کہ میرے پاس آتے تھے علمی سوالات حل کرتے تھے خدا کی اطاعت میں بڑے اولوالعزم تھے اور بڑے ہی متورع تھے میں ان کو کھانے کے لئے کچھ پیش کرتا تو اس کے بارے میں بھی مجھ سے بھی تحقیق کرتے اور بہت کم کبھی کھاتے تھے، مجھ سے امر بالمعروف ونہی منکر کے بارے میں بھی پوچھتے تھے پھر ہم دونوں نے متفق ہوکر طے کیا کہ یہ خدا کا ایک فریضہ ہے،

انہوں نے کہا کہ لائیے! میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں، میں نے کہا کہ ایک آدمی کے کرنے کا یہ کام نہیں ہے اس کی جان جائیگی اور اصلاح کچھ بھی نہ ہوگی، ہاں اگر کچھ اعوان وانصار نیک لوگوں میں سے میسر ہو جائیں اور ایک شخص سردار ہو جائے جس کے دین پر اطمینان ہو تو ضرور نفع کی توقع ہے، لیکن وہ برابر جب آتے مجھ پر زور ڈالتے اور سخت تقاضہ کرتے کہ ایسا ضرور ہو جانا چاہئے، میں سمجھاتا کہ یہ کام ایک کے بس کا نہیں، انبیاء علیہم السلام بھی جب تک ان کے ساتھ آسمانی نصرت کا وعدہ نہیں ہو گیا اس کا تحمل نہ فرما سکے، یہ وہ فریضہ نہیں ہے کہ اس کو ایک شخص پورا کردے ورنہ وہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دے گا۔

پھر وہ مرو گئے اور ابو مسلم خراسانی کو سخت باتیں برملا کہیں، اس نے پکڑ لیا اور قتل کرنا چاہا مگر خراسان کے سارے فقہاء وعباد جمع ہو گئے اور ان کو چھڑوا لیا، اسی طرح دوسری وتیسری مرتبہ بھی ابو مسلم کو ڈانتے رہے اور کہا کہ تیرے مقابلہ میں جہاد سے زیادہ کوئی نیکی میرے لئے نہیں ہے لیکن میرے پاس کوئی مادی طاقت نہیں، اس لئے زبان سے ضرور جہاد کروں گا، خدا مجھے دیکھتا ہے کہ میں تجھ سے صرف خدا کے لئے بغض رکھتا ہوں، ابو مسلم نے قتل کرا دیا۔

ابوداؤد ونسائی اور بخاری نے تعلیقاً ان سے روایت کی، علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ باوجود اس کے کہ بخاری ومسلم کے شیخ الشیوخ تھے، امام صاحب سے مسانید میں روایت کرتے ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیۂ ومسانید)

۲/۶۳- شیخ ابو بکر بن ابی تیمیہ السختیانی (م ۱۳۱ھ)

حضرت انس کو دیکھا، کبار تابعین سے استفادہ کیا، سید الفقہاء نہایت متبع سنت اور سید شباب اہل بصرہ تھے، (شروح البخاری ص ۱۳۸ ج ۱) زہاد کبار تابعین میں سے تھے، امام اعظم کے استاذ حدیث تھے (جامع المسانید ص ۳۸۳ ج ۲ وفتح الملہم ص ۲۱۶ ج ۱)

۶۴- امام ربیعۃ بن ابی عبد الرحمٰن المدنی المعروف بربیعۃ الرائیؒ (م ۱۳۶ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے جلیل القدر امام حدیث، امام احمد، عجلی، ابوحاتم ونسائی نے ثقہ کہا، یعقوب بن شیبہ نے ثقہ، ثبت اور مفتی مدینہ کہا، مصعب زبیری نے کہا کہ بعض صحابہ اور اکابر تابعین کو پایا، مدینہ میں صاحب فتویٰ تھے بڑے بڑے شیوخ اہل علم آپ کے پاس استفادہ کے لئے بیٹھتے تھے۔

آپ سے امام مالک نے بھی علم حاصل کیا، سوار قاضی کا قول ہے کہ میں نے ان سے زیادہ عالم نہیں دیکھا نہ حسن کو نہ ابن سیرین کو ماجشون نے کہا کہ ان سے زیادہ سنت کا حافظ میں نے نہیں دیکھا۔

عبید اللہ بن عمر نے فرمایا کہ وہ ہمارے مشکلات مسائل حل کرنے والے اور ہم سب سے زیادہ علم وفضل والے تھے، تعارض احادیث کے وقت آثار صحابہ سے ایک جہت کو ترجیح دیتے اور آثار صحابہ کے تعارض کے موقعہ پر قیاس سے ترجیح دیتے تھے اس لئے "ربیعۃ الرائی" کے نام سے مشہور ہوئے اور یہ ان کو بطور مدح کے کہا جاتا تھا۔

بعینہ یہی طریقہ امام اعظم کا بھی تھا مگر مخالفوں نے آپ کو مطعون کیا، حاسدوں نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اصحاب رائے بطور طنز کہا حالانکہ اخذ قیاس بمقابلہ حدیث اور ترجیح بعض احادیث وآثار ذریعہ قیاس میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

"الاثمار الجنیہ فی طبقات الحنفیہ (قلمی نسخہ مکتبہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ) میں ہے کہ یہ ربیعہ امام صاحب کے اصحاب میں سے تھے اور امام صاحب سے مسائل میں بحث ومباحثہ کر کے استفادہ کرتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۶۵- امام عبد اللہ بن شبرمۃ ابو شبرمۃ الکوفیؒ (م ۱۴۴ھ)

اکابر واعلام میں سے تھے، قاضی کوفہ رہے، حضرت انسؓ، ابو الطفیل، شعبی اور ابو زرعہ وغیرہ سے روایت کی، آپ سے دونوں سفیان،

شعبہ اور ابن مبارک وغیرہ نے روایت کی، عجلی نے کہا کہ فقیہ، عاقل، عفیف، ثقہ، شاعر، حسن الخلق اور سخی تھے، امام اعظم ابوحنیفہؒ سے استفادہ کرتے تھے (جواہر مضیئہ ص ۵۴۷ ج ۲)

نقل ہے کہ قضاء کو قبول نہ کرنے پر امام صاحب پر مظالم ہوئے تو ابن ابی لیلیٰ نے شماتت کا اظہار کیا، ابن شبرمہ کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی اور فرمایا کہ معلوم نہیں یہ شخص ایسی بات کیوں کہتا ہے، ہم تو دنیا کے طلب کرنے میں ہیں اور ان کے (امام صاحب) کے سر پر کوڑے لگتے ہیں کہ کسی طرح دنیا کو قبول کرلیں تب بھی قبول نہیں کرتے۔ (جواہر ص ۵۰۵ ج ۲)

۶۶-حافظ حدیث، حجۃ، امام ہشام بن عروۃ بن الزبیر بن العوام الاسدی المدنی (۱۴۶ھ عمر ۸۰ سال)

مشہور محدث وفقیہ، راوی صحاح ستہ علماء نے ثقہ، ثبت، کثیر الحدیث، حجت، امام حدیث لکھا، امام صاحب نے مسانید میں آپ سے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور متقن، ورع، فاضل حافظ کہا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (امانی الاحبار)

۶۷-امام جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین (م ۱۴۸ھ)

کنیت ابوعبداللہ، لقب صادق تابعین وسادات اہل بیت نبوت سے، مشہور ومعروف، امام عالی مقام، حدیث اپنے والد ماجد وغیرہ سے سنی اور آپ سے بھی ائمہ اعلام نے سماع حدیث کی سعادت حاصل کی جیسے یحییٰ بن سعید، ابن جریج، شعبہ، امام مالک، ثوری، ابن عیینہ اور امام ابوحنیفہ نے۔ ولادت ۸۰ھ (اکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ)

ابتداء میں امام اعظم صاحب سے بدظن رہے پھر امام صاحب نے بالمشافہ تمام اعتراضات کے جوابات دیئے تو بہت مطمئن اور خوش ہوئے اور اٹھ کر امام صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس کے بعد ہمیشہ امام صاحب کے علم وفضل کی مدح فرماتے رہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ، امام بخاری نے وفات ۱۴۰ھ میں نقل کی، رجال مشکوٰۃ میں ہیں اور امام اعظم نے مسانید میں ان سے روایت حدیث کی، تمام اکابر سلف نے ان کو ثقہ لکھا ہے، بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ سے بخاری نے روایت نہیں کی تو امام صاحب کی اس سے کسر شان نہیں ہوسکتی، جس طرح بخاری نے امام جعفر سے روایت نہیں کی، حالانکہ ان کی جلالت قدر اور ثبت وثقہ ہونے سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ واللہ اعلم

۶۸-امام زکریا بن ابی زائدہ خالد بن میمون بن فیروز الہمدانی کوفیؒ (م ۱۴۹ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے محدث وفقیہ، ثقہ، صالح، کثیر الحدیث تھے، کوفہ کے قاضی رہے۔ امانی الاحبار) علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ باوجود شیوخ شیخین میں سے ہونے کے امام صاحب سے مسانید میں روایت کرتے ہیں۔

۶۹-عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکیؒ (م ۱۵۰ھ)

حدیث طاؤس، مجاہد وعطاء سے سنی اور آپ سے ثوری، قطان، یحییٰ بن سعید انصاری وغیرہ نے روایت کی، رواۃ صحاح ستہ میں ہیں، رومی الاصل تھے۔ (تاریخ بخاری)

علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ یہ امام ائمۃ الحدیث اور شیخ اکبر شیوخ بخاری ومسلم ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ سے مسانید امام میں روایات حدیث کی ہیں، امام شافعی کے بھی شیخ الشیوخ ہیں اور امام شافعی نے اپنی مسند میں بواسطہ مسلم بن عبدالحمید ان ہی ابن جریج سے مسح علی الخفین کی حدیث مغیرہ بن شعبہ روایت کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جامع المسانید ۵۱۱ ج ۲)

۷۰-(صاحب مغازی) محمد بن اسحٰق بن یسار ابوبکر المطلبیؒ (م ۱۵۱ھ)

سواء امام بخاری کے باقی اصحاب صحاح نے ان سے روایت کی ہے، البتہ بخاری نے رسالہ جزء القراءۃ میں روایت کی ہے، آپ نے حضرت انس بن مالک صحابی کو دیکھا ہے، صاحب مغازی مشہور ہوئے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ طبقہ خامسہ میں ذکر کیا ہے، لیکن حدیث میں غیر متقن کہا اور ان کی حدیث کو مرتبۂ صحت سے نازل قرار دیا، یحییٰ بن معین نے کہا کہ ثقہ ہیں مگر حجت نہیں، علی بن مدینی نے کہا کہ ان کی صحت میرے نزدیک صحیح ہے، نسائی نے ضعیف کہا، دارقطنی نے لایحتج بہ کہا، امام مالک ان سے ناخوش ہیں اس لئے **دجال من الدجاجلہ** کہا، علی بن مدینی سے کہا گیا کہ امام مالک ایسا کہتے ہیں تو کہا کہ امام مالک ان کے ساتھ نہیں بیٹھے اور ان کو نہیں پہچانتے، شعبہ، عجلی، ابوزرعہ اور ابن مبارک نے بھی توثیق کی، یہاں سے علی بن مدینی کا جواب مذکور یاد رکھنے کے قابل ہے کیونکہ امام اعظمؒ اور ان کے بہت سے اصحاب پر بھی ریمارک کرنے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے ان کے ساتھ مجالست نہیں کی اور نہ ان کو پہچانا، **والناس اعداء ماجھلوا**، محمد بن اسحٰق نے امام صاحب سے بھی حدیث سنی اور مسانید امام میں ان کی روایات موجود ہیں۔

۷۱-شیخ ابوالنصر سعید بن ابی عروبہؒ (م ۱۵۶ھ)

معانی الآثار اور صحاح ستہ کے رواۃ میں سے مشہور محدث ہیں، امام احمد نے فرمایا کہ سعید لکھتے نہیں تھے ان کا سارا علم سینہ میں محفوظ تھا، ابن معین، نسائی، ابوزرعہ نے ثقہ کہا، ابوعوانہ نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں ان سے زیادہ حافظ حدیث کوئی نہ تھا، ابن سعد نے ثقہ کثیر الحدیث کہا، آخر عمر میں اختلاط ہوگیا تھا، اس لئے بعد اختلاط کی روایات غیر معتمد قرار پائیں یہ بھی کہا گیا کہ قدری عقیدہ رکھتے تھے، واللہ اعلم، امام اعظم سے بھی مسانید میں روایت کرتے ہیں۔ (جامع المسانید وامانی الاحبار) ابن سیرین اور قتادہ سے بھی حدیث میں تلمذ ہے۔

۷۲-امام ابوعمرو عبدالرحمٰن بن عمرو بن محمد اوزاعی (ولادت ۸۸ھ م ۱۵۷ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے مشہور و معروف محدث وفقیہ شام تھے، بہت بڑے فصیح اللسان تھے، ابن مہدی کا قول ہے کہ شام میں ان سے بڑا عالم سنت کوئی نہ تھا، ابن عیینہ نے ان کو اعلم اہل زمانہ، ذہبی نے افضل اہل زمانہ، نسائی نے امام فقیہ اہل شام اور ابن عجلان نے افصح الامۃ کہا، فلاس، یعقوب، عجلی، ابن معین، ابن سعد وغیرہ نے ثقہ، ثبت، صدوق، فاضل، کثیر الحدیث، کثیر العلم والفقہ کہا (امانی الاحبار)

مجتہد تھے، جن کی تقلید ایک عرصہ تک شام اور اندلس میں رائج رہی ملک المحدثین امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ علماء چار ہیں، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام سفیان ثوری اور امام اوزاعی۔ (بدایہ نہایہ حافظ ابن کثیر ص ۱۱۶ ج ۱)

یہ امام اوزاعی شروع میں امام صاحب کے حالات سن کر بدظن تھے، ابن مبارک شام گئے اور صحیح حالات بتلائے پھر خود بھی امام اوزاعی امام صاحب سے مکہ معظمہ میں ملے، علمی مذاکرات ومباحثات کئے تو امام صاحب کے بیحد مداح ہوئے اور اپنی سابق بدظنی پر بہت نادم ومتاسف ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

۷۳-محدث کبیر محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی الذئب القرشی العامری (ولادت ۸۰ھ متوفی ۱۵۹ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے مشہور محدث تھے، امام احمد نے فرمایا کہ ابن ابی ذئب نے اپنا مثل نہ اپنے بلاد میں چھوڑا نہ دوسروں میں اور وہ صدوق تھے، امام مالک سے بھی افضل سمجھے جاتے تھے لیکن امام مالک تنقیح رجال میں ان سے زیادہ محتاط تھے کیونکہ ابن ابی ذئب اس بارے میں تعمق نہیں کرتے تھے کہ کس سے روایت کررہے ہیں، سب نے ثقہ، صدوق کہا، مگر بعض نے ان کی طرف قدری عقیدہ منسوب کیا ہے، یہ

بھی کہا گیا ہے کہ یہ صرف تہمت تھی درحقیقت وہ قدری نہ تھے۔ واللہ اعلم رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (امانی الاحبار)

۷۴- امیر المؤمنین فی الحدیث شعبۃ بن الحجاج (م ۱۶۰ھ عمر ۷۸ سال)

اصحاب ستہ کے رواۃ میں سے ہیں فن رجال اور حدیث کی بصیرت و مہارت میں بقول امام احمد فرد کامل تھے، حفظ حدیث، اصلاح و تثبت میں سفیان ثوری سے فائق تھے، حماد بن زید کا قول ہے کہ کسی حدیث کے بارے میں اگر شعبہ میرے ساتھ ہوں تو مجھے کسی کی مخالفت کی پروا نہیں البتہ وہ مخالف ہوں تو اس کو ترک کر دیتا ہوں۔

شیخ صالح جزرہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے رجال میں شعبہ نے کلام کیا پھر قطان نے پھر امام احمد اور یحییٰ بن معین نے، ابن سیرین، قتادہ ابو اسحٰق سبیعی، سلمہ بن کہیل اور ان کے طبقہ کے دوسرے اکابر سے حدیث سنی اور ان سے ایوب سختیانی، اعمش، محمد بن اسحٰق، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن مبارک یزید بن ہارون وغیرہ نے حدیث روایت کی، امام اعظم کے بڑے مداح تھے اور باوجود اس کے کہ وہ اکثر شیوخ بخاری و مسلم کے شیخ تھے امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں، امام صاحب سے خاص تعلق رکھتے اور غائبانہ تعریف کیا کرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا "جس طرح میں جانتا ہوں کہ آفتاب روشن ہے، اسی یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہ ہمنشین ہیں، امام صاحب کے بارے میں جب بھی کوئی آپ سے حالات دریافت کرتا تو امام صاحب کے مناقب کثرت سے بیان کرتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (موفق وغیرہ)

۷۵- محدث شہیر اسرائیل بن یونس بن ابی اسحٰق السبیعی کوفیؒ (م ۱۶۰ھ)

ابو اسحٰق عمرو بن عبداللہ السبیعی جو کبار تابعین سے اور امام اعظم کے شیوخ میں ہیں یہ اسرائیل ان کے پوتے ہیں، انہوں نے حدیث امام اعظم نیز اپنے دادا اور دوسرے اکابر سے سنی، اصحاب صحاح ستہ نے ان سے تخریج کی، حفظ حدیث میں مشہور تھے، خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنے دادا ابو اسحٰق کی حدیثیں اس طرح یاد ہیں جیسے قرآن مجید کی کوئی سورت یاد ہوتی ہے۔

سید الحفاظ ابن معین اور امام احمد نے ان کو شیخ وقت اور ثقہ کہا اور ان کے حفظ سے تعجب کیا کرتے تھے، یہ بھی کہا کہ اسرائیل تنہا بھی کسی حدیث کی روایت کریں تو وہ معتمد ہیں، ابو حاتم نے ثقہ صدوق کہا عجلی نے ثقہ کہا، ابن سعد نے کہا کہ ثقہ ہیں اور ان سے بہ کثرت لوگوں نے روایت حدیث کی ہے۔

امام اعظم کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ امام صاحب بڑی خوبیوں کے مالک تھے اور ان کی منقبت یہی کیا کم ہے کہ وہ اپنے استاد اور مسلم فقیہ زمان امام حماد سے بھی زیادہ فقیہ ہیں، یہ شہادت اسرائیل بن یونس کی ہے جو امام وکیع اور عبدالرحمٰن بن مہدی جیسے اکابر محدثین کے استاذ ہیں، جواہر وغیرہ) محدث خوارزمی نے فرمایا کہ باوجود اس جلالت قدر کہ اسرائیل اعلام ائمۃ الحدیث اور شیوخ مشائخ امام احمد و بخاری و مسلم میں سے ہیں امام اعظم سے ان مسانید میں روایت کرتے ہیں۔ (جامع المسانید ص ۳۸۹ ج ۲)

۷۶- شیخ ابراہیم بن ادہم بن منصور بلخی (م ۱۶۱ھ، ۱۶۲ھ)

ابو اسحٰق کنیت تھی، مشہور زاہد و عابد بزرگ تھے، کوفہ آ کر امام ابو حنیفہ سے فقہ کی تحصیل کی اور پھر شام جا کر سکونت اختیار کی، علامہ کردری نے لکھا کہ امام صاحب کی صحبت میں رہے اور ان سے روایت حدیث بھی کی امام صاحب نے ان کو نصیحت فرمائی تھی کہ تمہیں خدا نے عبادت کی تو بہت کچھ توفیق بخشی ہے اس لئے علم کا بھی اہتمام کرنا چاہئے، کیونکہ وہ عبادت کی اصل ہے اور اسی پر سارے کاموں کی درستی کا مدار ہے علامہ موفق نے لکھا کہ آپ نے امام ابو حنیفہ، اعمش، محمد بن زیاد اور ان کے اقران سے حدیث کا سماع کیا ہے اور آپ سے امام اوزاعی، ثوری،

شفیق بلخی وغیرہ نے روایت کی، آپ سے امام بخاری ومسلم نے غیر صحیح میں روایت کی ہے۔
امام ترمذی نے بھی کتاب الطہارۃ میں آپ سے ایک حدیث تعلیقاً نقل کی ہے، امام نسائی، دارقطنی، ابن معین وابن نمیر نے مامون و ثقہ کہا، یعقوب بن سفیان نے خیار افاضل سے اور امام نسائی نے احد الزہاد فرمایا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۷۷-امام سفیان بن سعید بن مسروق ثوریؒ (ولادت ۹۷ھ، م ۱۶۱ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے مشہور امام حدیث، عابد وزاہد اور مقتداء امام شعبہ، امام ابن عیینہ، ابو عاصم اور سید الحفاظ ابن معین وغیرہ اکابر علماء نے ان کو ''امیر المؤمنین فی الحدیث'' کے لقب سے یاد کیا، ابن مہدی نے کہا کہ وہب ان کو امام مالک پر بھی حفظ میں ترجیح دیتے تھے، یحییٰ القطان کا قول ہے کہ سفیان امام مالک سے ہر بات میں فائق ہیں، ابو حاتم، ابوزرعہ اور ابن معین نے شعبہ پر حفظ میں ترجیح دی، خطیب نے کہا کہ سفیان امام تھے ائمۃ المسلمین میں سے اور علم تھے، اعلام دین میں سے، جن کی امامت پر سب کا اتفاق واجماع ہے، امام نسائی نے فرمایا کہ ان کا مرتبہ اس سے بہت بلند ہے کہ ان کو ثقہ کہا جائے وہ تو ان ائمہ میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں مجھے امید ہے کہ خدا نے ان کو متقین کا امام بنایا ہے، بصرہ میں وفات پائی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (امانی الاحبار)

یہ سب کے ممدوح ومسلم امام ومقتدا بھی امام ابوحنیفہ سے شروع میں بدظن رہے اور کچھ کلمات بھی کہے ہوں گے مگر پھر امام صاحب کے بے حد مداح ہوگئے تھے اور اپنی بعض باتوں پر، بلکہ اس پر بھی نادم تھے اور استغفار کیا کرتے تھے کہ دوسرے بے انصاف معاندین امام صاحب کے مقابلہ میں امام صاحب کی جانب سے جس قدر مدافعت کا حق تھا وہ ادا نہ ہوسکا اور امام صاحب بھی ان کے فضل وکمال کا اعتراف برملا کیا کرتے تھے، یہ امور دونوں کی مقبولیت عنداللہ کی بڑی دلیل معلوم ہوتی ہیں، رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ امام صاحب سے روایت بھی کی ہے (تانیب ص ۱۶۰)

۷۸-امام ابراہیم بن طہمانؒ (متوفی ۱۶۳ھ)

تذکرۃ الحفاظ میں الامام الحافظ، عالم خراسان لکھا، صحیح الحدیث اور کثیر الروایت تھے اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے روایت کی ہمیشہ ائمہ فن ان سے روایت حدیث کی رغبت کرتے تھے امام یحییٰ بن اکثم ان کو اوثق واوسع فی العلم کہتے تھے، محدث ابوزرعہ نے نقل کیا کہ ایک دفعہ امام احمد تکیہ لگائے بیٹھے تھے کہ کسی نے ابراہیم بن طہمان کا ذکر کیا تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا ''مناسب نہیں کہ صالحین کا ذکر ہو اور ہم تکیہ لگائے بیٹھے رہیں'' تذکرہ تبییض میں ہے کہ ابراہیم موصوف امام اعظم کے شاگرد تھے، امام صاحب سے مسانید میں بہ کثرت روایات کی ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب ابراہیم کی اتنی عزت تھی تو ابراہیم جن کے سامنے مؤدب بیٹھ کر استفادہ کرچکے تھے ان کا ادب واحترام کتنا ہونا چاہئے مگر افسوس ہے کہ اس امام معظم کا کچھ لوگوں نے برائی سے ذکر کیا اور دوسروں کے لئے بری مثال قائم کی۔ اللھم وفقنا لما تحب وترضى، وارنا الحق حقا و الباطل باطلا، انک سمیع مجیب الدعوات۔

۷۹-امام حماد بن سلمہ (م ۱۶۷ھ)

کبار محدثین میں سے ہیں، جواہر مضیہ میں وفات کا ۱۶۷ھ اور امانی الاحبار میں ۱۶۶ھ میں نقل ہوا ہے، سواء امام بخاری کے باقی اصحاب صحاح ستہ نے ان سے تخریج کی ہے اور امام بخاری نے بھی تعلیقاً ان سے روایت لی ہے بصرہ میں ان کے اقران میں سے کوئی بھی علم و فضل، تمسک بالسنہ اور مخالفت اہل بدعت میں ان سے بڑھ کر نہ تھا، ابن مبارک نے فرمایا میں بصرہ گیا تو ان ہی کو سب سے زیادہ سلف کے طریقہ کا متبع پایا حنفی تھے۔ (جواہر ص ۲۲۵ ج ۱)

ابن حبان نے عباد، زہاد اور مستجاب الدعوات حضرات میں شمار کیا اور کہا کہ جس نے ان کی حدیث روایت نہیں کی اس نے انصاف نہیں کیا اگر اس لئے ان سے روایت نہیں لی گئی کہ کوئی کوئی خطا ان سے ہوئی ہے تو ان کے اقران میں ثوری وشعبہ وغیرہ سے بھی خطا ہوئی ہے اور اگر کہا جائے کہ ان سے خطا زیادہ ہوئی تو یہ بات ابوبکر بن عیاش میں بھی ہے ان سے کیوں روایات لی گئیں۔

ابن حبان نے امام بخاری پر بھی تعریض کی کہ جس نے حماد بن سلمہ کو چھوڑ کر فلیح اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار کی احادیث سے احتجاج کیا اس نے بھی انصاف نہیں کیا، ابن سعد نے ثقہ، کثیر الحدیث، عجلی نے ثقہ، رجل صالح، حسن الحدیث کہا، امام اوزاعی، امام لیث، امام ثوری، ابن ماجشون، معمر وہشام کے طبقہ میں تھے اور یہ سب اپنے دور کے ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو بات کسی کے بارے میں جرح وتعدیل کے طور پر کہہ دیں تو وہ بات مسلم ہوتی تھی، امام حماد اور ابن ابی عروبہ نے بصرہ میں تالیف وتدوین کا آغاز کیا تھا، رحمہ اللہ (امانی الاحبار)

۸۰-امام ابوالنضر جریر بن حازم الازدی البصریؒ (م ۱۷۰ھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ امام جریر نے حدیث ابورجا اور ابن سیرین سے حاصل کی اور آپ سے امام سفیان ثوری اور امام ابن مبارک نے حدیث روایت کی، علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ حدیث میں امام اعظم کے بھی شاگرد تھے اور امام صاحب سے مسانید میں احادیث کی روایت بھی کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جامع المسانید ص۴۲۰ ج۲)

۸۱-امام ابوالحارث لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن مصری حنفی (ولادت ۹۲ھ، ۹۴ھ، متوفی ۱۷۵ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے مشہور ومعروف محدث جلیل وفقیہ نبیل جن کو اکثر اہل علم نے حنفی لکھا ہے اور قاضی زکریا انصاری نے ''شرح بخاری'' میں اس پر جزم کیا ہے، حافظ ابن ابی العوام نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم کے تلمیذ ہیں، اکثر امام صاحب کی خبر سنتے کہ حج کے لئے آرہے ہیں تو یہ بھی حج کے لئے مکہ معظمہ پہنچتے اور امام صاحب سے مختلف ابواب کے مسائل دریافت کرتے تھے اور امام صاحب کی اصابۃ رائے اور سرعۃ جواب پر حیرت واستعجاب کیا کرتے تھے۔

امام لیث خود بھی ائمہ مجتہدین میں سے تھے، امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ لیث امام مالک سے زیادہ فقیہ تھے مگر ان کے تلامذہ نے ان کو ضائع کردیا، حافظ ابن حجر نے ''الرحمۃ الغیثیہ فی الترجمۃ اللیثیہ'' میں لکھا کہ ضائع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح امام مالک وغیرہ کی فقہ ان کے شاگردوں نے تدوین کی امام لیث کے تلامذہ نے نہیں کی، امام شافعی یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے کسی شخص کے متعلق ایسی حسرت نہیں ہے جیسی امام لیث کے متعلق ہے کہ میں نے ان کا زمانہ پایا اور پھر بھی ان کی زیارت نہ کرسکا (تقدمہ نصب الرایہ، مناقب، موفق)

امام لیث کا بیان ہے کہ میں نے امام مالک کے ستر مسائل ایسے شمار کئے جو سنت کے خلاف تھے چنانچہ میں نے اس بارے میں ان کو لکھ کر بھیج دیا ہے۔ (جامع بیان العلم ص۱۴۸ ج۲)

علماء فن رجال نے آپ کو ثقات وسادات اہل زمانہ میں سے اور فقیہ، متورع، علم وفضل اور سخاوت میں بے مثل لکھا ہے حافظ ذہبی نے لکھا کہ آپ کی سالانہ اسی ہزار دینار کی آمدنی تھی مگر زکوٰۃ واجب نہ ہوتی تھی، روزانہ کا معمول تھا کہ جب تک ۳۶۰ مساکین کو کھانا کھلا دیتے خود نہیں کھاتے تھے، امام مالک نے ایک سینی میں کھجوریں آپ کے لئے بھیجیں تو آپ نے اس کو اشرفیوں سے بھر کر واپس کیا، منصور بن عمار نے کہا کہ میں لیث سے ملنے گیا تو مجھے ایک ہزار اشرفی ہدیہ کیں، امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث بھی کی ہے۔ (جواہر مضیۂ و حدائق الحنفیہ وجامع المسانید)

۸۲-امام حماد بن زیدؒ م ۱۷۹ھ عمر ۸۱ سال

امام کبیر، محدث شہیر تلمیذ امام اعظم رضی اللہ عنہما احد الاعلام جن سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے ابن مہدی کا قول ہے کہ بصرہ میں ان سے زیادہ کوئی فقیہ نہ تھا اور نہ ان سے بڑا کوئی عالم سنت میں نے دیکھا۔ (جواہر ص ۳۱ ج ا و ۲۲۵ ج ا)

تابعین اور مابعد تابعین سے روایت کی اور آپ سے ابن مبارک، ابن مہدی، ابن وہب، قطان، ابن عیینہ وغیرہ نے روایت کی، ابن مہدی کا قول ہے کہ ائمۃ الناس اپنے زمانہ میں چار تھے، سفیان ثوری کوفہ میں، امام مالک حجاز میں، اوزاعی شام میں اور حماد بن زید بصرہ میں، امام احمد نے فرمایا کہ حماد بن زید آئمۃ المسلمین میں سے تھے، خالد بن خداش کا قول ہے کہ حماد عقلاء اور ذوی الالباب سے تھے، یزید بن زریع نے موت پر کہا کہ سید المسلمین کی موت ہوئی، خلیلی نے کہا کہ متفق علیہ ثقہ تھے۔ (تہذیب ص ۹ ج ۳)

۸۳-شیخ جریر بن عبدالحمید الرازیؒ (ولادت ۱۱۰ھ م ۱۸۱ھ)

مشہور محدث وفقیہ، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں الحافظ الحجہ، محدث الری لکھا، حدیث میں امام صاحب، یحییٰ بن سعید انصاری، امام مالک، ثوری اور اعمش کے شاگرد ہیں اور آپ سے ابن مبارک، اسحٰق بن راہویہ، ابن معین، قتیبہ، ابوبکر بن ابی شیبہ، امام احمد اور ابن مدینی نے حدیث روایت کی۔

محدثین نے ان کی ثقاہت، حفظ اور وسعت علم کی شہادت دی، ہبۃ اللہ طبری نے ان کی ثقاہت پر اتفاق نقل کیا، اصفہان کے ایک گاؤں آبہ میں پیدا ہوئے، کوفہ میں نشو ونما ہوا، بعد کو "رے" میں سکونت اختیار کی، تمام ارباب صحاح ستہ نے آپ کی احادیث سے احتجاج کیا، اس جلالت قدر کے ساتھ امام صاحبؒ سے مسانید میں روایت کرتے ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر و جامع المسانید)

۸۴-امام ہشیم بن بشیر ابو معاویہ السلمی الواسطیؒ (ولادت ۱۰۴ھ م ۱۸۳ھ)

ارباب صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں، امام حماد بن زید نے فرمایا کہ میں نے محدثین میں ان سے زیادہ بلند مرتبہ نہیں دیکھا، اسحٰق زیادی نے بیان کیا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا، فرمایا کہ "ہشیم سے حدیث سنو وہ اچھے آدمی ہیں" عبدالرحمٰن بن مہدی نے فرمایا کہ ہشیم، سفیان ثوری سے بھی زیادہ حافظ حدیث تھے۔

امام احمد نے فرمایا کہ ہشیم کثیر التسبیح تھے، میں ان کی خدمت میں ۴-۵ سال رہا ان کی ہیبت ورعب کی وجہ سے اتنی مدت میں صرف ۲ بار سوال کر سکا۔ (امانی الاحبار)، محدث خوارزمی نے فرمایا کہ امام اعظم کے تلامذۂ حدیث میں ہیں اور مسانید میں آپ سے روایت کرتے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تاریخ کبیر بخاری ضمن تذکرہ امام اعظمؒ و تذکرۃ الحفاظ)

۸۵-امام موسیٰ کاظم بن الامام جعفر صادق (م ۱۸۳ھ)

کنیت ابو ابراہیم، تبع تابعین میں جلیل القدر محدث وفقیہ ہوئے، آپ کے فتاویٰ مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں ہیں ایک مسند بھی آپ پر کی ہے جس کو ابو نعیم اصفہانی نے روایت کیا، ولادت ۱۲۸ھ میں ہوئی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

۸۶-شیخ عباد بن العوامؒ (م ۱۸۵ھ)

حدیث امام اعظم، حمیدی اور ابن ابی عروبہ وغیرہ سے سنی اور امام صاحب سے مسانید میں روایات بھی کی ہیں، امام ابن المدینی اور امام

بخاری وغیرہ نے امام صاحب کے تلامذہ حدیث میں ان کا اسم گرامی نقل کیا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۸۷-امام مغیرۃ بن مقسم الضبی ابوہاشم الکوفیؒ (م ۱۳۶ھ جامع المسانید، ۱۸۶ھ جواہر مضیۂ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے مشہور امام حدیث وفقہ ہیں، ابوبکر بن عیاش کا بیان ہے کہ میں نے سے زیادہ افقہ کسی کو نہیں پایا اس لئے ان ہی کی خدمت میں رہ پڑا، خود فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز میرے کان نے سنی اس کو کبھی نہیں بھولا، ثقہ، کثیرالحدیث تھے امام صاحب کے حدیث و فقہ میں شاگرد تھے اور مسانید میں روایت بھی کی ہے، جریر بن عبدالحمید کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا مغیرہ مسائل میں بحث کرتے تھے اور جب کبھی کسی مسئلہ میں دوسرے محدثین ان سے خلاف کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے "میں کیا کروں (یعنی کس طرح اس قول کو رد کردوں) جب کہ یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہے"۔ (امانی الاحبار و جواہر مضیۂ ۱۷۸ ج ۲)

معلوم ہوا کہ اس زمانہ کے اکابر محدثین اس امر کو بہت مستبعد سمجھا کرتے تھے کہ امام صاحب کا قول حدیث صحیح کے خلاف ہوسکتا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۸۸-امام ابراہیم بن محمد ابواسحٰق الفزاری الشامیؒ (م ۱۸۶ھ)

محدث شہیر، امام اوزاعی و ثوری سے حدیث سنی، امام صاحب سے بھی حدیث میں تلمذ کیا اور مسانید امام میں ان سے روایت کی حالانکہ خود امام شافعی کے شیوخ میں ہیں، امام شافعی نے اپنی مسند میں ان سے بہت سی روایات لی ہیں، نام سے ذکر کیا ہے، کنیت سے نہیں، امام بخاری و مسلم کے بھی شیخ الشیوخ ہیں۔ (جامع المسانید و تاریخ بخاری)

۸۹-حافظ ابوبکر عبدالسلام بن حرب بن سلم نہدی کوفیؒ (متوفی ۱۸۷ھ)

حافظ حدیث، ثقہ، ثبت، حجہ، صدوق اور صحاح ستہ کے رواۃ میں ہیں، اصل سکونت بصرہ کی تھی، عجلی نے کہا کہ جس دن ابواسحٰق سبیعی کی وفات ہوئی اسی دن کوفہ پہنچے، بعض بغدادیوں نے آپ کی بعض احادیث میں کلام کیا مگر کوفیوں نے جو آپ کے احوال سے زیادہ باخبر تھے آپ کی توثیق پر اتفاق کیا ہے۔ (امانی الاحبار)

معلوم ہوا کہ اپنے اہل شہر کی توثیق دوسروں کی جرح پر مقدم ہے۔

۹۰-شیخ عیسیٰ بن یونس سبیعیؒ کوفی (اخو اسرائیل) (متوفی ۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۱ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے مشہور محدث، فقیہ، ثقہ، ثبت تھے، امام علی بن المدینی کا قول ہے کہ ایک بڑی تعداد ابناء کی ایسی ہے جو ان کے اباء سے زیادہ ہمارے نزدیک ثقہ ہیں اور ان ہی میں سے عیسیٰ بن یونس ہیں، خلیفہ امین و مامون نے ان سے حدیث پڑھی، مامون نے دس ہزار روپے بھیجے آپ نے واپس کردیئے وہ سمجھا کہ کم سمجھ کر واپس کئے تو دس ہزار اور بھیجے آپ نے فرمایا کہ حدیث رسول اکرم ﷺ پڑھا کر تو میں ایک چھدام یا ایک گھونٹ پانی کا بھی قبول نہیں کرسکتا، آپ نے ۴۵ حج کئے اور ۴۵ بار جہاد میں شرکت کی۔ (جواہر) علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ محدثین کے یہاں بڑے جلیل القدر تھے اور امام صاحب سے ان مسانید میں روایت حدیث بھی کی ہے۔

۹۱-امام یوسف بن الامام ابی یوسفؒ (م ۱۹۲ھ)

بڑے محدث و فقیہ تھے، فقہ و حدیث میں اپنے والد ماجد امام ابی یوسف اور یونس بن ابی اسحٰق سبیعی وغیرہ کے شاگرد ہیں، ہارون رشید نے امام ابو یوسف کی وفات کے بعد آپ کو قضا سپرد کی اور مدینہ طیبہ میں جمعہ کی امامت آپ سے کرائی، تا وفات قاضی رہے، امام اعظم کی

کتاب الآثار کو اپنے والد ماجد کے واسطہ سے آپ نے روایت وجمع کیا ہے۔

یہ کتاب بہترین کاغذ وطباعت سے مولانا ابوالوفاء صاحب نعمانی (دام فیضہم کی تعلیقات کے ساتھ ادارۂ احیاء المعارف العمانیہ حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکی ہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۹۲- شیخ ابوعلی شقیق بن ابراہیم بلخی (م ۱۹۴ھ)

امام ابو یوسف کے اصحاب وتلامذہ میں ہیں، آپ سے کتاب الصلوۃ پڑھی، عالم، زاہد، عارف ومتوکل تھے، امام اعظم سے بھی روایت حدیث کی ہے مدت تک ابراہیم بن ادہم کی خدمت میں رہ کر طریقت کا علم حاصل کیا، آپ کے تین سو گاؤں تھے سب کو فقراء پر تقسیم کر دیا، آپ نے فرمایا کہ میں نے سترہ سو اساتذہ سے علم حاصل کیا اور چند اونٹ کتابوں کے لکھے مگر خدا کی رضا مذکورہ چار چیزوں میں پائی حلال روزی، اخلاص فی العمل، شیطان سے عداوت، موت سے موافقت۔ (حدائق الحنفیہ)

۹۳- شیخ ولید بن مسلم دمشقیؒ (ولادت ۱۱۹ھ ۱۹۵ھ)

امام اعظم، امام اوزاعی اور ابن جریج وغیرہ سے حدیث سنی، اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے روایت کی ہے، شام کے مشہور عالم تھے، عجلی، یعقوب بن شیبہ اور ابن سعد نے ثقہ، کثیر الحدیث کہا ان کے شاگرد امام احمد نے فرمایا کہ شامیوں سے روایت کرنے والے کوئی محدث اسماعیل بن عیاش اور ولید سے بڑھ کر نہیں ہے اور ان سے زیادہ عقل والا میں نے نہیں دیکھا علی بن مدینی نے فرمایا کہ شامیوں میں ان جیسا نہیں ہے محدث ابو مسہر نے کہا کہ وہ ہمارے اصحاب ثقات میں سے تھے اور ایک دفعہ فرمایا کہ حفاظ اصحاب میں سے تھے، محدث ابوزرعہ نے کہا کہ ولید وکیع سے زیادہ مغازی کے عالم تھے۔ (امانی الاحبار) محدث خوارزمی نے فرمایا کہ ولید نے امام اعظم سے مسانید میں روایت کی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۹۴- امام وحافظ حدیث اسحٰق بن یوسف الازرق التنوخی الواسطی (تلمیذ امام اعظم (۱۹۵ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے، علم وحدیث کے مشہور گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، محدث وفقیہ کامل تھے، حدیث اعمش، زکریا بن ابی زائدہ، سفیان ثوری اور شریک سے حاصل کی اور آپ سے امام احمد، ابن معین، عمرو الناقد اور ایک جماعت محدثین نے روایت کی۔ (تاریخ خطیب)

علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ باوجود اس جلالت قدر کے کہ ان کے بڑوں کے شیوخ میں ہیں اپنے شیخ واستاذ امام ابوحنیفہ سے احادیث کثیرہ مسانید امام میں روایت کی ہیں اور امام احمد نے بھی ان کے واسطہ سے امام ابوحنیفہ سے احادیث روایت کی ہیں اور امام احمد ان کو قسم کھا کر ثقہ کہا کرتے تھے، تہذیب الکمال اور تبییض الصحیفہ میں بھی امام صاحب سے تلمذ کی تصریح ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۹۵- امام ابو محمد سفیان بن عیینہ کوفی (متوفی ۱۹۸ھ)

مشہور محدث، ثقہ، حافظ، فقیہ، امام، حجت، آٹھویں طبقہ کے کبار واعیان میں سے تھے، ولادت کوفہ مورخہ ۱۵ شعبان ۱۰۷ھ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ مکہ معظمہ تشریف لے گئے، ۲۰ سال کی عمر میں کوفہ آئے اور امام اعظم سے تحصیل علم وحدیث فقہ کی اور آپ سے مسانید وغیرہ میں روایات بھی کیں، فرمایا کرتے تھے کہ امام صاحب ہی نے پہلے مجھے محدث بنایا، آپ عمرو بن دینار اور حمزہ بن سعید سے حدیث حاصل کی اور امام جعفر صادق، زکریا بن ابی زائدہ، زہری، ابواسحٰق سبیعی، اعمش وغیرہ سے بھی۔

حافظ نے ۶۰ سے اوپر اکابر کے نام لکھ کر "وخلق لا یحصون" کا جملہ لکھا مگر امام صاحب کا ذکر نہیں کیا، آپ کے تلامذہ میں ابن مبارک، وکیع، قطان، عبدالرزاق، امام احمد، ابن معین، اسحٰق بن راہویہ، ابوبکر وعثمان، ابن ابی شیبہ، احمد بن منیع وغیرہ کا ذکر کیا لیکن امام محمد وامام شافعی کا ذکر نہیں کیا۔

آپ سے اصحاب ستہ نے بھی بہ کثرت تخریج کی، امام شافعی کا قول ہے کہ اگر آپ اور امام مالک نہ ہوتے تو حجاز سے علم چلا جاتا یہ بھی فرمایا کہ امام مالک وسفیان برابر درجہ کے ہیں، عجلی نے کہا کہ آپ حسن الحدیث تھے اور حکماء اصحاب حدیث میں سے تھے، عبدالرحمن ابن مہدی کا قول ہے کہ میں حضرت سفیان بن عیینہ سے حدیث سنتا تھا پھر شعبہ کے پاس جاتا اور وہی احادیث سنتا تو ان کے لکھنے کی ضرورت نہ سمجھتا تھا۔ آپ نے ستر حج کئے، نسوی کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت سفیان کی خدمت میں حاضر ہوا ان کے سامنے جو کی روٹی تھیں، فرمایا! ابو موسیٰ! چالیس سال سے یہی میرا کھانا ہے، بطور تواضع اکثر عربی کا ایک شعر پڑھا کرتے جس کا مطلب یہ ہے کہ ساری بستیاں بڑوں سے خالی ہوگئیں اس لئے میں بغیر سردار بنائے سردار بن گیا اور یہ بھی کیا کم نصیبی ہے کہ میں اکیلا سردار ہوں، آخری حج کے موقعہ پر فرمایا کہ اس مقام کا شرف ستر بار حاصل ہوا اور ہر مرتبہ دعا کرتا رہا کہ بار الٰہا! یہ حاضری آخری حاضری نہ ہو جائے لیکن اب اتنی دفعہ سوال کرنے کے بعد شرم آرہی ہے اور اسی سال وفات ہوگئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تہذیب، جواہر مضیۂ، حدائق)

۹۶- شیخ یونس بن بکیر ابوبکر الشیبانی الکوفیؒ (م ۱۹۹ھ)

مشہور محدث تھے، امام اعظمؒ، محمد بن اسحاق، ہشام بن عروہ اور شعبہ وغیرہ سے حدیث سنی اور آپ سے علی بن عبد اور عبید بن یعیش نے روایت کی، امام صاحب سے مسانید میں بکثرت روایت کی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۹۷- امام عبداللہ بن عمر العمریؒ (م ــــھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب قرشی عدوی نے قاسم ونافع وسالم سے حدیث سنی اور آپ سے امام ثوری، شعبہ، ابن نمیر اور یحییٰ القطان نے حدیث روایت کی، محدث خوارزمی نے فرمایا کہ اس جلالت قدر کے ساتھ امام ابو حنیفہ سے ان کی مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۹۸- حافظ عبداللہ بن نمیر (م ۱۹۹ھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ حدیث عبداللہ العمری اور ہشام بن عروہ (ایسے کبار محدثین) سے حاصل کی، محدث خوارزمی نے فرمایا کہ علم حدیث میں اس مرتبہ جلیل پر تھے اور امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث کی ہے۔ تغمدہ اللہ بغفرانہ۔

۹۹- شیخ عمرو بن محمد العنقزی قرشی (م ۱۹۹ھ)

امام ابوحنیفہ، یونس بن ابی اسحٰق، حنظلۃ بن ابی سفیان، عیسیٰ بن طہمان، عبدالعزیز بن ابی رواد، ابن جریج، ثوری وغیرہ سے روایت کی، آپ سے اسحٰق بن راہویہ، علی بن المدینی نے روایت کی، مسلم، سنن اربعہ اور بخاری میں تعلیقاً روایت ہے۔ (تہذیب ص ۹۸ ج ۸)

۱۰۰- امام عمرو بن ہیثم بن قطنؒ (م ۲۰۰ھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ عمرو بن الہیثم ابو قطن الزبیدی نے شعبہ سے حدیث سنی، امام شافعی وامام احمد کے شیوخ میں ہیں امام شافعی نے اپنی مسند میں آپ سے روایت کی ہے، باوجود اس جلالت قدر کے امام اعظم کے تلمیذ حدیث ہیں اور مسانید میں آپ سے روایات موجود ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (جامع المسانید)

۱۰۱- شیخ معروف کرخیؒ (تلمیذ داؤد طائی تلمیذ الامام) (م ۲۰۰ھ)

مشہور مقتدائے طریقت، عارف اسرار وحقائق، قطب وقت اور مستجاب الدعوات تھے، امام داؤد طائی سے ظاہری وباطنی علوم حاصل

کئے شامی میں ہے کہ آپ سے ہی سری سقطی وغیرہ کبار مشائخ نے علوم ظاہر و باطن حاصل کئے، ایک واسطہ سے امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین وجعلنا معہم۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۰۲- حافظ ابوسلیمان موسیٰ بن سلیمان جوز جانی (م ۲۰۰ھ عمر ۸۰ سال)

فقہ وحدیث کے جامع امام، حافظ معلی کے رفیق علم، عمر میں ان سے بڑے تھے اور شہرت بھی ان سے زیادہ پائی، ماموں نے قضا کے لئے کہا تو فرمایا کہ "امیر المومنین! قضا کے بارے میں حق تعالیٰ کے حقوق وفرائض کی پوری ذمہ داری سے حفاظت کیجئے اور ایسی عظیم امانت میرے جیسے کمزور کو نہ سونپئے جس کو اپنے نفس پر اعتماد نہیں" ماموں نے کہا آپ سچ کہتے ہیں اور مجبور نہیں کیا، حدیث میں صاحبین کے علاوہ امیر المومنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک کے بھی شاگرد ہیں، سیر صغیر، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الرہن اور نوادر آپ کی تصنیفی یادگار ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر ص ۱۸۶ ج ۲)

۱۰۳- محدث عباد بن صہیب بصری (م ۲۰۲ھ)

مشہور محدث وفقیہ، امام اعظم کے تلامذہ میں سے ہیں، امام محمد بن شجاع کا بیان ہے کہ میں نے ان سے کہا کہ آپ کے پاس امام صاحب کا جو کچھ علمی سرمایا ہے بیان کیجئے! کہا میرے پاس ایک الماری بھری ہوئی ہے امام صاحب کے علوم کی ہے لیکن میں آپ سے ان کے فقہی مسائل بیان نہیں کروں گا بلکہ حدیثی سلسلہ کی جتنی چیزیں چاہیں بیان کروں گا، میں نے کہا ایسا کیوں؟ کہا کہ میں کوفہ آیا تو میں نے امام صاحب سے بہت سے مسائل سنے اور لکھے اور پھر میں کوفہ سے دس سال تک جدا رہا، پھر جب گیا تو امام صاحب سے ان ہی سابقہ مسائل کے جوابات دوسرے سنے، محمد بن شجاع فرماتے ہیں کہ اس بات سے میرے دل میں بھی وہی بات آئی جو عباد کے دل میں آئی تھی اور اس خلش کو دور کرنے کے لئے امام عبداللہ بن داؤد کے پاس پہنچا اور ساری بات سنائی انہوں نے فرمایا کہ اس سے تو امام صاحب کی وسعت علمی ثابت ہوتی ہے اگر ان کے علم کا دائرہ تنگ ہوتا تو ان کا جواب ایک ہی رہتا، چونکہ ان کے علوم کی وسعت بہت تھی اس لئے علمی موشگافیاں بھی ان کے لئے بہت سہل ہوگئی تھیں، اور ان کے مطابق وہ اپنے فیصلے بدل سکتے تھے۔ (الجواہر المضیئہ ص ۲۶۷ ج ۱) امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث بھی کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۰۴- امام زید بن حباب عکلی کوفیؒ (م ۲۰۳ھ)

کبار محدثین سے روایت حدیث کی، امام احمد، ابوبکر بن ابی شیبہ، علی بن المدینی وغیرہ کے استاد ہیں، بہت ذکی حافظ حدیث وعالم تھے، تحصیل حدیث کے لئے خرسان، مصر واندلس وغیرہ گئے، مسلم، ترمذی اور سنن اربعہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال اور تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، علی بن المدینی، عجلی ابن معین وغیرہ نے ثقہ کہا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۰۵- محدث مصعب بن مقدام الخثعمی کوفیؒ (م ۲۰۳ھ)

فطر بن خلیفہ، زائدہ، عکرمہ بن عمار، مبارک بن فضالہ، مسعر، امام ابوحنیفہ، ثوری وغیرہم سے روایت کی اور آپ سے اسحٰق بن راہویہ، ابوبکر ابن ابی شیبہ، عبدالرحمٰن بن دینار وغیرہم نے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے، امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں ان کی روایات ہیں (تہذیب ص ۱۶۵ ج ۱۰)، امام احمد، عجلی، ابن شاہین، سید الحفاظ یحییٰ بن معین اور ابن قانع نے ثقہ، صالح کہا۔

۱۰۶- امام ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسیؒ (م ۲۰۴ھ عمر ۸۰ سال)

شہر فارس کے رہنے والے تھے، پھر بصرہ میں سکونت کی اور وہاں کے کبار محدثین شعبہ وہشام دستوائی وغیرہ سے بہ کثرت روایت کی

ہے، احادیث طویلہ کو خوب یاد رکھتے تھے، ایک ہزار شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا، ان سے روایت کرنے والوں نے تقریباً چالیس ہزار احادیث روایت کی ہیں، سید الحفاظ یحییٰ بن معین، ابن المدینی، وکیع وغیرہ نے آپ کی توثیق کی۔ (بستان المحدثین)

ان کی مسند مشہور ہے جو دائرۃ المعارف حیدر آباد سے شائع ہو چکی ہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ آپ نے امام اعظمؒ سے بھی روایت کی ہے جو وحدانیات سے ہے (جامع المسانید ص ۸۷ ج ۱)

۱۰۷- محدث کبیر خلف بن ایوب (م ۲۰۵ھ)

اہل بلخ کے امام، بڑے محدث وفقیہ مشہور ہیں اولیاء کبار میں آپ کا شمار ہے حافظ خلیلی نے لکھا کہ "حدیث میں صدوق مشہور ہیں بڑے صالح، زاہد و عابد تھے، کوفیوں (احناف) کے مذہب پر فقیہ تھے، فقہ کی تعلیم امام ابو یوسف اور ابن ابی لیلیٰ سے پائی جواہر مضیۂ میں یہ بھی لکھا کہ امام محمد زفر سے بھی تلمذ کیا، امام ذہبی نے لکھا کہ صاحب علم وعمل اور خدا رسیدہ بزرگ تھے، سلطان بلخی آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے منہ پھیر لیا، کسی نے کہا کہ حسن بن زیادہ کے ساتھ آپ کو بڑی شیفتگی ہے حالانکہ وہ نماز میں تخفیف کرتے ہیں، فرمایا تخفیف نہیں بلکہ انہوں نے نماز کو سبک کر دیا یعنی رکوع وسجود پوری طرح ادا کرتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ بھی ارکان کی پوری ادائیگی کے باوجود سب سے زیادہ سبک تو نماز ادا فرماتے تھے آپ کے تلامذہ میں امام احمد، یحییٰ بن معین اور مشہور فقیہ وزاہد حضرت ایوب بن حسن حنفی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، امام ترمذی نے باب فضل الفقہ علی العبادہ میں بواسطہ ابو کریب محمد بن العلاء آپ سے حدیث روایت کی ہے مگر آپ کے حالات سے واقف نہ تھے جس پر حافظ ذہبی نے لکھا کہ ان سے تو ایک جماعت محدثین نے احادیث روایت کی ہے۔

ایک دفعہ کسی نے آپ سے مسئلہ پوچھا، فرمایا مجھے معلوم نہیں، سائل نے کہا پھر کس سے معلوم کروں؟ فرمایا حسن بن زیاد سے معلوم کر لینا جو کوفہ میں ہیں اس نے کہا کہ کوفہ تو بہت دور ہے، آپ نے فرمایا جسے واقعی دین کی فکر ہو اس کے لئے کوفہ بہت قریب ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۰۸- امام جعفر بن عون بن جعفر بن عمرو بن حریث ابو عون مخزومی کوفی (م ۲۰۷ھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ آپ نے حدیث ابو عمیس، یحییٰ بن سعید اور ہشام بن عروہ وغیرہ سے حاصل کی، حدیث میں امام اعظم ابو حنیفہ کے بھی شاگرد ہیں اور مسانید امام میں ان سے روایت حدیث کی ہے، امام علی بن المدینی نے بھی ان کے تلمذ امام کی تصریح کی ہے، صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض الصحیفہ اور خیرات حسان میں بھی تصریح ہے کہ امام صاحب کے حدیث میں شاگرد تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۰۹- شیخ قاسم بن الحکم بن کثیر العرنی کوفی قاضی ہمدان م ۲۰۸ھ)

سعید بن عبید الطائی، غالب بن عبید اللہ الجزری اور امام ابو حنیفہ وغیرہ سے روایت حدیث کی، نسائی ابو زرعہ وغیرہ نے ثقہ، صدوق کہا، آپ سے امام بخاری نے ادب المفرد میں اور امام ترمذی نے جامع میں روایت کی۔ (تہذیب ۳۱۱ ج ۸)

۱۱۰- امام ابو محمد حسین بن حفص اصفہانی (تلمیذ امام ابو یوسفؒ (م ۲۱۰ھ)

کبار محدثین کے طبقہ عاشرہ میں اور فقیہ جید تھے، مسلم وابن ماجہ نے آپ سے روایت کی، حدیث وفقہ امام ابو یوسف سے حاصل کی، امام ابو حنیفہ کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے، مدت تک اصفہان کے قاضی بھی رہے۔ سالانہ آمدنی ایک لاکھ درہم تھی مگر زکوٰۃ فرض نہ ہوتی تھی کیونکہ آپ کل آمدنی فقہاء اور محدثین پر صرف کر دیتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۱۱- امام ابراہیم بن رستم مروزی (تلمیذ امام محمد) (م ۲۱۱ھ)

اکابر واعلام میں سے ہیں، امام محمد سے فقہ حاصل کی، نوح بن ابی مریم اور اسد بن عمرو سے حدیث سنی جو دونوں امام اعظم کے تلامیذ خاص تھے، امام مالک، ثوری، شعبہ وغیرہ سے بھی حدیث سنی ہے، بہت مرتبہ بغداد آئے اور وہاں درس حدیث دیا، امام احمد، ابوخیثمہ وغیرہ نے ان سے حدیث روایت کی، دارمی نے ابن معین سے ثقہ ہونا نقل کیا اور ابن حبان نے بھی ان کو ثقہ کہا میزان اور لسان میں مفصل تذکرہ ہے، خلیفہ مامون رشید نے ان کو قضا کا عہدہ پیش کیا تو قبول نہ کیا اور گھر لوٹ گئے اس کے شکریہ میں دس ہزار روپے خیرات کئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر ص ۳۷ ج ۱)

۱۱۲- حافظ معلّٰی بن منصور تلمیذ امام ابو یوسف و امام محمد (م ۲۱۱ھ)

امام ابو یوسف و امام محمد کے حدیث وفقہ میں مشہور شاگرد ہیں اور ان کی کتب امالی ونوادر کے راوی بھی ہیں، ابو سلیمان جوزجانی بھی ان کے رفیق درس تھے اور دونوں کا مرتبہ ورع، تدوین اور حفظ وحدیث میں بہت ممتاز ہے، حافظ معلّٰی کو مامون نے کئی بار قضاء کا عہدہ دینا چاہا مگر انکار کیا، امام مالک، لیث بن سعد حنفی، حماد اور ابن عیینہ سے بھی حدیث سنی اور آپ سے ابن مدینی، ابو بکر بن شیبہ اور بخاری نے غیر جامع میں روایت کی ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بھی آپ سے روایت کی گئی، ابن معین، ابن سعد، ابن عدی وغیرہ نے توثیق کی ہے، فقہ وحدیث کے جامع امام تھے (جواہر و تقدمہ نصب الرایہ، امام احمد نے فرمایا کہ حافظ معلّٰی کبار اصحاب ابی یوسف ومحمد سے تھے اور نقل وروایت میں ثقہ تھے (تہذیب الکمال مزی) حافظ ذہبی نے حافظ حدیث، فقیہ، احد الاعلام اور علم کے خزانوں میں سے قرار دیا، ابن عدی نے فرمایا کہ میں نے ان کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی، حافظ ذہبی نے لکھا کہ امام بخاری نے بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے کچھ احادیث سنیں، نماز میں خشوع وخضوع کے حیرت زا واقعات نقل ہوئے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تذکرۃ الحفاظ، میزان، تہذیب)

۱۱۳- حافظ عبد الرزاق بن ہمام (تلمیذ الامام الاعظم (م ۲۱۱ھ، ولادت ۱۲۶ھ)

صاحب مصنف مشہور، ارباب صحاح ستہ کے شیوخ ورواۃ میں ہیں، علامہ ذہبی نے "احد الاعلام الثقات" لکھا، بخاری وغیرہ میں بہ کثرت احادیث آپ سے مروی ہیں، امام احمد نے فرمایا کہ ان سے بڑھ کر روایت حدیث میں کسی کو نہیں دیکھا، محدثین کبار مثل امام سفیان بن عیینہ، سید الحفاظ یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، امام احمد وغیرہ ان کے شاگرد ہیں، امام بخاری نے مصنف عبد الرزاق سے استفادہ کیا جس کو امام ذہبی نے علم کا خزانہ لکھا ہے، عقود الجمان میں ہے کہ امام اعظم کی خدمت میں زیادہ رہے، تہذیب الکمال اور تبییض میں بھی لکھا کہ امام صاحب کے حدیث میں شاگرد ہیں، امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ معمر، ثوری، اور ابن جریج سے روایت حدیث کی اور لکھا کہ جو کچھ میں ان کی کتاب سے روایت کروں وہ سب سے زیادہ صحیح ہے، مگر امام صاحب سے تلمذ روایت حدیث کا ذکر نہیں کیا حالانکہ مسانید امام میں روایات موجود ہیں، واللہ المستعان۔

۱۱۴- امام اسماعیل بن حماد بن الامام الاعظم (تلمیذ الامام) متوفی ۲۱۲ھ)

فاضل، اجل، عابد، زاہد، صالح ومتدین اور اپنے وقت کے امام بلامدافعہ تھے، فقہ اپنے والد بزرگوار، امام حماد اور حسن بن زیاد سے حاصل کیا اور علم حدیث اپنے والد اور قاسم بن معن وغیرہ سے پہلے بغداد، پھر بصرہ، پھر رقہ کے قاضی مقرر ہوئے، آپ احکام قضاء، وقائع ونوازل کے بہت بڑے ماہر وبصیر تھے، محمد بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے اب تک کوئی قاضی آپ سے زیادہ علم وبصیرت والا نہیں ہوا، آپ نے ایک جامع کتاب فقہ میں اور ایک کتاب قدریہ کے رد میں اور ایک ارجاء کے رد میں تصنیف فرمائی۔

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ آپ کا ایک ہمسایہ خراس فرقۂ رافضیہ سے تھا جس نے فرط تعصب وجہالت سے اپنے دو خچروں کا نام ابو

بکر وعمر رکھا تھا، ایک رات کو ان میں سے ایک نے اس کو ایسی لات ماری کہ وہ مرگیا، آپ نے لوگوں سے کہا کہ ہمارے جد امجد امام اعظمؒ نے پیش گوئی کی تھی کہ اس کو عمر ہلاک کریگا، پس اب تم جا کر دریافت کرلو کہ کس خچر نے اس کو ہلاک کیا ہے؟ جب لوگوں نے دریافت کیا تو اس کا قاتل عمر ہی نکلا (حدائق ص ۱۴۱)

۱۱۵- امام بشر بن ابی الازہر (تلمیذ امام ابو یوسف (م ۲۱۳ھ)

کوفہ کے مشہور محدثین وفقہاء سے تھے، فقہ امام ابو یوسف سے اور حدیث ان سے نیز ابن مبارک وابن عیینہ وغیرہ سے حاصل کی، آپ سے علی بن المدینی اور محمد بن یحیٰی ذہلی وغیرہ نے روایت کی، مدت تک نیشاپور کے قاضی بھی رہے۔ (حدائق)

۱۱۶- حافظ عبداللہ بن داؤد خریبی (متوفی ۲۱۳ھ)

حدیث وفقہ کے امام ومقتدا تھے، حافظ ذہبی نے آپ کا تذکرہ حفاظ حدیث میں کیا ہے، امام اعظم کے حدیث وفقہ میں شاگرد خاص تھے، مسانید امام میں امام صاحب سے ان کی روایات موجود ہیں، امام مسلم کے علاوہ امام بخاری وغیرہ تمام اصحاب صحاح ستہ نے ان سے تخریج کی ہے، ورع وتقویٰ میں بے مثال تھے، خود فرماتے تھے کہ سوا ایک مرتبہ بچپن کے زمانہ کے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، امام طحاوی نے نقل کیا کہ موصوف سے کسی نے دریافت کیا کہ امام ابو حنیفہ پر لوگوں نے کیا عیب لگایا ہے؟ فرمایا میں تو اتنا جانتا ہوں کہ جن امور میں ان لوگوں نے نکتہ چینی کی ہے ان سب میں وہ غلطی پر تھے اور امام صاحب صواب پر، میں نے امام صاحب کو دیکھا کہ صفا ومروہ کے درمیان سعی کر رہے تھے میں بھی ان کے ساتھ تھا اور تمام لوگوں کی نظریں ان ہی پر جمی ہوئی تھی (یعنی ان کے غیر معمولی فضل وکمال کا شہرہ عام تھا اور تمام لوگوں کے دیدہ ودل بے اختیار ان کی طرف مائل تھے) ایک دفعہ کسی نے کہا کہ بعض لوگوں نے امام صاحب سے کچھ مسائل لکھے پھر کچھ عرصہ بعد امام صاحب سے ملے تو آپ نے بہت سے مسائل سے رجوع کرلیا تھا، فرمایا خبردار! اس بات سے متاثر ہوکر تم امام صاحب کی عقیدت کم نہ کردینا کیونکہ امام صاحب علم وفقہ کے حاذق تھے اور حاذق فقیہ کا علم ایک حد پر نہیں ٹھہرتا اس لئے وہ اپنی ترقی وسعت نظر کے ساتھ ضرور بہت سے فقہی اقوال سے رجوع کرلیتا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (تقدمہ نصب الرایہ وجواہر مضیہ ص ۲۷۵ ج ۱)

۱۱۷- حافظ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ یزید المقریؒ (م ۲۱۳ھ)

امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کے خواص اصحاب وتلامذہ میں سے جلیل القدر حافظ حدیث وفقیہ کامل تھے، حافظ ذہبی نے بھی آپ کو طبقۂ حفاظ میں ذکر کیا ہے اور آپ کو امام، محدث، شیخ الاسلام لکھا، یہ بھی لکھا کہ آپ نے ابن عون اور امام ابو حنیفہ وغیرہ سے حدیث سنی ہے، امام صاحب سے بکثرت روایت حدیث کرنے والوں میں ہیں۔ (جامع المسانید) صحاح ستہ کے شیوخ ورواۃ ہیں۔ نسائی اور ابو حاتم، خلیلی، ابن سعد وغیرہ نے ثقہ اور کثیر الحدیث لکھا، بصرہ کے قریب رہتے تھے، پھر مکہ معظمہ کی سکونت کی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (امانی الاحبار وغیرہ)

۱۱۸- امام اسد بن الفرات قاضی قیروان وفاتح صقلیہؒ (م ۲۱۳ھ)

امام مالک سے موطأ سنی اور جب امام مالک سے علمی سوالات زیادہ کئے تو امام مالک نے عراق جانے کا مشورہ دیا، وہاں پہنچ کر امام ابو یوسف، امام محمد اور دوسرے اصحاب امام اعظم سے فقہ میں تخصص حاصل کیا، ابو اسحٰق شیرازی نے ذکر کیا کہ پھر آپ مصر پہنچے اور شیخ عبداللہ بن وہب مصری م ۱۹۷ھ (تلمیذ اکبر مالکؒ) سے کہا کہ یہ میرے ساتھ امام ابو حنیفہ کی کتابیں ہیں ان سب مسائل میں امام مالک کا مذہب بتلایئے!، ابن وہب نے عذر کیا تو شیخ ابن قاسم مصری م ۱۹۱ھ (دوسرے مشہور تلمیذ امام مالک) کے پاس گئے، انھوں نے کچھ مسائل یقین کے ساتھ اور کچھ شک سے بیان کئے۔

اس طرح جو کتابیں اسد بن الفرات نے مرتب کیں وہ ''اسدیہ'' کہلائیں جن کی ایک نقل موصوف نے ابن قاسم کی طلب وخواہش پر ان کے پاس چھوڑ دی اور انہیں کے بارے میں ابن قاسم کے حالات میں نقل ہوتا ہے کہ ان کے پاس تقریباً تین سو جلدیں مسائل مالک کی تھیں اور یہی جلدیں ''مدونہ سحنون'' کی بھی اصل ہیں امام اسد بن الفرات ہی نے قیروان میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے مذاہب کی ترویج کی ہے، پھر انہوں نے صرف ''مذہب حنفی'' کو رواج دینے میں سعی کی جو دیار مغرب میں اندلس تک پھیلا، ابن فروخ نے بھی اسی کو قبول کیا اور مغرب میں ابن بادیس کے دور تک اکثریت اسی مذہب کی رہی۔ (تعلیقات الکوثری الانتقاء لابن عبدالبرص ۵۰)

معلوم ہوا کہ امام مالک فقہ حنفی کی جامعیت اور فقہاء احناف کے فضل وکمال کے آخر تک معترف رہے اور امام اعظم کے بعد بھی اپنے تلامذہ کو تکمیل علم کے لئے اصحاب الامام کے پاس جانے کا مشورہ دیتے رہے، امام مالک کی اس حسن نیت وسعت صدر اور خلوص وللّٰہیت کا ثمرہ بھی کتنا اچھا اسی دنیا میں مل گیا کہ ان ہی اسد بن الفرات جیسے پاک طینت علماء احناف نے تدوین فقہ مالکی کی عظیم الشان علمی خدمت انجام دی اور دور دراز تک مالکی مذہب کی ترویج کی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۱۹-امام احمد بن حفص ابوحفص کبیر بخاریؒ (م ۲۱۷ھ، ۲۱۸ھ)

بخارا کے مشاہیر ائمہ حدیث میں تھے، امام ذہبی، نے ''الامصار ذوات الآثار'' میں بخارا کے اعیان محدثین میں آپ کا ذکر کیا ہے، حافظ سمعانی نے لکھا کہ آپ سے بے شمار لوگوں نے روایت حدیث کی ہے، آپ نے فقہ وحدیث کی تعلیم امام ابویوسف اور امام محمد سے حاصل کی اور امام محمد کے کبار تلامذہ میں آپ کا شمار ہے، امام بخاری کے والد ماجد سے امام ابوحفص کبیر کے بہت گہرے مراسم وتعلقات تھے اور ان کی وفات کے بعد امام بخاری اور ابوحفص صغیر کے تعلقات ایسے ہی رہے بلکہ دونوں ایک مدت تک طلب حدیث میں رفیق وہمسفر رہے ہیں، امام بخاری کے والد کی وفات کے بعد امام ابوحفص کبیر نے ہی ابتدائی دور میں امام بخاری ک تعلیم وتربیت کی ہے اور ہر قسم کی خبر گیری بروصلہ کرتے رہے، امام بخاری نے خود لکھا کہ میں نے جامع سفیان امام موصوف سے پڑھی، حافظ ابن حجر نے بھی آپ کو امام بخاری کے مشائخ میں لکھا ہے لیکن سفر حج کے دوران امام بخاری پر بعض اصحاب ظواہر مثل حمیدی، نعیم بن حماد خزاعی، اسماعیل بن عرعرہ وغیرہ کے اثرات غالب آگئے یہ سب لوگ فقہ سے مناسبت نہ رکھتے تھے اور خصوصیت سے امام اعظم اور آپ کے اصحاب کی طرف سے برے جذبات و خیالات رکھتے تھے، چنانچہ امام بخاری نے بھی تاریخ وغیرہ میں وہی باتیں بے تحقیق لکھ دیں جو ان لوگوں سے سنی تھیں۔

غرض امام بخاری پر ابتدائی ۱۶ سال کی عمر تک جو بہتر اثرات فقہ اور فقہاء حنفیہ کے بارے میں تھے وہ ختم ہو گئے اور پھر وہ اہل فتویٰ کے درجہ تک بھی نہ پہنچ سکے، اسی لئے شیرازی نے آپ کا ذکر ''طبقات الفقہاء'' میں نہیں کیا (تعلیق دراسات اللبیب مولانا عبدالرشید نعمانی)

امام ابوحفص کبیر کا حافظہ حیرت انگیز تھا، خلف ابن ایوب اور ابوسلیمان کے رفیق درس تھے جو کچھ وہ دونوں ایک برس میں یاد کرتے یہ ایک ماہ میں یاد کر لیتے تھے، وہ لکھتے تھے یہ لکھنے سے بے نیاز تھے، جب امام محمد نے ان سب کو سند فراغت اور اجازت افتاء دی تو خلف بلخ کو، ابوسلیمان سمرقند کو اور آپ بخارا کو روانہ ہوئے، آپ نے کشتی کا سفر کیا تو آپ کی ساری کتابیں پانی کے تھپیڑوں سے خراب ہو گئیں، بخارا پہنچ کر جس قدر پڑھا اور لکھا تھا اس کو پھر سے لکھ ڈالا بجز تین یا پانچ مسائل کے الف اور واؤ تک بھی مقدم ومؤخر نہ ہو پائے، آپ کے علم کا بڑا رعب وجلال تھا، ایک دفعہ والی بخارا محمد بن طالوت نے زیارت کا ارادہ کیا، لوگوں نے روکا کہ تم ان سے بات بھی نہ کر سکو گے، وہ نہ مانا اور ملاقات کو گیا، سلام کر کے بیٹھ گیا آپ نے خود سے ہر چند کہا کہ کوئی مطلب ہو تو کہو مگر وہ اس قدر مرعوب ہوا کہ کچھ نہ کہہ سکا، واپس ہو کر لوگوں سے کہا تم واقعی درست کہتے تھے، میری طرف جس وقت امام نے دیکھا تو میں اپنے ہوش کھو چکا تھا۔ آپ نے ۲۱۳ھ میں فرمایا تھا کہ اگر میں

آئندہ سات سال کے اندر نہ مروں تو خدا کے نزدیک میری کچھ بھی قدر نہیں، چار پانچ سال بعد ہی انتقال فرمایا، آپ کے زمانہ میں امام بخاری فارغ التحصیل ہو کر بخارا پہنچے اور فتویٰ دینا شروع کیا تو آپ نے ان کو روکا تھا کہ آپ فتویٰ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے، آپ نے اپنے شیخ کا ارشاد نہیں مانا اور فتاویٰ دیئے جن سے ہنگامے ہوئے اور بخارا سے نکلنا پڑا۔ رحمہم اللہ کلہم رحمۃ واسعۃ (حدائق وغیرہ)

۱۲۰- شیخ ہشام بن اسمٰعیل بن یحییٰ بن سلیمان بن عبدالرحمٰن الحنفی الفقیہ (م ۲۱۷ھ)

ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے ان سے روایت کی، ان سے ابوعبید، بخاری، یزید بن محمد ابوزرعہ دمشقی وغیرہم نے روایت کی، ابن عمار نے کہا کہ عباد سے تھے، دمشق میں آپ سے افضل میں نے کسی کو نہیں دیکھا، عجلی نے شیخ، کیس، ثقہ، صاحب سنۃ کہا، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، خود حافظ نے آپ کو حنفی فقیہ لکھا ہے۔ (تہذیب ص ۳۲ ج ۱۱)

۱۲۱- حافظ علی بن معبد بن شداد العبدی الرقی (م ۲۱۸ھ)

امام محمد کے اصحاب خاص میں سے محدث اجل، فقیہ اکمل، شیخ ثقہ، مستقیم الحدیث، حنفی المذہب، امام احمد کے طبقہ میں تھے، مرو سے مصر آئے اور وہیں سکونت کی، حدیث امام محمد، ابن مبارک، لیث بن سعد حنفی، ابن عیینہ، عیسیٰ بن یونس، وکیع وغیرہ تلامذہ امام اعظم سے حاصل کی اور آپ سے یحییٰ بن معین، محمد بن اسحٰق، ابوعبید قاسم بن سلام وغیرہ نے روایت کی، ابوداؤد و نسائی نے بھی آپ سے تخریج کی، آپ نے امام محمد سے جامع کبیر اور جامع صغیر بھی روایت کی، مصر میں درس حدیث دیا ہے ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور مستقیم الحدیث کہا، ابوحاتم نے ثقہ کہا، حاکم نے شیخ وقت اور اجلۂ محدثین سے شمار کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (امانی الاحبار و حدائق حنفیہ)

۱۲۲- امام ابونعیم فضل بن دکین کوفی (وفات ۱۳۰ھ، ۲۱۹ھ)

حدیث امام اعظم، مسعر، سفیان ثوری، شعبہ وغیرہ سے سنی، تمام ارباب صحاح ستہ نے آپ سے روایت کی، امام بخاری آپ سے تاریخ میں بھی اقوال نقل کرتے ہیں، امام بخاری و مسلم کے کبار شیوخ میں ہیں اور امام اعظم کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں اور مسانید میں بکثرت امام صاحب سے روایت حدیث کی ہے، عجلی نے حدیث میں ثقہ، ثبت کہا، سید الحفاظ ابن معین نے فرمایا کہ میں نے دو شخصوں سے زیادہ اثبت نہیں دیکھا ابونعیم اور عفان، ابن سعد نے ثقہ، مامون، کثیر الحدیث و حجت کہا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ و امانی الاحبار)

۱۲۳- شیخ حمیدی ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ بن اسامہ (م ۲۱۹ھ، ۲۲۰ھ)

شیخ حمیدی بڑے پایہ کے محدث ہیں سفیان بن عیینہ (تلمیذ خاص امام اعظم) کے تلمیذ خاص ہیں اور اسی وجہ سے امام شافعی وغیرہ ان کی بڑی عزت کرتے تھے، ان کے علاوہ مسلم بن خالد، فضیل بن عیاض (تلمیذ امام اعظم) اور دراوردی وغیرہ سے بھی حدیث حاصل کی، آپ سے امام بخاری، ذہلی، ابوزرعہ، ابوحاتم، بشر بن موسیٰ وغیرہ نے روایت کی، امام بخاری نے آپ کے اور نعیم خزاعی کے اعتماد پر امام اعظم کے بارے میں ایسی باتیں نقل کی ہیں جو ان کے شایان شان نہ تھیں جس پر حافظ سخاوی شافعی کو "اعلان بالتوبیخ" میں لکھنا پڑا کہ "ابن عدی، خطیب، ابن ابی شیبہ، بخاری، نسائی اور ابوالشیخ نے ائمہ متبوعین کے بارے میں جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے دوسروں کو اجتناب کرنا چاہئے"۔

حافظ ابن حجر نے لکھا کہ حمیدی فقہ و حدیث میں امام بخاری کے شیخ تھے، طبقات سبکی وغیرہ میں ہے کہ (۱) شیخ حمیدی فقہاء عراق کے بارے میں شدید تھے (۲) ان کے خلاف برے کلمات استعمال کرتے تھے جو ان کیلئے موزوں نہ تھے (۳) غضب کے وقت اپنی طبیعت پر قابو نہ رکھ سکتے تھے (۴) کوئی شخص ان کے خلاف مزاج بات کہتا تو جواب میں اس کو بہت سخت سست کہتے اور بے آبرو کر دیتے تھے، امام شافعی کی مجلس

میں ابن عبدالحکم کو اور ان کے ماں باپ کو جھوٹا کہا، امام احمد نے فرمایا کہ بشر سری سے ناراض ہوئے تو ان کو جہمی اور متروک الحدیث کہہ دیا، پھر انہوں نے بہ حلف اطمینان دلایا کہ جہمی نہیں ہیں تب بھی نہ مانا حالانکہ دوسرے ائمہ نے بشر کی توثیق کی اور ان سے روایت بھی کی، بخاری نے بھی ان سے تخریج کی ہے، مسند حمیدی آپ کی بلند پایہ تالیف ہے جو مجلس علمی کراچی کی طرف سے حیدرآباد میں بہترین ٹائپ سے عمدہ کاغذ پر حضرت المحترم مولانا ابوالمآثر الحاج حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم کی گراں قدر تعلیقات کے ساتھ زیر طبع ہے، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۱۲۴-امام عیسیٰ بن ابان بن صدقہ بصریؒ (م ۲۲۱ھ)

حدیث وفقہ کے امام جلیل القدر ہیں، علم حدیث میں آپ کے غیر معمولی فضل وتفوق پر آپ کی کتاب "الحج الصغیر" اور "الحج الکبیر" شاہد عدل ہیں امام محمد سے فقہ میں تلمذ کیا، بصرہ کے قاضی رہے، ہلال بن یحییٰ کا قول ہے کہ ابتداء اسلام سے اب تک کوئی قاضی عیسیٰ بن ابان سے بڑھ کر فقیہ نہیں ہوا، امام بکار بن قتیبہ کا قول ہے کہ دو قاضیوں کی نظیر نہیں ہے، اسماعیل بن حماد (ابن الامام الاعظمؒ) اور عیسیٰ بن ابان، پہلے امام محمد وغیرہ سے بدظن تھے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ حدیث کے خلاف کرتے ہیں، پھر قریب ہو کر مستفید ہوئے تو فرمایا کہ میرے اور نور کے درمیان پردے پڑے ہوئے تھے جو اٹھ گئے، مجھے گمان نہیں تھا کہ خدا کی خدائی میں اس جیسا شخص بھی ہے، بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے، حتیٰ کہ خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرے پاس کوئی دوسرا شخص لایا جائے جو میری طرح مالی تصرفات کرتا ہو تو میں اس پر پابندی لگادوں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (جواہر مضیہ)

۱۲۵-امام یحییٰ بن صالح الوحاظی ابوزکریاؒ (ولادت ۱۴۹ھ م ۲۲۲ھ)

خلاصہ میں احد کبار المحدثین والفقہا لکھا، امام مالک اور امام محمد سے حدیث حاصل کی، حنفی ہیں اور امام بخاری کے استاد ہیں، امام محمد کے مکہ معظمہ تک رفیق سفر بھی رہے ہیں، آپ سے ابوزرعہ، ابوحاتم نے اور امام نسائی کے علاوہ تمام ارباب صحاح ستہ نے روایت کی ہے۔

منقول ہے کہ امام وکیع نے کسی موقعہ پر آپ سے کہا کہ "اے ابوزکریا! ہر رائے سے پرہیز کرنا کیونکہ میں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ بعض قیاسوں سے مسجد میں پیشاب کرنا بہتر ہے، ابن معین وغیرہ نے آپ کی توثیق کی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وامانی)

۱۲۶-حافظ سلیمان بن حرب بغدادیؒ (متوفی ۲۲۴ھ)

مشہور حافظ حدیث ہیں ابوحاتم نے بیان کیا کہ میں آپ کی مجلس درس میں شریک ہوا، حاضرین کا اندازہ چالیس ہزار تھا، قصر مامون کے پاس ایک اونچی جگہ بنائی گئی جس پر آپ نے درس دیا، خلیفہ مامون اور تمام امراء دربار حاضر تھے، خود مامون بھی آپ کے املائی درس کو لکھتے تھے (تذکرۃ الحفاظ)

۱۲۷-امام ابوعبید قاسم بن سلامؒ (م ۲۲۴ھ ۲۲۵ھ)

ابن عیینہ، حفص بن غیاث، یحییٰ القطان، ابن مبارک، وکیع، یزید بن ہارون (تلامذۂ امام اعظم) وغیرہ سے روایت کی مشہور، محدث فقیہ، نحوی تھے، طوسوس کے قاضی رہے، اسحٰق بن راہویہ کا قول ہے کہ خدا کو حق بات پیاری ہے ابوعبید مجھ سے زیادہ افقہ واعلم ہیں، ہم ان کے محتاج ہیں وہ ہمارے محتاج نہیں، غریب الحدیث کی تفسیر میں بہت مشہور ہوئے کیونکہ بڑے ادیب تھے، ایک کتاب "غریب الحدیث" ۴۰ سال میں تالیف کی۔ (تہذیب ص ۳۱۵ ج ۸)

۱۲۸-حافظ ابوالحسن علی بن الجعد بن عبید الجوہری بغدادی (ولادت ۱۳۳، م ۲۳۰ھ)

بخاری وابوداؤد کے رواۃ میں سے مشہور محدث وفقیہ ہیں، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں محدث عبدوس اور موسیٰ بن داؤد کا قول نقل

کیا کہ ان سے بڑھ کر حافظ حدیث ہم نے نہیں دیکھا، عبدوس سے کہا گیا کہ ان کو جہمی کہا گیا ہے تو فرمایا کہ لوگوں نے جھوٹا الزام لگایا ہے، ابن معین نے توثیق کی اور کہا کہ شعبہ کی حدیثوں میں سارے بغدادیوں سے زیدہ محمد ہیں اور آپ ربانی العلم ہیں، ابوزرعہ نے صدوق فی الحدیث کہا، دارقطنی نے ثقہ مامون کہا، ابن قانع نے ثقہ ثبت کہا، امام ابو یوسف کے خاص اصحاب میں سے ہیں، امام اعظم ابوحنیفہ کو بھی دیکھا اور آپ کے جنازہ پر بھی حاضر ہوئے ہیں، حدیث جریر بن عثمان، شعبہ، ثوری اور امام مالک وغیرہ سے روایت کی اور آپ سے امام بخاری، ابو داؤد، ابن معین، ابوبکر ابن ابی شیبہ، ابوزرعہ اور ابن ابی الدنیا (م ۲۸۱ھ) وغیرہ نے روایت کیا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق، امانی)

۱۲۹- شیخ فرخ مولی امام ابو یوسفؒ (ولادت ۱۳۶ھ م ۲۳۰ھ)

محدث، ثقہ، فاضل اجل تھے امام احمد، ابن معین، امام بخاری، مسلم ابوداؤد، ابوزرعہ وغیرہ نے آپ سے حدیث روایت کی اور توثیق کی، صغر سنی میں امام اعظم کو بھی آپ نے دیکھا تھا اور جنازہ پر حاضر ہوئے تھے، فقہ میں امام ابو یوسف سے درجہ تخصص حاصل کیا اور آپ سے احمد بن ابی عمران (استاد امام طحاوی) نے تفقہ کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۱۳۰- سید الحفاظ امام یحییٰ بن معین ابوزکریا بغدادی (تلمیذ الامام ابی یوسف وامام محمد) (م ۲۳۳ھ)

تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو ''الامام الفرد، سید الحفاظ'' لکھا، آپ نے جامع صغیر امام محمد سے پڑھی اور فقہ حاصل کیا اور حدیث میں امام ابو یوسف سے شرف تلمذ کیا ''عیون التواریخ'' میں ہے کہ امام احمد، ابن مدینی (شیخ اکبر امام بخاری) ابوبکر ابن شیبہ اور اسحق آپ کے کمال علم و فضل کی وجہ سے تعظیم تکریم کرتے تھے، آپ کو ورثہ میں دس لاکھ روپے ملے تھے جو سب آپ نے تحصیل علم حدیث پر صرف کردیئے تھے اور اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ احادیث لکھیں، امام احمد کا قول ہے کہ جس حدیث کو یحییٰ نہ جانیں وہ حدیث نہیں ہے، علامہ کوثری نے لکھا کہ میں نے آپ کی تصنیف کردہ ''تاریخ'' (روایت الدوری) کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں دیکھی ہے، جرح و تعدیل کے سلسلہ میں آپ سے روایات میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے، حافظ ذہبی نے جو رسالہ ثقات پر کلام کے بارے میں تالیف کیا ہے اس میں ابن معین کو ''متصلب حنفی'' بلکہ متعصب بھی لکھا ہے، باوجود اس کے بھی بعض رواۃ نے آپ کی طرف بعض اصحاب امام اعظم کے بارے میں سخت ناموزوں کلمات منسوب کردیئے ہیں جو یقیناً آپ نے نہیں کہے ہوں گے۔ (تقدمہ نصب الرایہ) تہذیب میں آپ کا مفصل تذکرہ اور خوب مدح ہے۔

النجوم الزاہرہ میں ہے کہ امام بخاری نے فرمایا ''میں نے اپنے آپ کو کسی اہل علم کے سامنے حقیر نہیں پایا بجز یحییٰ بن معین کے (الرسالۃ المستطرفہ ص ۱۰۵) حافظ ابو عبید قاسم بن سلام کا قول ہے کہ حدیث کا علم چار شخصوں پر منتہی ہوا جن میں ابوبکر بن ابی شیبہ حسن اداء میں، امام احمد تفقہ میں، یحییٰ بن معین جامعیت میں اور علی بن المدینی وسعت معلومات میں ایک دوسرے سے زیادہ ہیں، ایک بار اس طرح فرمایا کہ حدیث کے ربانی عالم چار ہیں جن میں حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم امام احمد، روانی و حسن سیاق میں سب سے بہترین علی بن مدینی، تصنیف میں سب سے زیادہ خوش سلیقہ ابوبکر ابن شیبہ اور صحیح و غیر صحیح احادیث کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے یحییٰ بن معین ہیں، ابوعلی صالح بن محمد بغدادی نے اس طرح موازنہ کیا کہ حدیث و علل کے سب سے بڑے عالم علی بن مدینی، فقہ و حدیث میں سب سے بڑھ کر احمد بن حنبل، تصحیف مشائخ کے بارے میں سب سے زیادہ باخبر یحییٰ بن معین اور مذاکرہ کے وقت سب سے زیادہ یادداشت رکھنے والے ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں (ابن ماجہ ص ۴۵ اور علم حدیث مولفہ مولانا عبدالرشید نعمانی) غرض سید الحفاظ ابن معین کی عجیب علمی شان ہے جس سے موافق و مخالف ہر ایک نے فائدہ اٹھایا، امام اعظم اور آپ کے اصحاب عظام کے خلاف جو حسد و عناد اور تعصب وغیرہ کی بنیادوں پر دھڑے بندیاں کی گئیں ان کے مقابلہ میں حافظ ابن معین نے انتہائی تدبر اور صبر و ضبط کے ساتھ کام لیا ہے، آپ کی مدح و توثیق اور اسی طرح نقد و جرح انتہائی محتاط تھی، اپنے

اکابر ائمہ واساتذہ کے بارے میں بہت مختصر کلمات مدح فرماتے تھے، تمام اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ رواۃ میں ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۳۱-حافظ علی بن محمد ابوالحسن طنافسی (متوفی ۲۳۳ھ)

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں "محدث وعالم قزوین" لکھا ہے علمی خاندان سے تھے، آپ کے دونوں ماموں یعلی بن عبید اور محمد بن عبید بھی بڑے محدث تھے اور صاحبزادے حسین قزوین کے قاضی تھے، آپ نے کوفہ کے مشاہیر ائمہ حدیث کی شاگردی کی، قابل ذکر اساتذہ عبداللہ بن ادریس، حفص بن غیاث، وکیع، ابن عیینہ (تلامذہ امام اعظم) اور ابومعاویہ، ابن وہب وغیرہ ہیں اور آپ سے ابوزرعہ، ابوحاتم، ابن ماجہ اور صاحبزادے حسین طنافسی وغیرہ علماء حدیث نے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور محدث خلیلی نے آپ کو اور آپ کے بھائی حسن بن محمد طنافسی کو قزوین کے بلند پایہ امام کہا، دور، دور سے علماء تحصیل حدیث کے لئے آپ کے پاس آتے تھے، ابوحاتم نے کہا کہ آپ ثقہ صدوق تھے اور آپ کے مجھے باعتبار فضل وصلاح ابوبکر بن ابی شیبہ (صاحب مصنف مشہور) سے بھی زیادہ محبوب ہیں اگرچہ ابوبکر حدیث کے علم وفہم میں زیادہ ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تہذیب وتذکرہ)

۱۳۲-امام محمد بن سماعہ تمیمی (م ۲۳۳ھ عمر ۱۰۳ سال)

مشہور محدث وفقیہ، تلمیذ خاص امام ابویوسفؒ وامام محمدؒ وامام حسن بن زیادؒ۔ "عیون التواریخ میں حافظ، ثقہ، صاحب اختیارات فی المذہب اور صاحب روایات مصنفات لکھا ہے، ابن معین فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح اہل رائے میں امام محمد بن سماعہ جچی تلی بات کہتے ہیں اگر اسی طرح اہل حدیث بھی کہتے تو نہایت درجہ کی اچھی بات ہوتی، اور انتقال پر فرمایا کہ اہل رائے سے علم کی خوشبو رخصت ہوئی۔

یہی محمد بن سماعہ اپنے شیخ امام ابویوسف کے بارے میں راوی ہیں کہ وہ قضا کے زمانہ میں بھی روزانہ دوسو رکعت پڑھا کرتے تھے اور خود ان کا بھی یہی معمول دوسروں نے نقل کیا ہے، مامون کے زمانے میں بغداد کے قاضی رہے، معتصم کے زمانے میں بوجہ ضعف بصر مستعفی ہوگئے تھے آپ ہی نے امام ابویوسف اور امام محمد کے نوادر کو کتابی صورت میں جمع کیا، آپ نے امام محمد کو خواب میں دیکھا کہ سوئی کا سوراخ بنا رہے ہیں، تعبیر دینے والے نے بتایا کہ وہ شخص حکمت کی باتیں کہتا تھا لہذا تم سے اس کی کوئی بات نظرانداز نہ ہوجائے، اس پر آپ نے امام محمد کے نوادر ملفوظات جمع کردیئے، ابن سماعہ بڑے عابد وزاہد تھے، خود بیان کیا کہ چالیس سال تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی سواء ایک دن کے جس روز والدہ ماجدہ کی وفات ہوئی تو ایک نماز جماعت سے نہ ہوسکی، اس کی تلافی کے خیال سے میں نے پچیس نمازیں پڑھیں، خواب میں کسی نے کہا، اے محمد! تم نے پچیس نمازیں ضرور پڑھیں لیکن تامین ملائکہ کو کہاں سے لاؤ گے، آپ کی تصانیف میں سے کتاب ادب القاضی کتاب المحاضر والسجلات اور نوادر زیادہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر ص ۵۸ ج ۲ ومقدمہ نصب الرایہ)

۱۳۳-حافظ محمد بن عبداللہ نمیر کوفیؒ (متوفی ۲۳۴ھ)

یہ اور ان کے والد ماجد حافظ عبداللہ بن نمیر م ۱۹۹ھ بلند پایہ محدث تھے، والد ماجد امام اعظم کے مشہور تلامذہ میں سے تھے، ابن ابی شیبہ نے مصنف میں آپ کے واسطہ سے امام اعظم کی متعدد روایات نقل کی ہیں، جواہر مضیئہ میں ان کا تذکرہ ہے، حافظ محمد عبداللہ مذکور کو "درۃ العراق" کہا کرتے تھے اور بڑی تعظیم کرتے تھے، علی بن الحسین بن الجنید نے کہا کہ کوفہ میں ان کے علم وفہم، زہد اور اتباع سنت کی نظیر نہ تھی، احمد بن صالح مصری نے کہا کہ بغداد میں امام احمد اور کوفہ میں محمد بن عبداللہ بن نمیر کا مثل نہیں تھا، یہ دونوں جامع فضائل تھے، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ سب ان کے شاگرد ہیں صحیح مسلم ۵۷۳ حدیث آپ سے روایت کیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تہذیب وتذکرہ)

۱۳۴- حافظ ابوخیثمہ زہیر بن حرب النسائیؒ (ولادت ۱۶۰، عمر ۷۴ سال م ۲۳۴ھ)

مشہور حافظ حدیث، اکابر ائمہ محدثین، سفیان بن عیینہ، یحییٰ القطان، عبدالرزاق بن ہمام (صاحب منصف) حفص بن غیاث، عبداللہ بن ادریس ووکیع (تلامذہ واصحاب امام اعظم) کے شاگرد ہیں، امام بخاری، مسلم ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا اور ایک بڑی جماعت محدثین نے آپ سے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور لکھا کہ یہ امام احمد و یحییٰ بن معین کے درجہ کے ہیں، یعقوب بن شیبہ اور ابن نمیر نے ان کو حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ پر بھی ترجیح دی ہے، امام نسائی وخطیب نے ثقہ، ثبت، حجۃ، حافظ متقن وغیرہ لکھا، صرف صحیح مسلم میں ان کی سند سے بارہ سو کیاسی احادیث مروی ہیں (تذکرۃ الحفاظ وتہذیب) ان مناقب عالیہ وجلالت قدر کے ساتھ بواسطۂ اصحاب امام اعظم سے حدیث میں تلمذ کا شرف حاصل ہے اور آپ سے مسانید میں روایت کی ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جامع المسانید ص ۴۶۰ ج ۲)

۱/۱۳۵- حافظ سلیمان بن داؤد بن بشر بن زیاد ابوایوب المفتری معروف بہ شاذکونیؒ (م ۲۳۴ھ)

مشہور حافظ حدیث، ثقہ، کثیر الحدیث تھے بغداد آ کر درس حدیث دیا پھر اصفہان جا کر سکونت کی، امام احمد و یحییٰ بن معین کے درجہ میں تھے، خطیب نے نقل کیا کہ ابوعبید قاسم بن سلام نے کہا علم حدیث امام احمد، علی بن عبداللہ، یحییٰ بن معین اور ابوبکر بن ابی شیبہ پر منتہی ہوا اور امام احمد ان میں سے افقہ تھے، علی، اعلم تھے، یحییٰ بن معین میں جامعیت تھی، ابوبکر بن ابی شیبہ حفظ حدیث میں بڑھ کر تھے، ابو یحییٰ نے کہا کہ ابو عبید سے خطا ہوئی حفظ حدیث میں سب سے بڑھ کر مرتبہ سلیمان بن داؤد شاذکونی کا ہے۔ محدث خوارزمی نے اس کے بعد لکھا کہ شاذکونی بھی ان حضرات میں ہیں جو مسانید میں امام صاحب سے روایت کرتے ہیں۔ (جامع المسانید ص ۴۷۳ ج ۲)

۲/۱۳۵- حافظ علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ تہذیب ص ۳۴۹ ج ۷)

۱۳۶- حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ (عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان عیسیٰ کوفیؒ م ۲۳۵ھ)

تذکرۃ الحفاظ میں، الحافظ عدیم النظیر، الثبت، النحریر لکھا، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ کے استاد ہیں اور ان کی کتابوں میں آپ سے بہ کثرت روایات ہیں، عمرو بن فلاس نے کہا کہ آپ سے بڑا حافظ حدیث ہماری نظر سے نہیں گذرا، ابوزرعہ نے کہا کہ میں نے آپ سے ایک لاکھ احادیث لکھیں، آپ کی بہترین یادگار ''مصنف'' دنیائے اسلام کی بے نظیر کتابوں میں ہے، جس پر مفصل تبصرہ کرنا مناسب ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ

حافظ ابن حزم نے اس کو موطأ امام مالک پر مقدم کیا ہے ''احادیث احکام'' کی جامع ترین کتاب ہے جس میں اہل حجاز واہل عراق کی روایات وآثار کو جمع کیا ہے، علامہ کوثری نے لکھا کہ حافظ موصوف کبار ائمۂ حدیث میں سے تھے، آپ کے مصنف ابواب فقہ پر مرتب ہے، ہر باب میں حدیث مرفوع، موصول، مرسل، مقطوع وموقوف کے ساتھ آثار واقوال صحابہ وفتاویٰ تابعین اور اہل علم کے اقوال بطریق محدثین سند کے ساتھ جمع کئے ہیں، جن سے مسائل اجماعیہ وخلافیہ پر پوری روشنی ملتی ہے اور ادلہ فقہ حنفی کا بھی بہترین ذخیرہ اس میں موجود ہے مصنف مذکور کے مکمل قلمی نسخہ کی ۸ ضخیم جلدیں مکتبہ مراد ملا استنبول میں موجود ہیں جہاں مصنف عبدالرزاق کا بھی مکمل نسخہ پانچ ضخیم جلدوں میں موجود ہے، ہندوستان میں کامل نسخے خزانہ آصفیہ اور مکتبہ سندیہ میں ہیں ناقص بہت جگہ ہیں۔

امام اعظم کا طریقہ تدوین فقہ کے سلسلہ میں یہ تھا کہ دنیائے اسلام کے سینکڑوں ہزاروں محدثین آپ کی خدمت میں حدیث وفقہ کی تحصیل کے لئے جمع ہوتے تھے ان کی موجودگی میں احادیث احکام پر غور ہوتا تھا، ناسخ ومنسوخ کی بھی پوری چھان بین ہوتی تھی، رجال پر بھی

نظر ہوتی تھی، آثار صحابہ وفتاویٰ تابعین کو بھی دیکھا جاتا تھا جن سے معلوم ہوتا تھا کہ کون کون سی احادیث کس کس طرح ہیں اور کس درجہ کے لوگوں میں متداول و معمول بہا رہی ہیں، خاص طور سے ۴۰ شرکاء تدوین فقہ کی تو پوری توجہ برسہا برس تک اسی خدمت پر صرف ہوئی حافظ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں بھی ان سب امور کا ذکر پوری طرح کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ جو روشنی فصل مسائل احکام میں اس پوری تفصیل سے مل سکتی تھی وہ ان کتابوں سے نہیں مل سکتی جن میں صرف احادیث مجردہ صحیحہ جمع کی گئیں، اس طرز کی علمی وحدیثی گراں قدر خدمت مصنف عبدالرزاق میں بھی تھی اور امام زہری نے بھی اپنی تالیف میں احادیث نبویہ کے ساتھ صحابہ کے فتاویٰ وفیصلوں کو جامع الابواب کے نام سے جمع کیا تھا، جمع احادیث مجردہ کی تحریک حافظ اسحٰق بن راہویہ نے کی جس پر سب سے پہلے امام بخاری نے عمل کیا اور پھر دوسرے محدثین کا بھی رجحان اسی طرف ہو گیا اس کے نتیجہ میں آثار و اقوال صحابہ فتاویٰ تابعین اور اقوال و آراء ائمۂ مجتہدین کا اکثر و بیشتر حصہ سامنے سے ہٹ گئی، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جمع حدیث کی مہم پر صرف ہمت کی، اپنے دور خلافت میں جابجا احکام بھیجے کہ احادیث کے ساتھ آثار صحابہ کو بھی مدون کیا جائے مگر چونکہ امام بخاری آثار صحابہ کو حجت نہیں سمجھتے تھے انہوں نے جزو ثانی کو ذکر بھی نہیں کیا اور ائمۂ مجتہدین کے اقوال و آراء کو ''بعض الناس'' کی تعبیر سے مبہم و بے وقعت بنایا، بقول حضرت الاستاذ علامہ کشمیریؒ مذہب حنفی سے واقفیت ناقص ہونے کی وجہ سے بعض مسائل و آراء کی نسبت میں بھی غلطی کی جس کی تفصیل اپنے مواقع پر آئے گی، رسائل جزء رفع الیدین اور جزء القراءت میں تو سلف کی تجہیل تک نوبت پہنچائی جس کی وضاحت امام بخاری کے حالات میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

غرض ہماری پختہ رائے ہے کہ اگر مصنف ابن ابی شیبہ کے طرز کی حدیثی تالیفات کی اشاعت بھی ہوگئی ہوتی تو جو نوبت افراط و تفریط تک پہنچی یا اصحاب مذاہب اربعہ کے مناقشات اور ان کے شاخسانے اتنے بڑھے یا عدم تقلید و سب ائمہ مجتہدین، محدثین وفقہاء کے رجحانات میں نشو و نما ہوا یہ کچھ بھی نہ ہوتا اور باوجود اختلاف خیال کے بھی سب لوگوں کے قلوب متحد اور جذبات ہم رنگ ہوتے ہیں۔

حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ اور ردِ مسائل امام اعظمؒ

جیسا کہ ابھی ذکر ہوا حافظ موصوف کی کتاب فقہ حنفی کے لئے بہترین دستاویز ہے اور ہماری تمنا ہے کہ کسی طرح یہ ذخیرہ نادرہ جلد سے جلد طبع ہو کر شائع ہو اس ضخیم کتاب کا ایک نہایت مختصر حصہ وہ بھی ہے جس میں حافظ موصوف نے امام صاحب کے بعض مسائل پر نقد کیا ہے اور ہندوستان کے غیر مقلدوں نے ان کو اصل و ترجمہ اردو کے ساتھ شائع بھی کر دیا ہے تاکہ احناف کے خلاف پروپیگنڈے میں اس سے مدد لیں اس لئے اس کے متعلق بھی کچھ پڑھ لیجئے اس کے رد میں جو کتابیں لکھی گئیں ان کا بھی مختصر حال لکھا جاتا ہے۔

۱- حافظ عبدالقادر قرشی حنفی صاحب ''الجواہر المضیئہ'' (م ۷۷۵ھ) نے ''الدرار المنیفہ'' لکھی۔

۲- حفاظ قاسم بن قطلو بغا حنفی (م ۸۷۹ھ) نے الاجوبۃ المنیفہ لکھی، آپ کو حافظ ابن حجر سے بھی تلمذ ہے اور آپ کا مقام حدیث وفقہ میں بہت بلند ہے خود حافظ ابن حجر نے آپ کو امام، علامہ محدث وفقیہ اور الشیخ المحدث الکامل الاحد لکھا ہے اور حافظ ابن حجر نے نصب الرایہ کی تلخیص درایہ میں جن احادیث کو لکھا تھا کہ ''مجھے نہیں ملیں'' حافظ قاسم موصوف کی مطبوعہ ''منیۃ الالمعی'' کے آخر میں جو تعلیقات درایہ چھپی ہیں ان میں موصوف نے جابجا ان احادیث کی تخریج حوالہ کی ہے، اس سے ظاہر ہے کہ ان کی حدیثی معلومات کا دائرہ حافظ ابن حجر سے بھی زیادہ وسیع تھا، پھر بھی کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ احناف میں محدثین کی کمی ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ دوسروں کی طرح ان کے لئے پروپیگنڈے کا فن استعمال نہیں کیا گیا۔

۳- حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی صاحب ''سیرۃ شامیہ کبریٰ'' نے بھی ایک رد لکھنا شروع کیا تھا جس کو وہ پورا نہ کر سکے البتہ ''عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان'' میں اپنی اسانید سے سترہ سلسلے جامعین مسانید امام اعظم تک لکھنے کے بعد حافظ ابن ابی شیبہ کے رد کا بھی ذکر کیا اور موصوف کے

اس اقدام پر کڑی تنقید اور درشت کلمات کے بعد مختصر اصولی جوابات بھی لکھے ہیں اس حصہ کو علامہ کوثریؒ نے "نکت" کے آخر میں نقل بھی کر دیا ہے۔

۴- کشف الظنون میں ایک اور کتاب کا بھی ذکر ہے جس کا نام "الرد علی من رد علی ابی حنیفہ" لکھا ہے۔

۵- ایک رد علامہ کوثریؒ (م ا۱۳۷ھ) نے لکھا جس کا نام "النکت الطریفہ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبۃ علی ابی حنیفۃ" ہے جو ۱۳۶۵ھ میں مصر سے شائع ہوا، علامہ کوثری نے تحریر فرمایا کہ ان کو سابقہ ردود میں سے باوجود سعی کے کوئی نہ مل سکا تاہم علامہ کا رد مذکور بہت کافی وشافی اور ان کی دوسری تالیفات کی طرح نہایت محققانہ بلند پایہ ہے، ابتداء میں یہ بھی لکھا ہے کہ ۱۲۵ اعتراضات میں سے نصف تو وہ ہیں جن میں دونوں جانب قوی احادیث وآثار ہیں لہذا اختلاف صرف وجوہ ترجیح کا رہ جاتا ہے، باقی نصف کے پانچ حصے ہیں، ایک وہ جن میں کتاب اللہ کی وجہ سے کسی خبر واحد کو امام صاحب نے ترک کیا ہے، ایک خمس میں خبر مشہور کی وجہ سے اس سے کم درجہ کی حدیث پر عمل نہیں کیا ایک خمس میں مدارک اجتہاد اور فہم معانی حدیث کے فرق سے الگ الگ راہ بنی ہے اور امام صاحب کا ان امور میں تفوق مسلم ہے ایک خمس میں حافظ ابو بکر نے حنفی مذہب سے ناواقفی کے باعث اعتراض کیا ہے اس کے بعد صرف ایک خمس (۱۲-۱۳ مسائل) ایسے رہ جاتے ہیں جن کے بارے میں علی سبیل التنزل یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام صاحب سے ان میں خطا ہوئی جن کی نسبت امام صاحب کے مدونہ مسائل کی کثرت کے اعتبار سے صفر کے قریب ہوتی ہے کیونکہ ان کی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار تک بیان ہوئی ہے گویا ایک لاکھ میں ایک مسئلہ ٹھیرا اور یہ کون کہہ سکتا ہے کہ امام صاحب معصوم تھے۔

ایک اہم بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ حافظ ابو بکر نے مشہور اختلافی مسائل میں سے کوئی مسئلہ نہیں لکھا جن پر بعد کے محدثین اور مخالفین ومعاندین نے حنفیہ کے خلاف بڑا زور لگایا ہے اور امام بخاری جیسے عظیم القدر محدث نے بھی اپنے رسائل میں اکابر حنفیہ کے خلاف شان بہت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں، حالانکہ ان مسائل میں اختلاف کی نوعیت بہت ہی معمولی تھی جس کو حافظ ابن تیمیہ وغیرہ نے بھی لکھا ہے اور ہم نے اس کو پہلے نقل کیا ہے علامہ کوثری کے جوابات شرح بخاری میں بموقع نقل ہوں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وھو المستعان وعلیہ التکلان۔

۱۳۷- حافظ بشر بن الولید بن خالد کندیؒ (م ۲۳۸ھ)

امام ابو یوسف کے اصحاب میں سے جلیل القدر محدث وفقیہ، دیندار، صالح وعابد تھے، حدیث امام مالک وحماد بن زید وغیرہ سے بھی حاصل کی آپ سے ابو نعیم موصلی، ابو یعلی وغیرہ اور ابوداؤد نے روایت کی دارقطنی نے ثقہ کہا، حالت پیری، ضعف ومرض میں بھی دوسو رکعت نفل روزانہ پڑھا کرتے تھے، معتصم باللہ نے خلق قرآن کے قائل نہ ہونے پر آپ کو قید کر دیا اور ہر چند کوشش کی مگر آپ قائل نہ ہوئے پھر متوکل کے زمانہ میں رہا ہوئے آپ نے فرمایا کہ ہم اکثر حضرت سفیان بن عیینہ کی مجلس میں جاتے تھے جب کوئی مشکل مسئلہ ان کے پاس آتا تو وہ پکار کر پوچھتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے کوئی شخص یہاں موجود ہے سب میری ہی طرف اشارہ کرتے اور میں جواب عرض کرتا لوگوں نے آپ سے مشکل فقہی مسائل اور نوادر میں غیر معمولی استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۱۳۸- حافظ اسحٰق بن راہویہ حنظلیؒ ولادت ۱۶۱، ۱۶۶ھ، م ۲۳۸ھ، عمر ۷۷ سال

آپ نے ابن عیینہ، ابن علیہ، جریر، بشر بن المفضل، حفص بن غیاث، ابن ادریس، ابن مبارک، عبد الرزاق، عیسیٰ بن یونس، شعیب، ابن اسحٰق وغیرہ سے روایت کی، آپ سے سواء ابن ماجہ کے باقی ارباب صحاح نے اور بقیہ بن الولید ویحییٰ بن آدم نے جو آپ کے شیوخ میں ہیں اور امام احمد، اسحٰق کوسج، محمد بن رافع اور یحییٰ بن معین نے جو آپ کے اقران میں ہیں روایت کی۔

ابن مبارک سے نوجوانی کے زمانے میں حدیث سنی اور بوجہ کم عمری کے آپ سے روایت نہ کی، قیام مرو میں ابتداء میں تفقہ بھی آپ نے ابن مبارک وغیرہ کی خدمت میں رہ کر امام اعظم کے مذہب پر کیا تھا، پھر جب بصرہ جا کر عبد الرحمٰن بن مہدی کی شاگرد ہوئے تو فقہ حنفی سے منحرف ہو گئے

تھے اور اصحاب ظواہر کا طریقہ اختیار کر لیا تھا، امام اعظم کے حالات میں ہم نقل کر آئے ہیں کہ کچھ لوگوں نے امام اعظم کی کتابیں دریا برد کرنے کی اسکیم بنائی تھی جس پر مامون نے ان لوگوں کو بلا کر امام صاحب کی طرف سے مدافعت کی اور ان کو تنبیہ کی کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کریں تو ان میں یہ اسحٰق بن راہویہ بھی تھے جو امام بخاری کے خاص شیوخ میں ہیں اور ممکن ہے کہ امام بخاری میں جو انحراف فقہ حنفی یا ائمۂ احناف سے آیا ظاہریت کی جانب زیادہ میلان ہوا اس میں ان کے تلمذ کا بھی اثر ہو، یوں ابتداء میں امام بخاری کو بھی فقہ عراق وفقہاء احناف سے ربط رہا ہے۔ واللہ اعلم۔

اسحٰق بن راہویہ کا حافظہ بے مثل تھا اپنے تلامذہ کو گیارہ ہزار احادیث املا کرائیں پھر ان کا اعادہ کیا تو ایک حرف زیادہ یا کم نہ کیا، وفات سے دو ماہ قبل حافظہ میں تغیر ہو گیا تھا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۳۹- حافظ ابراہیم بن یوسف بلخی (م ۲۳۹ھ)

ابن مبارک، ابن عیینہ، ابوالاحوص، ابو معاویہ، ابو یوسف القاضی، ہشیم وغیرہ سے روایت کی، امام مالک سے بھی ایک حدیث سنی ہے، آپ سے نسائی، زکریا سجزی، محمد بن کرام وغیرہ ایک جماعت نے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، امام ابو یوسف کی خدمت میں رہ پڑے تھے، یہاں تک کہ فقہ میں کمال حاصل کیا، ابو حاتم نے کہا ان سے حدیث نہیں لیں گے، حافظ ذہبی نے اس پر کہا کہ یہ محض ارجاء کی تہمت کی وجہ سے ان پر حملہ کیا گیا ہے، نسائی نے ان کو اپنے شیوخ میں ذکر کیا اور ثقہ کہا ہے۔ (تہذیب ص ۱۸۴ ج ۱)

۱۴۰- حافظ عثمان بن محمد بن ابراہیم الکوفی المعروف بابن ابی شیبہؒ (م ۲۳۹ھ عمر ۸۳ سال)

مشہور محدث ابوبکر بن ابی شیبہ صاحب ''مصنف'' کے بھائی تھے، مکہ معظمہ اور رے وغیرہ کے علمی سفر کئے، مسند وتفسیر لکھی، بغداد جا کر درس حدیث دیا، شریک بن عبداللہ، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن عبید بن ادریس اور جریر بن عبدالحمید و ہشیم وغیرہ سے حدیث روایت کی، محدث خوارزمی نے فرمایا کہ امام اعظم سے بھی آپ نے مسانید میں روایات کی ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۴۱- امام یحییٰ بن اکتم بن محمد قطن بن سمعان مروزیؒ (م ۲۴۲، ۲۴۳ھ، عمر ۸۳ سال)

مشہور محدث وفقیہ، امام محمد کے اصحاب خاص میں تھے، حدیث امام محمد، ابن مبارک، ابن عیینہ وغیرہ سے سنی اور روایت کی، آپ سے امام بخاری نے غیر جامع میں اور امام ترمذی نے روایت کی، بیس سال کی عمر میں بصرہ کے قاضی ہوئے، اہل بصرہ نے کم عمر سمجھا تو فرمایا کہ میں عتاب بن اسیدؓ سے عمر میں بڑا ہوں جن کو حضور اکرم ﷺ نے مکہ معظمہ کا قاضی بنایا تھا اور معاذ بن جبل سے بھی عمر میں زیادہ ہوں جن کو آنحضرت ﷺ نے یمن کا قاضی بنایا تھا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۱۴۲- حافظ ولید بن شجاع ابو ہمام بن ابی بدر السکونی الکوفیؒ (م ۲۴۳ھ)

امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ کے حدیث میں استاد ہیں، ابن معین نے فرمایا کہ ان کے پاس ایک لاکھ حدیثیں ثقات کی موجود تھیں، حافظ ذہبی نے میزان میں ان کو حافظ حدیث لکھا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۴۳- محدث کوفہ ابو کریب محمد بن العلاء الہمدانی الکوفی (م ۲۴۳ھ عمر ۸۷ سال)

کوفہ کے مشہور حفاظ حدیث میں سے ہیں تمام ارباب صحاح ستہ نے ان سے روایت کی، موسیٰ بن اسحٰق کا بیان ہے کہ میں نے ابو کریب سے ایک لاکھ حدیث سنیں، ابن نمیر نے کہا کہ عراق میں ان سے زیادہ کثیر الحدیث نہ تھا، علامہ یاقوت حموی نے کہا کہ ابو کریب متفق علیہ ثقہ ہیں۔ (تہذیب وتذکرہ)

۱۴۴- شیخ ابوعبداللہ بن یحییٰ العدنی (متوفی ۲۴۳ھ)

مکہ معظمہ میں سکونت کی اور اپنے زمانہ کے شیخ الحرم ہوئے، ۷۷ حج کئے، ہر وقت طواف میں مشغول رہتے تھے، امام مسلم وترمذی نے روایت کی، آپ کی مسند مشہور ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۴۵- حافظ احمد بن منیع ابوجعفر البغوی الاصمؒ (ولادت ۱۶۰ھ م ۲۴۴ھ)

بغداد میں سکونت اختیار کرلی تھی، حدیث وفقہ میں امام ابو یوسف کے تلمیذ خاص ہیں اور آپ سے تمام ارباب صحاح نے روایت کی، محدث خلیلی نے کہا کہ آپ علم میں امام احمد اور ان کے اقران کے برابر ہیں، چالیس سال تک ہر تیسرے روز ختم قرآن معمول رہا، آپ کی مسند مشہور ہے، جس کو آپ کے نامور شاگرد اسحٰق بن ابراہیم بن جمیل نے روایت کیا۔ (تہذیب)

۱۴۶- حافظ اسحٰق بن موسیٰ الانصاری (م ۲۴۴ھ)

تذکرۃ الحفاظ میں حافظ حدیث، ثبت، امام حدیث، صاحب سنت اور فقیہ لکھا، حدیث میں سفیان بن عیینہ (تلمیذ امام اعظم) عبدالسلام بن حرب اور معن بن عیسیٰ کے شاگرد ہیں، ابوحاتم، نسائی وخطیب نے ثقہ کہا، امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ترمذی میں حدثنا الانصاری سے ہر جگہ یہی مراد ہوتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب وتذکرۃ الحفاظ)

۱۴۷- حافظ سلمہ بن شبیب نیشاپوریؒ (متوفی ۲۴۶ھ)

مکہ معظمہ کی سکونت اختیار کرلی تھی، یزید بن ہارون، عبدالرزاق، عبدالرحمٰن مقری (تلامذہ امام اعظم) اور ابوداؤد طیالسی وغیرہ سے حدیث حاصل کی، امام بخاری کے علاوہ تمام ارباب صحاح ان کے شاگرد ہیں، ابونعیم اصفہانی نے ان ثقات میں شمار کیا جن سے ائمہ حدیث و متقدمین نے روایت کی، حاکم نے ''محدث مکہ'' اور اتقان وصدوق میں متفق علیہ کہا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۴۸- حافظ کبیر احمد بن کثیر ابوعبداللہ دورقیؒ (ولادت ۱۶۸ھ م ۲۴۶ھ)

حافظ یعقوب دورقی کے چھوٹے بھائی ہیں، دونوں بھائی حافظ حدیث ہوئے ہیں، صالح جزرہ نے کہا کہ احمد کثرت حدیث اور اس کی معلومات میں اور یعقوب علم اسناد وروایت میں بڑھے ہوئے تھے اور دونوں ثقہ ہیں، امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی وابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں (تہذیب وتذکرہ)

۱۴۹- حافظ اسمٰعیل بن توبہ ابوسہل ثقفی قزوینی (متوفی ۲۴۷ھ)

مشہور محدث فقیہ ہیں امام محمد، ہشیم، سفیان بن عیینہ (تلامذہ امام اعظم) خلف بن خلیفہ، اسماعیل بن جعفر وغیرہ سے حدیث کی تکمیل کی آپ سے ابن ماجہ، ابوزرعہ، ابوحاتم وغیرہ بڑی جماعت محدثین نے روایت کی، ابوحاتم نے صدوق کہا، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور فن حدیث میں پختہ کار کہا، کبار ائمہ حنفیہ سے تھے۔

امام محمد کی ''سیر کبیر'' کے راوی ہیں، امام محمد جس وقت ہارون رشید کے صاحبزادوں کو تعلیم دیتے تھے تو ''سیر کبیر'' کے درس میں یہ بھی ان کے شریک ہوتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وتہذیب)

۱۵۰- حافظ عمرو بن علی فلاس بصریؒ (م ۲۴۹ھ)

حافظ ذہبی نے حافظ حدیث، ثبت، سیر فی حدیث اور احد الاعلام لکھا، مسند، علل اور تاریخ کے مصنف اور تمام ارباب صحاح ستہ کے فن

حدیث میں استاد ہیں، محدث ابوزرعہ کا قول ہے کہ حدیث کے شہسواروں میں سے بصرہ میں ان سے اور ابن المدینی وشاذ کوفی سے بڑھ کر کوئی حافظ حدیث نہیں تھا، آپ سیدالحفاظ امام یحیی القطان (تلمیذ امام اعظم) کے حدیث میں شاگرد تھے، ایک دفعہ امام قطان نے کسی حدیث میں کوئی غلطی کی، دوسرے روز خود ہی متنبہ ہوگئے اور درس کے وقت ان ہی عمرو کی طرف خطاب خاص فرما کر کہا کہ میں غلطی کرتا ہوں اور تم موجود ہوتے ہوئے بھی مجھے نہیں ٹوکتے؟ حالانکہ اس وقت دوسرے تلامذہ علی بن المدینی جیسے بھی موجود تھے۔ (تہذیب وتذکرۃ الحفاظ)

۱۵۱-امام ابوجعفر دارمی (م ۲۵۳ھ)

حفظ حدیث ومعرفت فقہ میں بڑی شہرت رکھتے ہیں، امام احمد نے فرمایا کہ خراسان سے ان سے زیادہ فقیہ البدن کوئی نہیں آیا ابن عقدہ نے احد حفاظ الحدیث، متقن، عالم حدیث وروایت کہا، بجز امام نسائی کے تمام ارباب صحاح کو ان سے تلمذ حاصل ہے، ان کی ''سنن دارمی'' مشہور ومعروف ہے۔ (رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تہذیب وتذکرہ)

ضروری واہم گذارشات

۱-مقدمہ شرح بخاری شریف حصہ اول پیش ہے جو ۲۳۴ صفحات میں پورا ہوا، حصۂ دوم میں امام بخاری سے شروع ہو کر اس زمانہ تک کے ممتاز محدثین کا ذکر خیر ہوگا، وہ حصہ غالباً اس سے بھی زیادہ ہی جگہ لے گا، اختصار کی سعی کے ساتھ یہ امر بھی ملحوظ رہا کہ جن محدثین کے حالات پوری طرح منظر عام پر اب تک نہ آسکے تھے، خصوصاً محدثین احناف کے، ان کے صحیح وضروری حالات ضرور نمایاں کردیئے جائیں حصہ دوم میں امام بخاری کے حالات امام اعظم کی طرح زیادہ تفصیل سے دیئے گئے ہیں اور ان کی تمام تالیفات پر بھی پورا تبصرہ کیا گیا ہے۔

۲-شرح بخاری شریف سے پہلے حدیث ومحدثین کی تاریخ اور اجلۂ محدثین کے صحیح وضروری تعارف کی اہمیت ظاہر ہے اسی لئے ''تذکرہ محدثین'' کی تقدیم ضروری سمجھی گئی۔ ۳-مضامین مقدمہ کی اہمیت جو پیش لفظ میں بیان ہوئی ہے اس کو ابتداء میں ضرور ملاحظہ کرلیا جائے۔ ۴-انوارالباری کا پورا کام ایک تحقیقی علمی خدمت کے طور پر کیا جارہا ہے، مقدمہ میں اکابر امت کے معتبر حالات اور شرح میں ان کی تحقیقات عالیہ زیادہ معتمد ذرائع سے بہتر سلیس، اردو میں پیش کرنے کا تہیہ ہے۔ واللہ المیسر والمستعان۔

۵-انوارالباری کی تالیف واشاعت کے سلسلے میں اکابر اہل علم اور باذوق علمی ودینی شغف رکھنے والے احباب و مخلصین نے جو کچھ حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنے اپنے حلقوں میں اس کا تعارف کرایا اس کے لئے ادارہ ان کا ممنون ہے۔ والاجر عند اللہ۔